كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ
تلاشِ حق
تالیف: ارشاد اللہ مان

تلاشِ حق
تالیف:
ارشاد اللہ مان
نظر ثانی:
حافظ عبد السلام بن محمد حفظہ اللہ
مولانا ابو الحسن مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ تعالیٰ

نام کتاب

تلاشِ حق

تالیف

ارشاد اللہ مان

نظر ثانی

حافظ عبدالسلام بن محمد / مولانا ابوالحسن مبشر احمد ربانی حفظہما اللہ تعالیٰ

ملنے کا پتہ

اردو بازار، لاہور میں مکتبہ اسلامیہ، مکتبہ قدوسیہ اور نعمانی کتب خانہ کے علاوہ دارالاندلس لاہور، دارالایمان گجرات، تسجیلات طیبہ راولپنڈی، الفرقان اسلامک سنٹر سیالکوٹ اور دارالھدیٰ کراچی سے بھی دستیاب ہے

تلاشِ حق

متفرقات

مسنون خطبہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لاَّ إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ

أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٌ وَكُلَّ ضَلاَلَةٍ فِي النَّارِ

”بلاشبہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ ہم اسی کی تعریف کرتے، اسی سے مدد مانگتے اور اسی سے بخشش طلب کرتے ہیں۔ اپنے نفس کی شرارتوں اور اپنے برے اعمال سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ راہ دکھائے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ دھتکار دے اسے کوئی راہ راست پر نہیں لاسکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے، وہ اکیلا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔“

”حمد وصلوۃ کے بعد! یقیناً تمام باتوں سے بہتر بات اللہ کی کتاب اور تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے اور تمام امور میں سے برے کام (دین میں) خودساختہ (بدعت والے) کام ہیں، ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی کا انجام جہنم ہے۔“

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ط

إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۞ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۞ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۞

''اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں اس حال میں موت آئے کہ تم مسلمان ہو۔ لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، (پھر) اس سے اس کی بیوی کو بنایا اور (پھر) ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں اور انہیں (زمین پر) پھیلا دیا۔ اللہ سے ڈرتے رہو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قطع رحمی سے (بچو)۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔ اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو اور سیدھی (سچی اور کھری) بات کہو۔ اللہ تمہارے اعمال سنوار دے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی، یقیناً اس نے عظیم کامیابی حاصل کر لی۔''

① ((مسلم' الجمعة' بابا تخفيف الصلوة و الخطبة' حديث ٨٦٨ و ٨٦٧- والنسائى' ٣٢٧٨))

② ((رواه الاربعة واحمد والدارمى و روى البغوى فى شرح السنة مشكوٰة مع تعليقات الابانى' النكاح' باب اعلان النكاح...... وقال الالبانى حديث صحيح-))

تنبیہات:

- صحیح مسلم، سنن نسائی اور مسند احمد میں ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیث میں خطبہ کا آغاز ((ان الحمدلله)) سے ہے لہٰذا ((الحمدلله)) کی بجائے ((ان الحمدلله)) کہنا چاہیے۔
- یہاں ((نومن به ونتوكل عليه)) کے الفاظ صحیح احادیث میں موجود نہیں ہیں۔
- یہ خطبہ نکاح، جمعہ اور عام وعظ وارشاد یا درس وتدریس کے موقع پر پڑھا جاتا ہے۔ اسی خطبہ حاجت کہتے ہیں اسے پڑھ کر آدمی اپنی حاجت وضرورت بیان کرے۔

عرض ناشر

((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْأَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ!))

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اَنَّ ہٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ ؕ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۵۳]

''اور یہ میرا راستہ تو بالکل سیدھا ہے، لہٰذا اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ یہ تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم بچ جاؤ۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے ایک سیدھا خط کھینچا اور فرمایا: ''یہ اللہ کا راستہ ہے۔'' بعد ازاں اس کے دائیں جانب اور بائیں جانب کچھ خطوط کھینچے اور فرمایا: ''یہ شیطان کے راستے ہیں اور ہر راہ پر شیطان ہے جو ان راستوں کی جانب بلاتا ہے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ وَ اَنَّ ہٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ ﴾ [الأنعام : ۱۵۳]

''اور یہ میرا راستہ تو بالکل سیدھا ہے، تم اس کی پیروی کرو۔''

[مسند أحمد : ۱/۴۳۵، ح : ۴۱۴۱، و إسنادہ حسن لذاتہ]

زیرِ نظر کتاب ''تلاش حق'' محترم جناب ارشاد اللہ مان صاحب کی سالہا سال کی تحقیق و کاوش کا ماحصل ہے۔ ان کی زندگی کا آغاز تقلید اور خانقاہی سلسلوں سے ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں حق کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس دوران انھوں نے مختلف مسالک اور ان کے عقائد و نظریات کا گہرائی سے مطالعہ کر کے کتاب و سنت سے ان کا تقابل کیا۔ یوں صراط مستقیم

اپنی تمام تر حقانیت کے ساتھ ان پر واضح ہوا۔ انھی تفصیلات کو انھوں نے کتابی شکل میں جمع کر کے اس کا نام ''تلاش حق'' رکھا، تاکہ ان کی یہ بے پناہ ریاضت متلاشیان حق کے لیے سہولت بن جائے۔ کتاب کو محترم حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ نے بالاستیعاب پڑھا اور بہت مفید پایا۔ انھی کی ترغیب پر دارالاندلس کی طرف سے اسے شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا، محترم مولانا مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ نے بھی کتاب کو بغور پڑھا اور اصلاح فرمائی۔

کتاب کے حسن کو دوبالا کرنے کے لیے اسے مختلف ابواب اور فصلوں میں تقسیم کیا گیا، کتابت شدہ آیات لگائی گئیں اور احادیث کی مکمل تخریج کی گئی، تخریج کا فریضہ سید تنویر الحق شاہ صاحب نے ادا کیا۔ احادیث کے علاوہ کتب کے حوالہ جات میں محترم ارشاد اللہ مان صاحب ہی کی تخریج پر اعتماد کیا گیا ہے۔ کمپوزنگ میں محمد شفیق اور حافظ آصف رشید نے بھرپور محنت کی۔ اللہ تعالیٰ مؤلف محترم اور جمیع احباب کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور انھیں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔ آمین!

اس وقت پاکستان میں بالخصوص اور پوری دنیا میں بالعموم مسلمانوں کی اکثریت نے براہ راست کتاب و سنت سے فیض حاصل کرنے کی بجائے تقلید کی روش اپنا کر مختلف خود ساختہ نظریات کی پیروی اختیار کر رکھی ہے، ایسے کروڑوں مسلمانوں کے لیے یہ کتاب گراں قدر تحفہ ہے، اسے پڑھیں، اپنے عقائد و نظریات کو حق کے ترازو پر پرکھیں اور کتاب و سنت پر عمل پیرا ہو کر متلاشیان حق کی صفوں میں شامل ہو جائیں کہ اسی میں دنیا و آخرت کی فلاح کا راز پنہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اخوکم فی اللہ

سیف اللہ خالد

مدیر ''دارالاندلس''

۴ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

مؤلف کی آپ بیتی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ ﴾ [آل عمران: ۱۰۲، ۱۰۳]

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقہ میں نہ پڑو اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب کہ تم آپس میں دشمن تھے پھر تمھارے دلوں میں الفت ڈال دی پھر تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے پھر تم کو اس نے نجات دی۔ اس طرح اللہ تمھیں اپنی نشانیاں یاد دلاتا ہے، تا کہ تم ہدایت پاؤ۔''

کچھ شک نہیں کہ میں بھی اپنی گمراہی کے ہاتھوں آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھا اور میرے ربّ نے مجھ پر احسان کیا، مجھے بچا لیا اور میرا رخ ہدایت کی جانب موڑ دیا۔

داستان کچھ اس طرح ہے کہ میں ضلع شیخوپورہ کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں ۱۹۳۸ء میں پیدا ہوا۔ میٹرک ۱۹۵۴ء میں ہائی سکول واربرٹن سے اور ایف ایس سی ۱۹۵۶ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے کی۔ ۱۹۶۱ء میں ضلع کونسل شیخوپورہ میں ملازم ہوگیا۔ ۱۹۶۲ء کی بات ہے، شرقپور شہر میں میاں شیر محمد صاحب کا عرس تھا، اس موقع پر شرقپور کے کچھ احباب نے شرقپور آنے کی دعوت دی، میں نے دعوت قبول کر لی کہ چلو اس بہانے میاں شیر محمد صاحب کا عرس بھی دیکھیں گے۔ جب

میں اور میرے احباب عرس میں پہنچے تو بڑا عجیب منظر دیکھا۔ سٹیج لگ چکا تھا، بیس کے قریب علماء سٹیج پر براجمان تھے، سٹیج سیکرٹری سپیکر پر یکے بعد دیگرے علماء کے نام پکار رہا تھا، ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع تھے۔ باری باری علماء مائیک پر آتے، تقریر فرماتے اور واپس اپنی نشست پر بیٹھ جاتے۔ ایک مولوی صاحب کہ نام جن کا مولوی نوری قصوری تھا، مائیک پر تشریف لائے، انھوں نے تقریر شروع کی اور تقریر کے دوران ایک واقعہ سنایا، جو کچھ یوں تھا:

''جنید بغدادی بغداد کے رہنے والے تھے۔ اس شہر کے ساتھ دریائے دجلہ بہتا ہے۔ جنید بغدادی جائے نماز لے کر دریا کے کنارے تشریف لائے اور دریا کے کنارے پر جائے نماز بچھا کر دو رکعت نفل نماز پڑھی۔ اس کے بعد جائے نماز کو اٹھا کر دریا میں بہتے پانی پر رکھ دیا اور ساکن جائے نماز پر دو نفل نماز ادا کی، پھر جائے نماز کو دریا کے دوسرے کنارے چلنے کا حکم دیا، دوسرے کنارے پہنچ کر پھر جائے نماز بچھا دی، دو نفل نماز ادا کی پھر جائے نماز اٹھا کر انھوں نے دریا کے اندر بہتے پانی پر رکھ دی اور خود اس کے اوپر بیٹھ گئے اور جائے نماز کو واپس شہر کی طرف چلنے کا حکم دیا۔ ابھی تھوڑی ہی دور دریا کے اندر جائے نماز گئی تھی کہ قریبی جنگل سے ایک آدمی نکلا، اس نے کہا مجھے بھی بغداد شہر جانا ہے۔ جنید بغدادی نے جائے نماز کو حکم دیا کہ واپس کنارے پر لگ جاؤ، چنانچہ اس آدمی کو بھی جائے نماز پر بٹھالیا۔ جنید بغدادی نے اسے حکم دیا کہ تم یا جنید! یا جنید! کہتے رہو اور میں یا اللہ! یا اللہ! کہوں گا، وہ سامنے بغداد شہر ہے، ہم ابھی پہنچ جائیں گے۔ اس آدمی نے یا جنید! یا جنید! کہنا شروع کیا اور جنید بغدادی یا اللہ! یا اللہ! کہتے رہے اور جائے نماز دریا کے اندر بہتے پانی پر بغداد شہر کی طرف چلنے لگی۔ جب آدھا سفر طے ہو گیا تو شیطان نے اس آدمی کے کان میں پھونکا کہ تم شرک کر رہے ہو کہ تم غیر اللہ کو پکار رہے ہو، جیسا کہ شیطان ان کے کان میں پھونکا کرتا ہے۔ اس آدمی نے سوچا بات تو ٹھیک ہے، چنانچہ اس نے یا جنید! کی بجائے یا اللہ! یا اللہ! کہنا شروع کر دیا۔ یہ کہنا تھا کہ وہ پانی میں ڈوبنے لگا، جب جنید نے یہ صورت حال دیکھی تو اس کو بالوں سے پکڑ کر جائے نماز پر بٹھایا اور فرمایا: تمھارے ساتھ یہی ہونا چاہیے تھا کہ تم جنید تک تو ابھی پہنچے نہیں اور اللہ کو لگے ہو پکارنے!'' مولوی نوری قصوری کی اس بات نے میرے تن بدن میں آگ لگا دی۔ حالانکہ مجھے نہیں پتا تھا کہ بریلوی کیسے ہیں؟ دیو بندی کیا ہیں؟ اہل حدیث کون ہیں؟ اور یہ کہ شیعہ کیا چیز ہیں؟ کیونکہ میں نے میٹرک اور ایف ایس سی میں صرف اسلامیات پڑھی تھی، اس کے علاوہ میرا مذہبی مطالعہ نہ تھا۔

میرے نزدیک مولوی نوری قصوری کی بات اللہ کے حضور بہت بڑی گستاخی تھی، چنانچہ میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ یہ لوگ گمراہ ہیں اور مجھے تحقیق کرنی چاہیے کہ اصل دین کیا ہے؟ پھر ۱۹۶۲ء سے لے کر ۲۰۰۵ء تک میں نے ہمیشہ یہ تحقیق کی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں جو دین دیا ہے، وہ کیا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ میں نے احمد رضا صاحب کا ترجمۂ قرآن اور تفسیر مراد آبادی پڑھی، دیوبند مکتبہ فکر کا ترجمہ وتفسیر پڑھی، اہل حدیث کا ترجمہ وتفسیر پڑھی، سعودیہ سے چھپنے والے قرآن کا اردو ترجمہ وتفسیر پڑھی، بخاری، مسلم اور مشکوٰۃ شریف کا ترجمہ پڑھا، حنفی فقہ کی کتابیں یعنی ہدایہ، در مختار، کنز، قدوری، شرح وقایہ، فتاویٰ عالمگیری، ما لا بد منہ اور بہشتی زیور وغیرہ پڑھیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی کتاب غنیۃ الطالبین کا مطالعہ کیا، حقیقۃ الفقہ اور دیگر بے شمار کتابیں پڑھیں، تاکہ حقیقی دین کا پتا چل سکے۔ علاوہ ازیں آج کے تمام متنازعہ مسائل پر بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث علماء سے قرآن مجید وصحیح حدیث کی روشنی میں بار بار تبادلۂ خیال کیا، کیونکہ اگر انسان حقیقی دین کا علم حاصل کیے بغیر کوئی عقیدہ رکھے گا اور عمل کرے گا تو جب قیامت کے دن ایسا انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیرا عقیدہ ہی ٹھیک نہ تھا، لہٰذا تیرے سارے اعمال رائگاں ہیں اور تو جہنم کا مستحق:

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾
[البقرۃ : ۳۹]

”اور جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا اور جھٹلایا وہی دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“

چنانچہ اب تینتالیس (۴۳) سالہ تحقیق کا نچوڑ میں نے اس کتاب میں لکھ دیا ہے، میری طویل تحقیق کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ اصل آفاقی اور عالمگیر دین اسلام کا قرآن اور صحیح احادیث کی روشنی میں علم حاصل کیجیے، کیونکہ یہ دونوں وحی جلی اور وحی خفی ہیں اور انھی میں دین مکمل ہو چکا ہے۔

۲۔ مکمل توحید کا خالص عقیدہ وعمل اختیار کریں، ہر عمل اسوۂ رسول (ﷺ) کے مطابق کریں، بدعت سے قطعی اجتناب کریں۔

۳۔ اسلام مسلک، فقہ الرائے اور فرقہ کی نفی کرتا ہے، امت کو محض کسی مسلک، فرقے اور فقہ الرائے

کی طرف دعوت دینے کی بجائے اسلام کے آفاقی اور عالمگیر پیغام کی طرف دعوت دیں، کیونکہ اگر آپ نے اسلام آباد سے مکہ و مدینہ جانا ہے اور آپ جدہ کی پرواز میں سوار ہونے کی بجائے اسلام آباد سے جکارتہ کی پرواز میں سوار ہو جائیں تو آپ کا یہ امید رکھنا کہ میں جدہ یا مکہ و مدینہ پہنچ جاؤں گا محض خام خیالی اور ناممکن بات ہے۔

۴۔ رسول عربی ﷺ کا عقیدہ، اطاعت، سنت اور طریقہ اختیار کریں، تا کہ آپ کو قیامت کے دن رسول عربی ﷺ کے تابع فرمان کے طور پر پکارا جائے، ورنہ تباہی ہے، کیونکہ اللہ کے نزدیک جو مقام امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے وہ اور کسی ہستی کو حاصل نہیں اور قیامت کے دن ہر انسان کو اس ہستی کے نام پر پکارا جائے گا جس کی اس نے اس دنیا میں فرماں برداری کی ہوگی۔ اگر اس دن آپ کو رسول اللہ ﷺ کے تابع فرمان کے طور پر پکارا گیا تو آپ کامیاب ہیں، ورنہ ناکام۔ (دیکھیے تفسیر مراد آبادی۔ بنی اسرائیل :۱۷، ف ۱۵۹)

۵۔ اس کتاب میں جو کتابیں حوالہ کے لیے درج کی گئی ہیں مثلاً قرآن مجید، کتب احادیث اور دیگر کتب، ان کی لائبریری بنائیں تا کہ آپ دین کا مکمل علم حاصل کر سکیں۔ اگر ایک آدمی یہ لائبریری نہیں بنا سکتا تو مل کر بنائیں، روزانہ صبح و شام تھوڑا تھوڑا وقت دین کے مطالعہ کے لیے وقف کریں، اس طریقہ سے دو تین سال میں آپ کی لائبریری بھی بن جائے گی اور صحیح دین کا علم بھی حاصل ہو جائے گا۔

کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ صرف وہ دلائل دیے جائیں جو قرآن اور صحیح احادیث سے ثابت ہوں۔ موضوع اور ضعیف احادیث سے مکمل اجتناب کیا گیا ہے۔ دوست و احباب اور علمائے کرام سے گزارش ہے کہ وہ عوام کے فائدہ کی خاطر بے تکلف ہر نقص و کمی سے آگاہ فرمائیں، مؤلف خلوص دل سے اپنی غلطیوں کو قبول کر کے مشکور ہوگا اور اگلی طبع میں ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور اس کی اصلاح کر دے گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

خادم کتاب وسنت

ارشاد اللہ مان

محلّہ مسلم گنج، نزد سٹیڈیم پارک، شیخوپورہ

فون: ۳۶۱۰۶۶۱-۰۵۶

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ

اللہ تبارک و تعالیٰ کا احسان عظیم اور امتنان جزیل ہے کہ اس نے ہمیں رسول اللہ ﷺ کی امت میں سے بنایا اور خالص دین عطا کیا، جو وحی الٰہی پر مبنی ہے اور کتاب وسنت میں مکمل طور پر محفوظ و موجود ہے۔ ہمارے عقائد و اعمال کا اثبات اللہ کے قرآن اور نبی محمد ﷺ کی حدیث وسنت سے ہوتا ہے۔ یہ دو چیزیں اصل الاصول ہیں اور ہماری نجات کا ذریعہ، کامیابی و کامرانی کا وسیلہ اور فوز و فلاح کا زینہ ہیں۔ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ ﷺ نے بیت اللہ کی دیواریں بلند کرتے ہوئے دعا مانگی:

﴿ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [البقرة: ١٢٩]

''اے ہمارے پروردگار! ان میں ایک رسول انھی میں سے مبعوث فرما جو ان پر تیری آیات تلاوت کرے اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے، بے شک تو ہی ہر چیز پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جس رسول کے لیے دعا مانگی وہ ہمارے رسول سیدنا محمد ﷺ ہیں، ان کی بعثت کے مقاصد میں کتاب وحکمت کی تعلیم ہے۔ (اس کے متعلق مزید ملاحظہ ہو: البقرہ: ۱۵۱۔ آل عمران: ۱۶۴۔ الجمعۃ: ۲) اللہ تعالیٰ نے کتاب وحکمت ہی کا نزول فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ ﴾ [البقرة: ٢٣١]

''اور یاد کرو تم اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو اور جو اس نے تم پر کتاب وحکمت میں سے نازل فرمایا، وہ اس کے ذریعے تمھیں نصیحت کرتا ہے۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [النساء:١١٣]

''اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی۔''

اور یہی دو چیزیں نبی ﷺ کی بیویوں کے گھروں میں پڑھی جاتی تھیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ [الأحزاب:٣٤]

''اور تم یاد کرو! جو تمھارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت میں سے پڑھا جاتا ہے۔''

ان آیات میں کتاب کے ساتھ حکمت کا جو تذکرہ آیا ہے اس سے مراد سنت ہے اور تقریباً یہ بات تمام مفسرین نے نقل کی ہے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فَفَرَضَ اللّٰهُ عَلَى النَّاسِ اتِّبَاعَ وَحْيِهِ وَسُنَنَ رَسُوْلِهِ." [الرسالة: ص٧٦، رقم ٢٤٤]

''اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر اپنی وحی اور اپنے رسول کی سنن کی اتباع فرض کی ہے۔''

پھر مذکورہ بالا آیات ذکر کر کے لکھتے ہیں:

" فَذَكَرَ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَهُوَ الْقُرْآنُ وَ ذَكَرَ الْحِكْمَةَ فَسَمِعْتُ مَنْ اَرْضٰى مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ بِالْقُرْآنِ يَقُوْلُ : الْحِكْمَةُ : سُنَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَهٰذَا يَشْبَهُ مَا قَالَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ لِاَنَّ الْقُرْآنَ ذُكِرَ وَ اُتْبِعَتْهُ الْحِكْمَةُ وَ ذَكَرَ اللّٰهُ مَنَّهُ عَلٰى خَلْقِهِ بِتَعْلِيْمِهِمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ فَلَمْ يَجُزْ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ! اَنْ يُّقَالَ الْحِكْمَةَ هَاهُنَا اِلَّا سُنَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ ذٰلِكَ اَنَّهَا مَقْرُوْنَةٌ مَعَ كِتَابِ اللّٰهِ وَ اَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ طَاعَةَ رَسُوْلِهِ وَ حَتَّمَ عَلَى النَّاسِ اتِّبَاعَ اَمْرِهِ فَلَا يَجُوْزُ اَنْ يُّقَالَ لِقَوْلٍ : فَرْضٌ اِلَّا لِكِتَابِ اللّٰهِ ثُمَّ سُنَّةِ رَسُوْلِهِ."

[الرسالة : ص٧٨، رقم ٢٥٢ تا ٢٥٥]

''چنانچہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک تو کتاب کا ذکر کیا ہے جو قرآن مجید ہے اور حکمت کا ذکر کیا ہے اور قرآن کا علم رکھنے والوں میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ شخص کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حکمت رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور یہ تفسیر فرمودۂ الٰہی سے زیادہ مشابہ ہے۔ واللہ اعلم! کیونکہ قرآن مجید کے ذکر کے بعد حکمت کا

ذکر کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کتاب وحکمت کی تعلیم کے ذریعے اپنی مخلوق پر اپنا احسان بیان فرما رہا ہے، لہٰذا یہاں سنت رسول اللہ کے سوا کسی چیز کو حکمت کہنا جائز نہیں، واللہ اعلم! اور یہ اس لیے کہ (حکمت) کتاب اللہ کے ساتھ متصلاً مذکور ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اطاعت فرض کی ہے اور آپ کے حکم کی پیروی کو لازم کیا ہے، پس کسی قول کو کتاب اللہ پھر سنت رسول اللہ کے علاوہ فرض نہیں کیا جا سکتا۔"

لہٰذا ہمارے اوپر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی غیر مشروط طور پر اطاعت وفرماں برداری فرض ہے اور اللہ کی فرماں برداری کا مطلب ومعنی اس کے قرآن کو ماننا اور رسول اللہ ﷺ کی فرماں برداری کا معنی آپ کی سنت و حدیث کو ماننا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ کسی کی غیر مشروط اطاعت ہمارے اوپر لازم نہیں ہے۔ جب کوئی شخص قرآن و حدیث سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور اللہ و رسول کے علاوہ کسی کی اطاعت کو اپنے اوپر فرض قرار دے لیتا ہے تو پھر گمراہی کا دروازہ کھل جاتا ہے اور امت مسلمہ کی تباہی و بربادی کا باعث بن جاتا ہے، جن لوگوں نے اللہ کے علاوہ کسی کو اپنا مقتدا و مطاع بنا لیا انھوں نے پھر اس کی بات کو رسول اللہ ﷺ کی بات کا درجہ دے دیا جیسا کہ مولوی محمود حسن کی ترمذی وغیرہ پر تقاریر میں مذکور ہے کہ "قول مجتہد بھی قول رسول اللہ ﷺ ہی شمار ہوتا ہے۔" [الورد الشذی: ۲/۳۰، تقاریر حضرت شیخ الھند، ص: ۲۴]

پھر حدیث رسول کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے اور اپنے مزعومہ امام کے اقوال کو زیادہ اہمیت و حیثیت دی جاتی ہے اور آج گمراہ فرقوں کا یہی حال ہے۔ ان کے ہاں قرآن وحدیث کی وہ وقعت اور اہمیت نہیں ہے جو ان کے مولویوں اور پیروں کی بات کی ہے۔ مفتی احمد یار خان گجراتی نے لکھا ہے:

"چار مذہبوں کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں، اگرچہ وہ صحابہ کے قول، صحیح حدیث اور آیت کے موافق ہی ہو، جو ان چار مذہبوں سے خارج ہے وہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے کیونکہ حدیث وقرآن کے محض ظاہری معنی لینا کفر کی جڑ ہے۔"

[جاء الحق : ٢٤، مطبوعه ضياء القرآن پبلی کیشنز لاهور]

لیجیے مفتی احمد یار خان نے تو بات بالکل واضح کر دی ہے کہ تقلید سے ہٹ کر بات کرنا گمراہ ہونا ہے، خواہ وہ بات قرآن وحدیث اور صحابہ کے قول کے موافق ہی کیوں نہ ہو۔ اسی لیے تو ہم

عرض کرتے ہیں کہ کتاب وسنت کی عظیم شاہراہ سے ہٹ جانا گمراہی اور ضلالت کا باعث ہے۔ زیرِنظر کتاب ''تلاش حق'' از ارشاد اللہ مان صاحب اسی منہج عظیم پر لانے کی دعوت کے پیش نظر مرتب کی گئی ہے اور مؤلف نے جذبۂ صادقہ کے ساتھ گمراہ انسانیت کو راہ راست کی طرف سچی دعوت پیش کی ہے اور عقائد و اعمال کی اصلاح کے لیے قرآن وسنت کے بکھرے ہوئے پھولوں کو ایک گلستان میں جمع کر دیا ہے اور معاشرے میں پھیلی ہوئی گمراہیوں کے کئی پہلوؤں کا احاطہ کیا ہے اور کتاب وسنت کی نصوص کے ذریعے ان کی اصلاح کی ہے، لہٰذا یہ جویانِ حق وصداقت اور گم گشتگانِ راہ کے لیے مینارۂ نور ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مؤلف، ناشر، قارئین اور تمام ان افراد کے لیے مشعل راہ اور نجات کا وسیلہ و ذریعہ بنائے جنھوں نے کسی بھی پہلو سے اس کتاب کی تیاری میں حصہ ڈالا ہے۔ آمین!

ابوالحسن مبشر احمد ربانی عفا اللہ عنہ

۱۴۶۔این بلاک، سبززار لاہور

چند باتیں

((إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ، أَمَّا بَعْدُ ! فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، الضَّلَالَةُ فِي النَّارِ))

عام طور پر خطبہ میں ((نُؤْمِنُ بِهِ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ)) کے الفاظ پڑھے جاتے ہیں، یہ صحیح احادیث میں موجودنہیں ہیں۔ احادیث صحیحہ میں ((نَشْهَدُ)) جمع کا صیغہ نہیں بلکہ ((اَشْهَدُ)) واحد کا صیغہ ہے۔ یہ خطبہ نکاح وجمعہ، عام وعظ وارشاد اور درس وتدریس کے موقع پر پڑھا جاتا ہے۔ اسے خطبۂ حاجت کہتے ہیں، اسے پڑھ کر آدمی اپنی حاجت وضرورت بیان کرے۔

میرے بھائیو! یہ خطبہ رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ آج کل کچھ کلمہ گو اس مسنون خطبہ کو چھوڑ کر خودساختہ خطبے پڑھتے ہیں، جیسا کہ محمد الیاس قادری بریلوی صاحب کی کتاب ''فیضان سنت'' میں ہے۔ یادرہے کہ جس طرح نبی اکرم ﷺ کی ذات روئے زمین کے تمام بزرگوں اور اماموں سے اعلیٰ وارفع ہے، اسی طرح آپ کی تعلیم وسنت روئے زمین کے تمام طریقوں سے اعلیٰ وارفع ہے۔لوگ جھوم جھوم کر نبی ﷺ کے حسن واخلاق، عفت وکردار اور امانت وصداقت کو تو خوب بیان کرتے ہیں لیکن اتباع رسول ﷺ میں وہ آپ کی بات کے مقابلے میں فقہ، قیاس اور بدعات

کو ترجیح دیتے ہیں۔ انھیں سوچنا چاہیے کہ یہ کس کا کردار ہے جسے انھوں نے اپنایا ہوا ہے، حالانکہ دین مکمل ہو چکا ہے اور اس میں ایک لفظ کی بھی تبدیلی کرنا جائز نہیں ہے۔

یہ دنیا چند روزہ ہے پھر موت آنی ہے۔ قیامت کے بعد شروع ہونے والی زندگی کبھی ختم نہ ہو گی، کیونکہ قیامت کے دن موت کو ذبح کر دیا جائے گا۔ اس لیے ہر انسان کو چاہیے کہ دین کے معاملہ میں مکمل تحقیق کرے اور اندھا دھند چال نہ چلے۔ دین کی اچھی طرح تحقیق کر کے اپنے عقیدہ کو درست کرے۔ عقیدے کی درستی کے بعد نیک اعمال کرے، کیونکہ جس کا عقیدہ درست نہیں اس کا کوئی عمل قابل قبول نہیں:

﴿ وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾

[المائدة : ٥]

''اور جو کوئی ایمان کو نہ مانے اس کے عمل رائگاں ہیں اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔''

اور قرآن مجید میں جگہ جگہ پہلے ایمان اور پھر عمل کا ذکر ہے، مثلاً:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتُ النَّعِيمِ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾ [لقمان : ٨، ٩]

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ان کے لیے نعمت کے باغ ہیں، جہاں ہمیشہ رہیں گے، اللہ کا سچا وعدہ ہو چکا اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔''

اور مقدمہ ہدایہ صفحہ۲ پر ہے کہ جب تک صحیح اعتقاد نہ ہو بدنی اعمال رائگاں ہیں اور یہی چیز قرآن مجید میں کئی جگہ ہے کہ پہلے ایمان اور پھر عمل:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ﴾ [البينة : ٧]

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے، یہی لوگ بہترین مخلوق ہیں۔''

(مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے: البقرہ: ۲۵۔ التین: ۶۔ آل عمران: ۵۶، ۵۷۔ النساء: ۱۲۲ تا ۱۲۴)

زیر مطالعہ کتاب کی تالیف سے کسی کی دل آزاری مقصود نہیں بلکہ یہ عقیدے کی درستی کے متعلق لکھی گئی ہے۔ اصلاح احوال اور کلمہ گو بھائیوں کی ہمدردی اور بھلائی مقصود ہے۔ اسے آپ حوالہ جات کی کتاب بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کتاب میں قرآن مجید، صحیح احادیث اور فقہ حنفی کی

کتابوں کے حوالے دیے گئے ہیں۔ اس کتاب میں اہل سنت والجماعت کے تمام فریقوں یعنی حنفی بریلوی، حنفی دیوبندی، اہل حدیث اور اس کے علاوہ شیعہ اور قادیانی حضرات کے عقائد کے متعلق بحث کی گئی ہے اور فرقہ ناجی کی نشاندہی کی گئی ہے یعنی وہ فرقہ جو اللہ کے دین کی رو سے نجات پانے والا ہے۔

دین کو سمجھنے کے لیے بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث علماء سے پوچھ کر تحقیق کریں، جو مسئلہ آپ کے ذہن میں صاف نہ ہو وہ ان علماء سے قرآن و حدیث کی روشنی میں بار بار پوچھیں، یہاں تک کہ آپ کے ذہن میں وہ معاملہ بالکل صاف ہو جائے، ہر اختلافی مسئلہ میں اسی طرح کریں۔ علمائے سوء کی اس بات پر بالکل توجہ نہ دیں کہ فلاں کے پاس جاؤ اور فلاں کے پاس نہ جاؤ، کیونکہ جو یہ بات کہتا ہے کہ فلاں کے پاس نہ جاؤ وہ جھوٹا ہے، اس لیے کہ یہ کافروں کا طرز عمل ہے، وہ بھی کہتے تھے کہ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں کے پاس نہ جاؤ، ان کی بات نہ سنو۔ ہمیں مسلمانوں والا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ آپ تحقیق ضرور کریں پھر اپنی مرضی کریں، کیونکہ کسی کو اس معاملہ میں مجبور نہیں کیا جا سکتا اور قیامت کے دن بھی ہر کوئی اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہوگا۔

فہرست کتب:

کتابوں کی تفصیل جن کے زیادہ تر حوالے اس کتاب میں دیے گئے ہیں:

۱۔ قرآن مجید مع ترجمہ و جملہ تفاسیر (ا) احمد رضا خان صاحب اور نعیم الدین مراد آبادی صاحب۔ (ب) احمد علی صاحب لاہوری۔ (ج) شبیر احمد عثمانی صاحب۔ (د) مودودی صاحب۔ (ر) اشرف علی تھانوی صاحب۔ (س) حافظ نذر احمد صاحب (یہ بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث کا متفقہ ترجمہ ہے) (ص) جناب نواب وحید الزماں صاحب حیدر آبادی۔ (ع) احسن البیان مکتبہ دارالسلام۔

۲۔ اللؤلؤ والمرجان: اسلام کی بنیاد قرآن و حدیث پر ہے۔ احادیث طیبہ کا ذخیرہ علمائے اسلام نے مختلف کتابوں کی صورت میں مرتب و مدون کیا۔ ان کتب احادیث میں جو مقام صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو حاصل ہوا ہے وہ کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں ہوا۔ امت مسلمہ ان دونوں میں موجود احادیث کی صحت پر متفق ہے۔ اس لیے ان کو صحیحین کے نام سے یاد کیا جاتا

ہے۔ ان کتب میں موجود ہر حدیث ہمارے لیے حجت اور دلیل ہے۔ کتاب اللؤلؤ والمرجان ان ہر دو کتب مقدسہ میں موجود متفق علیہ احادیث کا مجموعہ ہے، یعنی یہ کتاب ان احادیث کا مجموعہ ہے جن کی صحت پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں۔

۳۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم: اجماع ہے کہ بعد قرآن کے بخاری ہے اور پھر مسلم۔ (مقدمہ ہدایہ: ۱/ ۱۱۳۔ شرح وقایہ: ص ۵۔ مقدمہ فتاویٰ عالمگیری: ۱/ ۲ تا ۲۹)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کیا امام بخاری اور امام مسلم شافعی مسلک کے تھے؟ لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ مجتہد تھے، اللہ نے ان کو بڑے علم سے نوازا تھا، اپنے وقت کے بڑے محدث تھے۔ صحیح اور ضعیف روایات میں سے صحیح ترین روایات کو انھوں نے چھانٹ کر علیحدہ کیا اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم مرتب کیں اور اس کام میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ۱۶ برس صرف کیے۔ کسی بھی امام کی کوئی بات ان دونوں کو غلط معلوم ہوئی تو اس کو انھوں نے رد کیا ہے۔ کہیں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی بات کو غلط پایا ہے تو اس کا انکار کیا ہے۔ کہیں امام شافعی رحمہ اللہ کی بات غلط سمجھی تو اسے رد کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حنفی فقہ کی مشہور کتابوں میں صحیح بخاری و صحیح مسلم کو صحیحین کہا گیا ہے۔

۴۔ مشکوٰۃ المصابیح: یہ مشکوٰۃ اردو ترجمہ مع فوائد از محمد صادق خلیل رحمہ اللہ فیصل آبادی پانچ جلدوں پر مشتمل ہے، اس مشکوٰۃ میں جہاں جہاں ضرورت تھی وہاں حدیث کے نیچے اس کا فائدہ بھی لکھا گیا ہے یعنی حدیث کی صحت پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ساٹھ کتابوں کا مطالعہ کر کے لکھی گئی ہے جیسا کہ جلد ۵ کے آخر میں درج ہے۔

۵۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔ یعنی کتب ستہ کی باقی چار کتب احادیث۔

۶۔ حنفی فقہ کی مندرجہ ذیل کتابوں سے بھی حوالے دیے گئے ہیں جو مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور سے دستیاب ہیں، ان سب کتابوں کے اردو ترجمے شائع ہو چکے ہیں، یہ سب کتابیں بریلویوں اور دیوبندیوں دونوں کی ہیں، کیونکہ یہ دونوں امام ابو حنیفہ کو اپنا امام اعظم تسلیم کرتے ہیں:

(ا) قدوری: یہ کتاب مکتبہ شرکت علمیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان نے طبع کروائی ہے اور اس کی دو

جلدیں ہیں۔

ب ہدایہ: فقہ حنفی کی یہ مشہور کتاب اردو ترجمہ میں چار جلدوں پر مشتمل ہے اور اسے مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور نے طبع کرایا ہے۔

ج کنزالدقائق: اردو ترجمہ والی حنفی فقہ کی یہ کتاب مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور سے دستیاب ہے۔

د شرح وقایہ: اردو ترجمہ والی حنفی فقہ کی یہ کتاب ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی نے طبع کرائی ہے، یہ کتاب چار جلدوں پر مشتمل ہے۔

ر در مختار: اردو ترجمہ والی حنفی فقہ کی یہ کتاب چار جلدوں پر مشتمل ہے اور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ہی نے طبع کی ہے۔

س فتاویٰ عالمگیری: حنفی فقہ کی یہ کتاب اردو ترجمہ کے ساتھ دس جلدوں پر مشتمل ہے اور اسے مکتبہ رحمانیہ لاہور نے طبع کیا ہے۔ یہ کتاب مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے پانچ سو حنفی علماء سے تالیف کروائی۔ (مقدمہ عالمگیری: ۱/۲۰۸)

ص مالا بدمنہ: اصل کتاب فارسی میں ہے، مکتبہ شرکت علمیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان نے اس کا اردو ترجمہ طبع کیا ہے۔

ع بہشتی زیور: حنفی فقہ کی یہ کتاب جناب اشرف علی تھانوی کی تصنیف ہے اور یہ اردو زبان میں بارہ حصوں پر مشتمل ہے۔

یہ سب کتابیں بریلویوں اور دیوبندیوں کی فقہ کی ہیں، کیونکہ یہ دونوں امام ابوحنیفہ کو اپنا امام اعظم تسلیم کرتے ہیں۔

دینی علم کی اہمیت:

ہر کلمہ گو کے لیے دین کا علم حاصل کرنا از بس ضروری ہے۔ جو اللہ کی آیات سنے اور ان کا خیال نہ کرے وہ ظالم اور مجرم ہے، اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا:

﴿ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا ۚ إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ ﴾

[السجدة : ٢٢]

”اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جس کو اس کے مالک کی آیتیں سنائی جائیں پھر وہ

ان کا خیال نہ کرے، بے شک ہم مجرموں سے (اپنی نافرمانی کا) بدلا لیں گے۔"

جس نے اللہ کی ہدایت کا خیال نہ کیا وہ قیامت کے دن اندھا اٹھایا جائے گا:

﴿قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى ۝ وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا ۝ قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَى ۝﴾ [طٰہٰ: ۱۲۳ تا ۱۲۶]

"فرمایا تم دونوں بہشت سے (زمین پر) اترو۔ تم میں ہر کوئی ایک دوسرے کا دشمن رہے گا۔ پھر اگر میری طرف سے تم پر ہدایت آئے تو جو کوئی میری ہدایت پر چلے، نہ وہ بھکے گا اور نہ وہ بدنصیب ہوگا اور جس نے میری کتاب کا خیال نہ کیا اس کی زندگی تنگ اور قیامت کے دن ہم اس کو اندھا اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا مالک تو نے مجھ کو اندھا کیوں اٹھایا، میں دیکھتا بھالتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے ایسا ہی کیا، ہماری آیتیں تیرے پاس آئیں، تو نے ان کا خیال نہ کیا اور اسی طرح تو بھی آج کے دن چھوڑ دیا جائے گا۔"

(مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے: الکہف: ۵۷۔ البقرۃ: ۳۸، ۳۹، ۱۲۰، ۱۴۵، ۱۸۷، ۱۹۸، ۲۴۲، ۲۸۵۔ الاعراف: ۳۔ الأنعام: ۵۵، ۵۷۔ الرعد: ۳۷۔ النجم: ۲، ۵)

اسی طرح بخاری شریف، مسلم شریف اور مشکوٰۃ المصابیح کے علم کے باب میں یہی کچھ ہے کہ ہر مسلمان دین کا علم حاصل کرے اور دوسروں تک پہنچائے اور یہ کہ دین کے عالم کی عام لوگوں پر بہت فضیلت ہے اور جو شخص دین کا علم حاصل کرنے کے لیے نکلتا ہے، ساری مخلوق اس کی مغفرت کے لیے دعا مانگتی ہے۔

خلاصہ:

اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ ہر کلمہ گو کے لیے ضروری ہے کہ دین کا علم حاصل کرے، ہر کلمہ گو کو اسلام کے عقائد، فرامین، اوامر ونواہی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتوں کا علم ہونا چاہیے، تاکہ صحیح عمل کر کے قیامت کے دن سرخ رو ہو سکے اور غلط عقیدہ

اور غلط عمل سے بچ کر قیامت کے دن دوزخ کی سزا سے بچ سکے اور یہ تبھی ممکن ہے جب دین کا علم ہو۔ دین کا علم حاصل کرنے کے لیے گھر سے ایک فرد وقف کریں، کیونکہ دین کا معاملہ نہایت اہم ہے، اس پر ابدی زندگی کا انحصار ہے، اس معاملہ میں کوتاہی بہت نقصان دہ ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ دین کا سمجھنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے، یہ بات بالکل غلط ہے، کیونکہ اگر دین سمجھنا ہی مشکل ہے تو دین کے اتارنے کا مقصد ہی فوت ہوجاتا ہے، دین بالکل آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾ [القمر : ١٧]

''اور بے شک ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا۔ پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔''

یعنی اس کے مطالب و معانی کو سمجھنا، اس سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا اور اسے زبانی یاد کرنا ہم نے آسان کر دیا ہے۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ قرآن اعجاز و بلاغت کے اعتبار سے نہایت اونچے درجے کی کتاب ہونے کے باوجود اگر کوئی شخص تھوڑی سی توجہ دے تو وہ عربی گرائمر اور معانی و بلاغت کی کتابیں پڑھے بغیر بھی اسے آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ اس طرح یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جو لفظ بہ لفظ یاد کر لی جاتی ہے۔ ورنہ چھوٹی سے چھوٹی کتاب کو بھی اس طرح یاد کر لینا اور اسے یاد رکھنا نہایت مشکل ہے اور انسان اگر اپنے قلب و ذہن کے دریچے وا رکھ کر اسے عبرت کی آنکھوں سے پڑھے، نصیحت کے کانوں سے سنے اور سمجھنے والے دل سے اس پر غور کرے تو دنیا و آخرت کی سعادت کے دروازے اس کے لیے کھل جاتے ہیں اور یہ اس کے قلب و دماغ کی گہرائیوں میں اتر کر کفر و معصیت کی تمام آلودگیوں کو صاف کر دیتی ہے۔ یاد رہے:

۱۔ قرآن کریم نے یہ بتایا کہ رسول اللہ ﷺ اس لیے آئے کہ جاہلوں اور گمراہوں کو ہدایت پر لائیں۔

۲۔ قرآن کریم کو اللہ نے آسان و عام فہم بنایا تاکہ اس سے ہر شخص فائدہ اٹھائے۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''میں آسان دین لے کر آیا ہوں۔''

ثابت ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو کچھ فرمایا وہ حق ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے

کہ قرآن و حدیث کا سمجھنا مشکل ہے تو گویا وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چیلنج کر رہا ہے جس کا وہ بروز قیامت جواب دہ ہوگا۔

تفسیر مراد آبادی میں التوبہ (۱۲۲، ف۲۹۳) میں ہے کہ علم دین حاصل کرنا فرض ہے، جو چیزیں بندے پر فرض و واجب ہیں اور جو اس کے لیے ممنوع و حرام ہیں اس کا سیکھنا فرض عین ہے۔علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں دین کا علم تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ دین دینے والا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

یہ حدیث دین کا علم تقسیم کرنے کے بارے میں ہے لیکن کچھ کلمہ گو بھائیوں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ یہ حدیث بتاتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور وہ ان خزانوں کو تقسیم کر رہے ہیں حالانکہ قرآن میں ہے کہ ''(اے نبی!) فرما دیجیے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے نہیں ہیں۔'' (الأنعام: ۵۰)

دین کے معاملہ میں ہمارا رویہ:

دین کے معاملہ میں ہمارا رویہ ﴿سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا﴾ ''ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی'' والا ہونا چاہیے نہ کہ مخالفانہ اور جدلی یعنی جھگڑے والا انداز کہ ﴿سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا﴾ ''ہم نے سنا اور ہم نہیں مانتے'' والا نہیں ہونا چاہیے:

﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [النور: ۵۱]

''مومنوں کی بات تو یہی ہوتی ہے کہ جب انھیں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا اور وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔''

ہر کلمہ گو کو نازل شدہ دین پر ایمان لانا ضروری ہے، جیسا کہ سورۃ البقرہ (۲۸۵) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نازل شدہ دین پر ایمان لائے اور مومن بھی ایمان لائے اور انھوں نے ﴿سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا﴾ کہا۔ میری ایک کلمہ گو شخص سے ملاقات ہوئی، وہ میرے گھر میری کتاب لینے آیا، میں نے اسے کہا کہ نعیم مراد آبادی کی تفسیر میں لکھا ہے کہ انبیاء کو بشر کہنا کافروں کا شیوہ

ہے۔ وہ آدمی کہنے لگا کہ یہ بات ٹھیک لکھی ہے۔میں نے کہا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ فرمایا کہ انبیاء بشر تھے اور قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول ﷺ سے کئی جگہ اعلان کروایا کہ فرما دیجیے کہ میں بشر ہوں، وہ کہنے لگا کہ یہ بات ٹھیک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو قرآن میں بشر کہا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے بشر ہونے کا اعلان فرمایا لیکن آپ مجھے یہ دکھائیں کہ قرآن میں یہ کہاں لکھا ہے کہ تم بھی رسول اللہ ﷺ کو بشر کہو اور اٹھ کر چلا گیا اور مزید بات نہ سنی۔

یہ بات سن کر مجھے بہت افسوس ہوا، جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہر کلمہ گو کے لیے ضروری ہے کہ اس پر ایمان لائے۔ (البقرہ: ۲۸۵) اور ﴿ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ﴾ کا رویہ اختیار کرے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اس سے انکار نہ کرے، کیونکہ انکار کرنے والا مسلمان نہیں رہتا اور اس کی بخشش ناممکن ہے۔ (الأعراف: ۳۷ تا ۴۱) اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اس کو نا پسند نہ کرے، کیونکہ ایسا کرنے والے کے سارے عمل برباد ہو جاتے ہیں۔ (محمد: ۱ تا ۹) ہر کلمہ گو کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین کی دل سے تصدیق کرے اور زبان سے اقرار کرے، اقرار باللسان و تصدیق بالقلب، کیونکہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم آجائے تو کسی مسلمان مرد یا کسی مسلمان عورت کو کچھ اختیار نہیں رہتا اور جو حکم نہ مانے وہ صریح گمراہ ہو چکا۔ (الأحزاب: ۳۶)

قرآن حکیم مع ترجمہ پڑھیں:

"اور ہم نے اس قرآن کو آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی اس سے نصیحت حاصل کرنے والا۔" (القمر: ۱۷) قرآن حکیم کھول کر ترجمہ کے ساتھ پڑھیے۔

- کیا آپ نے قرآن کا مطالعہ کیا ہے؟
- اگر نہیں تو اس سے زیادہ محرومی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے!

لوگوں کا حال تو یہ ہے کہ صبح اُٹھتے ہی اخبار پڑھنے کے لیے بے چین رہتے ہیں، رسائل کا شوق سے مطالعہ کرتے ہیں، اپنے اپنے مسالک کے جرائد لے کر بیٹھ جاتے ہیں، دنیا بھر کی کتابیں پڑھنے کے لیے وقت نکال لیتے ہیں، لیکن اللہ کی کتاب پڑھنے کے لیے ان کے پاس کوئی وقت نہیں ہے؟ حالانکہ نزول قرآن کا آغاز ہی اس کتاب کو پڑھنے کے حکم "اِقْرَاْ" سے ہوا ہے۔

- یہ صرف تلاوت کے لیے نہیں بلکہ سمجھ کر پڑھنے اور ہدایت حاصل کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے۔

❀ یہ مردوں کو بخشوانے کے لیے نہیں بلکہ زندوں پر نجات کی راہ کھولنے کے لیے آئی ہے۔
❀ یہ انسان کو غور و فکر کی دعوت دیتی ہے، تا کہ اس کے خیالات میں نکھار پیدا ہو اور زندگی سنور جائے۔
❀ یہ مطالبہ کرتی ہے کہ زندگی کا سفر اس کی روشنی میں طے کیا جائے۔

کیا یہ مقاصد دیواروں پر "یہ جو کتاب ہے...... درس انقلاب ہے" لکھنے سے پورے ہوں گے؟ یا اس کتاب کو صرف "مکمل ضابطۂ حیات" کہنے سے مسئلے حل ہوں گے؟ یا یہ مقاصد قرآن کے مطالعہ کے بغیر پورے ہو سکتے ہیں؟ ایسے کتنے لوگ ہیں جنھوں نے زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ ہی قرآن سمجھ کر پڑھا ہو؟ آیئے! غفلت کے اس پردے کو چاک کریں اور قرآن فہمی کو عام کریں:

﴿ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴾ [محمد : ٢٤]

"تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم قرآن پر غور و فکر نہیں کرتے، کیا تمھارے دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں؟"

قرآن مجید:

قرآن مجید کی جو خصوصیات اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ قرآن میں کوئی شک نہیں، یہ مومنوں کے لیے راہ ہدایت ہے۔ (البقرۃ: ۲)
۲۔ قرآن مجید جیسا کلام کوئی نہیں سنا سکتا۔ (البقرۃ: ۲۳، ۲۴)
۳۔ قرآن مجید کی آیات صاف اور کھلی ہیں، ان کا انکار نافرمان ہی کرتے ہیں۔ (البقرۃ: ۹۹)
۴۔ آسمانی ہدایت ہی ہدایت ہے، اس سے روگردانی خطرناک ہے۔ (البقرۃ: ۱۲۰، ۱۴۷، ۱۴۵)
۵۔ آسمانی ہدایت اتارنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کی نعمت مکمل ہو جائے، لوگ ہدایت پر آجائیں اور ان کو شریعت کی وہ باتیں بتا دی جائیں جن کا ان کو علم نہیں۔ (البقرۃ: ۱۵۰، ۱۵۱)
۶۔ قرآن لوگوں کے لیے ہدایت اور حق و باطل کے درمیان پہچان ہے۔ (البقرۃ: ۱۸۵)
۷۔ وحی پر پیغمبر اور مومنوں کا ایمان لانا ضروری ہے اور ﴿ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ﴾ یعنی "ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت اختیار کی" والا رویہ ضروری ہے۔ (البقرۃ: ۲۸۵)
۸۔ قرآن سمجھنے میں آسان ہے۔ (القمر: ۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰)

۹۔ اللہ تعالیٰ کی بات سچی ہے۔(النساء:۸۷،۱۲۲)

۱۰۔ اس میں اختلاف نہیں۔ (النساء: ۸۲)

۱۱۔ قرآن باطل پر حق کی چوٹ ہے۔ (الانبیاء: ۱۸۔الفرقان: ۳۳)

۱۲۔ قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لیا۔ (الحجر: ۹)

۱۳۔ وحی کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والے کافر ہیں، ظالم ہیں، نافرمان ہیں۔ (المائدۃ: ۴۴، ۴۵، ۴۷)

۱۴۔ قرآن سے ہدایت یافتہ اور مجرموں کا پتا چلتا ہے۔ (البقرۃ: ۲ تا ۵، ۳۸، ۳۹)

۱۵۔ اللہ تعالیٰ کے کلام سے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔(الزمر: ۲۳)

حدیث مبارک:

حدیث کا جواز قرآن سے ثابت ہے، اس کے لیے صفحہ ۶۲۴ تا ۶۳۷ سے سوالات و جوابات دیکھیے۔قرآن مجید کے ساتھ ساتھ حدیث مبارک پر عمل کرنا بھی ضروری ہے، کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی وغیرہ کا حکم دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان پر پوری طرح عمل کر کے تفصیل کے ساتھ بتایا کہ ان احکام پر عمل درآمد اس طرح کرنا ہے۔ حدیث مبارک کے بغیر قرآن پر عمل ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اکتیس دفعہ اپنی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم بھی دیا ہے، جس کی تفصیل اس کتاب کے توحید فی الحکم اور شرک فی الحکم کی بحث اور سنت و بدعت کی بحث میں ہے۔ صحیح احادیث آپ کو صحیح بخاری، صحیح مسلم، اللؤلؤ والمرجان، مشکوٰۃ شریف وغیرہم اور علامہ البانی کی کتاب السلسلة الصحيحة میں مل سکتی ہیں۔

احادیث مبارکہ کی اہمیت کے سلسلہ میں ہم صرف ایک حدیث بیان کرنے پر اکتفا کریں گے جو مومنوں کے لیے کافی ہے:

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''لعنت کی اللہ تعالیٰ نے گودنے والیوں اور گودوانے والیوں پر اور منہ کے بال اکھاڑنے والیوں اور اکھڑوانے والیوں اور دانتوں کو کشادہ کرنے والیوں پر خوب صورتی کے لیے اور اللہ کی تخلیق بدلنے والیوں پر۔'' پھر یہ خبر بنی اسد کی ایک عورت کو پہنچی جس کا نام ام یعقوب تھا، وہ قرآن پڑھا کرتی تھی تو وہ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور بولی: ''مجھے کیا خبر پہنچی ہے کہ تم نے لعنت کی گودنے اور گودوانے اور منہ کے بال

اکھاڑنے اور اکھڑوانے اور دانتوں کو کشادہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کی خلقت کو بدلنے والیوں پر۔''
سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں کیوں لعنت نہ کروں اس پر جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی اور یہ تو اللہ کی کتاب میں موجود ہے۔'' وہ عورت بولی: ''میں نے تو دوگتوں میں جس قدر قرآن تھا پڑھ ڈالا، مجھے یہ نہیں ملا۔'' سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اگر تو پڑھتی تو تجھ کو ملتا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''جو رسول تم کو دے اس کو تھامے رکھو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔'' (الحشر: ۷)
وہ عورت بولی: ''ان میں سے تو بعض کام تمھاری بیوی بھی کرتی ہے۔'' سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''جا دیکھ تو سہی۔'' وہ ان کی بیوی کے پاس گئی تو کچھ نہ پایا، پھر لوٹ آئی اور کہنے لگی: ''ان میں سے کوئی بات میں نے ان میں نہیں دیکھی۔'' سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اگر وہ ایسا کرتی تو ہم اس سے صحبت نہ کرتے۔'' [صحیح مسلم، کتاب اللباس و الزینة، باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة......الخ : ۲۱۲۵] نیز دیکھیے صفحہ ۶۲۴ تا ۶۳۷ سے سوالات و جوابات۔

احادیث موضوعہ وضعیفہ کا مجموعہ اور امت کا خسارۂ عظیم:

ذیل میں ہم ان احادیث کا تذکرہ کر رہے ہیں جن کو احادیث موضوعہ وضعیفہ کہا جاتا ہے، ان احادیث کی وجہ سے امت کو نا قابل تلافی نقصان پہنچا۔
اب ہم ملا علی قاری حنفی کی کتاب موضوعات کبیر کے کچھ حوالہ جات درج کریں گے۔ یاد رہے کہ یہ کتاب موضوع احادیث کے بارے میں ہے، یہ کتاب اردو ترجمہ کے ساتھ محمد سعید اینڈ سنز کراچی نے شائع کی ہے:

۱۔ ابو حنیفہ میری امت کے چراغ ہیں۔ (یہ حدیث باتفاق محدثین موضوع ہے۔ص ۹۱)
۲۔ خضر علیہ السلام اور الیاس علیہ السلام ہر سال حج کے موسم میں جمع ہوتے ہیں۔ (حافظ عسقلانی فرماتے ہیں اس بارے میں کوئی شے ثابت نہیں۔ص ۹۶)
۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا زندہ ہونا۔ (یہ حدیث موضوع ہے۔ص ۹۸)
۴۔ میری امت کا اختلاف بھی رحمت ہے۔ (اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔ص ۹۸)
۵۔ جب محبت سچی ہو جائے تو شرائط ادب ختم ہو جاتی ہیں۔ (یہ حدیث نہیں ہے۔ص ۱۰۷)

۶۔ چار چیزوں کا چار چیزوں سے پیٹ نہیں بھرتا: زمین کا بارش سے، عورت کا مرد سے، آنکھ کا دیکھنے سے اور عالم کا علم سے۔ (یہ حدیث موضوع ہے۔ص ۱۰۹)
۷۔ تم میں سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا علی رضی اللہ عنہ ہے۔ (یہ حدیث مرفوعاً ثابت نہیں۔ص ۱۲۲)
۸۔ اے اللہ! اسلام کی دو عمروں میں سے ایک عمر کے ساتھ تائید فرما۔ (ان الفاظ کے ساتھ اس کی کوئی اصل نہیں۔ص ۱۲۸)
۹۔ شہد کی مکھیوں کے امیر جناب علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ (اس کی کوئی اصل نہیں۔ص ۱۳۲)
۱۰۔ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ (یہ حدیث منکر ہے۔ص ۱۳۴)
۱۱۔ میں اللہ سے ہوں اور مومن مجھ سے ہیں۔ (یہ حدیث نہیں۔ص ۱۳۶)
۱۲۔ بلال اذان میں ''ش'' کو ''س'' سے بدل دیا کرتے تھے۔ (کتب حدیث میں اس کا کہیں وجود نہیں۔ص ۱۳۷)
۱۳۔ مردہ اپنے گھر میں لوگوں کو سات دن تک دیکھتا ہے۔ (یہ باطل ہے۔ص ۱۴۹)
۱۴۔ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔ (بعض محدثین کا خیال ہے کہ یہ موضوع ہے۔ص ۱۹۱)
۱۵۔ عالم کی مجلس میں حاضر ہونا ایک ہزار رکعت نماز سے افضل ہے۔ (یہ موضوع ہے۔ص ۲۰۲)
۱۶۔ علی رضی اللہ عنہ نے خیبر کے دروازے کو اٹھا لیا۔ (یہ غلط ہے۔ص ۲۰۳)
۱۷۔ عرب کے سردار سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ (یہ ضعیف ہے۔ص ۲۳۸)
۱۸۔ ((صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ)) (اس کی کوئی اصل نہیں۔ص ۲۵۱)
۱۹۔ عالم کے پیچھے نماز پڑھنے سے چالیس ہزار چار سو چالیس نمازوں کا اجر ملتا ہے۔ (یہ باطل ہے۔ص ۲۵۳)
۲۰۔ مسواک کر کے نماز پڑھنا بغیر مسواک کے ستر نمازوں سے بہتر ہے۔ (یہ حدیث باطل ہے۔ص ۲۵۵)
۲۱۔ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ (اس کی کوئی اصل نہیں۔ص ۲۶۸)
۲۲۔ غرباء انبیاء کے وارث ہیں۔ (یہ حدیث باطل ہے۔ص ۲۷۳)
۲۳۔ دل اللہ کا گھر ہے۔ (اس کی مرفوعاً کوئی اصل نہیں۔ص ۲۸۴)

۲۴۔ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔(ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث نہیں۔ص ۲۹۷)

۲۵۔ جب رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا گیا تو پانی آپ ﷺ کی آنکھوں کے گڑھوں پر بلند ہو گیا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اسے پی لیا تو انھیں اولین اور آخرین کا علم دے دیا گیا۔(یہ روافض کا قول ہے۔ص ۳۱۵)

۲۶۔ چاول کے متعلق تمام احادیث موضوع ہیں۔(ص ۳۲۴)

۲۷۔ جھنڈے کو قیامت کے دن سیدنا علی رضی اللہ عنہ اٹھائیں گے۔(یہ موضوع ہے۔ص ۳۲۷)

۲۸۔ کوئی پستہ قد حکمت سے اور کوئی لمبا قد حماقت سے خالی نہیں ہوتا۔(سخاوی کہتے ہیں میں اس سے واقف نہیں۔ص ۳۳۶)

۲۹۔ جو بھی نبی بنایا گیا وہ چالیس سال کی عمر میں بنایا گیا۔(یہ حدیث موضوع ہے۔ص ۳۴۱)

۳۰۔ گردن کا مسح کرنا طوق سے امان ہے۔(یہ حدیث موضوع ہے۔ص ۳۴۷)

۳۱۔ اذان کے وقت رسول اللہ ﷺ کے نام پر دونوں شہادت کی انگلیوں کے پوروں سے انھیں چومنے کے بعد آنکھوں پر مسح کرنا۔(یہ صحیح نہیں۔ص ۳۴۸)

۳۲۔ جو بازار میں داخل ہوتے وقت لا الٰہ الا اللہ کہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے، ایک لاکھ گناہ مٹاتا ہے۔(یہ منکر ہے۔ص ۳۵۰)

۳۳۔ میرا وصی، میرے بھید کی جگہ، میرے گھر والوں میں میرا خلیفہ اور میرے بعد کے لوگوں میں سب سے بہتر سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں۔(یہ حدیث موضوع ہے۔ص ۴۲۵)

۳۴۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی جوان نہیں اور ذوالفقار کے علاوہ کوئی تلوار نہیں۔(اس کی کوئی اصل نہیں۔ص ۴۳۴)

۳۵۔ ائمہ کی ایک دوسرے سے ملاقات کے بارے میں اور ایسی ہی وہ تصانیف جو بڑے بڑے لوگوں کی قبروں کے بارے میں لکھی گئیں، یہ سب کی سب باطل ہیں۔(ص ۴۵۴)

۳۶۔ ایسی ہی وہ سب روایات جن میں تھوڑا سا نیک عمل کرنے کا بہت زیادہ ثواب لکھا ہے، ان کی بھی کوئی اصل نہیں ہے۔

۳۷۔ جو شخص بعد مغرب کے چھ رکعات نماز پڑھے اسے بارہ سال کی عبادت کے برابر ثواب ملتا ہے۔ (یہ حدیث منکر ہے۔ ص۴۸۶)

۳۸۔ عقل کے بارے میں جتنی بھی روایات ہیں، وہ صحیح نہیں۔ (ص۵۱۵)

۳۹۔ سیدنا خضر علیہ السلام کے بارے میں جن احادیث میں ان کی زندگی کا تذکرہ ہو وہ سب جھوٹ ہے۔ (ص۵۱۵)

۴۰۔ ایک اہم اصول یہ بھی ہے کہ جو حدیث صریحاً قرآن کے مخالف ہے، وہ صحیح نہیں۔ (ص۵۲۵)

۴۱۔ جو حدیث عقیدہ نصاریٰ کے مشابہ ہو، وہ صحیح نہیں۔ (ص۵۲۵)

۴۲۔ دن رات کی جتنی نمازیں ہیں مثلاً اتوار، پیر، منگل وغیرہ اور ان راتوں کی نمازیں حتیٰ کہ پورے ہفتہ کی نمازیں، یہ سب موضوع ہیں۔ (ص۵۴۱)

۴۳۔ شعبان کی پندرھویں شب کی نمازیں ثابت نہیں۔ (ص۵۶۰)

۴۴۔ کبوتر کی روایات میں سے کوئی بھی صحیح نہیں۔ (ص۵۵۲)

۴۵۔ عاشورہ کے متعلق جملہ روایات صحیح نہیں۔ (ص۵۶۰)

۴۶۔ اسی طرح کی وہ روایات جو سورتوں کے فضائل اور ثواب کو بیان کرتی ہیں وہ صحیح نہیں، سوائے بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ کے۔ (ص۵۶۲)

چند مزید موضوع اور ضعیف احادیث پر تبصرہ و تحقیق (ابوطاہر حافظ زبیر علی زئی حضرو اٹک):

الحمد للہ رب العلمین و الصلوٰۃ و السلام علی رسولہ الأمین أما بعد!

بعض لوگ اپنے باطل نظریات کے لیے قرآن و سنت میں لفظی و معنوی تحریفات کے ساتھ ساتھ بعض موضوع اور ضعیف روایات بھی پیش کرتے ہیں۔ لہٰذا اس مختصر مضمون میں چند ایسی ہی روایات پر تبصرہ و تحقیق پیش خدمت ہے جن سے عامۃ الناس کے شبہ میں پڑنے کا خطرہ ہے۔

وما توفیقی الا باللہ!

۱۔ ((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهُ......الخ))

''جو شخص مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھے میں اسے سنتا ہوں۔''

(شعب الایمان، بیہقی : ۲/۲۱۸، ح : ۱۵۸۳، فضائل حج : ص۱۰۹ حنفی بہشتی زیور، از عالم فقری بریلوی ص۴۹۰ وغیرھم)

اس روایت کا مرکزی راوی محمد بن مروان السدی ہے۔ (بیہقی۔ میزان الاعتدال وغیرہ) عبداللہ ابن نمیر رحمہ اللہ اور جریر بن عبدالحمید رحمہ اللہ نے کہا: ''کذاب (یعنی یہ جھوٹا ہے)۔'' امام صالح جزرۃ نے کہا: ''کَانَ ضَعِیفًا وَ کَانَ یَضَعُ'' ''یہ (محمد بن مروان) ضعیف تھا (بلکہ) یہ جھوٹی حدیثیں گھڑتا تھا۔'' (تہذیب التہذیب:۹/۳۸۷) حافظ برہان الدین الحلبی نے اس کا تذکرہ ''الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث'' میں کیا ہے۔ (ص۴۰۴)

بعض لوگوں نے اس روایت کی ایک اور سند ابو الشیخ الاصبہانی کی کسی کتاب سے تلاش کی ہے۔ (دیکھیے آئینہ تسکین الصدور : ۳۲۶، ۳۲۷) حالانکہ یہ روایت بھی باطل ہے۔ اس میں ابوالشیخ کے استاد عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج کی عدالت نامعلوم ہے۔ (دیکھیے آئینہ تسکین الصدور: ۱۱۳)

ان دونوں سندوں میں الاعمش ہیں جو بالاتفاق مدلس ہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور: ۱۲۱)

مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ (کتاب الرسالۃ للشافعی۔ عام کتب اصول حدیث۔ خزائن السنن: ا۔ فتاوی رضویہ: ۵/۲۴۵، ۲۶۶ وغیرھم)

۲۔ ((اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَةٌ))

''میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔'' (الجامع الصغیر وغیرہ)

ہمارے علم کے مطابق کسی کتاب میں بھی اس کی کوئی سند موجود نہیں۔ علامہ سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مجھے اس کی نہ صحیح سند ملی اور نہ ضعیف اور نہ موضوع۔'' (فیض القدیر للمناوی) علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''باطل مکذوب'' یعنی ''یہ روایت باطل اور جھوٹی ہے۔'' (الأحکام)

۳۔ ((لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ))

''اگر آپ نہ ہوتے تو میں کائنات پیدا نہ کرتا۔'' (موضوعات صنعانی)

اس کی کوئی سند بھی ہمارے علم میں نہیں ہے۔ امام صنعانی رحمہ اللہ نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ امام دیلمی رحمہ اللہ کی گنجینۂ موضوعات ''کتاب الفردوس'' میں بھی یہ روایت (لفظاً ومعناً) نہیں ملی۔ ابن عساکر رحمہ اللہ والی روایت کو ابن جوزی رحمہ اللہ اور سیوطی رحمہ اللہ دونوں نے موضوع قرار دیا ہے۔

۴۔ ((یَا سَارِیَةَ ! اَلْجَبَلَ))

''اے ساریہ! پہاڑ کے پیچھے ہو جاؤ۔'' (الاصابہ وغیرہ)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر بھیجا اور اس پر ایک شخص کو امیر بنایا جس کا نام ساریہ تھا۔ آپ خطبہ دے رہے تھے کہ آپ نے پکار کر کہا: ''ساریہ! پہاڑ کو لازم پکڑ۔'' لشکر سے ایک قاصد آیا، کہنے لگا: ''اے امیر المومنین! جب ہم دشمن سے ملے تو ہماری شکست ہوئی تو ایک پکارنے والے نے پکارا: ''اے ساریہ! پہاڑ کو لازم پکڑ۔'' ہم نے اپنی پیٹھیں پہاڑ کی طرف کرلیں تو اللہ نے ان کو شکست دی۔'' اس کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا۔

اس روایت کی مرکزی سند کا راوی محمد بن عجلان مدلس ہے (طبقات المدلسین لابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ) اور عن سے روایت کر رہا ہے۔ اس کے دیگر جتنے شواہد ہیں سب ضعیف ہیں۔ تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے (قبر پرستی ایک حقیقت پسندانہ جائزہ، طبع دوئم ص ۱۵۵ از راقم الحروف)

۵۔ ((اَلْأَبْدَالُ يَكُوْنُوْنَ بِالشَّامِ))

''ابدال شام میں ہوں گے۔'' (مسند احمد: ۱/۱۱۲)

شریح بن عبید سے روایت ہے کہ اہل شام کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس ذکر کیا گیا اور کہا گیا: ''اے امیر المومنین! ان پر لعنت کریں۔'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے ابدال اہل شام میں سے ہوں گے، وہ چالیس آدمی ہیں، جب بھی ان میں سے کوئی آدمی فوت ہو جاتا ہے، اس کی جگہ اور آدمی اللہ تعالیٰ بدل دیتا ہے، ان کی برکت سے بارش برستی ہے، ان کی دعاؤں سے دشمنوں پر فتح ہوتی ہے اور اہل شام سے ان کی وجہ سے عذاب پلٹا دیا جاتا ہے۔''

اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (مسند احمد بتحقیق احمد محمد شاکر: ۲/۱۷۱، ح ۸۹۶) اور شریح بن عبید کی جناب علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔

۶۔ ایک روایت ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہو گیا تو آپ نے کہا (یا) محمد!......الخ۔ (الأدب المفرد للبخاری: ح ۹۶۴: ۲۵۰، فی نسخۃ: ح ۹۶۷: ۳۲۴)

اس روایت میں دو راوی سفیان (الثوری رحمہ اللہ) اور ابو اسحاق (السبیعی) عن سے روایت کر رہے ہیں اور دونوں مدلس ہیں۔ (کتب المدلسین)

۷۔ ((يَا جَابِرُ! اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرَ نَبِيِّكَ))

''اے جابر! اللہ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا۔'' (زرقانی۔نشر الطیب وغیرہ)

یہ روایت نہ تو مصنف عبدالرزاق میں موجود ہے اور نہ تفسیر عبدالرزاق میں، بلکہ تلاش بسیار کے باوجود اس کی کوئی بھی سند نہیں ملی۔ یہ صحیح روایت کے بھی خلاف ہے۔ دیکھیے محترم ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظ اللہ کی کتاب ''عقیدہ نور من نور اللہ کی شرعی حیثیت'' (قرآن و حدیث کی روشنی میں) ص ۴۰ تا ۴۸۔ اس مفہوم کی ایک مختصر روایت رافضیوں کی اصول کافی (۴۴۲/۱) نمبر ۱۰ میں ابو جعفر (محمد بن علی بن الحسین الباقر) سے منقول ہے لیکن یہ سند اہل السنہ اور الروافض دونوں کے نزدیک موضوع ہے۔ محمد بن سنان اور جابر الجعفی کے علاوہ اس کی سند میں المفضل بن صالح ابو جمیلہ الاسدی ہے، جسے ابن الغضائری (رافضی) وغیرہ نے ''کَذَّابٌ یَضَعُ الْحَدِیْثَ'' قرار دیا ہے۔ (تنقیح المقال للمامقانی الرافضی: ۲۳۸،۲۳۷/۳) بلکہ ہاشم معروف (رافضی) نے لکھا ہے: ''اِتَّفَقَ الْمُؤَلِّفُوْنَ فِیْ اَحْوَالِ الرِّجَالِ اَنَّہٗ کَانَ کَذَّابًا یَضَعُ الْحَدِیْثَ'' (الموضوعات: ۲۳۰ بحوالہ رجال الشیعہ فی المیزان: ص ۱۱۹۔ الکویت) یعنی ''اسماء الرجال میں سے (رافضی) مصنفین کا اتفاق ہے کہ یہ شخص جھوٹا تھا اور احادیث گھڑتا تھا۔''

۸۔ سعید بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ جب حرہ کا واقعہ پیش آیا تو نبیِ رحمت ﷺ کی مسجد میں تین دن اذان اور اقامت نہ کہی گئی اور سعید بن مسیّب کو نماز کا وقت معلوم نہیں ہوتا تھا مگر خفی آواز سے کہ اس کو حجرہ کے اندر سے سنتے تھے کہ نبیِ اکرم ﷺ کی قبر مبارک وہاں تھی۔ (سنن الدارمی: ۴۴/۱، ح ۹۴)

اس روایت کے ایک راوی سعید بن عبدالعزیز ثقہ ہیں مگر آخر عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ (تہذیب التقریب و عام کتب الرجال، کتب المختلطین۔التلخیص الحبیر: ۱۸۰/۳) اس کا کوئی ثبوت نہیں ملا کہ مروان بن محمد نے ان کے اختلاط سے پہلے روایت کی ہے۔ دوسرا یہ کہ سعید نے اس کی صراحت بھی بیان نہیں فرمائی کہ سعید بن المسیب کا یہ واقعہ انھیں کس سند سے معلوم ہوا تھا؟

۹۔ ابو الجوزاء سے روایت ہے کہ مدینہ میں سخت قحط پڑ گیا تو انھوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس شکایت کی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''تم قبر نبوی اور آسمان کے درمیان روشن دان بناؤ، یہاں تک کہ قبر اور آسمان کے درمیان رکاوٹ نہ ہو۔'' لوگوں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا۔ سو بہت زیادہ بارش برسائی گئی یہاں تک کہ گھاس اگ گئی، اونٹ موٹے ہو گئے اور چربی سے پھٹ گئے تو اس سال کا نام فتق رکھا گیا۔"

عمرو بن مالک کی بعض محققین نے توثیق کی ہے مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (تہذیب: ۱/ ۳۳٦) ابو الجوزاء اوس بن عبداللہ کی ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات میں اختلاف ہے۔ اس روایت میں بشرط صحت اس نے نہیں بتایا کہ اسے یہ روایت کس ذریعہ سے معلوم ہوئی ہے؟ ایسی مشکوک اور منقطع روایت پر قبر پرستی کی بنیاد رکھنا انتہائی مذموم حرکت ہے۔ اعاذنا اللہ منہ!

۱۰۔ ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا کی تھی۔ (المستدرک الحاکم: ۲/ ٦۱۵)

اسے حافظ ذہبی نے موضوع اور باطل قرار دیا۔ (المیزان وغیرہ) اس کے ایک راوی عبدالرحمٰن ابن زید بن اسلم کے بارے میں صاحب مستدرک امام حاکم فرماتے ہیں: " رَوَى عَنْ أَبِيهِ اَحَادِيْثَ مَوْضُوعَةً......الخ" (المدخل الی الصحیح : ۱۵٤) یعنی اس نے اپنے باپ سے موضوع روایات بیان کی ہیں (جن میں ملامت اسی پر ہے)۔ اس کا شاگرد عبداللہ مجہول یا معجم الصغیر میں مجہول راویوں کے ساتھ اس کی دوسری سند موجود ہے، جس کا موضوع ہونا ظاہر ہے۔ (دیکھیے مجمع الزوائد: ۸/ ۲۵۳ وغیرہ)

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں کتاب وسنت پر ثابت قدم رکھے اور ہمارا خاتمہ ((مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَ أَبْغَضَ لِلّٰهِ وَ اَعْطَى لِلّٰهِ وَ مَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ)) کے مطابق ہو۔ آمین!

سب سے ضروری گزارش:

جو انسان کلمہ طیبہ پڑھ لیتا ہے اس پر واجب ہے:

۱۔ توحید کا عقیدہ رکھے اور شرک نہ کرے۔

۲۔ ایمان کا عقیدہ رکھے اور کفر سے بچے۔

۳۔ خلوص والا عقیدہ رکھے اور نفاق سے بچے۔

۴۔ سنت کا عقیدہ رکھے اور بدعت سے بچے۔

کیونکہ توحید، ایمان، خلوص اور سنت وہ چیزیں ہیں کہ ان پر عقیدہ رکھنے والا اور عمل کرنے والا کلمہ گو انسان اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق جنت میں جائے گا اور شرک، کفر، نفاق اور بدعت ایسی خطرناک چیزیں ہیں کہ ان پر عقیدہ رکھنے والا اور عمل کرنے والا انسان قیامت کے دن شدید خطرے میں ہوگا اور اس کے ساتھ مجرموں والا سلوک ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کیونکہ پہلے ایمان یعنی عقیدہ ہے اور پھر عمل:

﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

[المائدة : ٥]

''اور جو ایمان سے منکر ہوا تو اس کے اعمال ضائع ہوئے اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔''

﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝﴾ [الغاشية : ١ تا ٤]

''کیا آپ کے پاس چھا جانے والی (قیامت) کی خبر پہنچی ہے؟ اس دن بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے، محنت کرنے والے، تھکنے والے، دہکتی ہوئی آگ میں داخل کر دیے جائیں گے۔''

مزید حوالہ جات التوبہ: ١٧، ١٨۔ مقدمہ ہدایہ (٢/١) میں ہے کہ جب تک صحیح اعتقاد نہ ہو بدنی اعمال رائگاں ہیں۔

مراد آبادی کی تفسیر میں بھی یہی بات لکھی ہے کہ نیک اعمال کی قبولیت کے لیے عقائد کا درست ہونا ضروری ہے۔ دیکھیے احمد رضا صاحب کا ترجمہ مع تفسیر (البقرۃ: ١٧٧، ف ٣١١۔ النحل: ٩٧، ف ٢٣٠۔ بنی اِسرائیل: ١٩، ف ٥٢۔ طٰہٰ: ١١٢، ف ١٧٠)
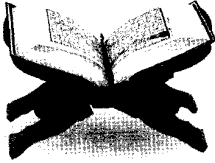
باب اول
توحید وشرک
فصل اول: توحید کا بیان
فصل دوم: شرک کا بیان
فصل سوم: توحید اور شرک کی اقسام
فصل چہارم: توحید فی الذات اور شرک فی الذات
فصل پنجم: توحید فی الصفات اور شرک فی الصفات
فصل ششم: توحید فی العلم اور شرک فی العلم
فصل ہفتم: توحید فی العبادت اور شرک فی العبادت
فصل ہشتم: توحید فی التصرف اور شرک فی التصرف
فصل نہم: توحید فی العادت اور شرک فی العادت
• توحید وشرک
• اہل سنت والجماعت کون...؟
• تقلید ائمہ اربعہ
• چند اہم امور کی وضاحت
• شیعیت اور مرزائیت
• متفرقات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ

(الزمر : ٤٥)

''اور جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل تنگ پڑ جاتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب ان کا ذکر ہوتا ہے جو اس کے علاوہ ہیں تو اچانک وہ بہت خوش ہو جاتے ہیں۔''

فصل اول

توحید کا بیان

توحید کی تعریف:

اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، اختیارات اور حقوق میں اللہ تعالیٰ کو ایک جاننا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ ان چاروں چیزوں میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک یعنی ساجھی یا حصے دار نہیں ہے، یہ توحید ہے۔

خالص توحید کا بیان:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۧ﴾

[الأخلاص]

''(اے پیغمبر! ان لوگوں سے جو اللہ کا حال پوچھتے ہیں) کہہ دے! اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا (یعنی نہ کوئی اس کی اولاد ہے) نہ اس کو کسی نے جنا ہے (یعنی نہ وہ کسی کی اولاد ہے) اور اس کے برابر والا (جوڑ کا) کوئی نہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی توحید کے آٹھ ثبوت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۠ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ ﴾ [البقرة : ١٦٤]

''تحقیق عقلمندوں کے لیے آسمان اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے ادل بدل میں اور کشتیوں میں جو لوگوں کے فائدے کا سامان لے کر سمندر میں چلتی ہیں اور بارش میں جس کو اللہ نے آسمان سے برسایا پھر مردہ زمین کو تر و تازہ کیا اور سب قسم کے جانوروں کو زمین میں پھیلایا اور ہواؤں کے پھیرنے میں اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان حکم کا تابع ہے، اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔''

توحید پر مزید دلائل:

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ ۝ وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ ۝ وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ ۝ وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ ۝ ﴾ [الغاشیة : ۱۷تا۲۰]

''کیا یہ لوگ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے بنائے گئے ہیں اور آسمان کو، وہ کیسا اونچا رکھا گیا ہے اور پہاڑوں کو، وہ کیوں کر نصب کیے گئے ہیں اور زمین کو، وہ کیسے ہموار بنائی گئی۔''

اللہ کے برابر کوئی نہیں کیونکہ وہ خالق ہے، باقی سب مخلوق:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ [البقرة : ۲۱، ۲۲]

''اے لوگو! اپنے مالک کی بندگی کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا، تاکہ تم بچ جاؤ۔ جس نے زمین کو تمھارے لیے بچھونا بنایا اور آسمان کو چھت اور آسمان سے پانی برسا کر میوے نکالے تمھارے کھانے کو، تو جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کے برابر کسی کو مت بناؤ۔''

دوسروں کو اللہ کے برابر سمجھنے والا کافر:

سورۂ انعام میں ہے:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ؕ ثُمَّ الَّذِیْنَ

كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ۝﴾ [الأنعام : ١]

"سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کو لائق ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اندھیرے اور اجالا بنایا، پھر بھی کافر اپنے مالک کے ساتھ دوسروں کو برابر مانتے ہیں۔"

اصل ایمان عقیدۂ توحید ہی ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ﴾ [البقرة : ١٧٧]

"یہی نیکی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو بلکہ اصل نیکی تو اس کی ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر ایمان لائے۔"

عقیدۂ توحید پر ایمان:

اللہ کے رسول ﷺ اور تمام مومنوں کے لیے عقیدۂ توحید پر ایمان لانا ضروری ہے:

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ﴾ [البقرة : ٢٨٥]

"رسول ایمان لایا جو کچھ اس پر اس کے رب کی طرف سے اترا ہے اور مومن بھی ایمان لائے، سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔"

عقیدۂ توحید کا انکار:

تمام مومنوں کے لیے عقیدۂ توحید پر ایمان لانا ضروری ہے اور توحید کا انکاری کافر اور گمراہ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا۝﴾ [النساء : ١٣٦]

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول (ﷺ) پر اور اس کتاب پر

جو اس نے اپنے رسول (ﷺ) پر اتاری اور ان کتابوں پر جو پہلے اس نے اتاریں اور جو کوئی اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں اور قیامت کے دن کا انکار کرے وہ پرلے درجے کا گمراہ ہو گیا۔''

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا مطلب ہے کہ اللہ کو اس کی ذات، صفات، اختیارات اور حقوق میں ایک مانا جائے، ورنہ اللہ تعالیٰ کو تو مشرک بھی مانتے تھے۔

عقیدۂ توحید پر ایمان لانے والے ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے، یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتُ النَّعِيمِ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ ﴾ [لقمان: ۸،۹]

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ان کے لیے نعمت کے باغ ہیں، جہاں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کا سچا وعدہ ہو چکا اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔''

دلائل توحید:

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جو دلائل توحید بیان فرمائے ہیں ان میں سے کچھ کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔ سورۃ النحل کو سورۃ النعم بھی کہتے ہیں، کیونکہ اس سورت میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے۔ سورۃ النحل کی دلائل توحید والی آیات کا ترجمہ درج ذیل ہے:

''اللہ کا حکم آ پہنچا، تم اس میں جلدی مت کرو، وہ لوگوں کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کے پاس چاہتا ہے فرشتوں کو وحی دے کر بھیج دیتا ہے یہ کہ خبردار کر دو کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، پس مجھ سے ڈرتے رہو۔ اسی نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر بنایا ہے، وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔ اسی نے آدمی کو ایک بوند سے پیدا کیا پھر وہ یکا یک کھلم کھلا جھگڑنے لگا اور تمھارے واسطے چارپایوں کو بھی اسی نے بنایا۔ ان میں تمھارے جاڑے کا بھی سامان ہے، اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور تم ان میں سے کھاتے بھی ہو اور تمھارے لیے ان میں زینت بھی ہے، جب شام کو چرا کر لاتے ہو اور جب چرانے لے جاتے ہو اور وہ تمھارے بوجھ اٹھا کر ان شہروں تک لے جاتے ہیں کہ جہاں تک تم جان کو تکلیف میں

ڈالنے کے سوا نہیں پہنچ سکتے تھے۔ بے شک تمھارا رب بڑا شفقت کرنے والا، مہربان ہے اور گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کیے کہ ان پر سواری کرو اور زینت کے لیے اور وہ چیزیں پیدا کرتا ہے جو تم نہیں جانتے۔ اور اللہ تک سیدھی راہ پہنچتی ہے اور بعض ان میں ٹیڑھی بھی ہیں اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو سیدھی راہ بھی دکھا دیتا۔ وہی ہے جس نے آسمان سے تمھارے لیے پانی نازل کیا، اسی میں سے پیتے ہو اور اسی سے درخت ہوتے ہیں جن میں چراتے ہو۔ وہ تمھارے واسطے اسی سے کھیتی اور زیتون اور کھجوریں اور انگور اور ہر قسم کے میوے اگاتا ہے، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے نشانی ہے جو غور کرتے ہیں۔ اور رات اور دن اور سورج اور چاند کو تمھارے کام میں لگا دیا ہے اور اسی کے حکم سے ستارے بھی کام میں لگے ہوئے ہیں، بے شک اس میں لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو سمجھ رکھتے ہیں اور تمھارے واسطے جو چیزیں زمین میں رنگ برنگ کی پھیلائی ہیں ان میں ان لوگوں کے لیے نشانی ہے جو سوچتے ہیں۔ اور وہ وہی ہے جس نے دریا کو کام میں لگا دیا کہ اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو اور تو اس میں جہازوں کو دیکھتا ہے کہ پانی کو چیرتے ہوئے چلے جاتے ہیں اور تاکہ تم اس کے فضل کو تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔ اور زمین پر پہاڑوں کے بوجھ ڈال دیے تاکہ تمھیں لے کر نہ ڈگمگائے اور تمھارے لیے نہریں اور راستے بنا دیے تاکہ تم راہ پاؤ۔ اور نشانیاں بنائیں اور ستاروں سے لوگ راہ پاتے ہیں، پھر کیا وہ جو پیدا کرے اس کے برابر ہے جو کچھ بھی پیدا نہ کرے؟ کیا تم سوچتے نہیں۔ اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے لگو تو ان کا شمار نہیں کر سکو گے، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ اور جنھیں اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں۔ وہ تو مردے ہیں جن میں جان نہیں اور وہ نہیں جانتے کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔ تمھارا معبود اکیلا معبود ہے، پھر جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل نہیں مانتے اور وہ تکبر کرنے والے ہیں۔ ضرور اللہ جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ بے شک وہ غرور کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' (النحل: ۱ تا ۲۳)

(مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے سورۃ النحل : ۶۵ تا ۹۳اور سورہ الرحمٰن مکمل اور سورۃ الملک مکمل اورسورۃ الحدید مکمل)

اللہ کے برابر کوئی نہیں :

اللہ تعالیٰ کے برابر، ہمسر یا شریک کسی بھی غیر اللہ کو ٹھہرانا سخت منع ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۱، ۲۲]

''اے لوگو! اپنے مالک کی بندگی کرو جس نے بنایا تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو، تم بچ جاؤ۔ جس نے زمین کو تمھارے لیے بچھونا بنایا اور آسمان کو چھت اور آسمان سے پانی برسا کر میوے نکالے تمھارے کھانے کو، تو جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کے برابر کسی کو مت بناؤ۔''

''انداد'' کا واحد ''ند'' ہے۔ جس کے معنی ہمسر اور شریک کے ہیں یعنی جب تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اور نفع ونقصان بھی اسی کے قبضہ وقدرت میں ہے تو پھر دوسروں کو اس کا ہمسر کیوں سمجھتے ہو؟ شرک کے بہت سے شعبے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے اس کا سدباب کرنے کے لیے ہر ایسے قول وفعل سے منع فرمایا ہے جس میں شرک کا شائبہ تک بھی پایا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ((مَا شَاءَ اللّٰهُ وَمَا شِئْتَ)) ''جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں'' تو اس پر آپ نے فرمایا: ((اَجَعَلْتَنِىْ لِلّٰهِ نِدًّا)) ''کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک ٹھہرا دیا؟'' [عمل اليوم والليلة للنسائي : ۹۸۸۔ تاریخ بغداد : ۱۰۵/۸، ت ۴۲۱۸۔ ابن ماجه، أبواب الكفارات، باب النهي أن يقال ما شاء الله و شئت: ۲۱۱۷]

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ شرک بہت خفی ہے۔ ایک شخص کسی کی جان کی قسم کھاتا ہے یا یہ کہتا ہے کہ فلاں بطخ نہ ہوتی تو گھر میں چور آجاتے وغیرہ کلمات بھی ایک طرح سے ''ند'' کے تحت آجاتے ہیں۔ [ابن كثير، تحت الآية : ۲۲ من السورة البقرة : ۵۵/۱]

یاد رہے کہ اگر کوئی انسان کوئی بھی شرک کرتا ہے تو وہ انسان گویا غیر اللہ کو اللہ کے برابر ٹھہراتا ہے۔

مزید حوالہ جات کے لیے: البقرۃ : ۱۶۵ تا ۱۶۷۔ الأنعام : ۱، ۱۵۰۔ ابراہیم : ۳۰۔ الشعرآء : ۹۷، ۹۸۔ سبا:

۳۳۔الزمر:۸۔حم السجدۃ:۹۔مریم:۶۵۔الاخلاص مکمل)

اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا﴾ [بني إسرائيل : ١١١]

''اور کہہ دو سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ سلطنت میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور اس کی بڑائی بیان کرتے رہو۔''

ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا﴾ [الفرقان : ٢]

''وہ جس کی آسمانوں اور زمین میں سلطنت ہے اور اس نے نہ کسی کو بیٹا بنایا ہے اور نہ سلطنت ہی میں اس کا کوئی شریک ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا کر کے اندازے پر قائم کر دیا۔''

اللہ تعالیٰ جیسا کوئی نہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے متعلق فرمایا:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ [الشورىٰ : ١١]

''اس جیسا کوئی نہیں (نہ ذات، نہ صفات، نہ اختیارات اور نہ حقوق میں)۔''

مخلوق خالق کی شریک نہیں ہوسکتی:

ارشادِ ربانی ہے:

﴿اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ﴾ [الأعراف : ١٩١]

''کیا ایسوں کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں۔''

(مزید حوالہ جات کے لیے: الرعد:۱۶۔النحل:۱۷۔الفرقان:۲۔القمان:۸تا۱۱)

مراد آبادی کی تفسیر میں بھی یہی باتیں لکھی ہیں، دیکھیے احمد رضا خان کا ترجمہ مع تفسیر:

۱۔ توحید۔ (بنی اسرائیل: ۳۹، ف ۸۷) ان آیات کی ابتدا توحید کے حکم سے ہوئی اور انتہا شرک کی ممانعت پر، اس سے معلوم ہوا کہ ہر حکمت کی اصل توحید و ایمان ہے اور کوئی قول و عمل بغیر اس کے قابل پذیرائی نہیں۔ (مزید حوالے: فاطر: ۱۰، ف ۲۶۔ الأحقاف: ۱۳، ف ۳۴)

۲۔ اللہ پر ایمان کا مطلب۔ (البقرۃ: ۱۶۳، ف ۲۹۱) معبود صرف ایک ہے، نہ وہ متجزی ہوتا ہے نہ منقسم، نہ اس کے لیے مثل نہ نظیر، الوہیت و ربوبیت میں کوئی اس کا شریک نہیں، وہ یکتا ہے اپنے افعال میں، مصنوعات کو تنہا اسی نے بنایا، وہ اپنی ذات میں اکیلا ہے، کوئی اس کا قسیم نہیں، اپنی صفات میں یگانہ ہے، کوئی اس کا شبیہ نہیں۔ (مزید حوالہ جات: البقرۃ: ۱۷۷، ف ۳۱۲۔ التوبہ: ۲۹، ف ۶۱۔ ھود: ۱۱۲۔ ف ۲۲۹)

۳۔ اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ (بنی اسرئیل: ۱۱۱، ف ۲۳۳۔ الروم: ۲۸ تا ۳۰، ف ۵۳ تا ۶۶۔ المؤمنون ۹۰، ف ۱۴۲۔ الکہف: ۱۱۰ ف ۲۲۳۔ طٰہٰ: ۶۱، ف ۷۹) ہماری شریعت میں کسی بھی قسم کا سجدہ غیر اللہ کے لیے جائز نہیں۔ (مراد آبادی۔ البقرۃ: ۳۴، ف ۶۱)

۴۔ کوئی چیز اللہ کی شریک نہیں۔ (النساء: ۳۶، ف ۱۰۹) نہ جاندار کو نہ بے جان کو، نہ اس کی ربوبیت میں نہ اس کی عبادت میں (شریک بناؤ)۔ (الممتحنۃ: ۱۲، ف ۴۵)

فصل دوم

شرک کا بیان

اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات یا اختیارات یا حقوق میں غیر اللہ کو شریک یعنی ساجھی یا حصے دار سمجھنے والا انسان مشرک ہے۔ قرآن میں شرک یعنی ساجھی اور حصے دار کا لفظ کئی مقامات پر آیا ہے۔
(النساء: ۱۲۔ الروم: ۲۸۔ الصافات: ۳۳۔ الزخرف: ۳۹۔ طہ: ۳۲)
اللہ تعالیٰ مشرک کو کبھی نہیں بخشے گا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء: ٤٨]

''بے شک اللہ شرک کو تو بخشنے والا نہیں اور شرک کے سوا جس کو چاہے بخش دے اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا پس اس نے (اللہ تعالیٰ پر) بڑا گناہ باندھا۔''

﴿ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴾ [الروم: ٢٨]

''کیا جن کے تم مالک ہو وہ اس میں سے جو ہم نے تمھیں دیا ہے تمھارے شریک ہیں؟ پھر اس میں تم برابر ہو؟ تم ان سے اس طرح ڈرتے ہو جس طرح اپنوں سے ڈرتے ہو، اسی طرح ہم عقل والوں کے لیے آیتیں کھول کر بیان کرتے ہیں۔''

جیسا کہ مندرجہ بالا آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حصے دار مقرر کرنا شرک ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا کوئی حصے دار اور کوئی شریک نہیں ہے۔

اٹھارہ نبیوں کا نام لے کر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا اگر یہ بھی شرک کرتے تو ان کے اعمال بھی برباد ہو جاتے:

﴿وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَمِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ [الأنعام : ۸۳ تا ۸۸]

”اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو اس کی قوم کے مقابلے میں بتائی، ہم جس کو چاہیں اس کے درجے بلند کر دیتے ہیں، بے شک تیرا مالک حکمت والا، جاننے والا ہے۔ اور ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو اسحاق (علیہ السلام) اور یعقوب (علیہ السلام) دیے اور ہر ایک کو ہدایت دی اور نوح (علیہ السلام) کو تو ہم ہدایت دے چکے تھے اور ان کی اولاد میں سے داؤد (علیہ السلام) اور سلیمان (علیہ السلام) اور ایوب (علیہ السلام) اور یوسف (علیہ السلام) اور موسیٰ (علیہ السلام) اور ہارون (علیہ السلام) کو ہدایت دی اور نیکوں کو ہم ایسا ہی بدلا دیتے ہیں اور زکریا (علیہ السلام) اور یحییٰ (علیہ السلام) اور عیسیٰ (علیہ السلام) اور الیاس (علیہ السلام) یہ سب نیک بختوں میں سے تھے اور اسماعیل (علیہ السلام) اور یسع (علیہ السلام) اور یونس (علیہ السلام) اور لوط (علیہ السلام) ان سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان پر، ان کے بعض باپ دادوں کو اور اولاد کو اور بھائیوں کو بھی ہم نے چن لیا اور ان کو سیدھی راہ کی طرف ہدایت دی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے ہدایت دے اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو ان کا کیا کرایا برباد ہو جاتا۔“

اٹھارہ انبیاء علیہم السلام کے اسمائے گرامی کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے اگر یہ بھی شرک کا ارتکاب کر لیتے تو ان کے سارے اعمال برباد ہو جاتے۔ جس طرح دوسرے مقام پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ [الزمر : ٦٥]

”(اے پیغمبر!) اگر تو نے بھی شرک کیا تو تیرے سارے عمل برباد ہو جائیں گے۔“

حالانکہ پیغمبروں سے شرک کا صدور ممکن نہیں، مقصد امتوں کو شرک کی خطرناکی اور ہلاکت خیزی سے آگاہ کرنا ہے۔ اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کو مانتے بھی ہیں اور شرک بھی کرتے ہیں۔ اس بات کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے:

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ﴾ [یوسف: ١٠٦]

''اکثر لوگ ایسے ہیں جو اللہ کو مانتے ہیں اور شرک بھی کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے شرک کو حرام قرار دیا۔ (الاعراف: ٣٣) اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ (بنی اسرائیل: ١١١)

مشرک کی پہچان:

مشرک کی پہچان یہ ہے کہ وہ ایک اللہ کے تذکرے سے ناراض ہو جاتا ہے:

﴿وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ﴾ [الزمر: ٤٥]

''اور جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کے دل نفرت کرتے ہیں اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ فوراً خوش ہو جاتے ہیں۔''

منحرفین کا آج بھی یہی حال ہے، جب ان سے کہا جاتا ہے کہ صرف ''یا اللہ مدد'' کہو، کیونکہ اس کے سوا کوئی مدد کرنے پر قادر نہیں ہے تو سیخ پا ہو جاتے ہیں۔ یہ جملہ ان کے لیے سخت ناگوار ہوتا ہے۔

لیکن جب ''یا رسول اللہ مدد'' ''یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اُنْظُرْ حَالَنَا'' ''یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِسْمَعْ قَالَنَا'' ''یا علی مدد'' کہا جائے، اسی طرح دیگر مردوں سے استمداد و استغاثہ کیا جائے مثلاً: ''یَا شَیْخُ عَبْدَ الْقَادِرِ! شَیْئًا لِلّٰهِ'' وغیرہ تو پھر ان کے دل کی کلیاں کھل اٹھتی ہیں۔ ﴿تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ﴾ (البقرة: ١١٨)

دوسری پہچان:

مشرک اللہ کی بجائے غیر اللہ سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ (البقرة: ١٦٥ تا ١٦٧)

کسی نبی نے اللہ تعالیٰ کے سوا اپنی یا کسی دوسرے کی بندگی کی دعوت نہیں دی یعنی شرک کی دعوت نہیں دی:

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ ﴾

[آل عمران : ۸۰،۷۹]

''کسی آدمی کے لیے ایسا کرنا مناسب نہیں کہ اللہ اس کو کتاب اور حکمت اور پیغمبری سے سرفراز کرے پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، بلکہ (اس کو یہ کہنا سزاوار ہے کہ اے اہل کتاب) تم ربانی ہو جاؤ۔'' کیونکہ تم کتاب (اللہ) پڑھتے پڑھاتے رہتے ہو اور نہ یہ مناسب ہے کہ تمھیں حکم دے کہ فرشتوں یا پیغمبروں کو اپنا رب (داتا) بنا لو۔ بھلا یہ کوئی بات ہے کہ مسلمان ہو جانے کے بعد وہ کہے کہ کافر ہو جاؤ۔''

شرک تمام نیک اعمال ضائع کر دیتا ہے خواہ نبی ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ مشرک کے لیے جنت حرام ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا:

﴿ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ ﴾ [المائدة : ۷۲]

''جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے تو اللہ تعالیٰ جنت کو اس پر حرام کر چکا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔''

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہراؤ (صرف بتوں کی بات نہیں جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں):

﴿ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا ﴾ [الأنعام : ۱۵۱]

''اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔''

اللہ تعالیٰ چونکہ خالق ہے باقی سب مخلوق، اس لیے کوئی اس کا شریک نہیں:

﴿ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ ﴾ [یونس : ۳٤]

''کہہ دو! آیا تمھارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو مخلوقات کو پیدا کرے، پھر اسے دوبارہ زندہ کرے؟ کہہ دو! اللہ پیدا کرتا ہے، پھر اسے لوٹائے گا، سو تم کہاں پھرے جاتے ہو۔''

لوگوں نے خود ہی نام رکھ لیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان ناموں کی کوئی سند نہیں اتاری، اس لیے یہ نام بے اصل ہیں:

﴿ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ﴾

[النجم : ٢٣]

''یہ تو نرے نام ہی ہیں جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے، اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری۔''

یہ لوگ بس اٹکل پر چلتے ہیں اور جو ان کے دل میں آتا ہے کرتے ہیں، حالانکہ ان کے مالک کی طرف سے ان کا راستہ بھی بتایا جا چکا تھا۔ (مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیں: یوسف: ۴۰۔ الاعراف: ۷۱)

حاصل بحث:

توحید اور شرک کی بحث میں جو گفتگو ہوئی اس کا حاصل یہ ہے کہ ایک کلمہ گو کا سب سے بڑا سرمایہ عقیدۂ توحید ہے اور قیامت کے روز انسان کی نجات کا انحصار عقیدۂ توحید پر ہوگا اور جو مشرک ہوگا اس کے سارے عمل برباد ہو جائیں گے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور مشرک کی پہچان بھی اللہ تعالیٰ نے بتا دی ہے (جیسا کہ مذکور ہو چکا) اور لوگوں نے کچھ نام اپنی طرف سے بنا رکھے ہیں، مثلاً داتا، مشکل کشا، دستگیر، غریب نواز، غوث، گنج بخش، طوفانوں سے نجات دینے والا، کھوٹی قسمت کھری کرنے والا، اولاد دینے والا، ڈوبتی کو کنارے لگانے والا، وغیرہ وغیرہ۔ یہ نام لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ لیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری اور اس طرح یہ لوگ پہلے مشرکوں کی پیروی کر رہے ہیں اور یہ قیامت کے دن ان خود ساختہ ناموں اور اس شرک کا کوئی جواز اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش نہ کر سکیں گے۔ ان کے پاس اس چیز کا کوئی جواب نہ ہوگا کہ تمھیں کس نے کہا بغداد والے تمھارے غوث الاعظم ہیں؟ کس نے کہا لاہور والے تمھارے داتا ہیں؟ بغداد والے پیر جیلانی رحمہ اللہ ۵۶۱ ہجری میں فوت ہوئے۔ لاہور والے علی ہجویری رحمہ اللہ ۴۶۵ ہجری میں فوت ہوئے۔ قرآن و حدیث میں ان کا ذکر تک نہیں ہے اور قرآن میں ہے مشرک کا کوئی عذر قیامت کے دن قبول نہ ہوگا۔

دیکھیے صفحہ ۵۹۸،۵۹۷ اور ۶۱۹ تا ۶۲۲ سے سوالات و جوابات۔ اور مراد آبادی صاحب نے بھی اپنی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔ (البقرة: ۵۲، ف ۸۸) شرک سے مسلمان مرتد ہو جاتا ہے۔ (البقرة: ۲۸۳، ف ۶۱۵۔ النساء: ۱۱۶، ف ۳۰۵)

کیا امت مسلمہ شرک میں مبتلا ہو سکتی ہے؟:

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا امت مسلمہ شرک میں مبتلا ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب ہاں میں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی بہت سی احادیث اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں:

۱۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ قبیلہ دوس کی عورتوں کے سرین ذوالخلصہ کے گرد ہلیں گے (یعنی وہ اس کا طواف کریں گی)۔'' ذوالخلصہ قبیلہ دوس کا بت تھا جس کو وہ زمانہ جاہلیت میں پوجا کرتے تھے۔

[بخاری، کتاب الفتن، باب تغیر الزمان حتی تعبد الأوثان : ۷۱۱۶۔ مسلم، کتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة حتی تعبد دوس ذا الخلصة : ۲۹۰۶]

۲۔ ((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِّنْ اُمَّتِیْ بِالْمُشْرِكِیْنَ وَ حَتّٰی یَعْبُدُوا الْاَوْثَانَ))

[صحیح۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء لا تقوم الساعة حتی یخرج کذابون : ۲۲۱۹]

''قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ میری امت کے کچھ قبیلے مشرکوں سے جا ملیں گے اور بتوں کی عبادت کریں گے۔''

۳۔ ''تم اگلے لوگوں کے طور طریقوں پر چلو گے بالشت برابر بالشت اور ہاتھ برابر ہاتھ یہاں تک کہ اگر وہ گورپھوڑ (سانڈے) کے سوراخ میں گھسیں گے تو تم بھی گھس جاؤ گے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ''اے اللہ کے پیارے رسول! کیا اگلے لوگوں سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور کون؟''

[بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ: لتتبعن سنن من کان قبلکم: ۷۳۲۰، ۳۴۵۶۔ مسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن الیهود و النصاریٰ: ۲۶۶۹]

اور قرآن میں جگہ جگہ ہے کہ یہود اور نصاریٰ مشرک ہیں۔ قرآن کی مندرجہ ذیل آیات سے صاف ظاہر ہے کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ شرک کے مرتکب ہوئے ہیں۔

وہ شرک فی الحکم کر رہے ہیں:

﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ ﴾ [التوبة:۲۹۔ ۳۱]

''ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اسے حرام جانتے ہیں جسے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) نے حرام کیا ہے اور سچا دین قبول نہیں کرتے، ان لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں، یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور یہود کہتے ہیں عزیر (علیہ السلام) اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح (علیہ السلام) اللہ کا بیٹا ہے، یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں، وہ کافروں کی سی باتیں بنانے لگے ہیں، جو ان سے پہلے گزرے ہیں، اللہ انھیں ہلاک کرے یہ کدھر الٹے جا رہے ہیں۔ انھوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا داتا بنا لیا ہے اور مسیح (علیہ السلام) مریم کے بیٹے کو بھی حالانکہ انھیں حکم یہی ہوا تھا کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔''

مندرجہ بالا آیات سے درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں:

۱۔ اہل کتاب کا اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں کیونکہ وہ مشرک ہیں۔
۲۔ اہل کتاب نے شرک فی الذات کیا۔
۳۔ ایسا کرنا کفر و شرک ہے۔
۴۔ انھوں نے اللہ کے احکامات ماننے کے بجائے اپنے مولویوں اور درویشوں (پیروں) کے احکامات مانے۔
۵۔ انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا رب یعنی داتا بنا لیا۔
۶۔ انھوں نے شرک فی العبادۃ کیا۔
۷۔ وہ شرک فی الذات کر رہے ہیں۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

(مزید حوالہ جات: المائدۃ: ۷۲،۱۷ تا ۷۷۔ البقرۃ: ۱۱۶، ۱۱۷۔ النساء: ۱۷۱ تا ۱۷۳۔ یونس: ۶۸ تا ۷۰۔ الکہف: ۴، ۵۔ مریم: ۳۵، ۳۶ اور ۸۸ تا ۹۵)

۳۔ وہ شرک فی العبادت کر رہے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔

(مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے: المائدۃ: ۱۱۶، ۱۱۷۔ البقرۃ: ۸۳، ۱۳۳ تا ۱۳۸۔ آل عمران: ۶۲ تا ۶۴، ۷۹، ۸۰۔ النساء: ۱۷۱، ۱۷۲۔ المائدۃ: ۷۲ تا ۷۷)

۴۔ وہ شرک فی التصرف کر رہے ہیں:

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۭ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۭ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَاۗءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَاۗءِ السَّبِيْلِ ۝﴾ [المائدة: ٧٢ تا ٧٧]

"یقیناً وہ لوگ کافر ہوئے جنھوں نے کہا بے شک اللہ وہ مسیح مریم کا بیٹا ہی ہے۔ حالانکہ مسیح نے کہا اے بنی اسرائیل! اس اللہ کی بندگی کرو جو میرا اور تمھارا رب ہے۔ بے شک جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا سو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ جنھوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے ایک ہے، بے شک وہ (بھی) کافر ہوئے، حالانکہ سوائے ایک معبود کے اور کوئی معبود نہیں ہے اور اگر وہ اس بات سے باز نہ آئیں گے جو وہ کہتے ہیں تو ان میں سے کفر پر قائم رہنے والوں کو دردناک عذاب پہنچے گا۔ اللہ کے آگے کیوں توبہ نہیں کرتے اور گناہ نہیں بخشواتے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے، مسیح مریم کا بیٹا تو صرف ایک پیغمبر ہی

ہے، جس سے پہلے اور بھی پیغمبر گزر چکے ہیں اور اس کی ماں صدیقہ (سچی) ہے۔ دونوں کھانا کھاتے تھے، دیکھ ہم انھیں کیسی دلیلیں بتلاتے ہیں، پھر دیکھ وہ کہاں اُلٹے (پھرے) جاتے ہیں۔ کہہ دو! تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی بندگی کرتے ہو جو تمھارے نقصان اور نفع کے مالک نہیں ہیں اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔ کہہ دو! اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں ناحق زیادتی مت کرو اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو ان سے پہلے گمراہ ہو چکے ہیں اور انھوں نے بہت سے (لوگوں کو) گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے دور ہو گئے۔"

ان آیات سے درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں: ا۔ نبی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ انسانی شکل میں اللہ ہی ہے، کفر ہے۔۲۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت جائز نہیں۔۳۔ اللہ نبیوں کا بھی رب یعنی داتا ہے اور باقی لوگوں کا بھی۔۴۔ عیسائی مشرک ہیں اور جو کوئی بھی شرک کرے اس پر جنت حرام ہے۔ ۵۔ شرک یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کی جائے، غیراللہ کو داتا مانا جائے۔۶۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا معبود ہے۔ ۷۔ مشرک اگر توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ ۸۔ اللہ تعالیٰ نے کئی رسول بھیجے ہیں، وہ کھانا کھاتے تھے، اس لیے وہ اللہ کی ذات میں سے نہ تھے۔ ۹۔ نبیوں کی عبادت منع ہے کہ وہ نفع و نقصان کے مالک نہیں۔۱۰۔ نبیوں کی عبادت اس لیے بھی منع ہے کیونکہ لوگوں کی پکار اور احوال کو صرف اللہ تعالیٰ ہی سنتا اور جانتا ہے۔ ۱۱۔ من دون اللہ یعنی اللہ کے سوا سے یہاں مراد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدہ مریم علیہا السلام ہیں۔۱۲۔ عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدہ مریم علیہا السلام کے معاملہ میں غلو سے کام لیا یعنی جو اللہ کے حقوق تھے وہ ان کو دے دیے۔۱۳۔ عیسائیوں نے اللہ کے احکام ماننے کی بجائے دوسروں کی خواہش کی پیروی کی۔ ۱۴۔ ایسا کرنے والے لوگ خود بھی گمراہ ہو گئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر گئے۔

۵۔ چونکہ اہل کتاب مشرک ہیں لہٰذا ان کا اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں، جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔ ہر مشرک کا یہی حکم ہے، جیسے مشرکین مکہ، حالانکہ یہ سب ملت ابراہیم پر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ (دیکھیے تفسیر مراد آبادی: ۲/۱۳۵، ف ۲۴۶)

۶۔ وہ شرک فی العلم کر رہے ہیں جیسا کہ سورۂ مائدہ (۱۱۶، ۱۱۷) میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ

تعالیٰ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھے گا کہ اے عیسیٰ (علیہ السلام) ! کیا تو نے اپنی امت کو حکم دیا تھا کہ میری اور میری ماں مریم (علیہا السلام) کی پوجا کرو؟ تو سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ کے دربار میں قیامت والے دن عرض کریں گے کہ میں نے تو ان کو یہی حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمھارا رب ہے لیکن جب تو نے مجھے اٹھالیا تو اس کے بعد جو کچھ انھوں نے کیا وہ تو ہی بہتر جانتا ہے، مجھے علم نہیں۔

۷۔ اہل کتاب غلو کر رہے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔ غلو کا مطلب ہے اعتدال کا راستہ چھوڑ دینا، یہ افراط وتفریط دونوں صورتوں میں ہے۔
غلو کے لیے دیکھیے (النساء: ۱۷۱ تا ۱۷۵۔ المائدۃ: ۷۲ تا ۷۷)

۸۔ نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو پکارتے ہیں۔ (بنی اسرائیل: ۵۶، ۵۷۔ دیکھیے تفسیر مراد آبادی و ترجمہ احمد رضا خان صاحب)

یاد رہے یہاں لفظ "یدعون" ہے، جس کے معنی پکارنا ہیں جیسا کہ مراد آبادی صاحب نے ان آیات کے تحت فائدہ ۱۱۸ میں لکھا۔ یہاں مراد آبادی صاحب کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام کو پکارتے ہیں۔ اور:

﴿ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۝ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ۝ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝ ﴾ [الجن: ۱۸ تا ۲۱]

"اور بے شک مسجدیں اللہ کے لیے ہیں، پس تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو اور جب اللہ کا بندہ (نبی) اس کو پکارنے کھڑا ہوتا ہے تو لوگ اس پر جم گھٹا کرنے لگتے ہیں۔ کہہ دو! میں تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرتا۔ کہہ دو کہ میں نہ تمھارے کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا۔"

قرآن مجید کی ان آیات کے تحت احمد رضا خان صاحب کی تفسیر میں لکھا ہے: "جیسا کہ یہود و نصاریٰ کا طریقہ تھا کہ وہ اپنے گرجاؤں اور عبادت خانوں میں شرک کرتے تھے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنے عبادت خانوں میں غیر اللہ کو پکارتے تھے، جیسا کہ آج کل امت مسلمہ کے کچھ لوگ

مسجدوں میں غیر اللہ کو پکار رہے ہیں۔''

امت مسلمہ کے بھی کچھ لوگ شرک کر رہے ہیں، ہم قرآن و صحیح حدیث اور فقہ کی کتابوں سے ثابت کریں گے کہ امت مسلمہ کے کچھ لوگ بھی اہل کتاب کی طرح یہی کچھ کر رہے ہیں اور رسول عربی ﷺ کی مندرجہ بالا حدیث کہ تم بھی پہلی امت کی چال چلو گے، سوفیصد درست ثابت ہو رہی ہے۔ یاد رہے کہ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو پکارتے ہیں جیسا کہ ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے ان کو قرآن میں مشرک اور کافر کہا ہے، اب جو کلمہ گو اللہ تعالیٰ کے ساتھ یا رسول اللہ مدد، یا علی مدد، یا غوث الاعظم کہتے ہیں، یہ بھی یقیناً قرآن کی رو سے مشرک ہوئے۔

اب ہم کچھ کلمہ گو بھائیوں کے اشکال کا یہاں جواب دیں گے:

۱۔ بعض افراد نے ناسمجھی میں یہ لکھ دیا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت کے رگ و ریشہ میں توحید اس درجہ سرایت کر چکی ہے کہ مجھے ان کے دوبارہ شرک کی طرف لوٹ جانے کا مطلق اندیشہ نہیں۔ نیز کچھ اور ایسے ہی لوگ بخاری (کتاب الجنائز: ۱۳۴۴) میں مروی عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث کا یہ حصہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں تمھارے متعلق اس بات سے نہیں ڈرتا کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، لیکن مجھے ڈر ہے کہ تم ایک دوسرے کے مقابلے میں دنیا میں رغبت کرو گے'' پیش کر کے کہتے ہیں کہ امت مسلمہ کبھی شرک نہیں کر سکتی اور اس طرح کی اور بھی احادیث بیان کرتے ہیں۔

ازالہ: جب یہ احادیث اور ان احادیث کو جن میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت شرک کرے گی، سامنے رکھ کر اور قرآن مجید کی ان آیات کو سامنے رکھ کر جن میں اہل کتاب کو مشرک اور کافر کہا گیا ہے، مجموعی جائزہ لیا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ امت مسلمہ مجموعی طور پر مشرک نہیں ہوگی بلکہ بعض افراد امت مسلمہ میں سے ایسے ہوں گے جو شرک کے مرتکب ہوں گے اور بعض قبائل بت پوجنا شروع کر دیں گے۔ شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''نبی ﷺ کے اس فرمان ''مجھے تمھارے متعلق شرک کا ڈر نہیں'' کا مطلب یہ ہے کہ تم مجموعی طور پر شرک نہیں کرو گے، اس لیے کہ امت مسلمہ میں سے بعض افراد کی جانب سے شرک کا وقوع ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔'' (فتح الباری: ۲۱۱/۳) اور علامہ بدر الدین عینی حنفی نے بھی یہی لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری: ۱۵۷/۸) اور علامہ

ابوالعباس احمد بن محمد القسطلانی نے بھی یہی لکھا ہے۔ (ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری: ۲/۴۴۰)
ائمہ ومحدثین کی تشریح سے معلوم ہوا کہ امت مسلمہ مجموعی طور پر مشرک نہیں ہو گی، البتہ بعض افراد وقبائل شرک کریں گے جیسا کہ آج کل بہت سے لوگ اہل قبور سے استغاثہ، فریاد رسی، نذر و نیاز وغیرہ کے شرک میں مبتلا ہیں اور بالکل وہی کام کر رہے ہیں جن کی وجہ سے مشرکین مکہ اور یہود ونصاریٰ کو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مشرک کہا، حالانکہ وہ سب ملت ابراہیم پر ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ (دیکھیے ترجمہ مع تفسیر احمد رضا خان صاحب: انعام: ۱۶۱۔ البقرۃ: ۱۳۵۔ آل عمران: ۶۷)۔ ان احادیث کا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شرک نہیں کریں گے کیونکہ اس بات کے اولین مخاطب وہی تھے۔

توحید وشرک کی اقسام

شرک کی سات قسمیں ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم شرک کی ان سات قسموں کو سمجھیں اور ان سات قسموں کے شرک کی بجائے سات قسموں کی توحید کا عقیدہ رکھیں۔ توحید اور شرک کی یہ سات قسمیں مندرجہ ذیل ہیں:

	توحید کی اقسام	شرک کی اقسام
۱۔	توحید فی الحکم	شرک فی الحکم
۲۔	توحید فی الذات	شرک فی الذات
۳۔	توحید فی الصفات	شرک فی الصفات
۴۔	توحید فی العلم	شرک فی العلم
۵۔	توحید فی العبادت	شرک فی العبادت
۶۔	توحید فی التصرف	شرک فی التصرف
۷۔	توحید فی العادت	شرک فی العادت

یادرہے کہ شرک دوعنوان کے تحت آتا ہے:

۱۔شرک اکبر:

اس میں اوپر بیان کی گئی شرک کی ساتوں اقسام شامل ہیں۔

۲۔شرک اصغر:

اس میں ریا کاری اور غیر اللہ کی قسم اٹھانا وغیرہ شامل ہیں۔

توحید فی الحکم اور شرک فی الحکم:

توحید فی الحکم یہ ہے کہ دین کے معاملے میں اللہ کے سوا کسی کا حکم نہ مانا جائے اور چونکہ رسول ﷺ کا حکم بھی اللہ ہی کا حکم ہے (النساء: ۸۰) اس لیے دین میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہی کا حکم ہے اور یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ رسول ﷺ کا راستہ اختیار کرو اور مومنوں کا راستہ اختیار کرو یعنی اہل سنت و الجماعت بنو۔ (النساء: ۱۱۵) اور اسی آیت میں ہے کہ اس راستے سے ہٹنے کا انجام دوزخ ہے:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا﴾ [النساء: ۱۱۵]

''اور جو کوئی رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے، بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے راستے کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا ہے اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔''

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ﴾ [الأنعام: ٥٧ - یوسف: ٤٠]

''اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں۔''

﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ﴾ [الأعراف: ٥٤]

''یاد رکھو! وہی خالق ہے اور اسی کا حکم ہے۔''

﴿اَلَا لَهُ الْحُكْمُ﴾ [الأنعام: ٦٢]

''حکم اسی کا ہے۔''

﴿اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ [الأنعام: ١٠٦]

''جو تیرے مالک نے تجھ کو حکم بھیجا اس پر چل۔''

﴿فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ [الزخرف: ٤٣]

''پھر آپ مضبوطی سے پکڑیں اسے جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، بے شک آپ سیدھے راستے پر ہیں۔''

اللہ ورسول کی اطاعت کا حکم:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ۝﴾

[آل عمران : ۳۱ ، ۳۲]

''کہہ دے! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری راہ پر چلو اللہ بھی تم سے محبت رکھے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا، اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ کہہ دیجیے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو۔ پھر اگر وہ نہ مانیں تو اللہ منکروں سے محبت نہیں کرتا۔''

اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرنے والوں پر اللہ رحم کرتا ہے، جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرتا ہے وہ جنت میں جائے گا اور جو نافرمانی کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرنے والے وہ ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، جو اطاعت نہیں کرتے وہ منافق ہیں۔ وہ مومن نہیں جو رسول (ﷺ) کا فیصلہ دل و جان سے قبول نہیں کرتا۔ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرنے والے نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔ (النساء : ۶۶ تا ۶۹) جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ (النساء: ۸۰)

جس نے رسول ﷺ اور صحابہ کرام کا راستہ چھوڑ دیا وہ دوزخی ہے۔ (النساء : ۱۱۵) قرآن اور سنت کی پیروی کرو اور اگر ایسا نہ کرو گے تو رسول ﷺ پر تو صرف پہنچا دینا ہے۔ (المائدۃ : ۹۲)

رسول ﷺ کی پیروی کرنے والے مراد پانے والے ہیں۔ (الأعراف : ۱۵۷، ۱۵۸)

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کے بعد مومن کو اس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں رہتا اور جس نے نافرمانی کی وہ کھلا گمراہ ہو چکا۔ (الأحزاب : ۳۶)

مومنوں کو چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں اور اپنے اعمال باطل نہ کریں۔ (محمد: ۳۳)

قرآن میں کم از کم ۳۱ جگہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔

(آل عمران: ۳۱، ۳۲، ۱۳۲۔ الأنفال : ۳۲۔ النساء : ۱۳، ۱۴، ۵۹، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰،

۸۰،۱۱۵۔ المائدۃ : ۹۲۔ الاعراف : ۱۵۷، ۱۵۸۔ الأنفال: ۱، ۱۳، ۲۰، ۲۱، ۲۴، ۴۶۔ التوبۃ: ۶۳۔ النور: ۵۲، ۵۴، ۵۶، ۶۳۔ الأحزاب: ۲۱، ۳۶، ۷۱۔ محمد: ۳۳۔ الفتح: ۱۷۔ الحجرات: ۱۴۔ المجادلۃ: ۱۳۔ الحشر: ۷۔ التغابن: ۱۲۔ الجن: ۲۳)

صحیح بخاری کی حدیث اس سلسلہ میں بہت اہم ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے تمام لوگ جنت میں داخل ہوں گے سوائے اس کے جو خود جنت میں داخل ہونے سے انکار کر دے۔'' عرض کیا گیا: ''کس نے انکار کیا؟'' فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔'' [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء لسنن رسول اللہ ﷺ : ۷۲۸۰]

اماموں کی امامت بے شک بجا ہے
مگر اطاعت کے لائق صرف مصطفیٰ ہے

جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو فرمایا کہ میری طرف سے تم تک میری ہدایت آئے گی تو اس پر چلنا، جو میری ہدایت پر چلیں گے نہ ان کو ڈر ہوگا نہ غم۔ (البقرۃ: ۳۸) یعنی وہ ولی ہوں گے۔ (یونس: ۶۲ تا ۶۴) کیونکہ ان دونوں مقامات پر ہے ﴿ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾ کہ نہ ان پر خوف ہوگا نہ غم یعنی جو اللہ کی ہدایت پر چلتا ہے نہ اس پر خوف ہے نہ غم اور اللہ کے ولی پر بھی نہ خوف ہے نہ غم یعنی اللہ کی ہدایت پر چلنے والا ہی اللہ کا ولی ہے۔ لیکن جس نے اللہ کی ہدایت سے منہ پھیرا اس کو قیامت کے دن اندھا اٹھایا جائے گا۔ (طٰہٰ: ۱۲۳ تا ۱۲۶) ہر نبی نے اپنی امت کو یہی حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو، اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ (الأعراف: ۵۹، ۶۵، ۷۰، ۷۳، ۸۵)

اور محمد ﷺ کی امت کو حکم ہوا: ''لوگو! جو تمھارے مالک کی طرف سے تم پر اترا (قرآن و حدیث) اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا دوسرے دوستوں کی پیروی مت کرو، تم بہت کم نصیحت لیتے ہو۔'' (الأعراف: ۳)

اور فرمایا: ''اور نہ خواہش سے وہ (رسول ﷺ) بات کرتا ہے، اس (رسول ﷺ) کی جو بات ہے وہی ہے جو اس پر وحی کی جاتی ہے، اس کو بہت زور والے فرشتے (جبرائیل) نے سکھائی ہے۔'' (النجم: ۳ تا ۵) اور فرمایا: ''آج میں نے تمھارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر

دی۔" (المائدۃ: ۳) دین مکمل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تمام ارکان، فرائض، سنن، حدود، احکام، کفر، شرک بیان کر دیے گئے ہیں۔ مندرجہ بالا تینوں آیات سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دین کی جو بھی بات بتائی خواہ وہ قرآن ہے یا حدیث، وہ بات وحی کے مطابق ہے۔

دین قرآن و حدیث میں مکمل ہو چکا:

ہمیں نازل کردہ دین (قرآن و حدیث) پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے علاوہ کسی اور کی بات نہ ماننے کا حکم دیا گیا ہے۔ (الأعراف: ۳) اگر کوئی آسمانی ہدایت (قرآن وحدیث) کے علاوہ دوسروں کی پیروی کرتا ہے تو اسے اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں۔ (البقرۃ: ۱۲۰، الرعد: ۳۷) اگر کوئی آسمانی ہدایت کے علاوہ دوسروں کی پیروی کرتا ہے تو وہ ظالم ہے۔ (البقرۃ: ۱۴۵) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین کے مطابق حکم نہ دیں، وہ کافر ہیں، ظالم ہیں، نافرمان ہیں۔ (المائدۃ: ۴۴، ۴۵، ۴۷ تا ۵۰) اپنے رب کی طرف سے آئی ہوئی وحی کی پیروی کرو۔ (الأعراف: ۳) اللہ کی طرف سے اتری ہوئی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے، باقی سب گمراہی ہے۔ (البقرۃ: ۳۸، ۳۹، ۱۳۷، ۲۸۵) آسمانی ہدایت کی پیروی کرنے والوں کو نہ خوف ہو گا نہ غم۔ (البقرۃ: ۳۸، ۳۹) آسمانی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔ (آل عمران: ۷۳۔ الأنعام: ۷۱)

آسمانی ہدایت کے ذریعے اللہ تمھیں اگلے نیک لوگوں کی راہ پر چلانا چاہتا ہے۔ (النساء: ۲۶) لیکن افسوس در افسوس کہ امت مسلمہ کی اکثریت نے قرآن و حدیث پر عمل کرنے کے واضح احکامات کے باوجود شرک فی الحکم کیا اور اس سلسلہ میں پہلی امتوں کی پیروی کی اور ان باتوں پر عقیدہ رکھا جن کا قرآن و حدیث میں کوئی وجود تک نہیں، یہی وجہ ہے کہ آج امت مسلمہ کئی فرقوں میں تقسیم ہو چکی ہے اور ان میں سے جو بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے منہ پھیر چکا ہے وہ شرک فی الحکم کا مرتکب ہو چکا ہے، کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بجائے دوسروں کے احکامات مانے۔

اللہ کے سوا اور کسی کا فیصلہ نہ تلاش کرو، زمین کے اکثر لوگ تمھیں گمراہ کر دیں گے۔ (الأنعام: ۱۱۴ تا ۱۱۶)

اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) نے مولویوں اور درویشوں کو اپنے رب بنا لیا یعنی انھوں نے شرک فی الحکم کیا، فرمایا:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ [التوبة : ٣١]

''ان لوگوں نے اپنے مولویوں اور درویشوں (علماء اور مشائخ) کو اللہ کے سوا اپنے رب بنا لیا۔''

﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ﴾ [شوریٰ : ٢١]

''کیا ان لوگوں نے ایسے اللہ کے شریک مقرر کر رکھے ہیں جنھوں نے ایسے احکامِ دین مقرر کر دیے ہیں جو اللہ کے فرمائے ہوئے نہیں ہیں۔''

﴿ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴾ [الأنعام : ١٢١]

(اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف) اگر تم نے کسی کا کہا مانا تو تم یقیناً مشرک ہو گئے۔''

﴿ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۞ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ۞ ﴾ [القلم : ٣٦، ٣٧]

''تم کو کیا ہو گیا ہے، کیسا حکم لگاتے ہو؟ کیا تمھارے پاس کوئی (آسمانی) کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو؟''

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتیں دی ہیں، اگر انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتیں گننا شروع کر دے تو وہ ان کو گن نہیں سکتا۔ (مثلاً النحل : ۱۸، ۵۳ تا ۵۵۔ابراہیم : ۳۴۔لقمان : ۲۰) لیکن سب سے بڑی اللہ کی نعمت آسمانی ہدایت ہے جو قرآن و حدیث میں مکمل ہو چکی ہے۔ (الأعراف : ۳۔النجم : ۳، ۵۔المائدۃ : ۳، ۷)

لیکن امت مسلمہ کی اکثریت نے پہلی امتوں کی طرح قرآن و حدیث جو حق ہے، میں باطل کو ملا دیا اور اس طرح کئی فرقوں میں تقسیم ہوگئی اور آسمانی ہدایت یعنی نعمت کو خلط ملط کر کے بدل دیا، جیسا کہ پہلی امتوں نے کیا۔ (البقرۃ : ۴۲، ۲۱۱) حالانکہ ان کو پہلی امتوں کے اس طریقہ کو اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (الحدید : ۱۶۔البقرۃ : ۱۲۰، ۱۴۵)

آسمانی ہدایت ایک نعمت ہے، آسمانی ہدایت کو بدلنا جرم ہے، ایسا کرنے والوں کے لیے سخت عذاب ہے۔ (البقرۃ : ۲۱۱)

حق کے ساتھ باطل کو مت ملاؤ، حالانکہ حق کا تمھیں پتا ہے۔ (البقرۃ : ۴۲) یعنی قرآن اور حدیث میں اور چیزیں نہیں ملانی چاہییں۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اہل کتاب کا رویہ اختیار کرنے سے منع فرمایا۔ (الحدید : ۱۶)

تاریخ انسانی کا بھیانک ترین المیہ:

انسانی تاریخ سے پتا چلتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید بھی ہمیں بتاتا ہے کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جب دنیا میں بھیجا تو ان کو حکم دیا کہ آسمانی ہدایت پر چلنا اور جو لوگ آسمانی ہدایت پر نہ چلیں وہ دوزخ میں جائیں گے۔ (طٰہٰ: ۱۲۳ تا ۱۲۶) جناب آدم علیہ السلام کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جب کافی عرصہ گزر گیا تو جناب نوح علیہ السلام کے وقت انسانوں کی غالب اکثریت مشرک تھی کیونکہ انھوں نے آسمانی ہدایت (نعمت) سے منہ پھیر لیا تھا۔ (نوح: ۱ تا ۲۸) پھر اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا غرق کر دی، وہی بچے جو مومن تھے، پھر دنیا ان مومنوں کی اولاد سے آباد ہوئی۔ پھر جناب ابراہیم علیہ السلام کے وقت انسانوں کی غالب اکثریت مشرک تھی، انھوں نے پھر آسمانی ہدایت (نعمت) سے منہ پھیر لیا تھا۔ پھر جناب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی مومنہ بیوی اور بیٹے جناب اسماعیل علیہ السلام کو مکہ میں آباد کیا اور ان کی نسل سے مکہ آباد ہوا اور قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مکہ والوں کی غالب اکثریت مشرک تھی، کیونکہ انھوں نے آسمانی ہدایت (نعمت) سے منہ پھیر لیا تھا۔ یہی کچھ جناب موسیٰ علیہ السلام اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کی امتوں نے کیا۔ انھوں نے بھی آسمانی ہدایت (نعمت) سے منہ پھیر لیا، اس میں باطل کی آمیزش کی اور یہی کچھ امت مسلمہ کی غالب اکثریت اس وقت کر رہی ہے اور آسمانی ہدایت (نعمت) میں باطل یعنی غیر آسمانی ہدایت کی آمیزش کر چکی ہے اور کر رہی ہے، کیونکہ یہ بھی قرآن اور صحیح حدیث کے احکام سے آزاد ہو چکے ہیں اور اپنی من مانیاں کر رہے ہیں اور پھر بھی ہر فرقہ کہتا ہے کہ ہم ٹھیک ہیں، حالانکہ سارے فرقے کیسے ٹھیک ہو سکتے ہیں؟ جماعت تو ایک ہی ٹھیک ہو گی اور ایک ہی جماعت کامیاب ہو گی، یہی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے۔

ناجی (کامیاب) گروہ کون؟:

اس وقت دنیا میں مسلمانوں کے جتنے فرقے ہیں ان میں سے صرف اہل سنت والجماعت ہی کامیاب ہوں گے۔ اہل سنت والجماعت کی تعریف یہ ہے کہ جو لوگ عقیدہ اور عمل میں اس طریقہ پر چلتے ہیں جو طریقہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا اور جو طریقہ صحابہ کرام نے اختیار کیا اور یہ دین ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں مکمل ہو گیا۔ جو کچھ بعد میں شامل کیا گیا وہ

شرک فی الحکم میں آئے گا، اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔ (نیز دیکھیے: صفحہ ۶۲۲، ۶۲۳)

۱۔ اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کو پکارنے سے قرآن مجید میں سختی سے منع فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے بھی منع فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس بات پر سختی سے عمل کیا لیکن کچھ کلمہ گو بلکہ بہت سے کلمہ گو اب غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ یقیناً شرک فی الحکم میں آتا ہے کیونکہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا اس سلسلہ میں حکم نہ مانا بلکہ اپنے علماء اور مشائخ کا حکم مانا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی صورت حال کے تحت اہل کتاب کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ [التوبة : ۳۱]

''ان لوگوں نے اپنے مولویوں اور درویشوں (علماء و پیروں) کو اللہ کے سوا رب بنا لیا ہے۔''

۲۔ اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کو آدم علیہ السلام کی اولاد بنایا اور فرمایا آدم علیہ السلام بشر تھے اور مٹی سے بنائے گئے اور سب انبیاء علیہم السلام، جن میں ہمارے پیارے نبی ﷺ بھی شامل ہیں، بشر ہیں، یہ باتیں قرآن مجید میں بہت جگہ بیان ہوئی ہیں اور رسول ﷺ نے بھی فرمایا: میں تو صرف بشر ہوں اور فرمایا میں قیامت کے دن سب انسانوں کا سردار ہوں۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ذرية من حملنا مع نوح إنه كان عبدًا شكورا﴾: ۴۷۱۲۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب وجوب امتثال ما قاله شرعًا ...... الخ: ۲۳۶۲، وكتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها: ۱۹۴]

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''رسول (ﷺ) بشر ہیں۔'' (ابن حبان: ۵۶۷۵) اور یہ قرآن و صحیح حدیث کا متفقہ مسئلہ ہے لیکن آج کچھ کلمہ گو اس بات سے انکاری ہیں، ان کا یہ عقیدہ شرک فی الحکم میں آتا ہے کیونکہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نہ مانی بلکہ اپنے علماء اور درویشوں کی مانی اور یہی کچھ اہل کتاب نے کیا (التوبہ: ۳۱) اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مشرک قرار دیا۔ یاد رہے علماء کی غیر مشروط اطاعت حرام ہے۔ اگر قرآن و صحیح حدیث کے مطابق ہو تو حلال ورنہ حرام ہے۔

۳۔ اسی طرح کچھ لوگوں نے کسی بزرگ کا نام داتا، مشکل کشا، دستگیر، غریب نواز، غوث الاعظم، کسی کا گنج بخش، طوفانوں سے نجات بخشنے والا، کھوٹی قسمت کھری کرنے والا وغیرہ اپنی طرف سے نام رکھ لیے، اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری اور یہ عقیدے بعد کی

پیداوار ہیں اور یہ عقیدے شرک فی الحکم میں آتے ہیں (النجم:۲۳) جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ یاد رہے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ بغداد والے کی پیدائش ۵۰۰ ہجری ہے اور علی ہجویری رحمہ اللہ کا سن وفات ۴۶۵ ہجری ہے اور ان کا مکمل شدہ دین اسلام میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ ان کے متعلق سب عقائد خود ساختہ ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بے شمار باتیں ہیں جو بعد میں عقائد میں شامل کی گئیں، جن کا ذکر اپنی اپنی جگہ آئے گا۔

قرآن اور صحیح حدیث اور فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں صاف صاف لکھا ہے کہ دین اسلام قرآن اور حدیث میں مکمل ہو چکا ہے، اگر آج بھی سارے مسلمان اس بات پر متفق ہو جائیں کہ دین اسلام قرآن و حدیث میں مکمل ہو چکا ہے اور باقی سب عقیدے باطل ہیں تو سب فرقے ختم ہو کر ایک امت مسلمہ بن سکتی ہے اور سب کلمہ گو توحید فی الحکم پر عمل کر سکتے ہیں اور شرک فی الحکم سے بچ سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرقوں کی بار بار مذمت فرمائی اور فرقوں کی وجہ ضد بازی اور آسمانی ہدایت سے روگردانی بیان فرمائی اور رسول ﷺ سے فرمایا فرقہ بندوں سے تیرا کوئی تعلق نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴾ [آل عمران: ۱۰۵]

"اور تم ان جیسے نہ بنو جو فرقے فرقے ہو گئے اور واضح دلائل آنے کے بعد آپس میں پھوٹ ڈالی، یہی ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔"

نیز فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴾ [الأنعام: ۱۵۹]

"یقیناً جنھوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور آپس میں مختلف گروہ بن گئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، پھر وہ ان کو ان کے کاموں کا نتیجہ بتا دے گا (یعنی سزا دے گا)۔" اور فرمایا:

﴿ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ۚ ﴾ [الشوریٰ: ۱۳]

''تم لوگ دین کو سیدھا رکھو اور اس میں فرقے پیدا نہ کرو۔''

ان آیات میں ہر وہ فرقہ سازی اور گروہ بندی ممنوع اور مذموم ہے جس سے اصول جدا ہوں، اخوت و محبت غیب ہو اور ایک دوسرے کے ساتھ عداوت و نفرت قائم ہو۔ ان آیتوں کو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے ساتھ خاص کرنا ان کی تحریف ہے کیونکہ جو صفت یہود و نصاریٰ وغیرہ کے لیے بری تھی وہی صفت اسلام کے دعوے داروں میں اگر پائی جائے تو بھی بری ہوگی۔ اہل کتاب اور دوسری قوموں کے حالات سے آگاہ کرنے کا مقصد دراصل ان کی بری صفات و عادات سے بچنے کا حکم ہوتا ہے، کیونکہ قرآن کے نزول کا مقصد صرف امتوں اور اشخاص کی تاریخ بیان کرنا نہیں بلکہ تاریخ کے واقعات سے عبرت و نصیحت پکڑنا مقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار فرمایا کہ وہ اختلافات کا فیصلہ قیامت کے دن فرمائے گا۔ ظاہر ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جب امت مسلمہ کے موجودہ اختلافات کا فیصلہ فرمائے گا تو فیصلہ ان کے حق میں ہوگا جنھوں نے آسمانی ہدایت کی پیروی کی ہوگی اور ان کے خلاف فیصلہ ہوگا جنھوں نے فرقے بنائے، ہٹ دھرمی سے کام لیا، آسمانی ہدایت کی بجائے اپنے علماء اور مشائخ کی پیروی کی، آسمانی ہدایت کی بجائے اپنے آباؤ اجداد کے طریقے پر چلے، جس کی قرآن میں بار بار ممانعت آئی ہے:

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۗ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴾ [البقرة : ١٧٠]

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ بھی عقل نہ رکھتے ہوں اور نہ سیدھی راہ پر ہوں۔''

یہ اٹکل پچو پر چلے، اسی لیے اٹکل پچو پر چلنے سے منع فرمایا گیا ہے، ایسے تمام لوگ شرک فی الحکم کے مرتکب ہوئے کیونکہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں اور یہ سب کے سب خطرے میں ہیں:

﴿ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۗ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴾ [البقرة : ١٢٠]

''بے شک ہدایت اللہ ہی کی ہدایت ہے اور اگر تم نے ان کی خواہشوں کی پیروی کی، اس کے بعد کہ تمھارے پاس علم آ چکا تو تمھارے لیے اللہ کے ہاں کوئی دوست اور کوئی مددگار نہیں ہوگا۔''

کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے قیامت کے دن مجرم ہوں گے کیونکہ انھوں نے ان چیزوں کو دین کا حصہ قرار دیا جن کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے دین کا حصہ قرار نہیں دیا اور یہی اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ (النساء: ۵۰۔ الصّف: ۷) انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدلا یعنی آسمانی ہدایت کو بدل دیا۔ انھوں نے خالق کا درجہ مخلوق کو دیا کیونکہ دین سازی کا حق خالق کو ہے مخلوق کو نہیں اور یہی شرک فی الحکم ہے۔ (الأعراف: ۵۴۔ الشوریٰ: ۲۱) کیونکہ اللہ کی باتوں (قرآن و حدیث) سے کسی کی بات زیادہ سچ نہیں۔ (النساء: ۸۷) اللہ کی باتیں حق ہیں جو باطل کو مٹا دیتی ہیں۔ (الأنبیاء: ۱۸) اللہ کی باتیں مومنوں اور مجرموں کے راستوں کو واضح کرتی ہیں۔ (الأنعام: ۵۵) اور اللہ کی باتوں میں تضاد نہیں۔ (النساء: ۸۲) رسول ﷺ نے دین کے بارے میں جو کچھ بتایا (یعنی قرآن وحدیث) تو وہ وحی کے بغیر نہیں بتایا اور دین مکمل ہو چکا اور یہ اللہ کی طرف سے نعمت ہے۔ قیامت کے دن اسلام کے علاوہ کوئی دین قابل قبول نہ ہوگا۔ (آل عمران: ۸۵) جو عمل سنت کے مطابق نہ ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود (نا قابل قبول) ہے اور بدعتی کا امت مسلمہ سے کوئی تعلق نہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دین میں کوئی ایسا کام کیا جس کی بنیاد شریعت میں نہیں تو وہ کام مردود ہے۔''

[بخاری، کتاب الشهادات، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود: ۲۶۹۸۔ مسلم، کتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور: ۱۷۱۸]

ایک دوسری روایت میں ہے:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))

''جو شخص ایسا کام کرے جس کے لیے ہمارا حکم نہ ہو تو وہ مردود ہے۔''

[بخاری، تعليقا، کتاب البيوع، باب النجش، فوق الحديث : ۲۱۴۲۔ مسلم، کتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور: ۱۸/ ۱۷۱۸]

یعنی لغو اور مردود ہے، اس سے بچنا چاہیے اور اس پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔ یہ تینوں احادیث (تیسری حدیث کا حوالہ آگے آرہا ہے) تمام بدعات اور نئی چیزوں کو جو لوگوں نے دین میں داخل کی ہیں، جامع ہیں اور دوسری حدیث پہلی حدیث سے بھی زیادہ صاف ہے۔ ان تینوں احادیث نے بدعتیوں کا سارا ڈھانچہ توڑ دیا اور ان کا گھر اجڑ گیا کیونکہ انھوں نے دین میں جو نئے کام نکالے یہ احادیث ان سب کو رد کرتی ہیں۔

تیسری حدیث جس کا ذکر ہوا وہ یہ ہے:

سیدنا علی، سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم کے متعلق ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے گھر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا حال پوچھا، جب ان کو بتلایا گیا تو انھوں نے اس عبادت کو کم خیال کیا، کہنے لگے ہم کہاں! رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں! ہم لوگ تو گناہ گار ہیں۔ ایک کہنے لگا میں تو ساری عمر رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا، دوسرا کہنے لگا میں ہمیشہ روزہ دار رہوں گا اور تیسرا کہنے لگا میں تو عمر بھر عورتوں سے الگ رہوں گا۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، فرمایا: ''میں روزہ بھی رکھتا ہوں، افطار بھی کرتا ہوں، رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، جو کوئی میرے طریقے کو ناپسند کرے وہ میرا نہیں۔''

[بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح : ۵۰۶۳]

یاد رہے کہ جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سب بزرگوں اور اماموں سے اعلیٰ و ارفع ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ''سنت'' طریقہ بھی روئے زمین کے تمام طریقوں سے اعلیٰ و ارفع ہے اور پیغمبر کی بات سب باتوں سے اعلیٰ ہے۔

خلاصہ بحث توحید فی الحکم:

اس باب یعنی توحید فی الحکم اور شرک فی الحکم کے باب میں جو بحث ہوئی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر کلمہ گو کو دین میں ثابت شدہ عقائد کے مطابق اپنا عقیدہ رکھنا چاہیے اور جو عقیدہ دین سے ثابت نہیں وہ اس کلمہ گو کے لیے قیامت کے دن مصیبت بن جائے گا اور اس سے خود ساختہ عقائد کے متعلق سوال ہوگا۔ مثلاً تمھیں کس نے کہا علی رضی اللہ عنہ تمھارے مشکل کشا ہیں، بغداد والے کے متعلق یہ عقیدے رکھو، لاہور والا تمھارا داتا ہے اور فلاں امام کی تقلید کرنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو چھوڑ

کراور قبروں پر غیر شرعی کام کرنا۔

تفسیر مراد آبادی میں بھی یہی لکھا ہے (الأنعام: ۵٦۔ فائدہ ۱۲۴) یعنی تمھارا طریقہ اتباع نفس و خواہش ہوا ہے نہ کہ اتباع دلیل، اس لیے اختیار کرنے کے قابل نہیں۔ (الأنعام: ۱۲۱، ف ۲۴۲) کیونکہ دین میں حکم الٰہی کو چھوڑنا اور دوسرے کے حکم کو ماننا اللہ کے سوااور کو حاکم قرار دینا شرک ہے۔ (الأعراف: ۱۲، ف ۱۷) نص کے موجود ہوتے ہوئے اس کے مقابل قیاس کرنا جو قیاس کہ نص کے خلاف ہو وہ ضرور مردود ہے۔

فصل چہارم

توحید فی الذات اور شرک فی الذات

توحید فی الذات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات میں اکیلا، بے مثل اور لا شریک لہ مانا جائے، اس کی نہ بیوی ہے نہ اولاد، نہ ماں ہے نہ باپ، نہ وہ کسی کی ذات کا جزو، نہ کوئی اس کی ذات کا جزو ہے۔ شرک فی الذات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی اور کو شریک سمجھنا یعنی فلاں اس کی اولاد ہے یا فلاں اس کی ذات کا جزو ہے۔

اہل کتاب کے شرک فی الذات کی قرآن میں تردید آئی ہے اور ان کو اس عقیدہ کی وجہ سے کافر اور مشرک قرار دیا گیا ہے:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ۖ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ [التوبة: ۳۰، ۳۱]

''یہودی کہتے ہیں عزیر (علیہ السلام) اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں مسیح (علیہ السلام) اللہ کا بیٹا ہے، یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں، لگے اگلے کافروں کی سی باتیں بنانے، اللہ ان کو غارت کرے کہاں بہک گئے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے مولویوں اور درویشوں کو اور مسیح مریم کے بیٹے کو اللہ کے سوا اپنے رب بنا لیا ہے حالانکہ ان کو یہی حکم ملا تھا کہ اکیلے اللہ کی پرستش کریں اور اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک ہے۔''

اللہ کی اولاد اور جزو بنانا:

مشرکین مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے باطل عقیدہ کی تردید فرمائی۔ (الأنعام: ۱۰۱) بعض مشرک مخلوق میں مثلاً فرشتوں، جنوں اور انسانوں میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو مدغم سمجھتے تھے (اسے عقیدہ حلول کہا جاتا ہے) بعض مشرک کائنات کی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کو مدغم کہتے تھے (اسے عقیدہ وحدۃ الوجود کہا جاتا ہے) اللہ تعالیٰ نے ان تمام باطل عقائد کی تردید فرمائی:

﴿ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ۟ؕ ﴾ [الزخرف : ۱۵]

''اور اس کے لیے اس کے بندوں میں ٹکڑا ٹھہرایا (ف۱۶) بے شک آدمی (ف۱۷) کھلا ناشکرا ہے۔ (ف۱۸)''

(ف۱۶) اولاد صاحب اولاد کا جزو ہوتی ہے، ظالموں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے جزو قرار دیا، کیسا عظیم جرم ہے۔ (ف۱۷) جو ایسی باتوں کا قائل ہے۔ (ف۱۸) اس کا کفر ظاہر ہے۔ (تفسیر مراد آبادی وترجمہ احمد رضا خاں صاحب)

ان ساری آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی خاندان نہیں، اس کی بیوی ہے نہ اولاد، ماں ہے نہ باپ، نہ اللہ تعالیٰ کی ذات کائنات کی کسی جاندار یا غیر جاندار چیز میں مدغم ہے، نہ کسی چیز کا جزو ہے، نہ کائنات کی کوئی دوسری جاندار یا غیر جاندار چیز اللہ تعالیٰ کی ذات میں مدغم ہے، نہ ہی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی ذات کا جزو ہے، نہ ہی اللہ تعالیٰ کے نور سے کوئی مخلوق پیدا ہوئی ہے، نہ ہی کوئی مخلوق اس کے نور کا جزو ہے۔ اللہ تعالیٰ شرک فی الذات سے پاک ہے۔ (البقرۃ: ۱۱۶۔ ۱۱۷)

پیغمبروں کو انسانی جامہ میں اللہ سمجھنا کفر وشرک ہے، آج کل کے کچھ کلمہ گو بالکل عیسائیوں کی طرح عقیدہ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں ؎

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

بلکہ اپنے اوپر مزید ظلم کرتے ہیں کیونکہ عیسائیوں نے تو عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کہا (المائدۃ: ۷۲ تا ۷۷) لیکن انھوں نے چند قدم آگے بڑھ کر رسول ﷺ کے علاوہ عام بزرگوں کو بھی اللہ کہا ؎

چاچڑ وانگ مدینہ جاتم تے کوٹ مٹھن بیت اللہ
رنگ بنا بے رنگی آیا کیتم روپ تجلی
ظاہر دے وچ مرشد ہادی باطن دے وچ اللہ
نازک مکھڑا پیر فریدا سانوں ڈسڈا ہے وجہ اللہ
(حج فقیر برآستانہ پیر: ص۴۵)

اور یہ جو کچھ کلمہ گو کہتے ہیں کہ رسول ﷺ اللہ کے نور میں سے نور ہیں یہ قرآن مجید کی ان آیات کا انکار کر رہے ہیں جن میں رسول ﷺ کو اللہ کا بندہ اور بشر اور ان کے خاندان اور ان کی اولاد کا تذکرہ ہے (جس کا تفصیلی ذکر نور و بشر کی بحث میں آئے گا) اور اس کے علاوہ قرآن کی مندرجہ ذیل آیات کا بھی کھلم کھلا انکار کر رہے ہیں، جن میں ہے کہ اللہ جیسا کوئی نہیں ہے (نہ ذات میں، نہ صفات میں، نہ اختیارات میں اور نہ حقوق میں):

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ [الشوریٰ: ۱۱]

''اللہ جیسی کوئی چیز بھی نہیں ہے۔''

انھوں نے اللہ کے بندوں کو اللہ کا جزو بنا دیا، بے شک ایسے انسان کافر ہو گئے:

﴿وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ [الزخرف: ۱۵]

''ان لوگوں نے اللہ کے بندوں کو اللہ کا جزو (ٹکڑا) بنا دیا، بے شک انسان کھلم کھلا کافر ہو گیا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کا وفد نجران کے ۶۰ عیسائیوں سے مناظرہ ہوا۔ انھوں نے کہا: ''اگر عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے نہ ہوں تو بتایئے ان کا باپ کون ہے۔'' اور سب کے سب بولنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم نہیں جانتے کہ بیٹا باپ سے ضرور مشابہ ہوتا ہے؟'' انھوں نے اقرار کیا پھر فرمایا: ''تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب حي لا یموت ہے، اس کے لیے موت محال ہے اور عیسیٰ علیہ السلام پر موت آنے والی ہے۔'' انھوں نے اس کا بھی اقرار کیا پھر فرمایا: ''کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب بندوں کا کارساز اور ان کا حافظ حقیقی اور روزی دینے والا ہے؟'' انھوں نے کہا: ''ہاں!'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عیسیٰ (علیہ السلام) بھی ایسے ہی ہیں؟'' کہنے لگے: ''نہیں۔'' فرمایا: ''کیا تم

نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ پر آسمان وزمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں؟'' انھوں نے اقرار کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو کیا عیسیٰ (علیہ السلام) بغیر تعلیم الٰہی اس میں سے کچھ جانتے ہیں؟'' انھوں نے کہا: ''نہیں۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نہیں جانتے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) حمل میں رہے، پیدا ہونے والوں کی طرح پیدا ہوئے، بچوں کی طرح غذا دیے گئے، کھاتے پیتے تھے، عوارض بشری رکھتے تھے؟'' انھوں نے اس کا اقرار کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پھر وہ کیسے اللہ ہو سکتے ہیں، جیسا کہ تمھارا گمان ہے؟'' اس پر وہ سب ساکت رہ گئے اور ان سے کوئی جواب بن نہ آیا۔ اس پر سورۂ آل عمران کی اول سے کچھ اوپر ۸۰ آیات نازل ہوئیں۔ (تفسیر نعیم الدین مراد آبادی، آل عمران: ۲/۳، فائدہ ۲)

صفات الٰہیہ میں حی بمعنی دائم باقی ہے، یعنی ایسی ہمیشگی رکھنے والا جس کی موت ممکن نہ ہو۔ قیوم وہ ہے جو قائم بالذات ہو اور خلق اپنی دنیوی اور اخروی زندگی میں جو حاجتیں رکھتی ہے اس کی تدبیر فرمائے:

﴿ وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا ۚ إِنَّ الْإِنسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ ﴾ [الزخرف : ۱۵]

اس آیت کا احمد رضا صاحب ترجمہ کرتے ہیں:

''اور اس کے لیے اس کے بندوں میں سے ٹکڑا ٹھہرایا۔ (ف۱۶) بے شک (ف۱۷) آدمی کھلا ناشکرا ہے۔ (ف۱۸)''

تفسیر میں لکھا ہے (ف۱۶) ظالموں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے جزو قرار دیا، کیسا عظیم جرم ہے۔ (ف۱۷) جو ایسی باتوں کا قائل ہے۔ (ف۱۸) اس کا کفر ظاہر ہے۔

اوپر احمد رضا خاں صاحب کا ترجمہ اور نعیم مراد آبادی کی تفسیر میں آپ نے ملاحظہ فرمایا، جن باتوں کی احمد رضا خاں صاحب کے مطابق قرآن تردید کر رہا ہے کیا کچھ کلمہ گو حضرات رسول اللہ ﷺ کے متعلق یہی عقائد نہیں رکھتے؟

قرآن مجید میں بہت سی جگہ شرک فی الذات کی تردید آئی ہے۔ (البقرۃ: ۱۱۶، ۱۱۷۔ التوبہ: ۳۰، ۳۱۔ بنی اسرائیل: ۱۱۱) اور ان مقامات پر شرک فی الذات کو شرک اور کفر قرار دیا گیا ہے اور فرمایا کہ جن کو یہ اللہ کی ذات کا حصہ قرار دیتے ہیں وہ کھانا کھاتے تھے اور دوسرے بشری تقاضے ان میں موجود تھے۔ (المائدۃ: ۷۲ تا ۷۷۔ مریم: ۱۶ تا ۳۶)

مسئلہ نور و بشر:

قرآن پاک میں جہاں بھی ظلمات اور نور کے الفاظ آئے ہیں ان سے مراد کفر و ایمان ہی ہے۔(مثلاً البقرۃ: ۱۷، ۱۸، ۲۰، ۲۵۷، المائدۃ: ۱۵، ۱۶، ۴۴، ۴۶۔ فاطر: ۱۹ تا ۲۳۔ الزمر: ۲۲، ۶۹)

اور سورۂ انعام میں ظلمات اور نور رات اور دن کے معانی میں آئے ہیں۔ کوئی بھی مسلمان آفتاب نبوت کی نورانیت کا منکر نہیں ہے اور نہ ہی آپ ﷺ کی بشریت کا۔ قرآن و حدیث اور دوسری آسمانی کتابوں اور اسلام کو بھی نور کہا گیا ہے۔ قرآن کو المائدۃ (۱۵) میں اور تورات کو الأنعام (۹۱) میں اور اسلام کو النور (۳۵) میں اور رسول اللہ ﷺ کو الاحزاب (۴۶) میں سراج منیر کہا گیا ہے۔ قرآن اور حدیث دونوں وحی الٰہی ہیں، ایک وحی جلی، ایک وحی خفی اور دونوں نور ہیں کیونکہ وحی بھی نور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((أُوْتِيتُ الْقُرْآنَ وَ مِثْلَهُ مَعَهُ)) ''مجھے قرآن اور اسی جیسی چیز اس کے ساتھ دی گئی۔''

[مسند أحمد : ۴/۱۳۱۔ أبو داؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة : ۴۶۰۴]

آپ ﷺ کے اخلاق عظیمہ قرآن کریم کی تعبیر ہی تھے۔ جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ((كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ)) ''آپ ﷺ کا اخلاق قرآن ہے۔''

[مسلم، کتاب صلاة المسافرین باب جامع صلاة اللیل...... الخ: ۷۴۶۔ مسند أحمد : ۶/۱۶۳، ۲۱۶۔ نسائی، کتاب قیام اللیل، باب قیام اللیل: ۱۶۰۲]

لہٰذا آپ ﷺ کا اخلاق بھی نور۔ حدیث آپ ﷺ کے قول اور فعل کا نام ہے وہ بھی نور ہے، لہٰذا آپ ﷺ اس نور نبوت و نور ہدایت کے لحاظ سے سراجاً منیراً اور نور ہیں۔ یہ ہے مسلمانوں کے نزدیک سید البشر ﷺ کی نورانیت کا تصور اور عقیدہ اور اسی عقیدہ کا اظہار قرآن و حدیث اور تمام صحابہ سے ثابت ہے اور یہ لوگ جو قرآنی آیت پیش کرتے ہیں اس آیت سے بھی زیادہ سے زیادہ اسی چیز کا مفہوم واضح ہوتا ہے اور وہاں نور من نور اللہ کے الفاظ نہیں ہیں:

﴿ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ﴾

[المائدة : ۱۵، ۱۶]

''بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا (ف ۵۸) اور روشن کتاب

(ف۵۹) اللہ اس سے ہدایت دیتا ہے اسے جو اللہ کی مرضی پر چلا، سلامتی کے راستے پر اور اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انھیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔" (ترجمہ از احمد رضا)

(ف۵۸) رسول اللہ ﷺ کو نور فرمایا گیا کیونکہ آپ سے تاریکی کفر دور ہوئی اور راہِ حق واضح ہوئی۔(ف۵۹) یعنی قرآن شریف۔ (تفسیر از نعیم مراد آبادی)

احمد رضا خاں صاحب کا ترجمہ اور تفسیر مراد آبادی آپ نے ملاحظہ فرمائی لیکن در حقیقت نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد قرآن کریم ہے، ان کے درمیان "واؤ" عطف تفسیری ہے جس کی واضح دلیل قرآن کی اگلی آیت ہے۔ جس میں کہا جا رہا ہے ﴿يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ﴾ کہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ہدایت فرماتا ہے۔ اگر نور اور کتاب دو الگ الگ چیزیں ہوتیں تو الفاظ "يَهْدِيْ بِهِمَا اللّٰهُ" ہوتے یعنی اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ذریعے سے ہدایت فرماتا ہے۔ قرآن کریم کی اس نص سے واضح ہو گیا کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد ایک ہی چیز یعنی قرآن کریم ہے، یہ نہیں ہے کہ نور سے رسول اللہ ﷺ اور کتاب سے قرآن مجید مراد ہے، جیسا کہ اہل بدعت باور کرواتے ہیں جنھوں نے نبی کریم ﷺ کی بابت نور من نور اللہ کا عقیدہ گھڑ رکھا ہے اور آپ ﷺ کی بشریت کا انکار کرتے ہیں۔ اسی طرح اس خانہ ساز عقیدے کے اثبات کے لیے ایک حدیث بھی بیان کرتے ہیں کہ "اللہ نے سب سے پہلے نبی ﷺ کا نور پیدا کیا اور پھر اس نور سے ساری کائنات پیدا کی" حالانکہ یہ حدیث کے کسی بھی مستند مجموعے میں موجود نہیں ہے۔ علاوہ ازیں یہ اس صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ)) "سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم پیدا فرمایا۔"

[ترمذی، کتاب القدر، باب إعظام أمر الإيمان بالقدر: ۲۱۵۵۔ أبو داوٗد، کتاب السنة، باب في القدر: ۴۷۰۰]

اور اس حدیث کے بارے میں علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فَالْحَدِيْثُ صَحِيْحٌ بِلَا رَيْبٍ، وَ هُوَ مِنَ الْاَدِلَّةِ الظَّاهِرَةِ عَلٰى بُطْلَانِ الْحَدِيْثِ الْمَشْهُوْرِ ((اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرَ نَبِيِّكَ يَا جَابِرُ!))" (تعلیقات

للالباني علی المشکوٰة : ۱/ ۳٤)

''یہ حدیث صحیح ہے اور یہ اس مشہور حدیث جابر کو کہ ''اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی ﷺ کا نور پیدا کیا'' باطل قرار دیتی ہے۔''

مسئلہ دراصل نبی اکرم ﷺ کی بشریت و نورانیت کا نہیں، مسئلہ دراصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کی تخلیق مٹی سے ہوئی یا نور سے؟ دلائل سے ثابت ہے کہ آپ کی تخلیق عام انسانوں کی طرح مٹی سے ہوئی، قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ آدم علیہ السلام بشر تھے (سورۂ ص :۷۱) اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے۔ (الحجر: ۲۶۔الرحمٰن: ۱۴) اور پھر پانی یعنی نطفہ سے انسان کی نسل چلی اور سب انسان آدم علیہ السلام کی اولاد یعنی بشر ہیں:

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴾ [الروم : ۲۰]

''اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا پھر تم انسان ہو گئے جو زمین میں پھیل رہے ہو۔''

﴿ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ﴾

[الأعراف : ۱۸۹]

''وہی ہے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا، تاکہ اس سے سکون حاصل کرے۔''

اور اس معاملے میں انبیاء علیہم السلام بھی شامل ہیں، لہٰذا ثابت ہوا سب انبیائے کرام علیہم السلام بھی بشر ہیں:

﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۵]

''اے آدم کی اولاد! اگر تمھی میں سے تمھارے پاس رسول آئیں جو تمھیں میری آیتیں سنائیں پھر جو شخص ڈرے گا اور اصلاح کرے گا ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے (آل عمران : ۷۹۔ الزمر: ۷۱) کیونکہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام ایک دوسرے کی اولاد، بھائی اور باپ دادا تھے اور انسانوں ہی میں سے تھے، مزید براں مرد تھے۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ [الحديد : ٢٦]

''اور ہم نے نوح (علیہ السلام) اور ابراہیم (علیہ السلام) کو رسول بنایا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب اتاری، سو ان میں سے بعض ہدایت یافتہ تھے اور زیادہ فاسق تھے۔''

اور ابراہیم علیہ السلام کے بعد سب نبی اولادِ ابراہیم ہیں:

﴿ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ [العنكبوت : ٢٧]

''اور ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب عطا کیے اور اس کی نسل میں نبوت اور کتاب مقرر کر دی اور ہم نے اسے اس کا بدلا دنیا میں دیا اور وہ آخرت میں بھی نیکوں میں سے ہوگا۔''

یہ عجیب اتفاق ہے کہ پہلی قوموں نے (جو منکر ہوئے) انبیائے کرام علیہم السلام کو کہا کہ تم بشر ہو، ہم تمھیں نبی نہیں مانتے اور اس زمانہ کے منکرین نے کہا کہ ہم نبی کو بشر نہیں مانتے جبکہ قرآن کہتا ہے کہ سب انبیائے کرام (علیہم السلام) بشر تھے اور نبی تھے۔ جو لوگ یہ کہتے تھے کہ بشر نبی نہیں ہو سکتے وہ بھی وحی کے منکر ہوئے اور اب جو کہتے ہیں کہ ہمارا نبی بشر نہیں ہے وہ بھی قرآن کی بے شمار آیات کے منکر ہوئے، جو نہایت خطرناک بات ہے اور بڑی دیدہ دلیری اور جرأت کا کام ہے، ان لوگوں کو قیامت کا دن یاد نہیں۔

پہلے منکروں نے کہا تم بشر ہو نبی نہیں حالانکہ وہ نبی بھی تھے اور بشر بھی تھے۔ (الشعراء: ۱۵۴ تا ۱۸۶) اور نبیوں نے کہا کہ ہم بشر ہیں:

﴿ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۭ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ [إبراهيم : ١٠، ١١]

''انھوں نے کہا تم بھی تو ہمارے جیسے انسان ہو، تم چاہتے ہو کہ ہمیں ان چیزوں سے

روک دو جنھیں ہمارے باپ دادا پوجتے رہے، سو کوئی کھلا ہوا معجزہ لاؤ۔ ان سے ان کے رسولوں نے کہا ضرور ہم بھی تمھارے جیسے ہی آدمی ہیں، لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے اور ہمارا کام نہیں کہ ہم اللہ کی اجازت کے سوا تمھیں کوئی معجزہ لا کر دکھائیں اور ایمان والوں کا بھروسا اللہ ہی پر ہونا چاہیے۔"

﴿سُبۡحَانَ رَبِّیۡ هَلۡ كُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا ۞ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡۤا اِذۡ جَآءَهُمُ الۡهُدٰٓى اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوۡلًا ۞ قُلْ لَّوۡ كَانَ فِى الۡاَرۡضِ مَلٰٓـئِكَةٌ يَّمۡشُوۡنَ مُطۡمَئِنِّيۡنَ لَـنَزَّلۡنَا عَلَيۡهِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوۡلًا ۞﴾ [بنی إسرائیل : ۹۳ تا ۹۵]

"تم فرماؤ! پاکی ہے میرے رب کو، میں کون ہوں مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا (ف۱۹۶) اور کس بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روکا جب ان کے پاس ہدایت آئی مگر اسی نے کہ بولے کیا اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا (ف۱۹۷)۔ تم فرماؤ! اگر زمین میں فرشتے ہوتے۔ (ف۱۹۸) چین سے چلتے تو ان پر ہم رسول بھی فرشتہ اتارتے۔" (ف۱۹۹)

(ف۱۹۹) کیونکہ وہ ان کی جنس سے ہوتا لیکن جب زمین میں آدمی بستے ہیں تو ان کا ملائکہ میں سے رسول طلب کرنا نہایت ہی بے جا ہے۔ (ترجمہ از احمد رضا خان صاحب، تفسیر از مراد آبادی)

نبیوں کے لیے قرآن میں جگہ جگہ ہے کہ وہ اپنی اپنی قوم میں سے تھے اور ان کے بھائی تھے۔ (الشعراء: ۱۰۶، ۱۲۴، ۱۴۲، ۱۶۱، الاحقاف: ۲۱) یہاں سب جگہ بھائی کا لفظ ہے۔ (ھود: ۲۵، ۲۷، ۲۸، ۳۰، ۳۶، ۳۸، ۵۰، ۶۱، ۶۳) یہ سب حوالے قوم کے ہیں یعنی انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قوم میں سے تھے:

﴿وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰى قَوۡمِهٖۤ اِنِّىۡ لَـكُمۡ نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ۞﴾ [ھود : ۲۵]

"اور ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اس کی قوم کی طرف بھیجا، بے شک میں تمھیں صاف ڈرانے والا ہوں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں:

﴿وَمَا جَعَلۡنَا لِبَشَرٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ الۡخُلۡدَ ؕ اَفَا۟ئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الۡخٰلِدُوۡنَ ۞﴾ [الأنبياء : ۳٤]

"اور ہم نے تجھ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشہ کے لیے زندہ نہیں رہنے دیا، پھر کیا اگر تو مر گیا تو وہ رہ جائیں گے۔"

مزید حوالہ (بنی اسرائیل: ۹۳ تا ۹۵) جس کا ترجمہ اوپر دیا جا چکا ہے۔

آپ ﷺ عبد ہیں، اولادِ آدم ہیں۔ آپ ﷺ کے خاندان کا قرآن میں ذکر ہے:

﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ﴾ [الأحزاب : ٦]

"نبی (ﷺ) مسلمانوں کے معاملہ میں ان سے بھی زیادہ دخل دینے کے حق دار ہیں اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔"

مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے (الاحزاب: ۲۸ تا ۳۳۔ ۵۹)

نبی ﷺ کے بشر ہونے کے مزید ثبوت:

ا: آپ ﷺ اہل مکہ میں سے تھے:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ ﴾

[آل عمران : ١٦٤]

"اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان کیا ہے جو ان میں انھی میں سے رسول بھیجا، وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے۔"

مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے (التوبہ: ۱۲۸)

ب: آپ ﷺ مرد تھے اور سب نبی مرد تھے اور ان کی بیویاں اور اولاد تھی، وہ کھانا کھاتے تھے اور سب کو موت آئی۔ (یونس: ۲۔ الاعراف: ۶۳۔ ۶۹۔ یوسف: ۱۰۹۔ الانبیاء: ۳۴) اور (الفرقان: ۷، ۲۰۔ الانبیاء: ۷، ۸) صحیح بخاری و صحیح مسلم اور مشکوۃ المصابیح میں آپ ﷺ کے والدین، آپ ﷺ کی پیدائش، آپ ﷺ کے کھانے پینے، آپ ﷺ کے سونے، آپ ﷺ کی رفع حاجات، آپ ﷺ کے بیوی بچوں، آپ ﷺ کے بیمار ہونے اور فوت ہونے اور آپ ﷺ کے تھک کر آرام فرمانے اور دیگر بشری تقاضوں کا تفصیلی ذکر موجود ہے اور بخاری [كتاب مناقب الأنصار، باب مبعث النبی ﷺ، تحت ح : ٣٨٥٠] میں رسول اللہ ﷺ کے خاندان کی بائیس نسلوں تک کے نام ہیں اور یہاں ہم بخاری کی ایک حدیث کا حوالہ دینا چاہتے ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ کی قسم! مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس بیماری میں وفات پا جائیں گے، کیونکہ میں بنو عبدالمطلب کے مرنے

والوں کے چہرے پہچانتا ہوں۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ و وفاته: ٤٤٤٧] اور اللہ کا قانون ہے کہ بشر سے بشر ہی پیدا فرماتا ہے۔ (آل عمران: ۴۷) اور بشر سے نوری (تخلیق کے لحاظ سے) نہیں پیدا فرماتا۔ الفرقان (۵۴) میں ہے: ''اور وہی ذات ہے جس نے بشر کو پانی (نطفہ) سے بنایا اور پھر اس کے رشتے اور سسرال مقرر کیے اور تمھارا رب قدرت والا ہے۔'' بشر کی یہ قرآنی تفسیر افضل البشر ﷺ پر صادق آتی ہے۔ جو لوگ آپ ﷺ کو اللہ کے نور میں سے نور کہتے ہیں وہ قرآن کی ایک آیت اور مصنف عبد الرزاق والی روایت کا حوالہ دیتے ہیں، اس ضمن میں عرض ہے کہ قرآن کی مذکورہ آیت میں ''نور من نور اللہ'' کے الفاظ نہیں ہیں، زیادہ سے زیادہ آپ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ آپ ﷺ صفت کے لحاظ سے نور ہیں، جس کا کوئی بھی مسلمان منکر نہیں ہے۔ مصنف عبد الرزاق والی روایت کی سند مطلوب ہے تاکہ اس کے متعلق معلوم کیا جائے کہ صحیح بھی ہے یا نہیں کیونکہ سند کے بغیر کوئی حدیث قبول نہیں کی جاسکتی جیسا کہ مقدمۂ صحیح مسلم [باب بیان أن الإسناد من الدین...... الخ : ۲۶، ۳۲] میں ہے۔ اس روایت اور قرآن و حدیث کے دوسرے دلائل کے درمیان تطبیق کی صورت کیا ہوگی کہ جن میں نبی اکرم ﷺ کے بشر اور مٹی سے پیدا ہونے کا ثبوت موجود ہے، ان میں سے کچھ دلائل ہم نے ذکر بھی کیے ہیں۔ (بریلوی حضرات کی طرف سے ''الجزء المفقود'' کے نام سے مصنف عبدالرزاق کا ایک جعلی نسخہ پیش کیا گیا ہے، جس میں نور والی روایت کی سند پیش کی گئی ہے، اس کی مکمل تحقیق ''جعلی جزء کی کہانی اور علمائے ربانی'' میں دیکھی جاسکتی ہے، جسے مکتبہ اسلامیہ نے شائع کیا ہے)۔

اگر نبی ﷺ اللہ کے نور سے پیدا ہوتے تو آپ ﷺ کو نیند، موت اور دوسری چیزیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے منافی ہیں، کیونکر پیش آتیں؟ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرح کھانے پینے اور شادی بیاہ سے پاک ہونا چاہیے تھا۔ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اللہ کے نور سے پیدا نہیں ہوئے، ورنہ آپ ﷺ میں اللہ تعالیٰ کی صفات موجود ہوتیں۔

حنفی فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ مترجم کے مقدمہ میں کتب احادیث کی درجہ بندی کی گئی ہے، درجہ اول میں بخاری اور مسلم اور مؤطا امام مالک کو رکھا گیا ہے۔ درجہ دوئم میں ترمذی، نسائی اور ابوداؤد وغیرہ کو رکھا گیا ہے۔ درجہ سوم میں مسند شافعی، مصنف عبدالرزاق وغیرہ کو رکھا گیا ہے اور

لکھا ہے کہ ان کتابوں کی احادیث بغیر تنقید اعتبار کے قابل نہیں ہیں۔ (مقدمہ ہدایہ: ۱۱۴/۱) اس طرح مذکورہ کتاب درجہ سوم کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ آسمانوں کے اوپر عرش عظیم پر جلوہ افروز ہے۔ (الاعراف: ۵۴۔ یونس: ۳)

بریلوی حضرات کی دو رخی:

سورۂ بقرہ کی آیت (۹) کے فائدہ (۱۳) کے تحت نعیم مراد آبادی دوسرا مسئلہ لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو بشر کہنے میں اس کے فضائل و کمالات کے انکار کا پہلو نکلتا ہے۔ اس لیے قرآن پاک میں جا بجا انبیائے کرام کے بشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا اور در حقیقت انبیاء کی شان میں ایسا لفظ ادب سے دور اور کفار کا دستور ہے۔''

اور سورۂ بقرہ کی ایک ۃیت (۳۰) کے فائدہ (۵۵) کے تحت لکھتے ہیں:

''یعنی میری حکمتیں تم پر ظاہر نہیں۔ بات یہ ہے کہ انسانوں میں انبیاء بھی ہوں گے، اولیاء بھی، علماء بھی اور وہ علمی و عملی دونوں فضیلتوں کے جامع ہوں گے۔'' (یعنی یہاں سب انبیاء کو خود مراد آبادی صاحب نے انسان کہا)

آل عمران کی آیت (۲) کے فائدہ (۲) کے تحت لکھتے ہیں:

''حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام حمل میں رہے، پیدا ہونے والوں کی طرح پیدا ہوئے، بچوں کی طرح غذا دیے گئے، کھاتے پیتے تھے، عوارض بشری رکھتے تھے، انھوں نے اس کا اقرار کیا۔'' (یعنی یہاں عیسیٰ علیہ السلام کو مراد آبادی صاحب نے خود بشر کہا)

آل عمران کی آیات (۳۲ تا ۳۵) کے تحت فائدہ (۶۷) میں لکھتے ہیں کہ آدم، نوح، ابراہیم اور عمران ایک دوسرے کی نسل سے تھے۔

آل عمران (۷۹) میں اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء کو بشر فرمایا، الشوریٰ (۵۱، ۵۲) میں اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء کو بشر فرمایا اور رسول اللہ ﷺ کو بھی بشر فرمایا۔

بنی اسرائیل (۹۳ تا ۹۵) میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بشر فرمایا اور آپ ﷺ سے اعلان کروایا کہ کہہ دیجیے میں بشر ہوں۔ احمد رضا نے ترجمہ کیا: ''تم فرماؤ! اگر زمین میں فرشتے

ہوتے چین سے چلتے تو ہم ان پر رسول بھی فرشتہ اتارتے۔'' مراد آبادی صاحب یہاں فائدہ (۱۹۹) کے تحت لکھتے ہیں: ''کیونکہ وہ ان کی جنس سے ہوتا لیکن جب زمین میں آدمی بستے ہیں تو ان کا ملائکہ میں سے رسول طلب کرنا نہایت ہی بے جا ہے۔'' یعنی یہاں مراد آبادی صاحب نے رسول اللہ ﷺ کو آدمی کہا۔

بنی اسرائیل کی آیت (۸۷) کے تحت فائدہ (۱۹۰) میں لکھتے ہیں: ''اس نے آپ ﷺ پر قرآن نازل فرمایا اور اس کو باقی و محفوظ رکھا اور آپ ﷺ کو تمام بنی آدم کا سردار اور خاتم النبیین کیا اور مقام محمود عطا فرمایا۔'' یعنی اس جگہ مراد آبادی صاحب نے خود رسول اللہ ﷺ کو بنی آدم کا سردار کہا۔ بنی اسرائیل کی آیت (۷۰) کے تحت فائدہ (۱۵۸) میں لکھتے ہیں: ''خواص بشر یعنی انبیاء علیہم السلام خواص ملائکہ سے افضل ہیں۔'' یعنی یہاں مراد آبادی صاحب نے خود انبیائے کرام کو بشر لکھا۔ (مزید حوالہ جات کے لیے النساء: ۱ کے تحت فائدہ ۲، ۳ دیکھیے۔ الأعراف: ۳۵، ۱۴۳ کے تحت فائدہ ۵۳، ۲۶۴ دیکھیے۔ الزمر: ۱۷ کا ترجمہ دیکھیے۔ مریم: ۴۹ تا ۵۸ کے تحت فائدہ ۸۲ تا ۹۸ دیکھیے۔ العنکبوت: ۲۷ کے تحت فائدہ ۶۶ دیکھیے۔ التوبۃ ۱۲۸ کے تحت فائدہ ۳۰۷ دیکھیے۔ النحل: ۴۳، فائدہ ۸۹، ۹۰ دیکھیے۔ الانبیاء: ۳۴ کے تحت فائدہ ۶۶، ۶۷ دیکھیے۔ حم السجدہ: ۶ کے تحت فائدہ ۱۲ دیکھیے۔ الزخرف: ۱۵۔ ابراہیم: ۱۰، ۱۱ اور الرحمٰن: ۳ دیکھیے)

مندرجہ بالا تمام مقامات پر احمد رضا خان صاحب کا ترجمہ اور مراد آبادی صاحب کی تفسیر دیکھنے کے بعد یہ بات بالکل عیاں ہے کہ انھوں نے قرآن میں جگہ جگہ انبیائے کرام علیہم السلام اور خود ہمارے پیارے رسول ﷺ کو انسان، بشر اور آدمی لکھا۔ اس باب کے شروع میں مراد آبادی صاحب نے انبیائے کرام کو بشر کہنے والوں پر کفر کا جو فتویٰ لگایا تھا وہ کس کس پر لگا؟ توبہ کی ضرورت ہے، سوچنے کی ضرورت ہے۔

احمد رضا خاں صاحب کے قرآنی ترجمہ وتفسیر مراد آبادی کے مزید حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

رسول اللہ ﷺ کو النحل (۴۳، ف ۸۹، ۹۰) میں بشر، انسان، مرد کہا اور النساء (۱، ف ۳) میں لکھا کہ آدم علیہ السلام ابو البشر ہیں جن کو بغیر ماں باپ کے مٹی سے پیدا کیا گیا اور سب انسان جن میں سید عالم ﷺ اور سیدنا یعقوب علیہ السلام شامل ہیں سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ الأعراف (۳۵، ف

۵۳) میں لکھا کہ تمام مرسلین آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور خاص سید عالم خاتم الانبیاء ﷺ آدم کی اولاد میں سے ہیں اور الانبیاء (۳۴، ف ۶۶) میں رسول اللہ ﷺ کو آدمی لکھا اور آپ ﷺ کی وفات کا ذکر کیا اور الحج (۷۵، ف۱۹۳) میں آپ ﷺ، سیدنا ابراہیم علیہ السلام، سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بشر اور انسان لکھا اور حم السجدۃ (۶، ف۱۲) میں آپ ﷺ کو بشر تسلیم کیا اور یونس (۲، ف۲۔۳) میں آپ ﷺ کو بشر لکھا اور ھود (۱، ف ۱) میں آپ ﷺ کے بڑھاپے کا ذکر کیا اور النور (۴۵، ف۱۰۴، ۱۰۶) میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اجناس حیوان کو پانی کی جنس سے پیدا کیا اور پانی ان سب کی اصل ہے اور آدمی اور پرند دو پاؤں پر چلتے ہیں اور المؤمنون (۱۲ تا ۱۶، ف۹ تا ۱۴) میں لکھا کہ انسان یعنی آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا گیا اور پھر پانی کی بوند سے انسان کی نسل چلی اور اسے ماں کے پیٹ میں مختلف مراحل سے گزارا گیا پھر اس کی پیدائش ہوئی پھر عمر پوری ہونے کے بعد اسے موت آئی اور پھر قیامت کے دن اسے اٹھایا جائے گا (یہ بات ہر انسان پر صادق آتی ہے جس میں انبیائے کرام علیہم السلام بھی شامل ہیں)۔

اور النجم (۶، ف ۸) میں اور الرحمٰن (۳، ف۳) میں اور العلق (۲ تا ۵، ف۶) میں ہر جگہ آپ ﷺ کو انسان لکھا اور سبا (۴۶، ف۱۲۴) میں لکھا کہ آپ ﷺ قریش میں سے اور نوع انسان میں سے ایک شخص ہیں اور لکھا کہ آپ ﷺ ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ دیکھیے ان کی تفسیر البقرۃ (آیات ۱، ۹۰، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۳، ۱۵۰ اور فوائد ۱۔۱۵۴، ۲۳۴، ۲۳۸، ۲۴۲، ۲۷۳) اور آپ ﷺ کا سایہ لکھا۔ (النور : ۱۱، ف۱۵) اور آپ ﷺ کی خواب گاہ کا لکھا (الأنفال : ۳۰، ف۵۱) اور آپ ﷺ کی قضائے حاجت کا ذکر کیا (النساء : ۱۰۲، ف۲۸۳) اور آپ ﷺ کے نکاح، نو بیویوں، بیٹوں اور بیٹیوں، آپ ﷺ کے والد، والدہ، دادا اور چچوں اور آپ ﷺ کی عمر اور وفات اور کھانا کھانے اور لباس اور آپ ﷺ کے رشتے داروں اور آپ ﷺ کی ولادت اور بیری کے سائے میں آرام فرمانے کا ذکر کیا اور آپ ﷺ کو اللہ کے بندے اور مخلوق کہا۔ دیکھیے احمد رضاخاں کا قرآنی ترجمہ مع تفسیر (الرعد : ۳۸، ف ۱۰۵۔ الأحزاب : ۲۸، ف۳، ۷، ۴۰، ف۱۰۳۔ ۳۳، ف ۸۵۔ الأحقاف : ۱۵، ف۳۹۔ الضحیٰ : ۶، ف۷۔ الطارق : ۱، ف۲۔ الأحقاف : ۲۰، ف ۵۶۔ الممتحنۃ : ۷، ف۲۰۔ الفیل : ۵، ف۵۔ بنی اسرائیل : ۱، ف۵۔ الشعراء : ۲۲۷، ف ۱۹۵۔ حم السجدۃ : ۶، ف۱۱) اور لکھا کہ اللہ

کا بندہ اور مخلوق معبود نہیں ہوسکتا جیسے عیسیٰ علیہ السلام (مریم: ۳۸ف ۵۹) اور لکھا الٰہ یعنی معبود صرف ایک ہے۔(حم السجدۃ: ۶،ف ۱۱)

یاد رہے کہ قرآن اور حدیث کی رو سے انبیائے کرام علیہم السلام سب مخلوق سے افضل ہیں لیکن وہ انسان، بشر اور مرد تھے۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا کا ذکر بے جا نہ ہوگا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے وقت مانگتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّ عَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَّسَارِیْ نُوْرًا وَّ فَوْقِیْ نُوْرًا وَّ تَحْتِیْ نُوْرًا وَّ أَمَامِیْ نُوْرًا وَّ خَلْفِیْ نُوْرًا وَّ اجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا وَّ فِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَّعَصَبِیْ وَلَحْمِیْ وَدَمِیْ وَشَعْرِیْ وَبَشَرِیْ وَ اجْعَلْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا وَّ اَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا)) [بخاري، كتاب الدعوات، باب الدعاء إذا انتبه من الليل : ٦٣١٦ـ مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ و دعائه بالليل : ٧٦٣]

''اے اللہ! میرے دل میں نور بنا دے اور میری آنکھوں میں نور بنا دے اور میرے کانوں میں نور بنا دے اور میرے دائیں اور بائیں نور بنا دے اور میرے سامنے اور پیچھے نور بنا دے اور مجھے نور عطا فرما اور میری زبان میں نور بنا دے اور میرے پٹھے میں اور میرے گوشت میں اور میرے خون میں اور میرے چمڑے میں نور بنا دے اور بڑا کر میرے لیے نور، یا الٰہی دے مجھ کو نور۔''

جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور من نور اللہ مانتے ہیں ان کا مندرجہ بالا دعا کے بارے میں کیا تبصرہ ہوگا جو دعا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر صبح کی نماز کے وقت مانگتے تھے، اگر آپ نور من نور اللہ تھے تو یہ دعا مانگنے کی ضرورت نہ تھی۔

باقی انبیائے کرام علیہم السلام کے بشر ہونے کے رضا خانی ثبوت:

البقرہ (۱۷۷،ف ۳۱۲) میں لکھا کہ انبیاء مرد ہوتے ہیں۔النساء (۱،ف ۳) میں لکھا کہ تمام انبیاء بشر اور انسان تھے۔یوسف (۱۰۹، ف ۲۳۵، ۲۳۶) میں لکھا کہ تمام انبیاء مرد تھے۔ الحج (۷۵، ف ۱۹۳) میں لکھا انبیاء بشر اور انسان ہیں۔المومنون (۲۴، ف ۳۳) میں لکھا کہ بشر کا رسول ہونا نہ

تسلیم کرنا کمال حماقت ہے۔ التغابن (٦، ف ١١) میں لکھا انھوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا اور یہ کمال بے عقلی و نافہمی ہے۔ مزید حوالہ ضرور ملاحظہ فرمائیں (بنی اسرائیل: ٩٤، ف ١٩٧)

جنھوں نے بشر کو رسول تسلیم نہ کیا ان کی یہ کمال بے عقلی و نافہمی ہے لیکن جو آج انبیائے کرام علیہم السلام کو بشر تسلیم نہیں کرتے کیا یہ ان کی کمال بے عقلی و نافہمی نہیں؟ کیونکہ وہ بھی وحی کے منکر ہوئے اور یہ بھی، کیونکہ قرآن تو بار بار انبیائے کرام علیہم السلام کو بشر کہتا ہے۔

قرآن میں ہر نبی کو اس قوم کا بھائی کہا گیا ہے۔ (الأعراف: ٦٥، ٧٣، ٨٥۔ ھود: ٥٠، ٦١، ٨٤) جس کا مطلب اسی قوم اور قبیلے کا فرد ہے، جس کو بعض جگہ ﴿رسولا منهم﴾ یا ﴿من أنفسهم﴾ یا ﴿منكم﴾ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ (البقرۃ: ١٢٩، ١٥١۔ آل عمران: ١٦٤۔ الاعراف: ٣٥۔ الزمر: ٧١) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فلاں نبی کی قوم۔

اور مطلب ان سب کا یہ ہے کہ رسول اور نبی انسانوں میں سے ہی ایک انسان ہوتا ہے، جسے اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت کے لیے چن لیتا ہے اور وحی کے ذریعے اس پر اپنی کتاب اور احکام نازل فرماتا ہے اور اس طرح وہ رسول اور نبی تمام عام انسانوں سے افضل ہو جاتا ہے۔

اس باب میں عرض یہ ہے کہ سب سے پہلے نعیم مراد آبادی تفسیر میں کہا گیا کہ قرآن پاک میں جا بجا انبیائے کرام علیہم السلام کے بشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا۔ (البقرۃ: ف١٣ مسئلہ) اس کے بعد دو رخی اختیار کرتے ہوئے انبیائے کرام علیہم السلام کو جا بجا اپنی تفسیر میں بشر، انسان اور مرد لکھا، جس کا ہم بہت تفصیل کے ساتھ ذکر کر چکے ہیں اور پھر سہ رخی اختیار کرتے ہوئے لکھا کہ رسولوں کو بشر ہی جانتے رہے اور ان کے منصب نبوت اور اللہ تعالیٰ کے عطا فرمائے ہوئے کمالات کے مقر اور معترف نہ ہوئے، یہی ان کے کفر کی اصل تھی یعنی مراد آبادی صاحب نے یہاں اصل بات لکھ دی۔ (بنی اسرائیل: ٩٤، ف ١٩٧)

انبیائے کرام علیہم السلام کے بشر ہونے کے متعلق مزید دلائل:

سورۂ یوسف کی آیت (٣١) میں ہے:

"ان عورتوں نے جب اسے دیکھا تو بہت بڑا جانا اور اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور زبان سے نکل گیا کہ ماشاء اللہ یہ ہرگز انسان نہیں، یہ تو یقیناً کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔"

اس سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی غیر معمولی خصوصیات و امتیازات کی بنا پر انھیں انسانیت سے نکال کر نورانی مخلوق قرار دینا ہر دور کے ایسے لوگوں کا شیوہ رہا ہے جو نبوت اور اس کے مقام

سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ سورۂ حجر کی آیت (۳۳) میں ہے:

''وہ بولا میں ایسا نہیں کہ اس انسان کو سجدہ کروں جسے تو نے کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے بنایا۔''

شیطان نے انکار کی وجہ آدم کا خاکی اور بشر ہونا بتلایا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان اور بشر کو اس کی بشریت کی بنا پر حقیر اور کمتر سمجھنا یہ شیطان کا فلسفہ ہے، جو اہل حق کا عقیدہ نہیں ہو سکتا، اسی لیے اہل حق انبیائے کرام علیہم السلام کی بشریت کے منکر نہیں، اس لیے کہ ان کی بشریت کو خود قرآن نے وضاحت سے بیان کیا ہے۔

توحید فی الذات کے بارے میں شرکیہ امور:

کسی فرشتے یا نبی یا کسی دوسری مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا یا بیٹی سمجھنا یا اللہ کا جزو سمجھنا یا اللہ کے نور سے نور سمجھنا شرک ہے، حالانکہ نور کا اللہ خود خالق ہے۔(الأنعام :۱) اللہ تعالیٰ کے بارے میں تین میں سے ایک اور ایک میں سے تین کا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کو کائنات کی ہر چیز میں موجود سمجھنا وحدت الوجود کہلاتا ہے، اس پر ایمان رکھنا شرک ہے۔ بندے کا اللہ کی ذات میں مدغم ہو جانے کا عقیدہ وحدت الشہود کہلاتا ہے، اس پر ایمان رکھنا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بندے کی ذات میں مدغم ہو جانے کا عقیدہ حلول کہلاتا ہے، اس پر ایمان رکھنا شرک ہے۔ توحید فی الذات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے الگ آسمانوں کے اوپر عرش عظیم پر جلوہ افروز ہے اور وہ خالق ہے اور اس کے سوا ہر چیز مخلوق ہے، اللہ تعالیٰ جیسا کوئی نہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا: ''کہہ دیجیے میں تمھاری طرح بشر ہوں۔'' (الکھف : ۱۱۰) میں تمھاری طرح بشری تقاضے پیدائش، موت، کھانا، پینا، نیند، بھولنا، تھکنا، شادی، اولاد وغیرہ رکھتا ہوں، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بات ثابت شدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق سے افضل ہیں، یہ آپ کا مقام ہے۔ یاد رہے کہ قیامت کے دن یہود و نصاریٰ شرک فی الذات کی وجہ سے بغیر حساب و کتاب دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے۔ [مسلم، كتاب الإيمان، باب إثبات رؤية المؤمنين ......الخ : ۱۸۳]

اور امت محمدیہ کے ایسے لوگوں کا انجام خود سوچ لیں کیا ہوگا؟

فصل پنجم

توحید فی الصفات اور شرک فی الصفات

اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں واحد اور بے مثل ہے، ان میں اس کا کوئی ہمسر نہیں، اس عقیدہ کو توحید فی الصفات کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں کسی اور کو شریک کرنا شرک فی الصفات کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بے شمار نام ہیں، ان میں سے اللہ اس کا ذاتی نام ہے، ننانوے صفاتی نام تو ترمذی کی ایک روایت میں بھی مذکور ہیں، یہ سب صفاتی نام ہیں اور یہ صفات کسی مخلوق میں نہیں ہیں۔

آیت الکرسی میں اللہ تعالیٰ کی جو صفات بیان ہوئی ہیں وہ کسی مخلوق میں نہیں ہیں:

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴾ [البقرة : ٢٥٥]

”اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ زندہ ہے، سب کا سنبھالنے والا ہے، نہ اونگھتا ہے نہ سوتا ہے، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (یعنی اس کا کوئی شریک نہیں)۔ اس کے حکم کے بغیر اس کے سامنے کوئی سفارش نہیں کر سکتا۔ وہ گزرے ہوئے حالات اور آنے والے حالات سب جانتا ہے۔ اللہ کی کرسی کے اندر آسمان اور زمین سب آگئے ہیں۔ وہ ان کی حفاظت سے تھکتا نہیں، وہ بڑا عالی رتبہ اور جلیل القدر ہے۔“

سورۂ حشر میں اللہ تعالیٰ کی کچھ صفات بیان ہوئی ہیں جو کسی مخلوق میں نہیں:

”اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ چھپی اور کھلی باتیں جانتا ہے، وہ رحمان ہے، رحیم ہے،

اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے، وہ پاک ہے، وہ سلامت ہے، امن دینے والا ہے، نگہبان ہے، غالب ہے، زبردست ہے، تکبر والا ہے، شرک سے پاک ہے، ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے، مخلوق کے نقشے کھینچنے والا ہے، اس کے پیارے پیارے نام ہیں، آسمان اور زمین والے اس کی تسبیح کرتے ہیں، وہ غالب ہے، حکمت والا ہے۔''

(الحشر: ۲۲ تا ۲۴)

سورۂ اخلاص میں اللہ تعالیٰ کی صفات بیان ہوئی ہیں، یہ صفات کسی مخلوق میں نہیں۔ یاد رہے کہ سورۂ اخلاص صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق تہائی قرآن کے برابر ہے:

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۧ﴾

[الإخلاص]

''کہہ دیجیے! وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور اس کے برابر کا کوئی نہیں ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے برابر کوئی نہیں (ذات میں نہ صفات میں نہ اختیارات میں، نہ حقوق میں اللہ تعالیٰ نے سب مخلوق کو پیدا کیا، زمین اور آسمان بنائے، زمین سے میوے نکالے (یہ صفات کسی مخلوق میں نہیں)۔ (البقرۃ: ۲۲)

بطور مالک اللہ کے برابر کسی سے محبت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ تمام طاقت اللہ کے پاس ہے۔ (البقرۃ: ۱۶۵ تا ۱۶۷) جو اللہ کے برابر کسی اور کو جانے وہ کافر ہے۔ (الانعام: ۱ تا ۳۔ سباء: ۳۳۔ حم السجدۃ: ۹) جو اپنے مالک کے برابر دوسروں کو جانے اس کی پیروی نہیں کرنی چاہیے۔ (الأنعام: ۱۵۰) جو اللہ کے برابر دوسروں کو جانے وہ دوزخی ہے۔ (ابراہیم: ۳۰۔ الزمر: ۸) جو سارے جہان کے مالک کے برابر دوسروں کو سمجھے وہ صاف گمراہ ہے۔ (الشعراء: ۹۷ تا ۹۹) اللہ کے جوڑ کا کوئی نہیں، وہ ہر چیز کا داتا ہے۔ (مریم: ۶۵) اللہ تعالیٰ ﴿كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ کا مالک ہے (اور کوئی نہیں):

﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ [البقرۃ: ۱۱۷]

''(اللہ) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو صرف یہی کہہ دیتا ہے کہ ہو جا، پس وہ ہو جاتا ہے۔''

(مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے آل عمران: ۴۰، ۴۷، ۵۹۔ الأنعام: ۷۳۔ النحل: ۴۰)

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے (اور کوئی نہیں) اللہ تعالیٰ عرش پر ہے پھر بھی ناظر ہے، یعنی دیکھ رہا ہے، سن رہا ہے (یہ صفت اور کسی میں نہیں):

﴿ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [البقرة : ٩٦]

''اور اللہ دیکھتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔''

(مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے النساء: ۱، ۳۲، ۳۳، ۳۵، ۵۸، ۷۰، ۱۰۸)

جب تین آدمی ہوں تو اللہ ان کا چوتھا ہوتا ہے، جب پانچ آدمی ہوں تو اللہ ان کا چھٹا ہوتا ہے (وہ ناظر ہے):

﴿ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ﴾

[المجادلة : ٦، ٧]

''جس دن اللہ ان سب کو زندہ اٹھائے گا پھر جیسے کام وہ کرتے رہے ان کو جتلا دے گا، اللہ کو تو وہ سب یاد ہیں اور وہ اپنے کیے ہوئے کام بھول گئے ہیں اور ہر چیز اللہ کے سامنے حاضر ہے، کیا تجھ کو یہ چیز معلوم نہیں کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اللہ اس کو جانتا ہے، جب تین آدمی کچھ کانا پھوسی کرتے ہیں تو اللہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور جب پانچ آدمی صلاح مشورہ کرتے ہیں تو اللہ ان کا چھٹا ہوتا ہے۔ اسی طرح اس سے کم آدمی ہوں یا زیادہ اللہ ضرور ان کے ساتھ ہے وہ کہیں بھی ہوں پھر جو کام انھوں نے کیے قیامت کے دن انھیں جتلا دے گا، بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔''

ہر جگہ ناظر ہونا اور یہ صفت کسی اور میں رکھنا اللہ کی صفت میں برابری ہے، اس کی وضاحت ہم نے پیچھے بیان کر دی ہے اور یہ شرک ہے، کیونکہ اللہ کے برابر کوئی نہیں اور اللہ جیسا کوئی نہیں: ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ﴾ (الشوریٰ: ۱۱) اور فرمایا: ﴿ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴾ (مریم: ۶۵) ''کیا تو جانتا ہے اس کا کوئی ہم نام؟'' اللہ کی سب صفات جو اس باب میں مذکور ہیں، یہ اللہ کے لیے خاص ہیں، ان صفات میں سے کسی ایک کو بھی اللہ کی طرح کسی اور میں تسلیم کرنا شرک فی الصفات ہوگا۔

اوران صفات میں دلائل توحید والی صفات بھی آتی ہیں جو قرآن میں جگہ جگہ مذکور ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی زمین و آسمان میں پیدا کردہ چیزوں اور انسانوں پر کیے گئے انعامات کا ذکر ہے۔ (ابراہیم: ۳۲ تا ۳۴۔ بنی اسرائیل: ۱۲، ۷۰)۔ "سبحان الله و بحمده" (جو فرشتوں اور مومنوں کی تسبیح ہے) (بخاری: ۷۸۱۷۔ مسلم: ۴۸۴) کا بھی یہی مطلب ہے کہ اللہ اپنی صفات میں شرک سے پاک ہے۔ ''سبحان اللہ!'' جہاں بھی قرآن یا حدیث میں آیا ہے اس کے صرف دو معنی ہیں، اول اللہ تعالیٰ شرک سے پاک ہے، ثانی اللہ تعالیٰ مخلوق کے نقائص سے پاک ہے۔ جس نے اللہ کی کسی صفت کو مخلوق کی کسی صفت کے مشابہ کیا تو وہ کافر ہے۔ (فقہ اکبر۔ مقدمہ ہدایہ: ۴/۱)

توحید فی الصفات کے بارے میں شرکیہ امور:

امور کائنات اور نظم کائنات کی تدبیر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے نبی، ولی، غوث، قطب یا ابدال کو شریک سمجھنا شرک ہے۔ (یونس: ۳۔ الرعد: ۲) زمین و آسمان کے تمام خزانوں میں تصرف کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، اس میں کسی نبی، ولی، غوث، قطب یا ابدال کو شریک سمجھنا شرک ہے۔ (المنافقون: ۷۔ الانعام: ۵۰)

قیامت کے روز کسی کو سفارش کرنے کی اجازت دینے یا نہ دینے، سفارش قبول کرنے یا نہ کرنے، کسی کو ثواب یا عذاب دینے، کسی کو پکڑنے یا چھوڑنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہوگا، اللہ تعالیٰ کے اس اختیار میں کسی کو بھی شریک سمجھنا شرک ہے۔ (الزمر: ۴۳، ۴۴) غیب کا علم رکھنے والا اور ہر جگہ ناظر صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، کسی اور کو عالم الغیب یا ناظر سمجھنا شرک ہے۔ (النمل: ۶۵) اللہ ہی دلوں کے چھپے بھید جانتا ہے۔ (الملک: ۱۳، ۱۴) دلوں کو پھیرنے والا، ہدایت دینے والا، نیکی کی توفیق دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ (الانفال: ۲۴۔ القصص: ۵۶) رزق کی تنگی یا فراخی، صحت اور بیماری، نفع اور نقصان، زندگی اور موت دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، کسی بھی اور کو اس پر قادر سمجھنا شرک ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا﴾ [بنی إسرائيل: ۳۱]

''اور اپنی اولاد کو تنگدستی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم انھیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمھیں بھی، بے شک ان کو قتل کرنا بڑا گناہ ہے۔''

﴿ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾

[سبا : ٣٦]

''کہہ دو! میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور کم کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

(مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے القصص : ۷۸ تا ۸۲۔ الشوریٰ : ۴۹، ۵۰۔ الاعراف: ۱۸۹، ۱۹۰۔ آل عمران : ۲۶، ۲۷۔ الملک : ۱۳، ۱۴۔ آل عمران : ۱۱۹، ۱۵۴)

اولاد دینے والا یا نہ دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، کسی بھی اور کو اس پر قادر سمجھنا شرک ہے:

﴿ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ ﴾

[الشوریٰ : ٤٩، ٥٠]

''آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی بادشاہی ہے، جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے عطا کرتا ہے، یا لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔ بے شک وہ جاننے والا اور قدرت والا ہے۔''

دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں، کسی بھی اور کو اس میں شریک سمجھنا شرک ہے۔ دلوں میں چھپے راز اور بھید صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، کسی بھی اور کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ (الملک : ۱۳، ۱۴۔ آل عمران : ۱۱۹، ۱۵۴)

اور نعیم مراد آبادی صاحب نے بھی یہی لکھا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نہ مثل نہ نظیر، الوہیت و ربوبیت میں کوئی اس کا شریک نہیں، وہ یکتا ہے، اپنی صفات میں یگانہ ہے، کوئی اس کا شبیہ نہیں۔

(دیکھیے البقرۃ : ۱۶۳، ۱۱۷، ۲۵۵۔ فوائد ۲۹۱، ۳۱۲، ۵۳۱، الانعام : ۱۰۰، ۱۰۱۔ فوائدہ ۲۱۱ تا ۲۱۴۔ الحشر : ۲۲ تا ۲۴۔ فوائد : ۶۷ تا ۷۵)

فصل ششم

توحید فی العلم اور شرک فی العلم

علم کے متعلق بنیادی اصول قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جتنا علم کسی کو دیا اس سے زیادہ وہ نہیں جانتا۔ (البقرۃ : ۳۲) ہر عالم سے بڑھ کر دوسرا عالم ہے : ﴿ وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴾ (یوسف : ۷۶) ''اور ہر علم والے سے بڑھ کر دوسرا علم والا ہے۔''

اور سب سے بڑھ کر علم والا اللہ تعالیٰ ہے، اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا :

﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ ﴾ [النمل : ٦٥]

''کہہ دو! اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا اور انھیں اس کی بھی خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔''

اللہ دلوں کے بھید جانتا ہے (اور کوئی نہیں جانتا)۔ (آل عمران : ۱۱۹، ۱۵۴) رسول اللہ ﷺ غیب نہیں جانتے :

﴿ قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَىَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ ﴾

[الأنعام : ٥٠]

''کہہ دو! میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے۔ کہہ دو! کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تم غور نہیں کرتے۔''

(مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے الاعراف: ۱۸۷، ۱۸۸۔ التوبہ: ۱۰۱۔ الجن: ۲۵)

دراصل جتنا کسی کو علم ملا اس سے زیادہ وہ نہیں جانتا۔ انبیائے کرام علیہم السلام کو جتنا وحی کے ذریعے بتایا گیا ان کا علم وہاں تک محدود ہے، اللہ تعالیٰ کا علم لامحدود ہے۔ جو چیز انبیائے کرام علیہم السلام کو بتا دی گئی وہ غیب نہ رہا، وہ تو علم ہو گیا۔ (البقرہ: ۱۲۰، ۱۴۵) اور جو نہیں بتایا گیا وہ غیب ہے اور قرآن یہی کہتا ہے کہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ (النمل: ۶۵) اللہ تعالیٰ کا علم لامحدود ہے:

﴿ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴾ [الكهف: ۱۰۹]

”کہہ دے! اگر میرے مالک کی باتیں لکھنے کے لیے سمندر سیاہی ہو تو میرے مالک کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائے، گو اتنا ہی ایک اور سمندر ہم اس کی مدد کو لائیں۔“

صرف اللہ کا علم لامحدود ہے باقی سب کا علم محدود ہے، نبیوں کا علم بھی محدود ہے۔

(مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے لقمان: ۲۷ تا ۳۴)

موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کو کشتی والوں نے سوار کر لیا، اتنے میں ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ کر ایک یا دو چونچیں سمندر میں ماریں۔ خضر علیہ السلام نے کہا: ”اے موسیٰ! میرے اور تمھارے علم دونوں نے اللہ کے علم میں سے اتنا لیا ہے جیسے اس چڑیا کی چونچ نے سمندر میں سے۔“

[بخاری، كتاب العلم، باب ما يستحب للعالم إذا سئل أيّ الناس أعلم؟: ۱۲۲]

اس حدیث سے اللہ اور مخلوق کے علم کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مختلف انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق قرآنی فیصلے کہ وہ غیب نہ جانتے تھے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ۝ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۫ وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۝ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ۝ ﴾ [طٰهٰ: ۱۲۰ تا ۱۲۲]

”پھر شیطان نے اس کے دل میں خیال ڈالا، کہا اے آدم! کیا میں تجھے ہمیشگی کا درخت

نہ بتاؤں اور ایسی بادشاہی جس میں ضعف نہ آئے۔ پھر دونوں نے اس درخت سے کھایا، تب ان پر ان کی برہنگی ظاہر ہوگئی اور اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے لگے اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی پھر بھٹک گیا پھر اس کے رب نے اسے سرفراز کیا پھر اس کی توبہ قبول کی اور راہ دکھائی۔"

ثابت ہوا سیدنا آدم علیہ السلام غیب نہ جانتے تھے، ورنہ درخت کو نہ کھاتے:

﴿ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۚ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [هود : ٣١]

"اور میں تمھیں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب دان ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ یہ کہوں گا کہ جو لوگ تمھاری نظروں میں حقیر ہیں اللہ ان کو بھلائی نہ دے گا، اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے۔ ایسا کہوں تو میں بے انصاف ہوں۔"

﴿ وَاُوْحِيَ اِلٰي نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴾ [هود : ٣٦]

"اور نوح (علیہ السلام) کی طرف وحی کی گئی کہ تیری قوم میں سے اب کوئی ایمان نہیں لائے گا مگر جو لا چکا، پھر غم نہ کر ان کاموں پر جو وہ کر رہے ہیں۔"

﴿ وَنَادٰي نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ڽ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [هود : ٤٥ تا ٤٧]

"اور نوح نے اپنے رب کو پکارا کہا اے رب! میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے۔ فرمایا اے نوح! وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے کیونکہ اس کے عمل اچھے نہیں ہیں، سو مجھ سے مت

پوچھ جس کا تجھے علم نہیں ۔ میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ کہیں جاہلوں میں نہ ہو جاؤ۔ کہا اے رب! میں تیری پناہ لیتا ہوں اس بات سے کہ تجھ سے وہ بات پوچھوں جو مجھے معلوم نہیں اور اگر تو نے مجھے نہ بخشا اور مجھ پر رحم نہ کیا تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔"

ثابت ہوا کہ نوح علیہ السلام غیب نہ جانتے تھے۔

﴿وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ۝ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ۝ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۝ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ۝ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِىْ قَوْمِ لُوْطٍ ۝ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ۝ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ۝﴾ [هود: ٦٩ تا ٧٦]

"اور ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس خوشخبری لے کر آئے۔ انھوں نے کہا سلام، اس نے کہا سلام، پس دیر نہ کی کہ ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آیا۔ پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس تک نہیں پہنچتے تو انھیں اجنبی سمجھا اور ان سے ڈرا۔ انھوں نے کہا خوف نہ کرو ہم تو لوط (علیہ السلام) کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں اور اس کی عورت کھڑی تھی، تب وہ ہنس پڑی پھر ہم نے اسے اسحاق (علیہ السلام) کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی اور اسحاق (علیہ السلام) کے بعد یعقوب (علیہ السلام) کی۔ وہ بولی اے افسوس! کیا میں بوڑھی ہو کر جنوں گی ! میرا خاوند بھی بوڑھا ہے، یہ تو ایک عجیب بات ہے۔ انھوں نے کہا کہ تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے۔ تم پر اے گھر والو! اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں، بے شک وہ تعریف کیا ہوا بزرگ ہے۔ جب ابراہیم (علیہ السلام) سے ڈر جاتا رہا اور اسے خوشخبری آئی ہم سے قوم لوط کے حق میں جھگڑنے لگا، بے شک ابراہیم (علیہ السلام) بردبار، نرم دل اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔ اے ابراہیم! یہ خیال چھوڑ دے کیونکہ تیرے رب کا حکم

آ چکا ہے اور بے شک ان پر عذاب آ کر ہی رہے گا جو ٹلنے والا نہیں۔‘‘

ثابت ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام غیب نہ جانتے تھے۔یہی بات الحجر (۵۲ تا ۵۷) الصافات (۱۰۲ تا ۱۰۷) اور الذاریات (۲۵ تا ۳۱) میں بیان ہوئی۔

﴿ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ ۝ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ قَالَ یٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ ؕ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ ۝ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ ۝ قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ ۝ قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ۝ ﴾ [هود : ۷۷ تا ۸۱]

’’اور جب ہمارے بھیجے ہوئے لوط (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو وہ ان کے آنے سے غمگین ہوا اور دل میں تنگ ہوا اور کہا آج کا دن بڑا سخت ہے اور اس کے پاس اس کی قوم بے اختیار دوڑتی ہوئی آئی اور یہ لوگ پہلے ہی سے برے کام کیا کرتے تھے۔کہا اے میری قوم! یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں، یہ تمھارے لیے پاک ہیں، سو تم اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں میں مجھے ذلیل نہ کرو، کیا تم میں کوئی بھی بھلا آدمی نہیں۔ انھوں نے کہا یقیناً تو جانتا ہے کہ ہمیں تیری بیٹیوں سے کوئی غرض نہیں اور تجھے معلوم ہے جو ہم چاہتے ہیں۔کہا کہ کاش! مجھے تمھارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا میں کسی زبردست سہارے کی پناہ جا لیتا۔‘‘

ثابت ہوا لوط علیہ السلام غیب نہ جانتے تھے۔یہی بات الحجر (۶۱، ۶۲) اور العنکبوت (۳۳) میں بیان ہوئی، سورۂ یوسف میں ہے:

﴿ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِهِمْ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝ وَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰۤاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِیْمٌ ۝ ﴾ [یوسف : ۸۳، ۸۴]

''کہا بلکہ تم نے دل سے ایک بات بنا لی ہے، اب صبر ہی بہتر ہے، اللہ سے امید ہے شاید اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے، وہی جاننے والا، حکمت والا ہے اور اس نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا ہائے یوسف! اور غم سے اس کی آنکھیں سفید ہو گئیں، پس وہ سخت غمگین ہوا۔''

ثابت ہوا سیدنا یعقوب علیہ السلام غیب نہ جانتے تھے۔ یہی بات سورۂ یوسف : ۸ تا ۲۰۔ ۶۳ تا ۶۶) میں بیان ہوئی۔ سورۂ نمل میں ہے:

﴿ وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ أَرَى الْهُدْهُدَ ۖ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِينَ ۝ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَاذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ۝ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِن سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ ۝ إِنِّي وَجَدتُّ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِن كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ۝ وَجَدتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِن دُونِ اللَّهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ ۝ أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۝ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝ قَالَ سَنَنظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ اذْهَب بِّكِتَابِي هَٰذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ ۝ ﴾

[النمل : ۲۰ تا ۲۸]

''اور پرندوں کی حاضری لی تو کہا کیا بات ہے جو میں ہدہد کو نہیں دیکھتا، کیا وہ غیر حاضر ہے، میں اسے سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کر دوں گا یا وہ میرے پاس کوئی صاف دلیل بیان کرے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ہدہد حاضر ہوا اور کہا کہ میں آپ کے پاس وہ خبر لایا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں اور سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ میں نے ایک عورت کو پایا جو ان پر بادشاہی کرتی ہے اور اسے ہر چیز دی گئی ہے اور اس کا ایک بڑا تخت ہے۔ میں نے پایا کہ وہ اور اس کی قوم اللہ کے سوا سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال کو انھیں آراستہ کر دکھایا ہے اور انھیں راستہ سے روک دیا ہے۔ وہ راہ (ہدایت) پر نہیں چلتے۔ اللہ ہی کو کیوں نہ سجدہ کریں جو آسمان اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کرتا ہے اور جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو سب جانتا

ہے۔ اللہ ہی ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ کہا ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا جھوٹوں میں سے ہے۔ میرا یہ خط لے جا اور ان کی طرف ڈال دے پھر ان کے ہاں سے واپس آ جا پھر دیکھ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔"

ثابت ہوا سیدنا سلیمان (علیہ السلام) غیب نہ جانتے تھے کہ ہدہد نے کہا کہ میں آپ کے پاس وہ خبر لایا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں اور سیدنا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا جھوٹوں میں سے ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ مجھے اس ساری بات کا پہلے ہی علم ہے۔

﴿ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ۝ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ۝ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ۝ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ۝ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝ ﴾ [طٰہٰ : ٦٤ تا ٦٨]

"پھر تم اپنی تدبیر جمع کر کے صف باندھ کر آؤ اور تحقیق آج جیت گیا جو غالب رہا، کہا اے موسیٰ! یا تو ڈال اور یا ہم پہلے ڈالنے والے ہوں۔ کہا بلکہ تم ڈالو۔ پس اچانک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو سے اس کے خیال میں آئیں کہ دوڑ رہی ہیں۔ پھر موسیٰ نے اپنے دل میں ڈر محسوس کیا۔ ہم نے کہا ڈر مت، بے شک تو ہی غالب ہوگا۔"

﴿ وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ۝ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ۝ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ۝ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۚ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ۝ ﴾

[طٰہٰ : ٨٣ تا ٨٦]

"اور اے موسیٰ! تجھے اپنی قوم سے پہلے جلدی آنے کا کیا سبب ہوا؟ کہا وہ بھی میرے پیچھے ہی آ رہے ہیں اور اے میرے رب! میں جلدی تیری طرف آیا تا کہ تو خوش ہو۔ فرمایا تیری قوم کو تیرے بعد ہم نے آزمائش میں ڈال دیا ہے اور انھیں سامری نے گمراہ کر دیا ہے۔ پھر موسیٰ اپنی قوم کی طرف غصے سے بھرا ہوا افسوس کرتے ہوئے لوٹا، کہا اے میری قوم! کیا تمھارے رب نے تم سے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا، پھر کیا تم پر بہت زمانہ

گزر گیا تھا یا تم نے چاہا کہ تم پر تمھارے رب کا غصہ نازل ہو، تب تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی۔''

ثابت ہوا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام غیب نہیں جانتے تھے۔ یہی بات الاعراف (۱۴۳) طٰہٰ (۲۱) النمل: (۱۰) اور القصص (۲۰) میں بیان ہوئی ہے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام غیب نہیں جانتے، دیکھیے المائدۃ (۱۱۶ تا ۱۲۰)

﴿ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا ۝ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُن بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝ وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِن وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا ۝ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝ يَا زَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَىٰ لَمْ نَجْعَل لَّهُ مِن قَبْلُ سَمِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝ قَالَ كَذَٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِن قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ۝ قَالَ رَبِّ اجْعَل لِّي آيَةً ۚ قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝ ﴾

[مریم : ۲ تا ۱۰]

''یہ تیرے رب کی مہربانی کا ذکر ہے جو اس کے بندے زکریا (علیہ السلام) پر ہوئی، جب اس نے اپنے رب کو خفیہ آواز سے پکار کر کہا اے میرے رب! میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور سر میں بڑھاپا چمکنے لگا ہے اور میرے رب! تجھ سے مانگ کر میں کبھی محروم نہیں ہوا اور بے شک میں اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے، پس تو اپنے ہاں سے ایک وارث عطا کر جو میرا اور یعقوب (علیہ السلام) کے خاندان کا بھی وارث ہو اور اے میرے رب! اسے پسندیدہ بنا۔ اے زکریا! بے شک ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا، اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی پیدا نہیں کیا۔ کہا اے میرے رب! میرے لیے لڑکا کہاں سے ہوگا حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے میں انتہائی درجہ کو پہنچ گیا ہوں۔ کہا ایسا ہی ہوگا، تیرے رب نے کہا ہے کہ وہ مجھ پر آسان ہے اور میں نے تجھے اس سے پہلے پیدا کیا، حالانکہ تو کوئی

چیز نہ تھا۔ کہا اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی مقرر کر۔ کہا تیری نشانی یہ ہے
کہ تو تین رات تک مسلسل لوگوں سے بات نہیں کر سکے گا۔"

ثابت ہوا کہ سیدنا زکریا علیہ السلام بھی غیب نہیں جانتے تھے۔ یہی بات آل عمران (۳۷ تا ۴۷)
میں بھی بیان ہوئی ہے۔

﴿ إِذْ دَخَلُوا عَلَىٰ دَاوُۥدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ ۖ خَصْمَانِ بَغَىٰ بَعْضُنَا عَلَىٰ بَعْضٍ فَاحْكُم بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَىٰ سَوَاءِ الصِّرَاطِ ﴾ [ص : ۲۲]

"جب وہ داؤد کے پاس آئے تو وہ ان سے گھبرایا کہا ڈر نہیں، دو جھگڑنے والے ہیں،
ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے، پس آپ ہمارے درمیان انصاف کا فیصلہ کیجیے اور
بات کو دور نہ ڈالیے اور ہمیں سیدھی راہ پر چلا۔"

ثابت ہوا کہ سیدنا داؤد علیہ السلام بھی غیب نہیں جانتے تھے، تب ہی وہ ڈرے کہ یہ کون ہیں جو
آئے ہیں۔

﴿ وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۖ وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ ۖ وَمِنَ الْجِنِّ مَن يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۖ وَمَن يَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ ۝ يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِن مَّحَارِيبَ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَّاسِيَاتٍ ۚ اعْمَلُوا آلَ دَاوُۥدَ شُكْرًا ۚ وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ ۝ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ ۖ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴾ [سبا : ۱۲ تا ۱۴]

"اور ہوا کو سلیمان (علیہ السلام) کے تابع کر دیا تھا جس کی صبح کی منزل مہینے بھر کی راہ اور شام
کی منزل مہینے بھر کی راہ تھی اور ہم نے اس کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا تھا اور کچھ
جن اس کے آگے اس کے رب کے حکم سے کام کیا کرتے تھے اور جو کوئی ان میں
سے ہمارے حکم سے پھر جاتا تھا تو ہم اسے آگ کا عذاب چکھاتے تھے، جو وہ چاہتا
اس کے لیے بناتے تھے، قلعے اور تصویریں اور حوض جیسے لگن اور جمی رہنے والی دیگیں۔
اے آل داؤد! تم بطور شکر نیک کام کیا کرو اور میرے بندوں میں سے شکر گزار تھوڑے
ہیں۔ پھر جب ہم نے اس پر موت کا حکم کیا تو انھیں اس کی موت کا پتا نہ دیا مگر گھن

کے کیڑے نے جو اس کے عصا کو کھا رہا تھا، جب گر پڑا تو جنوں نے معلوم کیا کہ اگر وہ غیب کو جانتے ہوتے تو اس ذلت کے عذاب میں نہ پڑے رہتے۔"

ثابت ہوا کہ جن بھی غیب نہیں جانتے۔ تبھی انھیں سیدنا سلیمان علیہ السلام کی موت کا علم نہ ہوا، یہاں تک کہ گھن کے کیڑے نے عصا کو کھا لیا اور سیدنا سلیمان علیہ السلام زمین پر مردہ حالت میں گر پڑے۔ اتنی دیر سیدنا سلیمان علیہ السلام عصا کی ٹیک پر مردہ حالت میں رہے اور جب عصا کو گھن نے کھا لیا تو زمین پر گر گئے۔ ثابت ہوا کہ وہ فوت ہونے کے بعد مردہ حالت میں تھے زندہ نہ تھے۔ جیسا کہ آج کل لوگ کہتے ہیں۔

﴿ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ ﴾

[البقرة : ۳۱ تا ۳۳]

"اور اللہ نے آدم (علیہ السلام) کو سب چیزوں کے نام سکھائے پھر ان سب چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا، پھر فرمایا مجھے ان کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ انھوں نے کہا تو پاک ہے، ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے ہمیں بتایا ہے۔ بے شک تو بڑے علم والا، حکمت والا ہے۔ فرمایا اے آدم! ان چیزوں کے نام بتا دو۔ پھر جب آدم! نے انھیں ان کے نام بتا دیے تو فرمایا کیا میں نے تمھیں نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزیں جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو اسے بھی جانتا ہوں۔"

ثابت ہوا کہ فرشتے غیب نہیں جانتے اور ان آیات سے اس بات کا بھی پتا چلا کہ مخلوق کو اسی بات کا پتا ہے جس کا اسے علم دیا گیا ہے اور مخلوق غیب نہیں جانتی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے پہلے آدم علیہ السلام کو بھی ان چیزوں کے ناموں کا پتا نہ تھا اور یہ اصول ساری مخلوق پر عائد ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ غیب نہ جانتے تھے:

غیب کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق ہم یہاں تین زمانوں کا ذکر کریں گے:

۱۔ نبوت سے پہلے کا زمانہ۔

۲۔ نبوت کا زمانہ۔

۳۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد کا زمانہ۔

۱۔ نبوت سے پہلے کا زمانہ:

قرآن مجید میں ان مقامات پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نبی بننے سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو ان باتوں کا علم نہ تھا:

﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۙ﴾ [الشوریٰ: ۵۲]

''اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے ایک روح تیری طرف بھیجی، تجھ کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ ایمان معلوم تھا لیکن ہم نے قرآن کو ایک نور بنایا، ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں اس قرآن سے راہ پر لگا دیتے ہیں اور بے شک آپ سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔''

﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۙ وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝﴾ [القصص: ٤٤ تا ٤٦]

''اور آپ (اے نبی!) غربی جانب نہیں تھے جب ہم نے موسیٰ کو حکم بھیجا اور نہ اس واقعہ کو دیکھنے والے تھے لیکن ہم نے بہت سی نسلیں پیدا کیں پھر ان پر مدت دراز گزری اور تو (اے نبی!) مدین والوں میں نہیں رہتا تھا کہ انھیں ہماری آیتیں سناتا لیکن ہم رسول بھیجتے رہے اور تو (اے نبی!) طور کے کنارے پر نہ تھا جب ہم نے آواز دی لیکن

تیرے رب کا یہ انعام ہے تاکہ ان لوگوں کو ڈرائے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

﴿وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ [القصص: ۸۶]

''اور تمھیں (اے نبی!) امید نہ تھی کہ تم پر کتاب اتاری جائے گی مگر تمھارے رب کی مہربانی ہوئی پھر تم ہرگز کافروں کی طرف داری نہ کرنا۔''

یعنی طور پر جب ہم نے موسیٰ (ﷺ) سے کلام کیا اور اسے وحی اور رسالت سے نوازا تو اے محمد (ﷺ)! تو نہ وہاں موجود تھا اور نہ یہ منظر دیکھنے والوں میں سے تھا بلکہ یہ غیب کی وہ باتیں ہیں جو ہم وحی کے ذریعے تجھے بتلا رہے ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں کہ تو اللہ کا سچا پیغمبر ہے کیونکہ نہ تو نے یہ باتیں کسی سے سیکھی ہیں نہ خود ہی ان کا مشاہدہ کیا ہے۔ یہ مضمون اور بھی کئی جگہ بیان کیا گیا ہے۔ (مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے آل عمران: ۴۴۔ یونس: ۱۶۔ ھود: ۴۹۔ یوسف: ۳، ۱۰۲۔ الضحیٰ: ۷) (یعنی آپ ﷺ اس وقت حاضر و ناظر نہ تھے)۔

۲۔ نبوت کا زمانہ:

یعنی نبی بننے سے لے کر فوت ہونے تک کا زمانہ۔ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ و آئندہ کے بے شمار واقعات، برزخ اور قبر کے حالات، میدان محشر کے نقشے، جنت اور دوزخ کی کیفیت، الغرض وہ تمام علوم جو آپ ﷺ کے شایان شان تھے، وہ سب آپ ﷺ کو عطا کیے اور ان کا اندازہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ صحیح بخاری کی حدیث کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام، سیدنا خضر علیہ السلام اور چڑیا کے بارے میں آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں۔ یہ مثال محض سمجھانے کے لیے ہے ورنہ مخلوق کے محدود علم کو اللہ تعالیٰ کے غیر محدود علم کے ساتھ کوئی نسبت نہیں۔ (حاشیہ بخاری: ۱/۴۸۲) یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں جگہ جگہ عالم الغیب کا لفظ اللہ تعالیٰ کی خاص صفت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے اور بہت سی جگہ رسول ﷺ سے عالم الغیب ہونے کی نفی کی گئی ہے اور یہ لفظ قرآن و حدیث میں کہیں نہیں آیا کہ رسول اللہ ﷺ عالم الغیب ہیں۔

اسی طرح بہت سی احادیث میں بھی یہ مضمون ارشاد ہوا ہے۔ ان آیات و احادیث کو نقل کیا

جائے تو اس کے لیے ایک ضخیم کتاب بھی کافی نہیں ہوگی اور علمائے اہل سنت و الجماعت کا یہی مسلک ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو عالم الغیب کہنا درست نہیں :

﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ ﴾ [النمل : ٦٥]

''کہہ دو اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا اور انھیں اس کی بھی خبر نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔''

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تھے اس نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا۔[بخاری، کتاب التفسیر (سورة و النجم) باب : ٤٨٥٥]

اب قرآن، صحیح احادیث اور فقہ حنفی کی کتابوں سے کچھ حوالہ جات اس سلسلہ میں درج کیے جاتے ہیں، جن سے کلی طور پر ثابت ہوجاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی میں حاضر و ناظر نہ تھے۔

قرآن وحدیث سے حوالہ جات:

۱۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر افک کا معاملہ، جس کی حقیقت کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے پہلے علم نہ ہوا۔
[دیکھیے النور: ١٦ تا ٢٦ اور بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الإفك : ٤١٤١]

۲۔ شہد کا واقعہ جس میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیویوں نے منصوبہ بندی کی اور اس کے نتیجے میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر شہد حرام فرما لیا، بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری بات بتا دی۔[التحریم : ١ تا ٤ و بخاری، کتاب التفسیر، باب : ﴿ يايها النبي لم تحرم ما أحل الله لك ﴾: ٤٩١٢۔ ٥٢٦٧، ٥٢٦٨]

۳۔ ہم نے کچھ پیغمبروں کا حال تجھ سے بیان کیا، کچھ کا نہ کیا۔ (النساء: ۱۶۴) یاد رہے کہ قرآن کریم میں تو صرف ۲۵ انبیاء و رسل کا ذکر اور ان کی قوموں کے حالات بیان کیے گئے ہیں، جب کہ انبیاء کی کل تعداد بہت زیادہ ہے۔

۴۔ پیغمبروں سے اللہ پوچھے گا تمھیں کیا جواب ملا؟ وہ کہیں گے ہمیں پتا نہیں ہے۔ (المائدۃ: ۱۰۹)

۵۔ اللہ کے سوا کسی کو پتا نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔ (النمل: ۶۵)

۶۔ پانچ غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (لقمان: ۳۴)

۷۔ قیامت کے وقت کا رسول اللہ ﷺ کو پتا نہیں۔ (الاحزاب : ۶۳۔ الشوریٰ : ۱۷۔ الاعراف : ۱۸۷۔ طٰہٰ : ۱۵۔ النمل : ۶۵۔ لقمان : ۳۴۔ حم السجدۃ : ۴۷۔ الزخرف : ۸۵۔ الملک : ۲۵، ۲۶)

۸۔ آپ ﷺ نے وفات سے ایک ماہ پہلے فرمایا قیامت کے وقت کا علم صرف اللہ کو ہے۔

[مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب بيان معنى قوله ﷺ : ((على رأس مائة سنة يبقى نفس منفوسة ممن هو موجود الآن)) : ۲۵۳۸]

۹۔ اللہ کے لشکروں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (المدثر : ۳۱)

۱۰۔ عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا صحابی کا قصہ اور وحی۔ (عبس : ۱ تا ۱۲)

۱۱۔ مدینہ اور اس کے ارد گرد کچھ منافق ہیں، نفاق پر اڑے ہوئے، آپ ان کو نہیں جانتے، ہم جانتے ہیں۔ (التوبہ : ۱۰۱)

۱۲۔ رسول اللہ ﷺ کا آسمانوں پر تشریف لے جانا اور جبریل علیہ السلام سے بار بار پوچھنا یہ کون ہیں۔ پانچ دفعہ پوچھا یہ کون ہیں۔ پھر مجھے جبریل سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے جس کے رنگوں کا مجھے علم نہیں کہ کیسے ہیں۔ [بخاری، کتاب الصلاة، باب کیف فرضت الصلاة فی الإسراء : ۳۴۹، ۴۲۳۳۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ إلى السموات وفرض الصلوات: ۱۶۳]

۱۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں تو فرشتوں نے بتایا کہ یہ مسیح ابن مریم (علیہ السلام) ہیں پھر میں نے ایک شخص کو طواف کرتے دیکھا میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ فرشتوں نے بتایا یہ دجال ہے۔''

[بخاری کتاب التعبیر، باب رؤیا اللیل : ۶۹۹۹۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب ذکر المسیح ابن مریم والمسیح الدجال : ۱۶۹]

۱۴۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جو شخص بھی تم سے یہ تین باتیں بیان کرے وہ جھوٹا ہے کہ (۱) رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا (۲) رسول اللہ ﷺ آنے والے کل کی بات جانتے تھے اور (۳) جو کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ دین میں کوئی بات چھپائی تھی۔

[بخاری، کتاب التفسیر (سورة والنجم) باب : ۴۸۵۵۔ مسلم کتاب الإیمان، باب معنی قول الله عزوجل ﴿ و لقد راٰه نزلة أخرىٰ ﴾ وهل رأى النبي ﷺ ربه ليلة الإسراء : ۱۷۷]

۱۵۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دوزخ میں آنکڑے ہوں گے، ان کے طول و عرض کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب الصراط جسر جهنم : ۶۵۷۳۔ مسلم،

كتاب الإيمان ، باب معرفة طريق الرؤية : ۱۸۲]

۱۶۔ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ غسل کر رہے تھے اور آپ کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پردہ کیے ہوئے تھیں، میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کون ہے؟ میں نے بتایا کہ میں ام ہانی ہوں۔ [بخاری كتاب الغسل، باب التستر فی الغسل عند الناس: ۲۸۰۔ مسلم كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب صلاة الضحى...... الخ : ۳۳٦/۸۲]

۱۷۔ ایک سفر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ اور لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ٹھہر گئے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد ماجد بہت خفا ہوئے، بعد میں اس اونٹ کو کھڑا کیا گیا جس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سوار تھیں تو ہار اسی کے نیچے سے مل گیا۔ [بخاری كتاب التيمم، باب: ۳۳٤، ۳٦۷۲۔ مسلم، كتاب الحيض، باب التيمم : ۳٦۷]

۱۸۔ آپ ﷺ کے مرض الوفات میں جب آپ کا مرض بڑھ گیا تو آپ بار بار بے ہوش ہوئے، جب ہوش آتا تو فرماتے کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ عرض کیا جاتا نہیں، لوگ آپ (ﷺ) کا انتظار کر رہے ہیں۔ ایسا تین بار ہوا۔ [بخاری، كتاب الأذان، باب إنما جعل الإمام ليؤتم به : ٦۸۷۔ مسلم، كتاب الصلاة، باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر من مرض و سفر ...... الخ : ٤١٨]

۱۹۔ رسول اللہ ﷺ نے چالیس یا ستر قرآن کے عالم صحابہ کی ایک جماعت مشرکین کے پاس بھیجی تھی، انھوں نے ان کو شہید کر ڈالا۔ رسول اللہ ﷺ بہت رنجیدہ اور غمگین ہوئے۔

[بخاری، كتاب الوتر، باب القنوت قبل الركوع و بعده : ۱۰۰۱، ۱۳۰۰۔ مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب القنوت فی جميع الصلوات ...... الخ : ٦٧٧۔ ٦٧٧/٣٠١]

۲۰۔ رسول اللہ ﷺ سوئے رہے، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی سوئے رہے، سورج پوری طرح نکل آیا اور صبح کی نماز وقت پر نہ پڑھ سکے۔

[بخاری، كتاب مواقيت الصلاة، باب الأذان بعد ذهاب الوقت : ٥٩٥۔ مسلم، كتاب المساجد باب قضاء الصلاة الفائتة و استحباب تعجيل قضائها : ٦٨٠، ٦٨١]

۲۱۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے۔ اس وقت ایک عورت میرے

پاس بیٹھی تھی۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''یہ کون ہے؟'' میں نے عرض کیا فلاں عورت ہے۔ [بخاری، کتاب التهجد، باب ما يكره من التشديد في العبادة : ١١٥١۔ مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب فضيلة العمل الدائم من قيام الليل وغيره ...... الخ : ٧٨٥/٢٢١]

۲۲۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ بادل کا کوئی ایسا ٹکڑا دیکھتے جس سے بارش کی امید ہوتی تو آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل جاتا اور فرماتے میں نہیں جانتا ممکن ہے یہ بادل بھی ویسا ہی ہو جس کے بارے میں قوم عاد نے کہا تھا کہ یہ بادل ہم پر برسنے والا ہے، حالانکہ اس میں دردناک عذاب تھا۔ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء في قوله : ﴿ و هو الذى يرسل الرياح بُشرًا بين يدى رحمته ﴾ : ٣٢٠٦۔ مسلم، كتاب صلاة الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤية الريح والغيم والفرح بالمطر : ٨٩٩/١٦]

۲۳۔ ایک دفعہ سورج گرہن ہوا تو آپ ﷺ بہت گھبرا کر اٹھے، اس ڈر سے کہ کہیں قیامت نہ قائم ہو جائے۔ [بخاری، کتاب الكسوف، باب الذكر في الكسوف : ١٠٥٩۔ مسلم، كتاب الكسوف، باب ذكر النداء بصلاة الكسوف ((الصلاة جامعة)) : ٩١٢]

۲۴۔ جب آپ ﷺ کی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: ''غسل سے فارغ ہونے پر مجھے خبر دینا۔'' پھر غسل سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ کو خبر دی گئی۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب ما يستحب أن يغسل وترًا : ١٢٥٤، ١٢٥٨۔ مسلم، كتاب الجنائز، باب في غسل الميت : ٩٣٩]

۲۵۔ ایک صحابی یا صحابیہ فوت ہوگئی لیکن رسول اللہ ﷺ کو اس کی وفات کی خبر کسی نے نہ دی۔ ایک دن آپ ﷺ نے خود یاد فرمایا کہ وہ شخص دکھائی نہیں دیتا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اس کا تو انتقال ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تم نے مجھے خبر کیوں نہ دی، چلو مجھے اس کی قبر بتا دو۔''
[بخاری، كتاب الصلاة، باب كنس المسجد و التقاط الخرق و القذى و العيدان : ٤٥٨۔ مسلم، كتاب الجنائز، باب الصلاة على القبر : ٩٥٦]

۲۶۔ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے دیکھا رسول اللہ ﷺ رات کو اکیلے چل رہے تھے، سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلنے لگے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ مڑے، ابوذر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا

اور دریافت فرمایا: ''کون ہے؟'' جناب ابوذر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا ابوذر۔

[بخاری، کتاب الرقاق، باب المکثرون هم المقلون : ٦٤٤٣۔ مسلم، کتاب الزکاة، باب الترغیب فی الصدقة : ٣٣/٩٤، بعد ٩٩١]

٢٧۔ دو عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر آئیں، ان کے سامنے سے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ گزرے۔ انھوں نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے کہا ہمارے لیے یہ مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھیں اور ہمارا نام نہ لینا۔ بلال رضی اللہ عنہ اندر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ دو عورتیں یہ مسئلہ دریافت کرتی ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ دونوں کون ہیں؟'' بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا زینب نام کی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کون سی زینب؟''

[بخاری، کتاب الزکوٰة، باب الزکوٰة علی الزوج والأیتام فی الحجر : ١٤٦٦۔ مسلم، کتاب الزکوٰة، باب فضل النفقة والصدقة علی الأقربین...... الخ : ١٠٠٠]

٢٨۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اپنے گھر جاتا ہوں، وہاں مجھے میرے بستر پر کھجور پڑی ہوئی ملتی ہے، میں اسے کھانے کے لیے اٹھا لیتا ہوں لیکن پھر یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہیں یہ صدقہ کی کھجور نہ ہو تو میں اسے پھینک دیتا ہوں۔'' [بخاری، کتاب فی اللقطة، باب إذا وجد تمرة فی الطریق : ٢٤٣٢۔ مسلم کتاب الزکوٰة، باب تحریم الزکوٰة علی رسول الله ﷺ......الخ : ١٠٧٠]

٢٩۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی کھانے کی چیز لائی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرماتے یہ تحفہ ہے یا صدقہ۔ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے فرماتے کہ کھاؤ۔

[بخاری، کتاب الهبة و فضلها والتحریض علیها، باب قبول الهدیة : ٢٥٧٦۔ مسلم، کتاب الزکوٰة، باب قبول النبی ﷺ الهدیة و ردة الصدقة : ١٠٧٧]

٣٠۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی لیکن پھر بھلوا دی گئی۔'' [بخاری، کتاب فضل لیلة القدر، باب التماس لیلة القدر فی السبع الأواخر : ٢٠١٦۔ مسلم، کتاب الصیام، باب فضل لیلة لقدر والحث علی طلبها ...... الخ : ١١٦٧]

٣١۔ حج کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لائے، وہ رو رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیوں رو رہی ہو؟ میں نے عرض کیا اللہ کی قسم! میں نے اس سال حج نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا شاید کہ تو حائضہ ہوگئی ہے؟ میں نے کہا ہاں!

[بخاری، کتاب الحیض، باب تقضی الحائض......الخ : ٣٠٥۔ مسلم، کتاب الحج،

باب وجوه الإحرام وأنه يجوز إفراد...... الخ : ۱۲۱۱/۱۲۰]

۳۲۔ حج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''تم حلال ہو جاؤ، اگر مجھے وہ بات پہلے معلوم ہو جاتی جو بعد میں معلوم ہوئی تو میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا۔''

[بخاری، کتاب الحج، باب التمتع و القران...... الخ : ۱۵۶۸۔ مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوه الإحرام...... الخ : ۱۲۱٦]

۳۳۔ فتح مکہ کے دن ایک شخص نے آ کر خبر دی کہ ابن خطل غلاف کعبہ کے پردوں سے لٹک رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے قتل کر دو۔ [بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب قتل الأسير و قتل الصبر : ۳۰۴۴۔ مسلم، کتاب الحج، باب جواز دخول مكة......الخ : ۱۳۵۷]

۳۴۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر زردی کا نشان دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ میں نے نکاح کیا ہے۔ [بخاری، کتاب النکاح، باب کیف یدعی...... الخ : ۵۱۵۵۔ مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق و جواز کونه...... الخ : ۱۴۲٦]

۳۵۔ غزوۂ خیبر کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس سیدنا دحیہ رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کی کہ مجھے کوئی باندی عنایت کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ باندی لے لو۔ انھوں نے صفیہ بنت حیی کو لے لیا۔ پھر ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! صفیہ تو سردار کی بیٹی ہے، انھیں آپ (ﷺ) نے دحیہ (رضی اللہ عنہ) کو دے دیا، وہ تو صرف آپ ہی کے لیے مناسب تھیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ دحیہ کو صفیہ کے ساتھ بلاؤ۔ وہ لائے گئے، جب رسول اللہ ﷺ نے انھیں دیکھا تو فرمایا کہ قیدیوں میں سے کوئی اور باندی لے لو۔ پھر آپ ﷺ نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر دیا اور انھیں اپنے نکاح میں لے لیا۔

[بخاری، کتاب الصلاة، باب ما یذکر فی الفخذ : ۳۷۱۔ مسلم، کتاب النکاح، باب فضیلة...... الخ : ۱۳٦۵]

۳٦۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قیدی عورتوں سے عزل کیا پھر انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا حکم پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم واقعی ایسا کرتے ہو۔'' تین مرتبہ یہ فرمایا۔

[بخاری، کتاب النکاح، باب العزل: ۵۲۱۰۔ مسلم، کتاب النکاح، باب حکم العزل: ۱۴۳۸/۱۲۷]

۳۷۔ رسول اللہ ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو وہاں ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔

آپ ﷺ نے دریافت فرمایا عائشہ! یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا یہ میرا رضاعی بھائی ہے۔
[بخاری، کتاب الشهادات، باب الشهادة...... الخ : ٢٦٤٧۔ مسلم، کتاب الرضاع، باب إنما الرضاع من المجاعة ...... الخ : ١٤٥٥]

۳۸۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے شادی کی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کس سے شادی کی ہے؟ میں نے عرض کیا ایک بیوہ عورت سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کنواری سے کیوں نہ کی؟ میں نے عرض کیا میرے والد شہید ہو گئے اور انھوں نے کئی لڑکیاں چھوڑی ہیں، اس لیے میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ ان کے پاس انھی جیسی لڑکی بیاہ لاؤں، اس لیے میں نے ایک ایسی عورت سے شادی کی ہے جو ان کی دیکھ بھال کر سکے۔
[بخاری، کتاب البیوع، باب شراء الدوآب...... الخ : ٢٠٩٧۔ مسلم، کتاب الرضاع، باب استحباب نکاح البکر......الخ : ٥٦/٧١٥، بعد ١٤٦٦]

۳۹۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک صحابی نے شکایت کی کہ اس نے اپنی بیوی کو ایک غیر مرد کے ساتھ تنہائی میں پایا اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اس معاملے کا فیصلہ فرما دیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ! اس معاملہ کو صاف کر دے چنانچہ اس عورت نے بچہ اسی مرد کی شکل کا جنا جس کے متعلق شوہر نے دعویٰ کیا تھا کہ اسے انھوں نے اپنی بیوی کے ساتھ پایا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے میاں بیوی کے درمیان لعان کرایا۔ [بخاری، کتاب الطلاق، باب قول الإمام...... الخ : ٥٣١٦۔ مسلم، کتاب اللعان : ١٤٩٧]

۴۰۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ بیمار پڑا، رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ پیدل میری عیادت کو تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں اپنے مال میں کیا کروں، کس طرح اس کا فیصلہ کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا، یہاں تک کہ میراث کی آیت نازل ہوئی۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿یوصیکم الله﴾...... الخ : ٤٥٧٧۔ مسلم، کتاب الفرائض، باب میراث الكلالة : ١٦١٦]

۴۱۔ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ان کے والد انھیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام بطور ہبہ دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا ایسا ہی غلام دوسرے لڑکوں کو بھی دیا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں

تو آپ نے فرمایا پھر واپس لے لے۔ [بخاری، کتاب الھبة و فضلھا، باب الھبة للولد : ۲۵۸۶۔ مسلم، کتاب الھبات، باب کراھة تفضیل......الخ : ۱۶۲۳]

۴۲۔ ایک قبیلہ کے آٹھ افراد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے اسلام پر بیعت کی، وہ بیمار پڑ گئے تو آپ نے ان سے کہا ہمارے چرواہے کے ساتھ اونٹوں میں چلے جاؤ، اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیو۔ وہ گئے، اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیا اور صحت مند ہو گئے۔ پھر انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا اور جانور بھگا کر لے گئے۔ اس کی اطلاع جب رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ نے ان کی تلاش میں آدمی بھیجے، وہ پکڑے گئے اور لائے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو سزا دی۔ [بخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب إذا حرق المشرك......الخ : ۳۰۱۸۔ مسلم، کتاب القسامة والمحاربین، باب حکم المحاربین والمرتدین : ۱۶۷۱/۱۰]

۴۳۔ جنگ بدر کے دن دو لڑکوں نے اپنی تلواریں سنبھالیں اور ابو جہل پر جھپٹ پڑے اور حملہ کر کے اس کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کو خبر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ تم دونوں میں سے کس نے اسے مارا؟ دونوں نوجوانوں نے کہا کہ میں نے قتل کیا ہے تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کیا تم نے اپنی تلواریں صاف کر لی ہیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ نہیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے دونوں تلواروں کو دیکھا اور فرمایا کہ تم دونوں ہی نے اسے مارا ہے۔

[بخاری کتاب فرض الخمس، باب من لم یخمس الأسلاب : ۳۱۴۱۔ مسلم، کتاب الجھاد، باب استحقاق القاتل ...... الخ : ۱۷۵۲]

۴۴۔ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ خندق سے واپس ہوئے اور ہتھیار رکھ کر غسل کیا تو جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے اور وہ اپنے سر سے غبار جھاڑ رہے تھے۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا آپ نے ہتھیار رکھ دیے، اللہ کی قسم! ابھی میں نے ہتھیار نہیں اتارے، آپ کو ان پر فوج کشی کرنی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کن پر؟ تو انھوں نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی ﷺ من الأحزاب و مخرجه إلی...... الخ : ۴۱۱۷۔ مسلم، کتاب الجھاد، باب جواز قتال من نقض العهد

وجواز إنزال...... الخ : ١٧٦٩]

۴۵۔ جنگ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون دیکھ کر آئے گا کہ ابوجہل کا کیا ہوا ہے؟ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ معلوم کرنے گئے تو دیکھا کہ عفراء کے دونوں لڑکوں نے اسے قتل کر دیا تھا اور اس کا جسم ٹھنڈا پڑا ہے۔ [بخاری کتاب المغازی، باب قتل أبی جهل : ٣٩٦٢۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب قتل أبی جهل : ١٨٠٠]

۴۶۔ رسول اللہ ﷺ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے، انھوں نے بھنا ہوا سانڈا آپ کی خدمت میں پیش کیا، ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ آپ کسی کھانے کے لیے اس وقت تک ہاتھ بڑھائیں جب تک آپ کو اس کے متعلق بتا نہ دیا جائے کہ فلاں کھانا ہے لیکن اس دن آپ نے بھنے ہوئے سانڈے کے گوشت کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اتنے میں وہاں موجود عورتوں میں سے ایک عورت نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو بتا کیوں نہیں دیتیں کہ اس وقت آپ ﷺ کے سامنے جو تم نے پیش کیا ہے وہ سانڈا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ سانڈے سے ہٹا لیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بولے اے اللہ کے رسول! کیا سانڈا احرام ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' [بخاری، کتاب الذبائح، باب الضب : ٥٥٣٧۔ مسلم ، کتاب الصید و الذبائح، باب إباحة الضب : ١٩٤٦]

۴۷۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک صاحب بھوکے حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے انھیں ازواج مطہرات کے ہاں بھیجا (تاکہ ان کو کھانا کھلا دیں) ازواج مطہرات نے کہلا بھیجا کہ ہمارے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کون ان کی مہمان نوازی کرے گا؟ ایک انصاری صحابی بولے کہ میں کروں گا۔ [بخاری کتاب التفسیر، باب قوله ﴿ ویؤثرون علی أنفسهم ﴾ : ٤٨٨٩، ٣٧٩٨۔ مسلم، کتاب الأشربة، باب إکرام الضیف ......الخ : ٢٠٥٤]

۴۸۔ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو واقعہ کی اطلاع دی۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا: ''تم نے رات ہم بستری بھی کی تھی؟'' انھوں نے عرض کیا جی ہاں! پھر آپ نے دعا کی تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاں بچہ پیدا ہوا، اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ ﷺ نے بچہ کو لیا اور دریافت فرمایا:

''اس کے ساتھ کوئی چیز بھی ہے؟'' کہا گیا ہاں کھجوریں ہیں۔ [بخاری، كتاب العقيقة، باب تسمية المولود ...... الخ : ٥٤٧٠۔ مسلم، كتاب الآداب، باب استحباب تحنيك المولود...... الخ : ٢١٤٤/٢٣]

۴۹۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کون ہے؟'' میں نے کہا میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں، میں۔'' جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند فرمایا۔ [بخاری، كتاب الاستئذان، باب إذا قال من ذا ؟...... الخ : ٦٢٥٠۔ مسلم، كتاب الآداب، باب كراهة قول المستأذن ...... الخ : ٢١٥٥]

۵۰۔ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے سوراخ سے اندر جھانکنے لگا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوہے کا کنگھا تھا، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر جھاڑ رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو فرمایا: ''اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم (جھانکتے ہوئے) میرا انتظار کر رہے ہو تو میں اسے تمھاری آنکھ میں چبھو دیتا۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اجازت لینے کا جو حکم دیا گیا وہ اسی لیے ہے کہ نظر نہ پڑے۔'' [بخاری، كتاب الاستئذان، باب الاستئذان من أجل البصر : ٦٢٤١۔ مسلم، كتاب الآداب، باب تحريم النظر فى...... الخ : ٢١٥٦]

۵۱۔ ایک یہودی عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زہر ملا بکری کا گوشت لائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ کھایا پھر جب اس عورت کو لایا گیا تو اس نے زہر کا اقرار کر لیا تو کہا گیا کہ کیوں نہ اسے قتل کر دیا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں۔'' سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس زہر کا اثر میں نے ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تالو میں محسوس کیا۔ [بخاری، كتاب الهبة و فضلها، باب قبول الهدية من المشركين : ٢٦١٧۔مسلم، كتاب السلام، باب السهم : ٢١٩٠]

۵۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طویل خواب جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب بیان کرتے ہوئے صبح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''رات کو میرے پاس دو آنے والے آئے، وہ مجھے ایک لیٹے ہوئے شخص کے پاس لے گئے...... میں نے ان دونوں سے پوچھا: ''سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟'' مجھ سے انھوں نے کہا آگے بڑھیے اور ہم ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو پیٹھ کے بل لیٹا ہوا تھا...... میں نے کہا: ''سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟'' انھوں نے کہا آگے چلیے، پھر ہم ایک تنور نما گڑھے پر آئے...... میں نے ان دونوں سے پوچھا: ''یہ کون لوگ ہیں؟''

انھوں نے کہا آگے چلیے۔ پھر ہم ایک نہر پر آئے......میں نے ان دونوں سے پوچھا: "یہ کون ہے؟" انھوں نے کہا کہ آگے چلیے۔ پھر ہم ایک نہایت بدصورت آدمی کے پاس پہنچے...... میں نے ان دونوں سے کہا: "یہ کیا ہے؟" انھوں نے کہا آگے چلیے۔ پھر ہم ایک باغ میں پہنچے......میں نے پوچھا: "یہ کون ہے؟ یہ بچے کون ہیں؟" انھوں نے کہا آگے چلیے۔ پھر ہم ایک عظیم الشان باغ میں پہنچے...... پھر انھوں نے کہا ہم آپ کو بتائیں گے۔

[بخاری، کتاب التعبیر، باب تعبیر الرؤیا......الخ : ۷۰۴۷۔ مسلم، کتاب الرؤیا، باب رؤیا النبی ﷺ : ۲۲۷۵]

۵۳۔ ایک رات مدینہ پر (ایک آواز سن کر) بڑا خوف چھا گیا۔ لوگ اس آواز کی طرف بڑھے لیکن رسول اللہ ﷺ سب سے آگے تھے اور آپ ﷺ ہی نے واقعہ کی تحقیق کی۔

[بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الحمائل و تعلیق......الخ : ۲۹۰۸، ۲۶۲۷۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب شجاعته ﷺ : ۲۳۰۷]

۵۴۔ ایک یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ آپ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک نے مجھے طمانچہ مارا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کس نے؟" اس نے کہا ایک انصاری نے۔

[بخاری، کتاب الخصومات، باب ما یذکر...... الخ : ۲۴۱۲۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسیٰ ﷺ : ۲۳۷۴]

۵۵۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: "سب سے شریف کون ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "جو سب سے پرہیز گار ہے۔" صحابہ نے عرض کیا: "ہم آپ (ﷺ) سے اس کے متعلق نہیں پوچھتے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر اللہ کے نبی یوسف بن نبی ابن نبی ابن خلیل اللہ۔" صحابہ نے کہا: "ہم اس کے متعلق نہیں پوچھتے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "عرب کے خاندانوں کے متعلق پوچھتے ہو؟ سنو! جاہلیت میں جو شریف تھے اسلام میں بھی وہ شریف ہیں جبکہ دین کی سمجھ انھیں آجائے۔" [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول الله تعالٰی لقد کان فی یوسف......الخ : ۳۳۸۳۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل یوسف ﷺ : ۲۳۷۸]

۵۶۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا خضر علیہ السلام کا طویل قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: "اللہ موسیٰ پر رحم فرمائے! ہماری تمنا تھی کہ موسیٰ (علیہ السلام) کچھ دیر اور صبر کرتے تو مزید واقعات

ان دونوں کے بیان کیے جاتے۔" [بخاری، کتاب العلم، باب ما یستحب للعالم ...... الخ : ۱۲۲۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل خضر ﷺ : ۲۳۸۰]

۵۷۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں جنت میں گیا، وہاں میں نے ایک محل دیکھا؟ میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ فرشتوں نے بتایا یہ عمر (رضی اللہ عنہ) کا محل ہے۔" [بخاری، کتاب النکاح، باب الغیرة : ۵۲۲۶، ۳۶۷۹۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل عمر رضی الله عنه : ۲۳۹۴]

۵۸۔ رسول اللہ ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے، دیکھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ گھر میں موجود نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: "تمھارے چچا کے بیٹے کہاں ہیں؟" سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ان کے درمیان کچھ ناگواری پیش آگئی اور وہ مجھ سے ناراض ہو کر کہیں باہر چلے گئے ہیں اور میرے یہاں قیلولہ بھی نہیں کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے کہا: "علی (رضی اللہ عنہ) کو تلاش کرو کہ کہاں ہے؟" وہ آئے اور بتایا کہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔ پھر آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ [بخاری، کتاب الصلاة، باب نوم الرجال ......الخ : ٤٤١۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علی بن أبی طالب رضی الله عنه : ۲٤۰۹]

۵۹۔ غزوۂ خندق کے دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دشمن کے لشکر کی خبر میرے پاس کون لا سکتا ہے؟" سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں۔ [بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب هل یبعث الطلیعة : ۲۸٤٦، ۳۷۱۹، ٤۱۱۳۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل طلحة والزبیر رضی الله عنهما : ۲٤۱۵]

۶۰۔ رسول اللہ ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے آنگن میں بیٹھ گئے اور فرمایا: "وہ بچہ کہاں ہے؟" آپ ﷺ حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھ رہے تھے۔ [بخاری، کتاب اللباس، باب السخاب للصبیان: ۵۸۸٤، ۲۱۲۲۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل الحسن و الحسین رضی الله عنهما : ۲٤۲۱/۵۷]

۶۱۔ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کی وفات ہوئی (سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا جو عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں اور ۹ ہجری میں فوت ہوئیں) آپ ﷺ قبر پر بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو

پھر آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! کوئی تم میں سے ایسا بھی ہے جو آج رات عورت کے پاس نہ گیا ہو۔'' ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر اترو۔'' وہ ان کی قبر میں اترے۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب من یدخل قبر المرأة : ۱۳٤۲]

۶۲۔ قرآن میں اللہ نے جہاں ﴿ مَا اَدْرَاكَ ﴾ فرمایا ہے وہ بات رسول اللہ ﷺ کو بتا دی اور جہاں ﴿ مَا يُدْرِيكَ ﴾ فرمایا وہ نہیں بتائی۔ [بخاری، کتاب فضل لیلة القدر، باب فضل لیلة القدر (من قول سفیان بن عیینة)] ملاحظہ ہو (الاحزاب: ۶۳۔ الشوریٰ: ۱۷۔ عبس: ۳۔ المطففین: ۸، ۱۹)

۶۳۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا مکمل قصہ ایک طویل حدیث میں ہے۔ آپ ﷺ نے تہمت کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے یہ صلاح کی: ''کیا میں عائشہ کو چھوڑ دوں۔'' آگے جا کر ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''مجھے تیری طرف سے ایسی ایسی خبر پہنچی ہے، اگر تو پاک دامن ہے تو اللہ تعالیٰ تیری پاکدامنی کھول دے گا اور جو تو پھنس گئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگ، توبہ کر۔'' یہ معاملہ چلتا رہا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں وحی اتار کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو پاکدامن قرار دیا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الإفك : ٤١٤١]

۶۴۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک دو دفعہ نماز کی رکعات امامت میں کم پڑھا دیں۔ بعد میں صحابہ کے عرض کرنے پر فرمایا: ''میں بھی بھول جاتا ہوں جیسے تم بھول جاتے ہو، پھر جب میں بھولوں تو مجھے یاد دلا دیا کرو۔'' [بخاری، کتاب الصلاة، باب التوجه نحو القبلة حیث کان: ٤٠١]

۶۵۔ ایک شخص جو رات کو دفن کر دیا گیا، آپ ﷺ اپنے صحابہ سمیت کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے پوچھا: ''یہ کس کی قبر ہے؟'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب الصلاة علی القبر بعد ما یدفن: ۱۳۳٦]

۶۶۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہو جائیں گے، میں بھی بے ہوش ہو جاؤں گا اور سب سے پہلے مجھ کو ہوش آئے گا، میں کیا دیکھوں گا کہ موسیٰ (علیہ السلام) عرش کا کونا تھامے کھڑے ہیں۔ اب میں نہیں جانتا کہ وہ بھی بے ہوش ہو کر مجھ سے پہلے ہوش میں آ جائیں گے یا ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوشی سے مستثنیٰ رکھا ہے۔''

[بخاری، کتاب الرقاق، باب نفخ الصور: ٦٥١٧]

٦٧۔ عثمان بن مظعون وفات پا گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں اللہ کا پیغمبر ہوں مگر میں یہ نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمھارا کیا حال ہوگا۔'' [بخاری، کتاب التعبیر، باب العین الجاریة فی المنام: ٧٠١٨]

٦٨۔ ستر قاریوں کے بارے میں حدیث میں ہے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ نے بنی عامر کی طرف بھیجا اور لوگوں نے انھیں شہید کر ڈالا۔ پھر سیدنا جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ان قاریوں کا حال بیان کیا کہ وہ اپنے مالک سے مل گئے۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے چالیس دن تک قاتلوں کے لیے بد دعا کی۔ آپ ﷺ فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے۔ [بخاری، کتاب الجهاد و السیر، باب من ینکب...... الخ: ٢٨٠١]

٦٩۔ حدیبیہ کے دن سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی پھر ایک درخت کے سائے میں چلا گیا۔ جب لوگوں کا ہجوم کم ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اکوع کے بیٹے! تو بیعت نہیں کرتا۔'' میں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول (ﷺ)! میں بیعت کر چکا ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''دوبارہ سہی۔'' میں نے دوسری بار پھر آپ ﷺ سے بیعت کی۔

[بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب البیعة فی الحرب ...... الخ: ٢٩٦٠]

٧٠۔ رسول اللہ ﷺ نے دس آدمیوں کو جاسوسی کے لیے روانہ کیا۔ ان کا سردار سیدنا عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو بنایا، سات شہید ہو گئے تین بچ گئے۔ انھوں نے دعا کی کہ یااللہ! ہماری خبر ہمارے پیغمبر ﷺ کو پہنچا دے۔ بعد میں باقی دو بھی شہید ہو گئے اور سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ قیدی بن گئے، پھر ان کو بھی شہید کر دیا گیا۔ [بخاری، کتاب الجهاد و السیر، باب هل یستأسر الرجل ...... الخ: ٣٠٤٥]

٧١۔ جنگ حنین میں رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت تقسیم کیا تو ایک انصاری شخص کہنے لگا اللہ کی قسم! اس تقسیم سے تو اللہ کی رضا مندی کی غرض نہ تھی۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بات سن کر کہا کہ میں تو اس کی خبر رسول اللہ ﷺ کو کر دوں گا۔ آخر وہ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ اپنے اصحاب میں تشریف فرما تھے۔ انھوں نے چپکے سے یہ بات آپ ﷺ کو عرض کر دی۔ آپ ﷺ کو بہت شاق گزرا، چہرے کا رنگ بدل گیا، اتنے غصے

میں آ گئے یہاں تک کہ میں نے آرزو کی کاش! میں نے آپ ﷺ کو خبر نہ کی ہوتی۔
[بخاری، کتاب الآداب، باب الصبر فی الأذی ......الخ : ٦١٠٠]

۷۲۔ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے روزے رکھنے کا حال بیان کردیا (وہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے)۔ آپ ﷺ یہ سن کر ان کے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تجھ کو ہر مہینے میں تین روزے کافی نہیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھ میں زیادہ طاقت ہے اور کئی سوال و جواب کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ''داؤد (علیہ السلام) پیغمبر کے روزے سے کوئی روزہ افضل نہیں (یعنی ایک دن روزہ ایک دن افطار)۔'' [بخاری، کتاب الصوم، باب صوم الدهر : ١٩٧٦، ١٩٧٧]

۷۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن میں عرش کے نیچے آؤں گا اور اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑوں گا۔ پھر اللہ کی ایسی حمد وثنا بیان کروں گا کہ آج میں اس پر قادر نہیں، اسی وقت وہ حمد مجھے اللہ تعالیٰ القا کرے گا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب أدنی أهل الجنة...... الخ : ٣٢٦/١٩٣]

۷۴۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ میرے یہاں تھے۔ آپ بستر پر لیٹ گئے کچھ دیر بعد آہستہ سے دروازہ کھولا اور باہر نکل گئے۔ میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے چل دی۔ آپ ﷺ بقیع پہنچے اور دیر تک کھڑے رہے پھر آپ ﷺ لوٹے۔ آپ ﷺ گھر آ گئے اور میں بھی گھر آ گئی۔ مگر آپ ﷺ سے پہلے آئی اور آتے ہی لیٹ گئی۔ آپ ﷺ داخل ہوئے اور فرمایا: ''اے عائشہ! کیا ہوا، کیوں سانس چڑھ رہا ہے اور پیٹ پھول رہا ہے۔'' میں نے عرض کیا کچھ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم خود ہی بتلا دو ورنہ اللہ مجھے بتلا دے گا۔'' میں نے آپ ﷺ سے صورتحال بیان کی۔ آپ نے فرمایا: ''وہ کالی کالی چیز جو مجھے اپنے آگے نظر آتی تھی، وہ تم ہی تھیں!'' میں نے عرض کیا: ''جی ہاں!'' [مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال ...... الخ : ١٠٣/٩٧٤]

اس سے ان لوگوں کی بھی نفی ہوئی جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے نور میں سے نور ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کو اندھیرے میں صاف نظر آ جاتیں۔

۷۵۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے جو مرد کو اپنی بیوی سے

ہوتا ہے، انھوں نے عرض کی میں حائضہ ہوں۔ [مسلم، کتاب الحج، باب وجوب طواف...... الخ : ۳۸۶/۱۲۱۱، بعد ۱۳۲۸]

۷۶۔ ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''یہ کون سا وفد ہے اور کون سی جماعت ہے؟'' اہل وفد نے عرض کیا: ''خاندان ربیعہ۔''
[مسلم، کتاب الإیمان، باب الأمر بالإیمان...... الخ : ۱۷/۲۴]

۷۷۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جبرئیل علیہ السلام نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سے آنے کا وعدہ کیا پھر وہ وقت آ گیا مگر جبرئیل نہ آئے۔ اس وقت آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک میں ایک لکڑی تھی، آپ ﷺ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ خلاف نہیں کرتا، نہ اس کے ایلچی وعدہ خلاف کرتے ہیں۔'' پھر آپ ﷺ نے ادھر ادھر دیکھا ایک کتے کا بچہ تخت چارپائی کے نیچے دکھلائی دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! یہ اس جگہ کب آیا۔'' انھوں نے کہا اللہ کی قسم! مجھے خبر نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا وہ باہر نکالا گیا۔ اسی وقت جبرئیل آئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا اور میں تمھارے انتظار میں بیٹھا تھا لیکن تم نہیں آئے۔'' انھوں نے کہا: ''یہ کتا جو آپ ﷺ کے گھر میں تھا اس نے مجھے روک رکھا تھا، ہم اس گھر میں نہیں جاتے جس کے اندر کتا ہو یا تصویر۔'' [مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم تصویر...... الخ : ۲۱۰۴]

۷۸۔ آپ ﷺ کی لونڈی کو ایک شخص سے لوگ تہمت لگاتے تھے۔ آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''جا اور اس شخص کی گردن مار۔'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے۔ دیکھا کہ وہ ٹھنڈک کے لیے ایک کنویں میں غسل کر رہا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا نکل، وہ باہر نکلا تو دیکھا کہ اس کا عضو تناسل کٹا ہوا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کو نہ مارا پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا اس کا ذکر (عضو تناسل) نہیں ہے۔ [مسلم، کتاب التوبۃ، باب براءۃ حرم النبی ﷺ من الریبۃ : ۲۷۷۱]

۳۔ فوت ہونے کے بعد نبی ﷺ سے علم غیب کی نفی:

فوت ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو غیب کا علم نہیں ہے اور نہ ہی آپ ﷺ حاضر و ناظر ہیں:

ا۔ ایک عورت آپ کے پاس آئی آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر آنا۔'' اس نے کہا: ''بتلایئے! اگر میں آؤں اور آپ نہ ملیں۔'' یعنی آپ ﷺ کی وفات ہو جائے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں نہ ہوا تو ابوبکر کے پاس آنا۔'' [بخاری، کتاب الأحکام، باب الاستخلاف: ۷۲۲۰]
یہ نہیں فرمایا کہ میری قبر پر آ جانا، عرض کرنا، تمھارا کام ہو جائے گا۔ جیسا کہ آج کل لوگ قبروں پر جا کر صاحب قبر سے کہتے ہیں، ایسا کرنا سراسر غلط ہے۔

۲۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب قحط پڑتا تو وہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعے دعا کرتے اور کہتے: ''یا اللہ! ہم پہلے تیرے پاس اپنے پیغمبر (ﷺ) کا وسیلہ لایا کرتے تو تو پانی برساتا تھا، اب اپنے پیغمبر (ﷺ) کے چچا (رضی اللہ عنہ) کا وسیلہ لائے ہیں، ہم پر پانی برسا۔'' راوی نے کہا پھر پانی برسا۔ [بخاری، کتاب الإستسقاء، باب سؤال الناس الإمام ...... الخ: ۱۰۱۰] اسی طرح فوت ہونے سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: ''کاغذ لاؤ میں تمھیں لکھوا دوں، کبھی گمراہ نہ ہو گے۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب کتابة العلم: ۱۱۴]
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی قبر پر جا کر آپ ﷺ سے رابطہ نہیں کیا یعنی جائز وسیلہ زندہ سے دعا کروانا ہے، مردہ سے نہیں اور آپ ﷺ کے فوت ہونے کے بعد آپ ﷺ سے رابطہ نہیں ہوسکتا، جبھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کاغذ لاؤ۔'' ورنہ آپ ﷺ فرماتے میرے فوت ہونے کے بعد قبر میں مجھ سے رابطہ کر لینا۔

۳۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں قیامت کے دن اپنے حوض کوثر پر ہوں گا، میں تم لوگوں کا پیش خیمہ ہوں گا، جو شخص وہاں آئے گا وہ اس میں سے پیے گا اور جو اس میں سے پیے گا وہ پھر کبھی پیاسا نہ ہو گا اور کچھ لوگ حوض پر ایسے آئیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھ کو پہچانتے ہوں گے اور پھر مجھ میں اور ان میں آڑ (رکاوٹ) کر دی جائے گی، میں کہوں گا یہ لوگ تو میری امت کے ہیں۔ ارشاد ہو گا تم نہیں جانتے، انھوں نے تمھارے بعد کیا کیا نئی باتیں نکالیں۔ اس وقت میں کہوں گا جس شخص نے میرے بعد دین بدل ڈالا وہ دور ہو، وہ دور ہو۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض: ۶۵۸۳، ۶۵۸۴]
اس حدیث کے الفاظ ''تم نہیں جانتے انھوں نے تمھارے بعد کیا کیا نئی باتیں نکالیں'' قابل غور ہیں۔ یعنی اس وقت رسول اللہ ﷺ کو پتا نہیں کہ میری امت کے کون کون سے لوگ دین

میں ردو بدل کر رہے ہیں۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اللہ کے سامنے ننگے پاؤں، ننگے بدن، بے ختنہ حشر کیے جاؤ گے۔ پھر سب سے پہلے قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔ سن لو! میری امت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے، فرشتے ان کو پکڑ کر بائیں طرف والوں (یعنی دوزخیوں) میں لے جائیں گے۔ میں عرض کروں گا اے رب! یہ تو میرے امتی ہیں۔ ارشاد ہوگا، تم نہیں جانتے انھوں نے تمھاری وفات کے بعد کیا کیا۔ اس وقت میں وہی کہوں گا جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے عیسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: میں جب تک ان لوگوں میں رہا ان کا حال دیکھتا رہا...... الحکیم تک (المائدۃ: ۱۱۷، ۱۱۸) ارشاد ہوگا یہ لوگ اپنی ایڑیوں کے بل اسلام سے پھرے رہے جب تو (ﷺ) ان سے جدا ہوا۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ......الخ: ۳۳۴۹۔ مسلم، کتاب الجنة و نعیمها، باب فناء الدنیا...... الخ: ۲۸۶۰/۵۸]

اس حدیث میں پچھلی حدیث والے الفاظ ملاحظہ ہوں کہ تم نہیں جانتے کہ انھوں نے تمھاری وفات کے بعد کیا کیا۔

۵۔ ایک انصاری نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ (ﷺ) مجھے کوئی عہدہ نہیں دیتے جیسے فلاں شخص کو آپ (ﷺ) نے دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم انصار میرے بعد حق تلفی دیکھو گے تو صبر کیے رہنا یہاں تک کہ تم مجھ سے مل جاؤ اور تمھارے ملنے کا مقام حوض کوثر ہو گا۔'' [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب قول النبی ﷺ للأنصار...... الخ: ۳۷۹۲] یعنی اس سے پہلے رابطہ نہیں ہوسکتا۔

۶۔ اور فقہ حنفی کی مشہور کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ جس شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا اور یہ کہا کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گواہ بناتے ہیں تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب جانا، حالانکہ علم غیب اللہ تعالیٰ کو خاص ہیں۔ (النحل: ۶۵) (درمختار: ۲/ص ۱۴)

آج کل کے لوگوں کے عقائد سے اس بات کا موازنہ کریں جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حاضر و ناظر ہیں۔

۷۔ علماء نے تصریح کر دی کہ جو کوئی دعویٰ کرے کہ نبی علم غیب جانتے ہیں تو وہ کافر ہے، اللہ کے اس فرمان کی وجہ سے: ﴿لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ [النمل: ٦٥]

[مقدمہ هدایہ اردو: ص ٥٩]

۸۔ علم غیب اللہ کے سوا کسی مخلوق کو نہیں۔ (درمختار و مقدمہ ہدایہ اردو، ایضاً) (المجادلہ: ۶،۷)

مسئلہ حاضر و ناظر:

۹۔ کچھ کلمہ گو لوگوں کا کہنا کہ چونکہ آپ ﷺ کو قرآن میں شہید یعنی گواہ کہا گیا ہے اور گواہ وہی ہوتا ہے جو سب کچھ دیکھ رہا ہو، لہٰذا آپ ﷺ عالم غیب ہیں اور سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔ ان کے لیے اطلاعاً عرض ہے شہید یعنی گواہ کا لفظ آپ کی ساری امت پر بھی قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ (البقرۃ: ۱۴۳۔ الحج: ۷۸) اب کیا کوئی مسلمان امت محمدیہ میں حاظر و ناظر کی صفت رکھتا ہے یا یہ صاحبان جو حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھتے ہیں یہ بھی اپنے عقیدے کے مطابق حاظر و ناظر ٹھہرے تو ان میں سے کوئی ایک بتا دے کہ لندن یا نیو یارک یا ان کے گھر کے باہر یا بازار میں کیا ہو رہا ہے، بلکہ ان آیات کی تفسیر بخاری میں موجود ہے کہ آپ ﷺ اور آپ کی امت قوم نوح پر گواہی دے گی اور یہ گواہی قرآن کی بنیاد پر ہوگی۔ [بخاري، كتاب الإعتصام بالكتاب والسنة، باب قوله تعالى ﴿ وكذلك جعلنكم أمة وسطا ﴾الخ : ٧٣٤٩]

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفیل میں فرمایا:

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ﴾ [الفيل: ١]

”(اے پیغمبر!) تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟“

اور کہتے ہیں کہ یہ واقعہ آپ ﷺ کی پیدائش سے پہلے پیش آیا، اس لیے آپ اس واقعہ کو دیکھ رہے تھے۔ ان صاحبان کا ان آیات کے بارے میں کیا خیال ہے:

﴿اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ﴾ [الأنعام: ٦]

”کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کر دیں۔“

کیا مشرکین دیکھ رہے تھے جب اللہ تعالیٰ نے پہلی امتوں کو ہلاک کیا۔ ان آیات سے ان لوگوں کے باطل عقیدہ کی تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ ہاتھی والوں کا واقعہ رسول اللہ ﷺ دیکھ

رہے تھے۔

کلمۂ شہادت:

ہر مسلمان کلمۂ شہادت پڑھتا ہے یعنی کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور رسول ہیں لیکن گواہی دینے والا اپنے آپ کو حاضر و ناظر نہیں سمجھتا یعنی یہ نہیں سمجھتا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو دیکھ رہا ہے یعنی گواہی دینے کے لیے حاضر و ناظر ہونا ضروری نہیں۔

۱۰۔ عیسیٰ علیہ السلام کو بھی قرآن میں شہید یعنی گواہ کہا گیا ہے (النساء: ۱۵۹) اور شہید کے معنی ناظر یہ لوگ لیتے ہیں۔ اس کی عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن میں تردید بھی موجود ہے۔ (المائدۃ: ۱۱۶، ۱۱۷) اور عزیر علیہ السلام بلکہ ہر نبی کو قرآن میں شہید یعنی گواہ کہا گیا ہے:

﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾

[النساء: ٤١]

"جب ہم ہر امت میں سے گواہ بلائیں گے اور تمھیں ان پر گواہ کر کے لائیں گے، تو وہ وقت کیسا ہوگا۔"

یعنی ہر امت پر اس کا نبی قیامت کے دن گواہ ہوگا اور پھر ساری امتوں پر ہمارے رسول (ﷺ) گواہ ہوں گے۔ (مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے القصص: ۷۵) اور حاضر و ناظر کہنے والے ان صاحبان کے معنوں کی قرآن میں تردید موجود ہے:

﴿أَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ أَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَأَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ إِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ إِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ۖ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [البقرة: ٢٥٩]

"کیا تو نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو ایک شہر پر گزرا اور وہ اپنی چھتوں پر گرا ہوا تھا، کہا اسے اللہ مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے سو برس تک مار

ڈالا۔ پھر اسے اٹھایا کہا کہ تو یہاں کتنی دیر رہا۔ کہا ایک دن یا اس سے کچھ کم رہا۔ فرمایا بلکہ تو سو برس رہا ہے، اب تو اپنا کھانا اور پینا دیکھ، کیا وہ سڑا نہیں اور اپنے گدھے کو دیکھ، ہم نے تجھے لوگوں کے واسطے نمونہ بنانا چاہا ہے اور ہڈیوں کی طرف دیکھ کہ انھیں کس طرح ابھار کر جوڑ دیتے ہیں پھر ان پر گوشت پہناتے ہیں۔ پھر اس پر جب یہ حال ظاہر ہوا تو کہا میں یقین کرتا ہوں کہ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔''

یعنی عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سو سال کے لیے موت دے دی۔ جب ان کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے جناب عزیر (علیہ السلام) سے پوچھا کہ تم یہاں کتنی دیر رہے تو انھوں نے عرض کی کہ میں یہاں ایک دن یا ایک دن سے کم رہا ہوں، حالانکہ وہ سو سال موت کی حالت میں رہے اور اللہ کے اس پیغمبر کو یہ بھی پتا نہ تھا کہ دنیا میں سو سال گزر چکے ہیں۔

۱۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہونے سے متصل پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ یہ تھے: ((اَللّٰهُمَّ بِالرَّفِيْقِ الْأَعْلٰى)) ''یا اللہ! بلند رفیقوں میں رکھ۔'' یعنی نبیوں اور فرشتوں کے ساتھ۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب آخر ما تکلم به النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ٤٤٦٣]

۱۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہونے کے بعد سب سے پہلے یہ واقعہ پیش آیا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو کوئی یہ کہے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو میں اس کا سر تلوار سے کاٹ دوں گا پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور لوگوں سے فرمایا: ''تم میں سے جو کوئی اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پوجا کرتا تھا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو جو کوئی اللہ کی پوجا کرتا ہے تو یاد رکھے اللہ ہمیشہ زندہ ہے، کبھی مرنے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ خود قرآن میں فرماتے ہیں: ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کچھ نہیں وہ تو صرف اللہ کے رسول ہیں، ان سے پہلے کئی رسول آ چکے ہیں۔'' اخیر آیت تک (آل عمران: ۱۴۴) سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہی آیت پڑھ رہے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''جب میں نے یہ آیت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) سے سنی تو مجھ کو معلوم ہوا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔'' [بخاری کتاب، المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم و وفاته: ٤٤٥٤، ١٢٤١، ١٢٤٢]

ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما یا کسی صحابی نے یہ نہیں کہا کہ گھبراؤ نہیں ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رابطہ کر لیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہو گیا۔

۱۳۔ جب ولید بن عبدالملک کے عہد حکومت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی دیوار گری، اس کو

بنانے لگے تو ایک ٹانگ دکھائی دی، لوگ گھبرا گئے۔ سمجھے آپ ﷺ کا قدم مبارک ہے اور کسی ایسے شخص کو نہ پایا جو اس کو پہچانتا ہو، یہاں تک کہ سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! یہ رسول اللہ ﷺ کا قدم مبارک نہیں بلکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔
[بخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی قبر النبی ﷺ و أبی بکر و عمر رضی الله عنهما : ۱۳۹۰]
ثابت ہوا کہ سلف کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ یا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی قبر میں زندہ ہیں، تبھی تو ان کے قدم پر مٹی ڈال کر دوبارہ دفن کر دیا گیا۔

۱۴۔ صحیح بخاری میں آپ ﷺ کا ایک طویل خواب ذکر ہے جو آپ نے ایک صبح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنایا (یاد رہے کہ انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے) جس میں ہے کہ دو فرشتے آپ ﷺ کو مختلف مقامات پر لے کر پھرتے رہے، آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے آج رات مجھ کو خوب گھمایا ہے، اب میں نے جو دیکھا اس کی کیفیت تو بتلاؤ؟'' انھوں نے ساری تفصیل بتانے کے بعد کہا کہ وہ عام مسلمانوں کے رہنے کے گھر ہیں اور یہ دوسرا شہیدوں کے رہنے کا گھر ہے اور میں جبرئیل ہوں اور یہ میکائیل ہے، آپ (ﷺ) اپنا سر تو اٹھائیں۔ میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ بادل طرح کی ایک چیز میرے اوپر ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہ آپ (ﷺ) کا مقام ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے چھوڑو کہ میں اپنے مکان میں جاؤں۔ تو انھوں نے کہا ابھی دنیا میں رہنے کی آپ (ﷺ) کی عمر باقی ہے جس کو آپ (ﷺ) نے پورا نہیں کیا، اگر پورا کر چکے ہوتے تو اپنے مکان میں آجاتے۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب: ۱۳۸۶] یعنی آپ ﷺ اس وقت جنت میں اعلیٰ ترین مقام پر عرش کے نیچے ہیں۔

۱۵۔ جو فوت ہو چکے وہ دنیا والوں کی پکار نہیں سنتے کیونکہ وہ خالق نہیں مخلوق ہیں، فوت ہو چکے ہیں زندہ نہیں اور ان کو پتا نہیں کب اٹھائے جائیں گے:

﴿ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ ﴾ [النحل: ۱۷ تا ۲۱]

کیا جو پیدا کرے وہ اس کے برابر ہے جو کچھ بھی پیدا نہ کرے، کیا تم سوچتے نہیں

ہو اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ان کا شمار نہیں کر سکو گے۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ اور وہ جنھیں اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں، وہ تو مردہ ہیں جن میں جان نہیں اور وہ نہیں جانتے کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔''

مردہ سے مراد فوت شدہ صالحین ہیں کیونکہ مرنے کے بعد اٹھایا جانا (جس کا انھیں شعور نہیں) وہ تو جمادات کے بجائے صالحین پر صادق آسکتا ہے۔ ان کو صرف مردہ ہی نہیں کہا بلکہ مزید وضاحت فرما دی کہ ''وہ زندہ نہیں ہیں۔'' اس سے قبر پرستوں کا بھی واضح رد ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ قبروں میں مدفون مردہ نہیں زندہ ہیں اور ہم زندوں ہی کو پکارتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ موت وارد ہونے کے بعد دنیوی زندگی کسی کو نصیب نہیں ہوسکتی، نہ دنیا سے ان کا کوئی تعلق ہی باقی رہتا ہے۔ پھر ان سے نفع کی اور ثواب و جزا کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے۔

۱۶۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے میری قبر کے نزدیک مجھ پر درود بھیجا میں اسے سنتا ہوں اور جس نے دور سے مجھ پر درود بھیجا وہ مجھ کو پہنچایا جاتا ہے۔'' [مشکوٰۃ، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و فضلها، الفصل الثالث: ۱۸۲/۱، ح: ۹۳٤۔ شعب الإيمان للبيهقي: ۲۱۸/۲، ح: ۱۵۸۳]

یہ حدیث موضوع ہے، سند میں محمد بن مروان راوی کذاب ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں (مرعاۃ: ۲/۲۵، ۲۶، ۲۷) موضوع کا مطلب ہے من گھڑت۔ یاد رہے کہ موضوع حدیث پر عمل کرنا بھی حرام ہے اور اس سے دلیل دینا بھی حرام ہے۔

یہ عجیب دو رخی ہے کہ احمد رضا خاں صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قرآنی ترجمہ مع تفسیر میں بار بار حاضر و ناظر لکھا، دیکھیے (الأحزاب: ۴۵، ف ۱۱۰۔ الفتح: ۸، ف ۱۲۔ المزمل: ۱۵، ف ۲۱) لیکن اسی تفسیر میں بہت سے ایسے فوائد ہیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کی واضح تردید ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہم اپنی اس کتاب میں بہت سی صحیح روایات بیان کر چکے ہیں۔

دیکھیے ان کا ترجمہ مع تفسیر (النساء: ۴۳، ف ۱۳۳) یہاں ذکر ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا، اس کی تلاش کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں اقامت فرمائی، صبح ہوئی، پھر اونٹ اٹھایا گیا

تواس کے نیچے سے ہار ملا۔ (مزید دیکھیے النساء: ۱۰۲، ۱۰۵، فوائد ۲۸۳، ۲۸۸۔ المائدۃ: ۳۳، ۶۱، ۱۰۶۔ فوائد ۹۴، ۱۵۶، ۲۵۲، ۲۵۴۔ الأنفال: ۲۷، ۳۰، ۷۰، فوائد ۴۷، ۵۱، ۱۲۹۔ النور: ۱۱، ف ۱۵۔۶۳، ف ۱۵۴۔ الروم: ۳۰، ف ۲۔ لقمان: ۳۴، ف ۶۸۔ الأحزاب: ۹، ف ۲۶۔ الفتح: ۱، ف ۲۔ الفتح: ۱۸، ف ۴۴) یہاں سخت کذب بیانی کی گئی، لکھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو معلوم تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہوئے۔ لیکن حدیث کی معتبر کتابوں میں یہ بات موجود ہے کہ بیعت رضوان صرف اور صرف اس وجہ سے ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کو حدیبیہ میں یہ اطلاع ملی کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ میں مشرکوں نے شہید کر دیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلا لوں گا، تب بیعت رضوان ہوئی۔ الحجرات (۳ تا ۵، ف ۵ تا ۷) کی ان آیات سے ان لوگوں کی واضح تردید ہوتی ہے جو رسول اللہ ﷺ کو حاضر و ناظر جانتے ہیں اور انھیں اپنی مسجدوں اور شہروں سے پکارتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے حضور اس وقت باادب بات کرو جب آپ ﷺ اپنے حجرے سے نکل کر تمھارے پاس تشریف لائیں اور جب آپ ﷺ اپنے حجرے کے اندر ہوں تو باہر سے اونچی آواز سے نہ پکارو۔ اس کے خلاف کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اس جگہ قرآن میں بے عقل قرار دیا۔ المجادلہ (۷ تا ۱۰، ف ۲۴ تا ۳۰) کی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ عظیم صفت بیان فرمائی کہ وہ ہر جگہ ناظر ہے اور جو لوگ یہ صفت تمام انبیائے کرام میں مانتے ہیں (دیکھیے احمد رضا کا ترجمہ النساء ۴۱، ف ۱۲۳) وہ انبیائے کرام علیہم السلام کو اس صفت میں اللہ کے برابر قرار دیتے ہیں، حالانکہ احمد رضا خاں صاحب اسی قرآنی ترجمہ مع تفسیر میں تسلیم کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں یگانہ ہے، کوئی اس کا شبیہ نہیں، کوئی اس کی مثل نہیں، کوئی اس کی نظیر نہیں یعنی اس جیسا کوئی نہیں (دیکھیے ان کا ترجمہ اور تفسیر مراد آبادی: البقرۃ: ۱۶۳، ف ۲۹۱) یہ عجیب دو رخی ہے، یہ بہت بڑا جرم ہے، مخلوق کو خالق کے برابر قرار دیا جا رہا ہے، حالانکہ ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ﴾ کہ اس جیسا کوئی نہیں۔ پہلے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) نے یہی کچھ کیا، انبیائے کرام علیہم السلام کو اللہ کے برابر قرار دیا، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو قرآن میں کافر اور مشرک قرار دیا، سوچنے کی ضرورت ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غیب نہ جانتے تھے:

۱۔ سیدنا عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا ذکر سیدنا

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کیا انھوں نے مجھ سے پوچھا: ''عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے جن کا نام نہیں لیا جانتے ہو وہ کون تھے؟ میں نے کہا نہیں۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب، إنما جعل الإمام لیؤتم به : ٦٨٧۔ مسلم، کتاب الصلاة، باب استخلاف الإمام إذا عرض له ......الخ : ٤١٨]

٢۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آ کر کہا کہ کیا آپ نماز پڑھائیں گے، میں اقامت کہوں؟ (کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلح کروانے گئے تھے اور نماز کا وقت ہو گیا تھا) سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں! چنانچہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کر دی، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو لوگ نماز میں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفوں سے گزر کر پہلی صف میں گئے، لوگوں نے ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارا لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی طرف توجہ نہیں دیتے تھے۔ جب لوگوں نے متواتر ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کیا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور پھر پیچھے ہٹ گئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔
[بخاری، کتاب الأذان، باب من دخل لیؤم الناس فجاء الإمام ...... الخ : ٦٨٤۔ مسلم، کتاب الصلاة، باب تقدیم الجماعة من یصلی ...... الخ : ٤٢١]

٣۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ تین آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اپنے ساتھ اپنے گھر کھانا کھلانے کے لیے لائے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ٹھہر گئے اور وہیں ٹھہرے رہے۔ رات کا ایک حصہ گزر جانے کے بعد آپ یعنی جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے تو ان کی بیوی نے کہا کیا بات پیش آئی کہ مہمانوں کی خبر بھی آپ نے نہ لی؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تم نے ابھی انھیں رات کا کھانا نہیں کھلایا؟ بیوی نے کہا میں کیا کروں آپ کے آنے تک انھوں نے کھانے سے انکار کیا، کھانے کے لیے ان سے کہا گیا تھا لیکن وہ نہ مانے۔
[بخاری، کتاب مواقیت الصلاة، باب السمر مع الأهل والضیف : ٦٠٢۔ مسلم، کتاب الأشربة، باب إکرام الضیف و فضل إیثاره : ٢٠٥٧]

٤۔ جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ ہجرت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہاں ہمیں ایک چرواہا ملا، میں نے اس سے پوچھا کہ تم کس قبیلے سے ہو، اس نے کہا فلاں سے۔ [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام : ٣٦١٥۔ مسلم، کتاب الزهد، باب فی حدیث الهجرة......الخ : ٢٠٠٩]

۵۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کچھ سخت غمناک ہوئے، میں بھی ان میں سے تھا۔ میں پریشان بیٹھا ہوا تھا کہ عمر (رضی اللہ عنہ) کا گزر ہوا تو انھوں نے السلام علیکم کہا، مجھے ان کے گزرنے کا کچھ پتا نہ چلا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے میرا شکوہ کیا۔ وہ دونوں اکٹھے میرے پاس آئے اور مجھ سے پوچھا کیا سبب ہے، آپ نے اپنے بھائی عمر (رضی اللہ عنہ) کے سلام کا جواب نہیں دیا؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے بالکل علم نہیں کہ آپ میرے پاس سے گزرے ہیں اور آپ نے مجھے السلام علیکم کہا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا پریشانی ہے؟ [مسند أحمد : ۱/۶۔ مسند أبي يعلى: ۱/۲۶، ۲۷ ح : ۱۰]

۶۔ سفر کے دوران سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا، سب لوگ ٹھہر گئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سخت ناراض ہوئے کہ تمھاری وجہ سے سب رک گئے۔ بعد میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کو اٹھایا گیا تو ہار اونٹ کے نیچے سے مل گیا۔ [بخاري، كتاب التيمم، باب : ۳۳۴]

۷۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی بیماری میں گئیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے دیگر باتوں کے علاوہ یہ بھی پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کس دن ہوئی تھی؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا پیر کے دن۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا آج کون سا دن ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا پیر کا دن۔ انھوں نے کہا پھر مجھے بھی امید ہے کہ اب سے رات تک میں بھی رخصت ہو جاؤں گا۔ پھر اس روز سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت نہیں ہوئے یہاں تک کہ منگل کی رات کا کچھ حصہ گزر گیا اور آپ فوت ہو گئے اور صبح ہونے سے پہلے دفن کر دیے گئے۔ [بخاري، كتاب الجنائز، باب موت يوم الإثنين : ۱۳۸۷]

۸۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی میں صبح کی نماز میں جماعت کے دوران وہاں چھپے ہوئے شخص نے حملہ کر کے شدید زخمی کر دیا، بعد میں آپ فوت ہو گئے۔ [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم، باب قصة البيعة ...... الخ : ۳۷۰۰] اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھی کوفہ میں چھپے ہوئے شخص نے شہید کر دیا اور دونوں خلفائے راشدین کو پتا نہ چلا کہ یہاں کوئی چھپا ہوا ہے جو ہمیں شہید کرنا چاہتا ہے۔

۹۔ جب قبلہ بدلا گیا تو ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر نماز کے بعد وہ چلے تو انصار کی ایک جماعت پر ان کا گزر ہوا جو عصر کی نماز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھ رہے تھے۔ انھوں نے کہا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہ نماز پڑھی ہے جس میں آپ نے موجودہ قبلہ (کعبہ) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے پھر اس جماعت نے (نماز ہی میں) منہ پھیر لیا اور کعبہ کی طرف منہ کر لیا۔ [بخاری، کتاب الصلاۃ، باب التوجه نحو القبلة ...... الخ : ۳۹۹۔ مسلم، کتاب المساجد، باب تحويل القبلة ...... الخ : ۵۲۵]

۱۰۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، رات بھر سب لوگ چلتے رہے، صبح کے وقت کے قریب پڑاؤ کیا تو سب لوگ گہری نیند سو گئے کہ سورج پوری طرح نکل آیا۔ سب سے پہلے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جاگے پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی جاگ گئے آخر کار سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک کے قریب بیٹھ گئے اور بلند آواز سے اللہ اکبر کہنے لگے۔ اس سے رسول اللہ ﷺ بھی بیدار ہو گئے اور وہاں سے کوچ کا حکم دے دیا۔ پھر آگے جا کر صبح کی نماز پڑھی۔ [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام : ۳۵۷۱۔ مسلم، کتاب المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة......الخ : ۶۸۲]

۱۱۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مکہ سے چلے، لوگ ان کے ساتھ تھے، جب بیداء تک پہنچے تو ایک ببول کے درخت کے نیچے چند سوار نظر پڑے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جا کر دیکھو تو سہی یہ کون لوگ ہیں؟ جا کر دیکھا گیا تو وہ صہیب تھے۔ جب یہ اطلاع دی گئی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا انھیں بلا لاؤ تو جا کر انھیں کہا گیا کہ امیر المومنین بلاتے ہیں تو وہ آئے۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ ((یعذب المیت ببعض بکاء ...... الخ)) : ۱۲۸۷۔ مسلم، کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء ...... الخ : ۹۲۷، بعد ۹۲۸]

۱۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا گزر ایک جنازے پر ہوا، لوگ اس کی تعریف کرنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: ''واجب ہو گئی۔'' پھر دوسرے جنازے کا گزر ہوا تو لوگ اس کی برائی کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''واجب ہو گئی۔'' اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا چیز واجب ہو گئی۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب ثناء الناس علی المیت : ۱۳۶۷۔ مسلم،

كتاب الجنائز، باب فيمن يثنى عليه ...... الخ : ٩٤٩]

۱۳۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، کچھ دور جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوذر! ٹھہرے رہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور نظروں سے اوجھل ہو گئے اور اس کے بعد میں نے آواز سنی اور مجھ کو خطرہ ہوا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی پریشانی نہ پیش آگئی ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی وجہ سے رکا رہا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ آپ پر مجھے قربان کرے! اس پتھریلی زمین میں آپ کس کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ [بخاری، كتاب الرقاق، باب المكثرون...... الخ : ٦٤٤٣۔ مسلم، كتاب الزكوٰة، باب الترغيب فى الصدقة : ٩٤/٣٣، بعد ٩٩١]

۱۴۔ لوگوں کا عرفات کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے متعلق کچھ اختلاف ہو گیا۔ بعض نے کہا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) روزے سے ہیں اور بعض کہتے کہ نہیں، اس لیے انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دودھ کا ایک پیالہ بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اونٹ پر سوار ہو کر عرفات میں وقوف فرما رہے تھے، آپ نے وہ دودھ پی لیا۔ [بخاری، كتاب الصوم، باب صوم يوم عرفة : ١٩٨٨۔ مسلم، كتاب الصيام، باب استحباب الفطر للحاج بعرفات يوم عرفة : ١١٢٣]

۱۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کا طواف کر کے مقام ابراہیم کے پاس پہنچے، دو رکعت پڑھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ لوگ تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور لوگوں کے درمیان آڑ بنے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک صاحب نے ابن ابی اوفیٰ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے اندر تشریف لے گئے تھے؟ تو انھوں نے بتایا کہ نہیں۔ [بخاری، كتاب الصلاة، باب الصلاة بين السواری......الخ : ٥٠٤، ٥٠٥۔ مسلم، كتاب الحج، باب استحباب دخول الكعبة للحاج وغيره والصلاة فيها ...... الخ : ١٣٢٩/٣٨٩]

۱۶۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے اندر تشریف لے گئے، سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اور دو اور صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ پھر کعبہ کا دروازہ بند کر دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ٹھہرے رہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو میں نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر کیا کیا؟ (ایضاً)

۱۷۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے ایک انصاری دوست تھے، جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر نہ ہوتا تو وہ مجلس کی تمام باتیں مجھے آکر بتایا کرتے اور جب وہ حاضر نہ ہوتے تو میں انھیں بتایا کرتا تھا۔ اس زمانے میں ہمیں غسان کے بادشاہ کی طرف سے ڈر تھا۔ اطلاع ملی تھی کہ وہ مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ کر رہا ہے، چنانچہ ہم کو ہر وقت یہی خطرہ رہتا تھا۔ ایک دن میرے انصاری دوست نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ کھولو۔ میں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ غسانی آگئے ہیں۔ انھوں نے کہا اس سے بھی زیادہ اہم معاملہ پیش آگیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ [بخاری، کتاب العلم، باب التناؤب فی العلم : ۸۹۔ مسلم کتاب الطلاق، باب فی الإیلاء و اعتزل النساء...... الخ: ۱۴۷۹/۳۱]

اسی طرح احادیث کی کتابوں میں بے شمار واقعات درج ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ صحابہ کرام کو غیب کا علم نہ تھا۔ احادیث کی معتبر کتابوں کے مطالعہ کے بعد یہ بات کلی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ بڑے بڑے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غیب کا علم نہیں رکھتے تھے تو پھر آج کے بزرگوں کا ان کے سامنے کیا مقام ہے؟

اور مراد آبادی صاحب نے آل عمران کی تفسیر (۱۶۹۔۱۷۰، ف۳۳۲ تا ۳۳۴) میں یہی لکھا کہ شہدائے احد کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ جنت میں کس حال میں ہیں۔ اس سے پہلے صحابہ کو شہدائے احد کے انجام کا پتا نہ تھا۔ [أبو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی فضل الشهادة : ۲۵۲۰]

اس سے ثابت ہوا کہ ارواح باقی ہیں، جسم کے فنا ہونے کے ساتھ فنا نہیں ہوتیں۔ (ف۳۳۳) اور زندوں کی طرح کھاتے پیتے عیش کرتے ہیں۔ سیاق آیت اس پر دلالت کرتا ہے کہ حیات روح و جسم دونوں کے لیے ہے۔ علماء نے فرمایا کہ شہداء کے جسم قبروں میں محفوظ رہتے ہیں مٹی ان کو نقصان نہیں پہنچاتی اور زمانۂ صحابہ میں اوراس کے بعد بکثرت معائنہ ہوا ہے کہ اگر کبھی شہداء کی قبریں کھل گئیں تو ان کے جسم تروتازہ پائے گئے۔ (ف۳۳۴) فضل وکرامت اور انعام واحسان موت کے بعد حیات دی، اپنا مقرب کیا، جنت کا رزق اوراس کی نعمتیں عطا فرمائیں۔

مراد آبادی صاحب کے مندرجہ بالا بیان اور البقرة (۱۵۴، ف۲۸۱) کے مطالعہ کے بعد یہ

بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ شہداء قبروں میں زندہ نہیں، ان کی روحیں اجسام سے الگ ہیں، اجسام قبروں میں، روحیں جنت میں، اگر شہیدوں کی روحیں جنت میں اور اجسام قبروں میں ہیں، تو انبیاء اور صدیق یعنی سچے متبعین کی روحیں اور اجسام بھی الگ الگ ہیں کیونکہ یہ شہداء سے افضل ہیں۔ (دیکھیے ترجمہ مع تفسیر احمد رضا خان النساء: ۶۹، ف ۱۸۱ تا ۱۸۳) ان کی روحیں جنت میں اور اجسام قبروں میں ہیں اور مراد آبادی نے یہ بھی لکھا کہ فوت ہونے کے بعد انسان کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ (الشعراء: ۸۹، ف ۹۲)

ان تفاسیر سے قبر پرستوں کا واضح رد ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ ہم قبر والوں کو اس لیے پکارتے ہیں کہ وہ قبروں میں زندہ ہیں۔

قرآن مجید غیب کے متعلق کیا کہتا ہے:

۱۔ عزیر (علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ نے سو برس کے لیے موت دے دی، جب ان کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا تم یہاں کتنی دیر رہے؟ انھوں نے جواب دیا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ (البقرۃ: ۲۵۹)

۲۔ اصحاب کہف کو ایک غار میں اللہ تعالیٰ نے سلا دیا، وہ وہاں ۳۰۹ برس سوئے رہے۔ بعد میں جب ان کو اللہ تعالیٰ نے جگا دیا تو ان میں سے ایک نے کہا تم کتنی دیر یہاں ٹھہرے ہو؟ انھوں نے کہا ہم ایک دن یا دن سے کم ٹھہرے ہیں۔

"اسی طرح ہم نے انھیں جگا کر اٹھا دیا کہ آپس میں پوچھ گچھ کر لیں۔ ایک کہنے والے نے کہا تم کتنی دیر ٹھہرے رہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ایک یا ایک دن سے بھی کم۔ کہنے لگے کہ تمھارے ٹھہرے رہنے کا بخوبی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔" (سورۃ الکہف: ۱۹) "وہ لوگ اپنے غار میں تین سو سال تک رہے اور ۹ سال اور زیادہ گزارے۔" (سورۃ الکہف: ۲۵)

اصحاب کہف اپنے غار میں تین سو نو سال تک سوئے رہے، یہ اللہ کے تسلیم شدہ ولی ہیں، لیکن جب ۳۰۹ سال کے بعد وہ اٹھے تو آپس میں کہنے لگے کہ ہم یہاں ایک دن رہے یا ایک دن سے کم رہے؟ پس ثابت ہوا کہ جن کو اللہ نے ولی کہا ان کو بھی غیب نہ تھا اور آج ان لوگوں کے بارے

میں یہ کیسے خیال کیا جا سکتا ہے جن کے ولی ہونے کی کوئی سند نہیں ہے کہ وہ غیب جانتے ہیں۔

۳۔ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام سیدنا خضر علیہ السلام کی طرف چلے، خادم ہمراہ تھا، کھانا پاس تھا، راستے میں موسیٰ علیہ السلام سو گئے، جاگ کر جب آگے چلے تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے خادم سے کہا کھانا لاؤ تو خادم نے جواب دیا مچھلی تو زندہ ہو کر دریا میں کود گئی تھی۔ (الکھف: ۶۰ تا ۶۳) [بخاری، کتاب العلم، باب ما یستحب للعالم إذا سئل...... الخ : ۱۲۲، ۷۴]

۴۔ سورۂ یٰسین میں ہے کہ جب ایک آدمی شہر کے دوسرے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا اور اپنی قوم کو تین رسولوں کی دعوت پر ایمان لانے کو کہا اور اپنے ایمان کا اقرار کیا (تو اس کی قوم نے اس کو شہید کر دیا) اللہ نے اس کو جنت دے دی، وہ مومن شخص کہنے لگا اے کاش! میری قوم بھی جان لیتی کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے عزت والوں میں کر دیا۔ (یٰسین: ۲۶ تا ۲۷) معلوم ہوا کہ وہ مومن شہید عالم برزخ میں جا کر اپنی قوم سے رابطہ نہیں کر سکتا تھا۔

۵۔ جب اللہ تعالیٰ اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان قیامت کے دن گفتگو ہو گی اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اے عیسیٰ! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں دونوں کو معبود بنا لو۔'' وہ عرض کریں گے تو پاک ہے، مجھے لائق نہیں کہ ایسی بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں۔ اگر میں نے یہ کہا ہو گا تو تجھے ضرور معلوم ہو گا اور جو میرے دل میں ہے تو جانتا ہے اور جو تیرے دل میں ہے وہ میں نہیں جانتا...... اور میں اس وقت تک ان کا نگران تھا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان کا نگران تھا اور تو ہر چیز سے باخبر ہے۔ (المائدۃ: ۱۱۶، ۱۱۷)

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کتنے واضح الفاظ میں اپنی بابت علم الغیب کی نفی فرما رہے ہیں۔ یہ صفت علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور میں نہیں۔ اس لیے عالم الغیب صرف ایک اللہ ہی کی ذات ہے۔ اس کے علاوہ کوئی عالم الغیب نہیں، کیونکہ یہ عقیدہ قرآن کے خلاف ہے اور جو کوئی قرآن کی ایک آیت کا بھی انکار کرے تو وہ کافر ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

توحید فی العلم میں شرکیہ امور:

قرآن و حدیث سے بخوبی ثابت ہو چکا کہ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے (وہ

باتیں جو بتا دی گئیں وہ علم ہیں اور جو نہیں بتائی گئیں وہ غیب ہیں):

﴿ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴾ [البقرة : ۱۲۰]

''اور اگر تم نے ان کی خواہشوں کی پیروی کی، اس کے بعد جو تمھارے پاس علم آچکا تو تمھارے پاس اللہ کے ہاں کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔''

ثابت ہوا کہ جب رسول اللہ ﷺ پر ابھی یہ آیات نازل نہ ہوئی تھیں تو یہ آپ ﷺ کے لیے غیب تھا، جب یہ آیات نازل ہوگئیں تو غیب نہ رہا بلکہ علم ہوگیا۔

غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں جیسا کہ بیان ہو چکا۔ (النمل : ۶۵) اسی طرح فوت شدگان کو کوئی علم نہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے:

﴿ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ ﴾ [النحل : ۱۷ تا ۲۱]

''پھر کیا جو پیدا کرے اس کے برابر ہے جو کچھ بھی پیدا نہ کرے۔ کیا تم سوچتے نہیں اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے لگو تو ان کا شمار نہیں کر سکو گے، بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جنھیں اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں، وہ تو مردے ہیں جن میں جان نہیں اور وہ نہیں جانتے کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔''

یاد رہے کہ یہ عقیدہ کہ فوت شدگان کو علم ہے کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے، شرک کی ہمیشہ سے بنیادی وجہ رہا ہے اور قرآن کہتا ہے کہ فوت شدگان کو کوئی علم نہیں اور ان کو کوئی اختیار نہیں۔ (الفاطر: ۱۱ تا ۲۳)

فصل ہفتم

توحید فی العبادت اور شرک فی العبادت

توحید فی العبادت کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی دوسرے کی عبادت نہ کی جائے اور لا الہ الا اللہ کا یہی مطلب ہے یعنی عبادت کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک کی نفی کی جائے۔ شرک فی العبادت کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی بھی مخلوق کو شامل کیا جائے اور توحید یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کی جائے۔ کلمہ طیبہ کا یہی مطلب ہے اور کلمہ طیبہ میں اور قرآن و حدیث میں یہی حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ عبادت میں اکیلا ہے۔ (البقرۃ: ۲۱۲ تا ۲۳) غیراللہ کی عبادت منع ہے۔ (البقرۃ: ۸۳۲) اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ [الذاريات : ٥٦]

''اور میں نے جن اور انسان کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔''

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب من جاهد......الخ : ٦٥٠٠۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب الدليل ......الخ : ٣٠] (نیز دیکھیے: صفحہ ۵۹۷، ۵۹۸۔ ۶۰۴، ۵۰۶، ۶۱۸)

الٰہ یعنی معبود کون؟

جو خالق ہے، جس نے زمین و آسمان بنائے، جو بارش برساتا ہے اور پھل نکالتا ہے، جس کے

برابر کوئی نہیں۔ (البقرۃ: ۲۱-۲۲) زندہ ہے، سب کا تھامنے والا ہے، نہ اس کو اونگھ آتی ہے نہ نیند، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب اسی کا ہے۔ایسا کون ہے جو اس کی اجازت کے سوا اس کے ہاں سفارش کر سکے۔مخلوق کے تمام حاضر اور غائب حالات کو جانتا ہے۔اس کی کرسی نے سب آسمانوں اور زمین کو اپنے اندر لے رکھا ہے۔ (البقرۃ: ۲۵۵) اور جس نے قرآن، تورات، انجیل کو اتارا، وہ جس طرح چاہتا ہے ماں کے پیٹ میں تمھارا نقشہ بناتا ہے۔ (آل عمران: ۱تا۷) جو ہر چیز کا خالق، ہر چیز کا علم رکھنے والا، جو اللہ ہے، رب ہے۔سورۂ فرقان میں ہے:

''اور انھوں نے اللہ کے سوا ایسے معبود بنا رکھے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے، حالانکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں اور وہ اپنی ذات کے لیے نفع اور نقصان کے مالک نہیں اور موت اور زندگی اور دوبارہ اٹھنے کے بھی مالک نہیں۔'' (الفرقان: ۳)

یعنی معبود وہ ہے جو خالق ہے مخلوق نہیں، نقصان اور نفع کا مالک ہے۔ زندگی، موت اور دوبارہ اٹھائے جانے کا مالک ہے۔اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں کیونکہ اور کوئی ان صفات کا مالک نہیں۔

''اللہ ہی کو کیوں نہ سجدہ کریں جو آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کرتا ہے اور جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو سب کچھ جانتا ہے۔اللہ ہی ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔'' (النمل: ۲۵، ۲۶)

صرف اللہ ہی معبود ہے کیونکہ اس کے سوا کوئی بھی مندرجہ بالا صفات کا مالک نہیں:

﴿ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۝ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ لَّا

يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝﴾

[النمل: ٦٠ تا ٦٥]

''بھلا کس نے آسمان اور زمین بنائے اور تمھارے لیے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر ہم نے اس سے رونق والے باغ اگائے۔ تمھارا کام نہ تھا کہ ان کے درخت اگاتے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے بلکہ یہ لوگ کج روی کر رہے ہیں۔ بھلا زمین کو ٹھہرنے کی جگہ کس نے بنایا اور اس میں ندیاں جاری کیں اور زمین کے لنگر بنائے اور دو دریاؤں میں پردہ رکھا۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے بلکہ اکثر ان میں بے سمجھ ہیں۔ بھلا کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے اور برائی کو دور کرتا ہے اور تمھیں زمین میں نائب بناتا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ تم بہت ہی کم سمجھتے ہو۔ بھلا کون ہے جو تمھیں جنگل اور دریا کے اندھیروں میں راستہ بتاتا ہے اور اپنی رحمت سے پہلے کون خوشخبری کی ہوائیں چلاتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود ہے؟ اللہ تعالیٰ ان کے شرک کرنے سے بہت بلند ہے۔ بھلا کون ہے جو از سر نو خلقت کو پیدا کرتا ہے۔ پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ کہہ دے اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔ کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا اور انھیں اس کی بھی خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔''

اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود نہیں کیونکہ کسی اور میں مندرجہ بالا صفات موجود نہیں ہیں۔

﴿وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ۝﴾ [ص: ٤ تا ٦]

''اور انھوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے ڈرانے والا آیا اور منکروں نے کہا کہ یہ تو ایک بڑا جھوٹا جادوگر ہے۔ کیا اس نے کئی معبودوں کو صرف ایک معبود بنا دیا۔ بے شک یہ بڑی عجیب بات ہے اور ان میں سے سردار یہ کہتے ہوئے چل پڑے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر جمے رہو، بے شک اس میں کچھ غرض ہے۔''

معبود صرف ایک ہے، ایک سے زیادہ معبود بنانا کفار و مشرکین مکہ اور یہود و نصاریٰ کا کام ہے۔ان کو مشرکین اس لیے کہا گیا کہ وہ عبادت کی چاروں اقسام اللہ کے لیے بھی بجا لاتے تھے اور انبیاء اور دوسرے بزرگوں کے لیے بھی اور اس میں سر فہرست غیر اللہ کو پکارنا تھا۔قرآن و حدیث اس پر گواہ ہیں، آج کے کلمہ گو مشرک بھی بالکل اسی طرح کر رہے ہیں۔یاد رہے کہ احمد رضا خان صاحب کے قرآنی ترجمہ مع تفسیر میں بھی مندرجہ بالا مقامات پر یہی لکھا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

عبادت کی اقسام:

عبادت چار قسم کی ہے:

۱۔ جسمانی عبادت۔ ۲۔ مالی عبادت۔

۳۔ قلبی عبادت۔ ۴۔ زبانی عبادت۔

۱۔ جسمانی عبادت:

وہ عبادت جو جسم سے ادا کی جائے جسمانی عبادت ہے۔ مثلاً نماز، روزہ، جہاد، قیام، رکوع، سجدہ، طواف، حج کے لیے سفر، سعی، رجم، حجر اسود کو چومنا، کعبہ کی طرف جاتے اور پلٹتے ادب کو ملحوظ خاطر رکھنا، رفع حاجت کے وقت کعبہ کا خیال رکھنا، کعبہ کو سالانہ غسل دینا، مسجدوں کے متعلق جملہ امور یعنی تعمیر، روشنی، صفائی، اعتکاف اور مسجدوں سے دل لگانا وغیرہ سب چیزیں جسمانی عبادت میں شامل ہیں۔ ہر قسم کی جسمانی عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لائق ہے اور یہ جسمانی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں۔ نماز کے لیے دیکھیے (الأنعام: ۱۶۲،۱۶۳) قیام کے لیے (البقرۃ: ۲۳۸) رکوع اور سجدہ کے لیے (الحج: ۷۷) طواف اور اعتکاف کے لیے دیکھیے (البقرۃ: ۱۲۵) لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ سارے کام فوت شدہ بزرگوں کی قبروں یا زندہ بزرگوں کے ساتھ کرتے دیکھے جا سکتے ہیں، یہ لوگ شرک فی العبادت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

۲۔ مالی عبادت:

جیسے حج کا خرچ، زکوٰۃ، صدقہ، قربانی، نذر، فطرانہ، جہاد میں خرچ کرنا، قربانی یعنی اللہ کی راہ

میں ہر قسم کا مال خرچ کرنا مالی عبادات میں شامل ہے۔ ہر قسم کی (فی سبیل اللہ) مالی عبادت اللہ کے لیے مخصوص ہے۔ (الانعام: ۱۶۲/۶، ۱۶۳۔ البقرۃ: ۱۷۷/۲، ۱۹۰۔ ۱۹۵ تا ۲۰۳) ذبح و قربانی وغیرہ اللہ ہی کے لیے خاص ہے: ''اے نبی! اپنے رب کے لیے نماز پڑھا کرو اور قربانی دیا کرو۔'' (الکوثر: ۲) نذر و نیاز، منت، چڑھاوا غیر اللہ کے نام حرام ہے۔ یہ مشرکوں کا کام ہے۔ نذر اللہ کے لیے ہے: ''اے پروردگار! جو (بچہ کہ) میرے پیٹ میں ہے میں اس کو تیری نذر کرتی ہوں، اس لیے دنیا کے کاموں سے آزاد رکھوں گی۔'' (آل عمران: ۳۵) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''جس نے یہ نذر مانی کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے گا، چاہیے کہ اللہ کی اطاعت کرے اور جس نے یہ نذر مانی کہ وہ اللہ کی نافرمانی کرے گا تو وہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔ [بخاری، كتاب الأيمان والنذور، باب النذر فيما ...... الخ: ٦٦٩٦، ٦٧٠٠] غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے والا لعنتی ہے۔ [مسلم، كتاب الأضاحي، باب تحريم الذبح لغير الله...... الخ: ١٩٧٨]

لیکن افسوس ہے کہ آج کے کچھ کلمہ گو غیر اللہ کے نام پر کیا کیا چڑھاوے چڑھا رہے ہیں۔ لاہور میں علی ہجویری کی قبر پر اور دوسرے لاتعداد آستانوں پر کیا ہو رہا ہے اور جو چار قسم کی عبادتیں قرآن اور صحیح حدیث سے ثابت ہیں اور جو اللہ کا حق ہیں وہی ان قبروں پر کر رہے ہیں، یہ جلی یعنی ظاہر شرک ہے۔

۳۔ قلبی عبادت:

جیسے خوف الٰہی، توکل، ڈر، امید، رغبت، خشوع و خضوع یعنی جن چیزوں کا دل سے تعلق ہے یہ قلبی عبادت میں شامل ہیں۔ قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر یہ بات ہے اور قرآن مجید میں ہے کہ سب انبیائے کرام (علیہم السلام) اپنی امتوں سے یہی کہتے رہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ (الشعراء: ۱۰۸، ۱۱۰) اور جب ہم گہری نظر سے قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ سب آیات قرآنی کے لیے اللہ تعالیٰ کا خوف بمنزلہ چکی کے ہے، اس کی لٹھ پر ہی تمام آیات گھومتی ہیں اور جو لوگ اللہ سے بن دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لیے آخرت میں بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ (الملک: ۱۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے اور یہ لوگ تجھ کو اللہ کے سوا دوسروں کا ڈر بتلاتے ہیں اور بات یہ ہے کہ جن کو اللہ گمراہ کر دے اس کا

کوئی ہادی نہیں۔" (الزمر: ۳۶) "اور کیا آپ کو دو جھگڑنے والوں کی خبر بھی پہنچی جب وہ عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر آئے جب وہ داؤد (علیہ السلام) کے پاس آئے تو وہ ان سے گھبرایا۔ کہا ڈرو نہیں، دو جھگڑنے والے ہیں، ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے، پس آپ ہمارے درمیان انصاف کا فیصلہ کیجیے اور بات کو دور نہ ڈالیے اور ہمیں سیدھی راہ پر چلایے۔" (ص: ۲۱،۲۲)

ڈرنے کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ ایک تو وہ دروازے کے بجائے دیوار چڑھ کر اندر آئے، دوسرا انھوں نے اتنا بڑا اقدام کرتے ہوئے بادشاہ وقت سے خوف محسوس نہیں کیا۔ ظاہری اسباب کے مطابق خوف والی چیز سے خوف کھانا انسان کا ایک طبعی تقاضا ہے۔ یہ منصب و کمال نبوت کے خلاف ہے نہ توحید کے منافی۔ توحید کے منافی غیر اللہ کا وہ خوف ہے جو ماورائے اسباب ہو۔ یہی مضمون طٰہٰ (۶۴ تا ۶۸) میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی بیان ہوا ہے۔ اللہ پر توکل یعنی اللہ پر بھروسا کرنا اور اس کو اپنا کارساز سمجھنے کو ایمان اور اسلام کا لازمی نتیجہ قرار دیا گیا ہے۔ (یونس: ۸۴۔ ھود: ۱۲۳) اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل یعنی کارساز بنالو، وہ مشرق اور مغرب کا مالک ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ پس اسی کو کارساز بنالو، کیونکہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (المزمل: ۹) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کو وکیل یعنی کارساز سمجھنا معبود سمجھنے کے مترادف قرار دیا گیا۔ رضا، صبر، فضل، خوف، امید، بھروسا، توکل کے لیے مزید حوالہ جات (البقرۃ: ۱۰۷، ۲۱۸، ۲۷۲۔ آل عمران: ۱۲۲، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۷۳)

۴۔ زبانی عبادت:

یاد رہے کہ جس قوم نے بھی شرک کیا اس نے ضرور شرک فی العبادت کیا مثلاً قوم نوح (الأعراف: ۵۹)، قوم ہود (الأعراف: ۶۵، ۷۰)، قوم صالح (الأعراف: ۷۳)، قوم شعیب (الأعراف: ۸۵) اور عیسائی و یہودی (جس کا تفصیل کے ساتھ پہلے ذکر ہو چکا ہے) کسی نبی نے بھی لوگوں کو اپنی بندگی کا سبق نہیں پڑھایا بلکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حکم دیا کیونکہ غیر اللہ کی بندگی کا حکم کرنا کفر ہے۔ (آل عمران: ۷۹، ۸۰) لہٰذا توحید فی العبادت کو قرآن و حدیث کی روشنی میں سمجھنا از حد ضروری ہے، تاکہ توحید فی العبادت پر عقیدہ اور عمل ہو اور شرک فی العبادت کو بھی قرآن اور حدیث کی روشنی میں سمجھنا از بس ضروری ہے، تاکہ شرک فی العبادت سے بچا جا سکے۔ زبانی عبادت یا لسانی

عبادت اس میں دعا، ذکر، تسبیح، حمد، شکر، استعانت یعنی مدد مانگنا، استعاذہ یعنی پناہ مانگنا وغیرہ شامل ہیں اور یہ چیزیں اللہ کے لیے مخصوص ہیں، اس میں وہ تمام اذکار شامل ہیں جن کے کرنے کا حکم قرآن و حدیث میں آیا ہے۔ مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی وغیرہ کے موقع پر جملہ اذکار و تسبیح وتحمید، اس میں وہ اذکار شامل ہیں جن میں سبحان اللہ اور الحمد للہ کے الفاظ آئے ہیں اور انھیں مختلف مواقع پر پڑھنے کا حکم ہے، اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرتے وقت اس کا شکر ادا کرنا بھی عبادت میں شامل ہے۔ (النحل: ۱۱۴۔ البقرۃ: ۱۷۲،۵۳) اور استعانت سے مراد بغیر اسباب کے مدد صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگی جا سکتی ہے اور یہ عبادت کا جزو ہے۔ (الفاتحہ: ۴) اس کی تفصیل ابھی دعا کی بحث میں آرہی ہے۔ استعاذہ یعنی پناہ مانگنا بغیر سبب کے، استعاذہ یعنی پناہ صرف اللہ ہی سے مانگی جا سکتی ہے۔ (الفلق)

دعا یعنی پکارنا، مانگنا، بلانا:

اب ہم دعا کے بارے میں تفصیلی گفتگو کریں گے۔ دعا اور اس کے متعلق جو الفاظ "دعو" سے نکلے ہیں ان کے معنی ہیں بلانا، مانگنا یا پکارنا یا دعا مانگنا۔ اس سلسلہ میں قرآن و حدیث سے چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، کچھ شک نہیں کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (المائدۃ: ۲)

۲۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کا فرمان ہے:

''جو دوسروں کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔'' [مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة ......الخ : ٢٦٩٩]

فرمایا: ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔''

[مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم ظلم المسلم و خذله ......الخ : ٢٥٦٤]

۳۔ قرآن کریم میں ہے: ''وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے جب تم لوگ دور بھاگ رہے تھے اور کسی کو پیچھے پھر کر نہیں دیکھتے تھے اور رسول تمھارے پیچھے کھڑے پکار رہے تھے۔'' (آل عمران: ۱۵۳) (یہاں لفظ ''یدعو'' ہے، احمد رضا خاں صاحب نے ترجمہ ''پکارنا'' کیا) اور

فرمایا: ''کہنے لگی کہ میرے باپ آپ کو بلا رہے ہیں، تا کہ آپ نے ہمارے جانوروں کو جو پانی پلایا ہے اس کی اجرت آپ کو دے۔'' (القصص : ۲۵) (یہاں احمد رضا خاں صاحب نے ''یدعو'' کا ترجمہ ''بلاتا ہے'' کیا ہے)

۴۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے کہا: ''اے میرے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات دن تیری طرف پکارا۔'' (نوح: ۵) (یہاں ''دعو'' کا ترجمہ احمد رضا خاں صاحب نے ''بلایا'' کیا)

۵۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: ''اور بے شک مسجدیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں پس تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔'' (الجن : ۱۸) اور فرمایا: ''نہ پکارو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو۔'' (القصص: ۸۸) اور فرمایا: ''اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا ایسے کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہ دے سکے اور وہ تو ان کی پکار سے بے خبر ہیں۔'' (الاحقاف : ۵) اور فرمایا: ''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔'' (الفاتحہ : ۴) اور قرآن مجید میں مندرجہ ذیل مقامات پر غیر اللہ کو پکارنا شرک یا کفر یا غیر اللہ کی عبادت قرار دیا گیا ہے۔ (النساء : ۱۱۶، ۱۱۷۔ الانعام: ۴۰، ۴۱، ۵۶، ۶۳، ۶۴، ۷۱۔ الجن : ۲۰) التحیات اور قرآن مجید میں جگہ جگہ ان چار عبادتوں کا ذکر ہے، تفصیل گزر چکی ہے۔

میں نے جو دلائل (۱ تا ۴) پیش کیے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی مدد کرنا ضروری ہے اور مدد مانگنا ضروری ہے اور اسی طرح ایک دوسرے کو کسی ضرورت میں پکارنا اور آواز دینا بھی جائز ہے اور نمبر ۵ کے تحت جو دلائل لکھے ہیں ان سے معلوم ہو رہا ہے کہ مدد صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنی چاہیے اور صرف اسی کو پکارنا چاہیے اور غیر اللہ سے مدد مانگنا اور غیر اللہ کو پکارنا کفر و شرک اور گمراہی ہے۔

خلاصۂ بحث:

کسی سے اسباب و وسائل کے تحت مدد طلب کرنا اور اسے پکارنا شرک نہیں ہے اور کسی کو اسباب و وسائل سے برتر اور بے نیاز سمجھ کر مدد طلب کرنا یا پکارنا شرک ہے کیونکہ اسباب و وسائل سے برتر و بالا ہو کر مدد کرنے اور پکارنے والے کی دادرسی کرنے کی قدرت رکھنے والا اور پکارنے والے کی پکار کا جواب دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو آیتیں پکار والی ہیں کہ غیر اللہ کو پکارنا جائز نہیں، کیا یہ بتوں کے بارے میں ہیں؟ تو اس سلسلہ میں معمولی سمجھ بوجھ والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ قرآن مجید میں جہاں بھی "الا اللّٰہ" یعنی اللہ کے سوا، یا "الا ھو" یعنی اس کے سوا آئے گا وہاں وہ چیز اللہ کے لیے مخصوص ہو جائے گی اور اللہ کے سوا باقی تمام مخلوق عرش سے فرش تک کی نفی ہو جائے گی، صرف بتوں ہی کی نفی نہ ہو گی مثلاً "لا إله إلا اللّٰہ" یعنی کلمہ میں اللہ تعالیٰ کا اثبات ہے اور باقی سب مخلوق کی نفی ہے حتیٰ کہ کسی بڑے سے بڑے پیغمبر کی بھی عبادت نہیں ہوسکتی۔ جو شخص کسی پیغمبر کی بھی عبادت کرے گا وہ کافر اور مشرک ہو جائے گا، جس میں سرفہرست غیر اللہ کو پکارنا شامل ہے، جیسا کہ عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بندگی کی اور وہ کافر اور مشرک ٹھہرے۔ قرآن اس پر گواہ ہے۔ عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بندگی کی (المائدۃ: ۷۲ تا ۷۷) اور عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو گرجوں میں پکارا۔ (الجن: ۱۸ تا ۲۰) ان باتوں کی تفصیل "کیا امت مسلمہ شرک کر سکتی ہے؟" کے تحت پہلے آ چکی ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں جہاں جہاں "من دون اللّٰہ" یعنی اللہ کے سوا، یا "من دونہ" یعنی اس کے سوا آئے گا وہ چیز اللہ کے لیے مخصوص ہو جائے گی اور باقی تمام مخلوق عرش سے فرش تک کی نفی ہو جائے گی، صرف بتوں ہی کی نفی نہ ہو گی۔ مثلاً المائدۃ (۷۲ تا ۷۷) جیسا کہ گزر چکا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں جہاں "غیر اللّٰہ" یا "غیرہ" آئے گا تو وہاں وہ چیز اللہ کے لیے مخصوص ہو جائے گی اور باقی سب مخلوق عرش سے فرش تک کی نفی ہو جائے گی، صرف بتوں ہی کی نفی نہ ہو گی۔ مثلاً الأنعام (۱۴، ۴۰، ۴۶) قرآن مجید میں اور بے شمار جگہ یہی بات آئی ہے اور یہی بات "مع اللّٰہ" یا "معهٗ" (یعنی اللہ کے ساتھ یا اس کے ساتھ) (مثلاً الجن: ۱۸۔ الانعام: ۱۹۔ الحجر: ۹۶) کے لیے ہے اور یہی بات "أحدًا" کے لیے ہے مثلاً: (الجن: ۲، ۱۸، ۲۰، ۲۲) یہی بات "شَیْئًا" کے لیے ہے۔ (مثلاً الأنعام: ۱۵۱۔ یوسف ۳۸، ۳۹۔ النور: ۵۵ وغیرہ) اور یہی بات "خالق" کے لیے ہے)۔ (مثلاً النحل: ۲۰۔ الأحقاف: ۴، الأعراف: ۱۸۹ تا ۱۹۹) اور یہی بات "آخر" کے لیے ہے۔ (الحجر: ۹۶)

مندرجہ بالا آیات سے یہ بات واضح ہے کہ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنے والی آیات بتوں کے لیے نہیں بلکہ یہ سب مخلوق کے لیے ہیں، ان میں سب مخلوق کی نفی ہے، کیونکہ یہ مندرجہ بالا الفاظ کے ساتھ قرآن مجید میں مذکور ہیں۔

اس کے علاوہ یہ بھی یاد رہے کہ بخاری شریف میں درج ہے کہ قوم نوح اور مکہ کے مشرک جن بتوں کی پوجا کرتے تھے وہ بزرگوں اور نبیوں کے تھے، وہ لوگ محض اتنے بھی پاگل نہ تھے کہ پتھروں کے بت بنا کر ان کی پوجا کرتے بلکہ بزرگوں اور نبیوں کے بت بناتے تھے اور یہ کہ خانہ کعبہ میں ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کے بت تھے۔ [بخاری، كتاب الحج، باب من كبر في نواحي الكعبة : ١٦٠١، ٤٢٨٨] اور یہ کہ خانہ کعبہ میں ابراہیم علیہ السلام اور بی بی مریم کے بت تھے۔ [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى ﴿ واتخذ الله إبراهيم...... الخ ﴾: ٣٣٥١] اور یہ کہ لات اور عزیٰ کے بیان میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ لات ایک شخص کا نام تھا جو حاجیوں کے لیے ستو گھولا کرتا تھا۔ [بخاری، كتاب التفسير (سورة والنجم) باب ﴿ أفرءيتم اللات والعزىٰ ﴾ : ٤٨٥٩] اور یہ کہ ود، سواع، یغوث، یعوق، نصر، قوم نوح کے نیک بخت شخص تھے جن کے بتوں کی پوجا کی جاتی تھی۔ [بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ ودا و لا سواعًا و لا يغوث و يعوق ﴾ : ٤٩٢٠]

کیا مشرکین صرف بتوں کی عبادت کرتے تھے؟:

سب سے پہلے ان ہستیوں کے بارے میں آیات قرآنیہ ملاحظہ کریں کہ وہ بت تھے یا صالحین بندے؟:

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝ ﴾ [بني إسرائيل : ٥٦، ٥٧]

”تم فرماؤ! پکارو انھیں جن کو اللہ کے سوا گمان کرتے ہو تو وہ اختیار نہیں رکھتے تم سے تکالیف دور کرنے اور نہ پھیر دینے کا۔ وہ مقبول بندے جنھیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ تو خود بھی رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے۔ اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، بے شک تمھارے رب کا عذاب ڈر کی چیز ہے۔“ (ترجمہ احمد رضا خاں بریلوی)

نعیم الدین مراد آبادی اس کی تشریح میں رقمطراز ہیں کہ کفار جب شدید قحط میں مبتلا ہوئے

اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ کتے اور مردار کھا گئے اور سید عالم ﷺ کے حضور میں فریاد لائے اور آپ ﷺ سے دعا کی التجا کی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جب مقرب لوگوں کو خدا مانتے ہو تو اس وقت انھیں پکارو اور وہ تمھاری مدد کریں اور جب تم جانتے ہو کہ وہ تمھاری مدد نہیں کر سکتے تو کیوں انھیں معبود بناتے ہو؟ (حاشیہ نمبر ۱۱۷) پھر آگے مقبول بندوں کے بارے میں لکھتے ہیں جیسے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، سیدنا عزیر علیہ السلام اور ملائکہ (حاشیہ: ۱۱۸)۔ نیز الکہف (۱۰۲) میں بھی انھی ہستیوں کا ذکر کرتے ہیں۔

مولوی احمد رضا خاں کے ترجمہ اور نعیم الدین مراد آبادی کی اس توضیح سے معلوم ہوا کہ مشرکین جن ہستیوں کو پکارتے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول و مقرب بندے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا عزیر علیہ السلام اور ملائکہ تھے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ﴾ الآيَةُ قَالَ : كَانَ أَهْلُ الشِّرْكِ يَقُوْلُوْنَ نَعْبُدُ الْمَلَائِكَةَ وَالْمَسِيْحَ وَالْعُزَيْرَ."

"سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ کے بارے میں فرمایا: "مشرکین کہتے تھے کہ ہم فرشتوں، عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں۔""

اسی طرح یہی تفسیر مجاہد (رحمہ اللہ) سے بھی منقول ہے۔ (ابن کثیر: ۳/۴۳)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی رحمہ اللہ نے عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، بخاری، نسائی اور طبرانی وغیرہ سے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا ہے:

((كَانَ نَفَرٌ مِّنَ الْإِنْسِ يَعْبُدُوْنَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ فَأَسْلَمَ النَّفَرُ مِنَ الْجِنِّ وَتَمَسَّكَ الْإِنْسِيُّوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ))

"انسانوں کا ایک گروہ جنوں کے ایک گروہ کی عبادت کرتا تھا، جنوں کے گروہ نے اسلام قبول کر لیا اور انسانوں نے ان کی عبادت کو تھام لیا تو یہ آیت کریمہ نازل کی۔"

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

((إِنَّهَا نَزَلَتْ فِي الَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ تَعَالٰى فَعَبَدُوْا عِيْسٰى وَ أُمَّهٗ وَعُزَيْرًا وَ

الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَالْكَوَاكِبَ)) (روح المعانی : ۱۵/ ۹۷، ۹۸)

''یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا، سوانھوں نے عیسیٰ علیہ السلام، ان کی ماں، عزیر علیہ السلام، سورج، چاند اور ستاروں کی عبادت کی۔''

مندرجہ بالا تفسیر سے معلوم ہوا کہ مشرکین عرب صرف بتوں ہی کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ وہ سیدنا عیسیٰ، سیدہ مریم، سیدنا عزیر علیہم السلام، جنوں، فرشتوں، سورج، چاند اور ستاروں کی بھی عبادت و پرستش کرتے تھے، تو یہ آیت کریمہ نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے ان کے عقیدے کی تردید کر دی اور واضح کر دیا کہ یہ ہستیاں دکھ درد دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتیں اور نہ مشکل کشا اور داتا ہو سکتی ہیں۔ جب عیسیٰ و عزیر علیہما السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر مشکل و مصیبت دور کرنے کی قوت و طاقت نہیں رکھتے تو پھر علی ہجویری وغیرہ گنج بخش یا داتا کیسے ہو سکتے ہیں؟ اور معین الدین چشتی وغیرہ کیسے کشتیاں پار لگا سکتے ہیں؟ بابا شاہ جمال کیسے خوبصورت و سرخ لال بیٹے عطا کر سکتا ہے؟

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَقُولُ ءَأَنتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هَٰؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ۝ قَالُوا سُبْحَانَكَ مَا كَانَ يَنبَغِي لَنَا أَن نَّتَّخِذَ مِن دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ وَلَٰكِن مَّتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ۝ ﴾

[الفرقان : ۱۷، ۱۸]

''اور جس دن اکٹھا کیا جائے گا انھیں (یعنی مشرکین کو) اور جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہیں پھر ان معبودوں سے فرمایا جائے گا کیا تم نے گمراہ کر دیے یہ میرے بندے یا یہ خود ہی راہ بھولے۔ وہ عرض کریں گے پاکی ہے تجھے، ہمیں سزاوار نہ تھا کہ تیرے سوا کسی اور کو مولیٰ بنائیں لیکن تو نے انھیں اور ان کے باپ دادوں کو برتنے دیا یہاں تک کہ وہ تیری یاد بھول گئے اور یہ لوگ تھے ہی ہلاک ہونے والے۔'' (ترجمہ احمد رضا)

یہ معبود عیسیٰ، عزیر (علیہما السلام) اور ملائکہ تھے۔ (مدارک : ۴/ ۴۳۰۔ خازن : ۴/ ۴۳۰۔ بیضاوی : ۲/ ۱۳۷۔ روح المعانی : ۱۸/ ۳۲۵۔ ابن کثیر : ۳/ ۳۴۳) جیسے فرمایا:

﴿ وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن

دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ ﴾ [المائدة : ١١٦، ١١٧]

''اور جب اللہ تعالیٰ کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو دو الہ بنا لو؟ تو وہ جواب میں عرض کریں گے کہ سبحان اللہ! میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا۔ اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو آپ کو ضرور علم ہوتا۔ آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ آپ کے دل میں ہے۔ آپ ساری پوشیدہ حقیقتوں کے عالم ہیں۔ میں نے ان سے اس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا، یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمھارا بھی۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾

[سبا : ٤٠، ٤١]

''اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے کہے گا کیا یہ لوگ تمھاری ہی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے تیری ذات پاک ہے تو ہی ہمارا کارساز ہے ان کے علاوہ بلکہ یہ جنوں کی عبادت کرتے تھے اور ان میں سے اکثر ان پر ایمان لائے ہوئے تھے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ ۝ وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝ؕ ﴾ [الزخرف : ١٩، ٢٠]

''اور انھوں نے فرشتوں کو جو رحمٰن کے بندے ہیں، عورتیں ٹھہرایا۔ کیا ان کے بناتے

وقت یہ حاضر تھے۔ اب لکھ لی جائے گی ان کی گواہی اور ان سے جواب طلب ہوگا۔
اور بولے اگر رحمٰن چاہتا ہم انھیں نہ پوجتے۔ انھیں اس کی حقیقت کچھ معلوم نہیں، یونہی اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔"

ان آیات سے معلوم ہوا کہ مشرکین جن کی عبادت کرتے تھے ان میں فرشتے اور جن بھی تھے۔ مشرکین کے معبودوں کے بارے میں فرمایا:

﴿ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝ ﴾ [النجم : ١٩، ٢٠]

"اب ذرا بتاؤ! تم نے کبھی اس لات اور اس عزیٰ اور تیسری ایک دیوی منات کی حقیقت پر کچھ غور بھی کیا ہے؟"

صحیح بخاری میں ہے:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي قَوْلِهِ ﴿اللَّاتَ وَالْعُزّٰى﴾ كَانَ اللَّاتُ رَجُلًا يَلِتُّ سَوِيْقَ الْحَاجِّ)) [بخاری، کتاب التفسیر، باب أفراءیتم اللات والعزی : ٤٨٥٩]

"سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لات ایک آدمی تھا جو حاجیوں کے لیے ستو گھولتا تھا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ لات ایک اچھا آدمی تھا۔ اسی طرح عزیٰ ایک عورت تھی جس کا بت بنا کر مشرکین پوجتے تھے۔ اس عزیٰ کے بت کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے توڑا تھا۔ [تفسیر ابن کثیر : ٤/ ٢٦٧، فی النسخة الجدیدة : ٤/ ٣٢٤۔ السنن الکبری للنسائی، کتاب التفسیر : (١١٥٤٧) ٦/ ٤٧٤، البدایة والنهایة : ٤/ ٢٧٤، ٢٧٥ و فی النسخة الجدیدة : ٤/ ٧١٢]

سیدنا نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو دعوت توحید دی تو قوم نے کہا:

﴿ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝ ﴾ [نوح :٢٣]

"اور انھوں نے کہا ہرگز نہ چھوڑو اپنے معبودوں کو اور نہ چھوڑو ود اور سواع کو اور نہ یغوث و یعوق اور نسر کو۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((اَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِیْنَ مِنْ نُوْحٍ))

[بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ نوح، باب ﴿ ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ﴾ : ۴۹۲۰]

''یہ قوم نوح کے نیک آدمیوں کے نام ہیں۔''

مذکورہ بالا آیات مقدسات اور احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ مشرکین عرب جن ہستیوں کو پکارتے اور ان کی عبادت کرتے تھے ان میں اللہ کے نبی، فرشتے اور نیک و صالح افراد بھی تھے۔ نیز قرآن حکیم میں ﴿ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ کے عموم میں یہ تمام ہستیاں شامل ہیں۔ چند اور آیات ملاحظہ ہوں۔

کیا ﴿ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ سے مراد صرف بت ہیں؟:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۹۴]

''بے شک اللہ تعالیٰ کے علاوہ جنھیں تم پکارتے ہو، وہ تمھاری مثل بندے ہیں، ان سے دعائیں مانگ دیکھو یہ تمھاری دعاؤں کا جواب دیں اگر تم سچے ہو۔''

﴿ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِیْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۰۰]

''اور اللہ کا شریک ٹھہرایا جنوں کو، حالانکہ اس نے ان کو بنایا اور اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیں جہالت سے، پاکی اور برتری ہے اس کو ان کی باتوں سے۔''

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا یَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِیْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِیْرٍ ﴾ [سبا : ۲۲]

''تم فرماؤ! پکارو انھیں جنھیں اللہ کے سوا سمجھے بیٹھے ہو، وہ ذرہ بھر کے مالک نہیں آسمانوں میں اور زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کچھ حصہ اور نہ اللہ کا ان میں سے کوئی مددگار۔''

تفسیر مدارک (۵/۱۵۹) میں ہے: قوله ﴿ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ اَیْ مِنَ الْاَصْنَامِ وَ الْمَلَائِكَةِ.

یعنی ﴿ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ سے مراد بت اور فرشتے ہیں۔ چند ایک مزید آیات ملاحظہ ہوں جن میں ﴿ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ سے مراد ذوی العقول ہیں:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ [التوبة : ٣١]

''انھوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے اور اسی طرح مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ انھیں ایک معبود برحق کے علاوہ کسی کی بندگی کا حکم نہیں دیا گیا۔ وہ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، پاک ہے وہ ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں ﴿ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ سے مراد علماء، درویش اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں:

﴿ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ [ال عمران : ٧٩]

''کسی انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ تو اس کو کتاب، حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کے سوا تم میرے بندے بن جاؤ۔''

یہاں ﴿ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں جنھیں کتاب، حکمت اور نبوت جیسی اہم خصوصیات سے نوازا گیا۔

﴿ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاۗءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـــًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ ﴾ [ال عمران : ٦٤]

''کہہ دیجیے! اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے علاوہ کسی کو اپنا رب نہ بنائے۔''

یہاں ﴿ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ سے مراد انسان ہی ہے۔

﴿ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ ﴾ [النساء : ١١٧]

''وہ اللہ کے علاوہ عورتوں کو پکارتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں ﴿ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ سے مراد عورتیں ہیں۔ ان تمام آیات سے واضح ہو گیا کہ ﴿ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ سے مراد صرف بت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ﴿ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ میں انبیاء، اولیاء، شہداء، ملائکہ، جن و انسان، شجر و حجر وغیرہ کو شامل کیا ہے۔ اور احمد رضا کے مطابق سورۂ یونس

(۳۷،۱۰۴تا ۱۰۷) اور البقرۃ (۲۳) اور بنی اسرائیل (۸۸) اور الجن (۲۲) میں سب جگہ "من دون اللّٰہ" اور "من دونہ" سے مراد مخلوق ہے۔

مزید ملاحظہ فرمائیں احمد رضا خاں صاحب کے قرآنی ترجمہ مع تفسیر میں سورۂ یونس (۱۵،۱۶،ف: ۳۵ تا ۴۰) میں "من دون اللّٰہ" سے مراد تمام مخلوق لکھا گیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ "من دون اللّٰہ" سے مراد خود محمد رسول اللہ ﷺ بھی ہیں اور سورۂ یونس (۳۷، ۳۸، ف۹۲ تا ۹۶) میں "من دون اللّٰہ" سے مراد ساری مخلوق لکھا ہے اور سورۃ النساء (۸۲، ف۲۱۲،۲۱۳) میں تمام مخلوق مراد ہے اور لکھا ہے۔ سورۃ المائدہ (۷۶، ف۱۹۴) میں "من دون اللّٰہ" سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور لکھا ہے۔ سورۃ المائدہ (۱۱۶، ف۲۸۸) میں "من دون اللّٰہ" سے مراد عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ہیں اور لکھا ہے۔ سورۂ جن (۲۲، ف۴۲) میں "من دونہ" سے مراد خود رسول اللہ ﷺ ہیں اور توبہ (۱۶) میں "من دون اللّٰہ" سے مراد سب مخلوق ہے اور لکھا ہے۔ شوریٰ (۳۰، ۳۱، ف۸۳ تا ۸۵) میں "من دون اللّٰہ" سے مراد مومنین ہیں اور لکھا ہے۔ سورۂ یونس (۶۵ تا ۶۷، ف ۱۴۹ تا ۱۵۶) میں "من دون اللّٰہ" سے مراد اللہ کے سوا ہر ایک ہے۔ (ف۱۵۱) النمل (۲۴ تا ۲۶، ف ۳۹ تا ۴۲) میں "من دون اللّٰہ" سے مراد اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک ہے۔

اوپر والی بیان کردہ باتیں الفرقان (۱۷،۱۸،۵۳تا۶۲) اور الزخرف (۴۵) اور النجم (۵۷، ۵۸) اور النحل (۸۶) اور بنی اسرائیل (۲) اور الکہف (۱۰۲) کے ترجمہ اور فوائد یعنی تفسیر میں لکھی گئی ہیں۔

واضح رہے کہ ساری مکی سورتوں میں ترجمہ از احمد رضا خانی و تفسیر از مراد آبادی میں بے شمار مقامات پر ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ اور ﴿مِّنْ دُوْنِهٖ﴾ کے لیے بت کا لفظ بار بار لکھا گیا ہے لیکن توحید الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی اللہ کی ذات، صفات، حقوق اور اختیارات میں اللہ کا شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کو اس تفسیر میں بری طرح مجروح کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جو قابل مذمت ہے۔

احمد رضا خان صاحب کا قرآنی ترجمہ اور ان کی دو رخی:

اب ہم اس معاملے کی ایک اور زاویہ سے بھی تشریح کرنا چاہتے ہیں۔ احمد رضا خاں صاحب کے قرآنی ترجمے کا تقابلی جائزہ پیش خدمت ہے:

۱۔ ﴿ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ [الأنعام : ٥٦]

''تم فرماؤ مجھے منع کیا گیا ہے کہ انھیں پوجوں جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔''

۲۔ ﴿ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ [الأعراف : ٣٧]

''تو ان سے کہتے ہیں کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے۔''

۳۔ ﴿ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴾ [بني إسرائيل : ٦٧]

''اور جب تمھیں دریا میں مصیبت پہنچتی ہے تو اس کے سوا جنھیں تم پوجتے ہو سب غائب ہو جاتے ہیں۔ پھر جب وہ تمھیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو منہ پھیر لیتے ہو۔''

٤۔ ﴿ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴾ [الصافات : ١٢٥]

''کیا بعل کو پوجتے ہو اور چھوڑتے ہو سب سے اچھے پیدا کرنے والے کو۔''

٥۔ ﴿ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴾

[النساء : ١١٧]

''یہ شرک والے اللہ کے سوا نہیں پوجتے مگر کچھ عورتوں کو اور نہیں پوجتے مگر سرکش شیطان کو۔''

٦۔ ﴿ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾

[الأنعام : ١٠٨]

''اور انھیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے۔''

۷۔ ﴿ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ﴾

[هود : ١٠١]

''تو ان کے معبود جنھیں اللہ کے سوا پوجتے تھے ان کے کچھ کام نہ آئے، جب تمھارے رب کا حکم آیا۔''

۸۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴾ [النحل : ٢٠]

''اور اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں بناتے اور وہ خود بنائے ہوئے ہیں۔''

آپ غور سے ملاحظہ فرمائیں کہ مندرجہ بالا آٹھ آیات میں لفظ ''یدعون'' اور ''تدعون'' کا ترجمہ پکارنے کی بجائے پوجنا کیا۔ اب ہم ان آیتوں کا حوالہ آپ کے سامنے پیش کریں گے جن میں انھی الفاظ یعنی ''تدعون'' اور ''یدعون'' کا ترجمہ احمد رضا خان صاحب نے بار بار ''پکارنا'' کیا، کیونکہ ان کا ترجمہ ''پوجنا'' ممکن نہیں ہے:

۱۔ ﴿ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴾

[الأنعام : ٤٠، ٤١]

''تم فرماؤ! بھلا بتاؤ تو اگر تم پر اللہ کا عذاب آئے یا قیامت قائم ہو، کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے، اگر تم سچے ہو، بلکہ اسی کو پکارو گے۔ تو وہ اگر چاہے جس پر اسے پکارتے ہو اسے اٹھالے اور شریکوں کو بھول جاؤ گے۔''

۲۔ ﴿ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ۝ ﴾ [الشعراء : ٧٢]

''فرمایا کیا وہ تمھاری سنتے ہیں جب تم پکارو۔''

۳۔ ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ﴾

[آل عمران : ٢٣]

''کیا تم نے انھیں نہ دیکھا جنھیں کتاب کا ایک حصہ ملا، کتاب اللہ کی طرف بلائے جاتے ہیں تا کہ وہ ان کا فیصلہ کرے۔''

٤۔ ﴿ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ ﴾

[آل عمران : ١٥٣]

''جب تم منہ اٹھائے چلے جاتے تھے اور پیٹھ پھیر کر کسی طرف نہ دیکھتے اور دوسری جماعت میں ہمارے رسول (ﷺ) تمھیں پکار رہے تھے تو تمھیں غم کا بدلا غم دیا۔''

٥۔ ﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ﴾

[الأنعام : ٥٢]

''اور دور نہ کرو انھیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں، صبح اور شام، اس کی رضا چاہتے ہیں۔''

٦۔ ﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا

﴿تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ﴾ [الكهف : ٢٨]

''اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، اس کی رضا چاہتے ہیں اور تمھاری آنکھیں انھیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں۔''

اس طرح اگر ہم ''دعو'' لفظ سے نکلے ہوئے متعلقہ الفاظ کا قرآن میں مزید جائزہ لیں تو یہ بہت سی اور جگہوں پر بھی ہیں۔ اس تقابلی جائزے پر اگر گہری نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ جہاں بھی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنے سے منع فرمایا ہے یا اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنے والوں کو کافر یا مشرک قرار دیا ہے یا فرمایا ہے کہ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنے والے ان کی عبادت کر رہے ہیں وہاں احمد رضا صاحب نے ''دعو'' یعنی پکارنا سے نکلے ہوئے الفاظ کا ترجمہ پکارنا سرے سے کیا ہی نہیں بلکہ پوجنا یا بندگی ترجمہ کیا ہے اور تفسیر میں بت کا لفظ لکھ دیا ہے۔ یعنی لکھا ہے کہ بتوں کی پوجا منع ہے اور اس سے عام مسلمان کو سخت گمراہ کیا ہے کہ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنا منع نہیں ہے صرف بتوں کی پوجا منع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ بلاخوف وخطر اللہ کے سوا دوسروں کو پکار رہے ہیں اور شرک کے مرتکب ہو رہے ہیں اور دوزخ کا ایندھن بن رہے ہیں۔ اگر آپ یہ تقابلی جائزہ خود کرنا چاہیں تو احمد رضا خان صاحب کا قرآنی ترجمہ وتفسیر مراد آبادی سامنے رکھ لیں اور حافظ نذر احمد صاحب کا قرآنی ترجمہ بھی سامنے رکھ لیں، اس کے بعد ہماری نشاندہی کے مطابق دونوں قرآنی تراجم میں وہ مقامات نکال کر جائزہ لے لیں، فرق صاف نظر آ جائے گا۔ یاد رہے کہ حافظ نذر احمد صاحب کا قرآنی ترجمہ تینوں مسالک یعنی بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث کا نظر ثانی شدہ اور متفقہ علیہ ترجمہ ہے، یہ ترجمہ اردو بازار لاہور سے باآسانی دستیاب ہے۔

یاد رہے کہ دعو (یعنی بلانا، پکارنا، مانگنا) سے نکلے الفاظ کا یہی ترجمہ احمد رضا صاحب نے اپنے قرآنی ترجمہ میں بار بار کیا ہے اور اس کا ترجمہ پوجا یا بندگی نہیں ہے اور عبد کا ترجمہ پوجا کرنے والا یا بندگی کرنے والا ہوگا۔ عبد کا ترجمہ بلانے والا، پکارنے والا، مانگنے والا نہیں ہوگا کیونکہ عبد کا معنی بندہ ہے۔ دعو یعنی پکارنا سے نکلے ہوئے الفاظ یدعو، تدعو، ندعو، یدعون، تدعون، دعا، دعوت وغیرہ اور عبد سے نکلے ہوئے الفاظ نعبد، تعبد، یعبد، تعبدون، یعبدون وغیرہ ہوں گے۔

ترجمہ میں یہ گڑ بڑ احمد رضا صاحب کے قرآنی ترجمہ میں مندرجہ ذیل جگہوں پر کی گئی ہے (النساء: ۱۱۷۔ الأنعام: ۵۶، ۷۱، ۱۰۸۔ الأعراف: ۲۹، ۳۷، ۱۸۹ تا ۱۹۸ (دو جگہ) ھود: ۱۰۱۔ الکہف: ۱۴۔ مریم: ۴۷، ۴۸۔ العنکبوت: ۴۲۔ فاطر: ۱۳، ۱۴۔ الصافات: ۱۲۵۔ الزمر: ۳۸۔ المومن: ۱۴ تا ۲۰، ۶۰ تا ۶۶، ۷۴۔ حم السجدہ: ۴۸۔ الزخرف: ۸۶۔ الأحقاف: ۴، ۵۔ الطور: ۲۸۔ الجن: ۱۸ تا ۲۰۔ بنی اسرائیل: ۵۷، ۶۷۔ الحج: ۱۲، ۱۳، ۶۲، ۷۳۔ یونس: ۱۰۶۔ النحل: ۲۰، ۸۶۔ الفرقان: ۶۸، ۷۷۔ المومنون: ۱۱۷۔ القصص: ۸۸۔ الشعراء: ۲۱۳۔ لقمان: ۳۰) اور غضب یہ ہے کہ دعا جو عام فہم لفظ ہے جس کا معنی دعا کرنا، پکارنا یا مانگنا ہے اس لفظ دعا کا معنی بھی (مریم: ۴۸۔ الفرقان: ۷۷۔ الاحقاف: ۵) میں پوجا کیا گیا ہے۔ یہ واضح تحریف یعنی ٹیڑھا مطلب نکالنا ہے۔ صرف اپنا عقیدہ درست ثابت کرنے کے لیے اور حیرانی کی بات یہ ہے کہ مندرجہ بالا تمام جگہوں پر شیعہ نے ترجمہ صحیح کیا ہے۔

مندرجہ بالا جگہوں کے علاوہ باقی جگہ ان الفاظ کا ترجمہ بلانا یا پکارنا یا مانگنا یا دعا کیا ہے کیونکہ وہاں مجبوری تھی، خان صاحب والا ترجمہ یعنی بندگی ممکن نہیں تھا۔ (البقرۃ: ۲۳، ۶۱، ۶۸ تا ۷۰، ۲۲۱، ۱۷۱، ۱۸۶، ۲۶۰، ۲۸۲۔ ھود: ۱۳، ۶۲۔ المومن: ۱۰، ۱۲، ۲۶، ۴۱ تا ۴۳، ۴۹، ۵۰۔ یونس: ۱۰، ۱۲، ۲۵، ۳۸، ۲۲، ۸۹۔ الأعراف: ۵، ۵۵، ۵۶، ۱۳۴، ۱۸۰، ۱۸۹ تا ۱۹۸۔ ابراہیم: ۹، ۱۰، ۲۲، ۳۹، ۴۰، ۴۴۔ بنی اسرائیل: ۵۲، ۷۱، ۵۶، ۱۱۰۔ حم السجدہ: ۵، ۳۱، ۳۳، ۴۹، ۵۱ اور بے شمار اور جگہ) اس کی واضح مثالیں ہیں۔ دراصل احمد رضا صاحب پہلے اپنا من گھڑت عقیدہ بناتے ہیں اور پھر اپنے خود ساختہ عقیدہ کے مطابق قرآن کا ترجمہ غلط کرتے چلے جاتے ہیں، حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ قرآن کو پڑھتے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق اپنا عقیدہ بناتے لیکن یہاں الٹ معاملہ ہوا جیسا کہ آپ دعا یعنی پکارنا کے باب میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دعا مجھ سے مانگو:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ﴾ [المؤمن: ٦٠]

''اور تمھارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ (ف ۱۲۷) بے شک وہ جو میری عبادت سے اونچے کھنچتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہو کر۔''

فائدہ ۱۲۷ کے تحت لکھا ہے حدیث شریف میں ہے کہ دعا کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے۔اور قرآن کریم میں دعا بمعنی عبادت بہت جگہ وارد ہے۔حدیث شریف میں ہے : ((الدعاء هو العبادة)) (أبوداؤد وترمذی) اس تقدیر پر آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ تم میری عبادت کرو میں تمھیں ثواب دوں گا۔(ترجمہ احمد رضا خاں صاحب وتفسیر مراد آبادی) یہاں دعا اور عبادت دونوں صحیح ترجمے کیے نیز دیکھیے الأعراف (۵۵،۵۶) از احمد رضا خان صاحب۔فائدہ (۱۰۰) یہاں بھی صحیح ترجمہ دعا کیا اورالرعد (۱۴ تا ۱۶) (صفحہ ۸۲۹) پر لکھتے ہیں : ''اللہ کے سوا کسی سے دعا نہ مانگی جائے۔'' اور صفحہ (۸۲۹) پر مزید لکھتے ہیں : ''اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے۔'' اور قرآن مجید سے اکیس حوالے درج ہیں اور اسی صفحہ پر لکھتے ہیں کہ ''ہر نفع ونقصان اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔'' اور قرآن سے پانچ حوالے درج ہیں۔

مراد آبادی صاحب نے تفسیر میں لکھا کہ دعا سے مراد عبادت ہے اور بریلوی وشیعہ حضرات دن رات مسجدوں میں اور مسجدوں سے باہر غیر اللہ کو پکار رہے ہیں یعنی بقول مراد آبادی صاحب کے غیر اللہ کی عبادت کر رہے ہیں جو سرا سر شرک وکفر ہے۔دعا کے لیے مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے (البقرۃ : ۱۸۶۔السجدہ : ۱۶۔النمل : ۶۲) ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ دعا صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو (اور یہاں احمد رضا خان نے ہر جگہ پکارنا ترجمہ کیا) اور فرمایا کہ میں تمھاری شہ رگ کے بھی قریب ہوں۔(ق : ۱۶) اور میں ہر چیز جو زمین وآسمان میں کھلی یا چھپی ہے اور دلوں کے بھید بھی جانتا ہوں۔(التغابن : ۴۔سبا : ۳۔فاطر : ۳۸)

اللہ تعالیٰ کو پکارنا اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، جیسا کہ ہم ابھی احمد رضا خان صاحب کے قرآنی ترجمہ ومراد آبادی کی تفسیر سے ثابت کر چکے ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو ان کو تمھاری پکار کا علم نہیں۔(فاطر : ۱۴۔الأحقاف : ۵،۶) اس سے پہلے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی پتا نہیں کہ اس وقت دنیا میں کیا ہو رہا ہے، نیز فرمایا جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمھارے کام نہیں نکال سکتے۔(فاطر : ۱۴)

اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنا شرک ہے۔(الأنعام : ۴۰، ۴۱۔العنکبوت : ۶۱ تا ۶۶۔الجن : ۲۰۔المومن : ۷۳،۷۴) اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارنا کفر ہے۔(الأعراف : ۳۷ تا ۴۱) غیر اللہ کی عبادت شرک ہے۔(یونس : ۱۰۴ تا ۱۰۷۔الزمر : ۶۴ تا ۶۷) اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارنا ان کی

عبادت ہے۔ (المومن: ٦٠ تا ٦٨۔ الأحقاف: ٤ تا ٦)

اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارنا بیکار ہے، کیونکہ وہ نفع ونقصان کے مالک نہیں۔ (الأنعام: ٧١۔ یونس: ١٠٦) فرمایا: ''خالص اللہ کو پکارو۔'' (اعراف: ٢٩۔ مومن: ١٤، ٦٥، ٦٦) اور فرمایا: ''اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔'' (الجن: ١٨۔ المومنون: ١١٧۔ القصص: ٨٨۔ النمل: ٦٢۔ الشعراء: ٢١٣۔ الفرقان: ٦٨، ٧٧) ''خالق کی بجائے مخلوق کو نہ پکارو۔'' (النحل: ٢٠۔ الأعراف: ١٨٩ تا ١٩٨)

یاد رہے کہ اصحاب کہف اور ان کی قوم کے درمیان بھی یہی جھگڑا تھا کہ قوم دوسروں کو پکارتی تھی اور اللہ کے یہ ولی غیر اللہ کو پکارنے سے انکاری تھے۔ (الکہف: ١٤ تا ١٦)

﴿هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ حَتّٰٓي اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَاۗءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَاۗءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ لَىِٕنْ اَنْجَيْـتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝﴾ [یونس: ٢٢]

''وہ اللہ ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں چلاتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کے موافق ہوا کے ذریعے سے لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ ان سے خوش ہوتے ہیں، ان پر ایک جھونکا سخت ہوا کا آتا ہے اور ہر طرف سے ان پر موجیں اٹھتی چلی آتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ (برے) آ گھرے (اس وقت) سب خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارتے ہیں کہ اگر تو ہم کو اس سے بچالے تو ہم ضرور شکر گزار بن جائیں گے۔''

یعنی پھر وہ دعا میں غیر اللہ کی ملاوٹ نہیں کرتے جس طرح عام حالت میں کرتے ہیں۔ عام حالات میں وہ کہتے ہیں کہ یہ بزرگ بھی اللہ کے بندے ہیں، انھیں بھی اللہ نے اختیارات سے نواز رکھا ہے اور انھی کے ذریعے سے ہم اللہ کا قرب تلاش کرتے ہیں، لیکن جب اس طرح شدائد میں گھر جاتے ہیں تو یہ سارے شیطانی فلسفے بھول جاتے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ یاد رہ جاتا ہے اور پھر صرف اسی کو پکارتے ہیں۔ اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ انسانی فطرت میں اللہ واحد کی طرف رجوع کا جذبہ ودیعت کیا گیا ہے، انسان ماحول سے متاثر ہو کر اس جذبے یا فطرت کو دبا دیتا ہے لیکن مصیبت میں یہ جذبہ ابھر آتا ہے اور یہ فطرت عود آتی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ توحید

فطرت انسانی کی آواز اور اصل چیز ہے، جس سے انسان کو انحراف نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس سے انحراف فطرت سے انحراف ہے جو سرا سر گمراہی ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ مشرکین جب اس طرح مصائب میں گھر جاتے تھے تو وہ اپنے خود ساختہ معبودوں کی بجائے صرف ایک اللہ کو پکارتے تھے۔ چنانچہ سیدنا عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب مکہ فتح ہو گیا تو یہ وہاں سے فرار ہو گئے، باہر کسی جگہ جانے کے لیے کشتی میں سوار ہوئے تو کشتی طوفانی ہواؤں کی زد میں آ گئی۔ جس پر ملاح نے کشتی میں سوار لوگوں سے کہا کہ آج اللہ واحد سے دعا کرو، تمھیں اس طوفان سے اس کے سوا کوئی نجات دینے والا نہیں ہے۔ سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے سوچا اگر سمندر میں نجات دینے والا صرف ایک اللہ ہے تو خشکی میں بھی یقیناً نجات دینے والا وہی ہے اور یہی بات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے فیصلہ کر لیا اگر یہاں سے میں زندہ بچ کر نکل گیا تو مکہ واپس جا کر اسلام قبول کر لوں گا۔ چنانچہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ [سنن نسائی، كتاب المحاربة (تحريم الدم)، الحكم في المرتد: ٤٠٧٢]
اسی مفہوم کے لیے دیکھیے ترجمہ مع تفسیر احمد رضا خان صاحب (لقمان : ۲۵ تا ۳۲۔ العنکبوت : ۶۱ تا ۶۶۔ یونس : ۱۸ تا ۲۳۔ الأنعام : ۴۰، ۴۱، ۶۳ تا ۶۶۔ النحل : ۲۰، ۲۱، ۵۳ تا ۵۵۔ الروم : ۳۰ تا ۳۵۔ الزمر : ۱ تا ۸، ۴۹) ان سب جگہوں پر احمد رضا خان صاحب نے پکارنا ترجمہ کیا، لیکن افسوس امت محمدیہ کے عوام اس طرح شرک میں پھنسے ہوئے ہیں کہ شدائد و آلام میں بھی وہ اللہ کی طرف رجوع کرنے کے بجائے فوت شدہ بزرگوں ہی کو مشکل کشا سمجھتے اور انھی کو مدد کے لیے پکارتے ہیں۔ فإنا لله و إنا إليه راجعون.

پکارنے کا معاملہ چونکہ بڑا اہم ہے، اس لیے اس معاملہ پر مکمل اور تفصیلی گفتگو کی ضرورت ہے۔

میرے سامنے اس وقت "المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم" ہے، یہ دارالمعرفت بیروت لبنان سے چھپی ہے، اس کے مصنف کا نام محمد فواد عبد الباقی ہے، یہ کتاب عربی میں ہے، اور یہ بتاتی ہے کہ قرآن مجید میں فلاں لفظ کتنی دفعہ وارد ہوا ہے اور یہ کس کس سورت اور آیت میں ہے۔ اس کے صفحہ ۳۲۶ تا ۳۳۰ پر ((دعو)) سے بننے والے الفاظ کی مکمل فہرست درج ہے، جس کی تفصیل کچھ یوں ہے، الفاظ کے بعد بریکٹ کے اندر وہ تعداد درج ہے، جتنی تعداد میں یہ لفظ قرآن کے اندر وارد ہوا ہے: دعا (٥) دعاكم (٢) دعانا(٢) دعوا (٦) أدعو (٤) تدع (٤)تدعوا

(٥)تدعون (١٧) تدعونا (٢) تدعونني (٣) تدعوهم (٥)ندع (٢)ندعوا (٤) يدع (٥) يدعوا (٨) يدعوكم (٤) يدعون (٢٣) أدع (١٠) أدعوا (١٤) وغيرهم.

اور اس کتاب کے صفحہ ۵٦٠ سے ۵٦۵ تک ((عبد)) سے بننے والے الفاظ کی مکمل فہرست درج ہے جس کی تفصیل کچھ یوں ہے : أعبد (١٣)تعبدوا (٧) تعبدون (٢٣) نعبد(٧) يعبد(٨) يعبدون(١٢) أعبدوا (٢١) العبد (١٠) العباد (٢٠) عبادك (٧) عبادنا (١٢) عباده (٣٤) عبادي (١٧) عابدون (٥) عبادته (٤) وغيرهم.

اس سے ثابت ہوا کہ "دعو" سے بنے الفاظ (جن کے معنی دعا کرنا، مانگنا، پکارنا ہیں) اور "عبد" سے بنے الفاظ (جن کے معنی عبادت، پوجا یا بندگی ہیں) قطعی مختلف ہیں۔

اب ہم وہ آیات درج کرتے ہیں جن کے ترجمہ میں احمد رضا خان صاحب نے گڑ بڑ کی ہے اور جن کی تفصیل اس کتاب میں اس سے پہلے دی گئی ہے۔

وہ آیات جن میں ((يدعون)) اور ((يدعونهُ)) ہے اور ترجمہ غلط کیا گیا ہے : (النساء: ١١٦، ١١٧۔ الأنعام : ١٠٨۔ هود : ١٠١۔ النحل : ١٧ تا ٢٣۔ بنی إسرائیل : ۵٦، ۵٧۔ الحج : ٦١ تا ٦٦۔ الفرقان : ٦٨۔ العنكبوت : ٤١، ٤٢۔ لقمان : ٣٠ تا ٣٢۔ الزخرف : ٨٢تا٨٩۔ حم السجدة : ٤٨)

اب ہم وہ آیات درج کرتے ہیں جس میں احمد رضا خان صاحب نے ((يدعون)) کا درست ترجمہ کیا ہے : (البقرة : ٢٢١۔ آل عمران : ٢٣، ١٠٤، الانعام : ۵٢۔ ١٧۔ یونس : ٦٦۔ یوسف : ٣٣۔ الانبیاء : ٩٠۔ الرعد: ١٤۔ الكهف : ٢٨۔ القصص : ٤١۔ السجدة : ١٦۔ يٰسين : ۵٧۔ ص : ۵١۔ الدخان : ۵۵۔ القلم : ٤٢، ٤٣)

وہ آیات جن میں ((تدعون)) ہے اور ترجمہ غلط کیا گیا ہے : (الأنعام : ۵٦۔ الأعراف : ٣٧، ١٩٤، ١٩٧۔ بنی إسرائیل : ٦٧۔ مريم : ٤٧ تا ٤٩۔ الحج : ٧٣، ٧٤۔ الصافات : ١٢۵ تا ١٢٨۔ الزمر : ٣٨ تا ٤٠۔ الأحقاف : ١ تا ٦)

اب ہم وہ آیات درج کرتے ہیں جن میں لفظ ((تدعون)) کا درست ترجمہ کیا گیا ہے : (ابراہیم : ٩۔ الأنعام : ٤٠، ٤١، ٦٣۔ الشعراء : ٧٢۔ المؤمن : ١٠، ٤١ تا ٤٣ (٣ دفعہ) حم السجدة : ٣١۔ محمد : ٣٨۔ الفتح : ١٦۔ الملك : ٢٧)

وہ آیات جن میں ((تدع، يدع)) آتا ہے، لیکن ترجمہ غلط کیا گیا ہے : (یونس : ١٠٣ تا

۱۰۹۔ المؤمنون: ۱۱۶، ۱۱۷۔ الشعراء: ۲۱۳۔ القصص: ۸۸)

وہ آیات جن میں ((تدع، یدع)) وغیرہ کا درست ترجمہ کیا گیا ہے: (فاطر: ۱۸۔ الکہف: ۵۷۔ بنی اسرائیل: ۱۱۔ المؤمن: ۲۶۔ القمر: ۶ تا ۸۔ العلق: ۱۷)

وہ آیات جن میں ((ادعو، تدعو، یدعو، ندعو)) وغیرہ ہیں لیکن ترجمہ غلط کیا گیا ہے: (الأعراف: ۱۹۴۔ النحل: ۸۶۔ الکہف: ۱۴۔ مریم: ۴۷ تا ۴۹۔ الحج: ۱۲، ۱۳۔ الجن: ۱۸ تا ۲۳۔ الأحقاف: ۱ تا ۶۔ الطّور: ۲۸)

وہ آیات جن میں ان الفاظ کا درست ترجمہ کیا گیا ہے:

(الأعراف: ۵۵، ۵۶، ۱۸۹ تا ۱۹۸۔ یونس: ۳۸۔ ھود: ۱۳۔ یوسف: ۱۰۸۔ الرعد: ۳۶۔ بنی اِسرائیل: ۵۶، ۱۱۰۔ المؤمنون: ۷۳۔ الفرقان: ۱۳، ۱۴۔ فاطر: ۱۳۔ ۱۴۔ محمد: ۳۵۔ یونس: ۲۵۔ ھود: ۶۲۔ اِبراہیم: ۹۔ بنی اِسرائیل: ۵۲۔ الزمر: ۸۔ فاطر: ۶۔ بنی اِسرائیل: ۷۱)

وہ آیات جن میں ((دعا)) کا لفظ آیا ہے لیکن ترجمہ ٹھیک نہیں کیا: (مریم: ۴۷ تا ۴۹۔ الفرقان: ۷۷۔ الأحقاف: ۱ تا ۶)

وہ آیات جن میں ((دعا)) کا صحیح ترجمہ کیا : (البقرۃ: ۱۷۱۔ آل عمران: ۳۸۔ یونس: ۱۲، ۸۹۔ الرعد: ۱۴۔ ابراہیم: ۳۹، ۴۰۔ بنی اِسرائیل: ۱۱۔ مریم: ۴۔ الأنبیاء: ۴۵۔ النور: ۶۳۔ الزمر: ۴۹)

قرآن مجید میں پکارنے کے بارے میں بے شمار جگہ ذکر وارد ہوا ہے، لیکن سورۂ فاطر اور سورۃ المؤمن، یہ دونوں سورتیں مکمل طور پر پکارنے کے موضوع پر ہیں، اس لیے ان سورتوں کا ہم یہاں تفصیلی ذکر کریں گے:

سورۂ فاطر میں ((دعو)) سے بننے والے الفاظ کا رضاخانی ترجمہ یہاں درج کیا جاتا ہے:

اس سورت کی آیت (۶) میں لفظ ((یدعوا)) آیا ہے جس کا ترجمہ ''بلاتا ہے'' کیا گیا ہے۔

اس سورت کی آیات (۱۳ تا ۱۸) میں لفظ ((تدعون)) کا ترجمہ ''پوجتے'' کیا گیا ہے اور ((تدعوھم)) کا ترجمہ ''تم انھیں پکارو'' کیا گیا ہے اور ((دعاء کم)) کا ترجمہ ''تمھاری پکار'' کیا گیا ہے اور ((تدع)) کا ترجمہ ''بلانا'' کیا گیا ہے۔

اس سورت کی آیات (۳۸ تا ۴۱) میں لفظ ((تدعون)) کا ترجمہ ''پوجتے'' کیا گیا ہے۔

اب تک آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ مندرجہ بالا تفصیل سے صاف ظاہر ہے کہ جان بوجھ کر ان الفاظ کا غلط ترجمہ کیا گیا۔

سورۃ المومن کے ((دعو)) سے بننے والے الفاظ کا یہاں رضاخانی ترجمہ درج کیا جاتا ہے، اس سورت کی آیت (۱۰) میں ﴿ تَدْعُوْنَ ﴾ کا ترجمہ ''بلانا'' کیا گیا ہے۔

اس سورت کی آیت (۱۲) میں ﴿ دُعِیَ اللّٰہُ وَحْدَہٗ ﴾ کا ترجمہ ''ایک اللہ کو پکارنا'' کیا گیا ہے۔

اس سورت کی آیت (۱۴) میں ﴿ فَادْعُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ ﴾ کا ترجمہ ''اللہ کی بندگی کرو، نرے اس کے بندے ہو کر'' کیا گیا ہے۔

اس سورت کی آیت (۲۰) میں ﴿ یدعون ﴾ کا ترجمہ ''پوجتے'' کیا گیا ہے۔

اس سورت کی آیت ۲۶ میں ﴿ یدعُ ﴾ کا ترجمہ پکارنا کیا گیا ہے۔

اس سورت کی آیات (۴۱ تا ۴۳) میں ﴿ أدعوکم ﴾ دو بار آیا اور ﴿ تدعوننی ﴾ تین بار آیا اور ﴿ دعوۃ ﴾ ایک بار آیا، سب کا ترجمہ درست کیا۔

اس سورت کی آیات (۶۰ تا ۷۴) میں ﴿ أدعونی ﴾ کا ترجمہ درست کیا اور ﴿ فادعُوہ ﴾ اور ﴿ تدعون ﴾ اور ﴿ ندعوا ﴾ کا ترجمہ درست نہیں کیا۔

سورۂ فاطر اور سورۃ المؤمن کی مندرجہ بالا آیات کے جو حوالے ہم نے اوپر دیے آپ خود ہی اندازہ فرمائیں کہ اس میں دیدہ و دانستہ غلط ترجمہ کیا گیا اور جہاں چاہا درست ترجمہ کر دیا۔ یہ ہے ان کی دو رخی اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں واضح تحریف۔

ایک اہم نکتہ:

اگر ((دعو)) سے بنے ہوئے الفاظ کا ترجمہ عبادت مان لیا جائے تو وہ دو احادیث جن کا اس تفسیر میں المؤمن (۶۰، ف ۱۲۷) اور الأعراف (۵۵۔۵۶، ف ۱۰۰) میں ذکر ہے، ان کا ترجمہ اور تفصیل کچھ یوں ہو گی:

((اَلدُّعَاءُ ھُوَ الْعِبَادَۃُ)) (أبو داوٗد و ترمذی)

ان کے کہنے کے مطابق ترجمہ یوں ہو گا ''عبادت عبادت ہے'' اور دوسری حدیث: ((اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ)) (ترمذی) کا ان کے کہنے کے مطابق ترجمہ یوں ہو گا ''عبادت عبادت کا مغز ہے۔''

ظاہر ہے یہ معنی بے معنی ہیں اور ان دو حدیثوں کا درست ترجمہ یہ ہوگا: ''پکارنا ہی عبادت ہے۔'' اور دوسری حدیث کا صحیح ترجمہ یہ ہوگا: ''پکارنا عبادت کا مغز ہے۔''

اور مراد آبادی صاحب کی تفسیر المؤمن (۶۰، ف ۱۲۷) اور الاعراف (۵۵، ۵۶، ف ۱۰۰) میں یہ بھی لکھا ہے کہ ''دعا عبادت ہے۔'' یہ قرآن میں بہت جگہ وارد ہوا ہے۔

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ بات کلی طور پر ثابت ہوگئی کہ جو غیر اللہ کو پکارتا ہے وہ غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے، اس طرح غیر اللہ کو پکارنے والا شرک فی الحکم کر رہا ہے۔ کیونکہ اس نے نہ اللہ کی مانی نہ رسول اللہ ﷺ کی اس سلسلہ میں مانی۔ وہ شرک فی الذات بھی کر رہا ہے۔ کیونکہ عبادت اللہ کے سوا صرف اس کی ہوسکتی ہے جو اللہ کی ذات میں سے نکلا ہو۔ (الزخرف: ۸۱) اور کسی کی بھی اللہ کے سوا عبادت نہیں ہوسکتی۔ وہ شرک فی الصفات بھی کر رہا ہے، کیونکہ اس نے اللہ کی صفت غیر اللہ میں رکھ دی۔ وہ شرک فی العلم بھی کر رہا ہے، کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میں جو غیر اللہ کو پکار رہا ہوں وہ ہستی میرے پکارنے کا علم رکھتی ہے، حالانکہ اللہ قریب ہے، یہ قرآن میں ہے اور کوئی قریب نہیں ہے۔ (البقرۃ: ۱۸۶۔ ہود: ۱۲۳۔ سبا: ۵۰) وہ شرک فی العبادت بھی کر رہا ہے، کیونکہ پکارنا عبادت ہے، اس طرح غیر اللہ کو پکارنے والا ''لاالٰہ الا اللہ'' ہی کا منکر ہو گیا اور وہ اسلام سے خارج ہو گیا، کیونکہ کلمہ پڑھ کر وہ اسلام میں داخل ہوا، جب اس نے غیر اللہ کو پکارا تو اس نے غیر اللہ کی عبادت کی، اس طرح وہ ''لاالٰہ الا اللہ'' کا منکر ہو گیا، کیونکہ کلمہ کا مطلب ہے اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں۔

قرآن عقل استعمال کرنے کی دعوت دیتا ہے، جس فوت شدہ کو ہم غسل دیتے ہیں، کفن پہناتے ہیں، کاندھوں پر اٹھا کر قبر تک لے جاتے ہیں، قبر میں اتارتے ہیں، اس کے اوپر منوں مٹی ڈالتے ہیں، اس کا جنازہ اور اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں پھر اسے ہی پکارنا شروع کر دیتے ہیں، اسے داتا، مشکل کشا کہتے ہیں، اسے غوث الاعظم سمجھتے ہیں۔ کیا یہ لوگ اتنی عام سی بات کو بھی نہیں سمجھتے؟ حالانکہ بقول نعیم مراد آبادی صاحب کے جو فوت ہو جائے اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں۔ (دیکھیے تفسیر مراد آبادی: الشعراء: ۸۹، ف ۹۲)

ان کی گڑبڑ کے کچھ مزید نکات:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَعَلٰمٰتٍ ۭ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـــًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاۗءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ۝﴾ [النحل: ۱۲ تا ۲۳]

''اور اس نے تمھارے لیے مسخر کیے رات اور دن اور سورج اور چاند، اور ستارے اس کے حکم کے باندھے ہیں، بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کو (ف۱۸) اور وہ جو تمھارے لیے زمین میں پیدا کیا رنگ برنگ (ف ۱۹) بے شک اس میں نشانی ہے یاد کرنے والوں کو اور وہی ہے جس نے تمھارے لیے دریا مسخر کیا (ف۲۰) کہ اس میں سے تازہ گوشت کھاتے ہو (ف۲۱) اور اس میں سے گہنا نکالتے ہو جسے پہنتے ہو (ف۲۲) اور تو اس میں کشتیاں دیکھے کہ پانی چیر کر چلتی ہیں اور اس لیے کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور کہیں احسان مانو اور اس نے زمین میں لنگر ڈالے۔ (ف۲۳) کہ کہیں تمھیں لے کر نہ کانپے اور ندیاں اور رستے کہ تم راہ پاؤ (ف۲۴) اور علامتیں (ف ۲۵) اور ستارے سے وہ راہ پاتے ہیں (ف ۲۶) تو کیا جو بنائے (ف ۲۷) وہ ایسا ہو جائے گا جو نہ بنائے (ف ۲۸) تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو انھیں شمار نہ کر سکو گے (ف ۲۹) بے شک اللہ بخشنے، والا مہربان ہے (ف ۳۰) اور اللہ جانتا ہے (ف ۳۱) جو چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو

اوراللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں (ف ۳۲) وہ کچھ بھی نہیں بناتے اور (ف ۳۳) وہ خود بنائے ہوئے ہیں (ف ۳۴) مردے ہیں (ف ۳۵) زندہ نہیں اور انھیں خبر نہیں کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔ (ف ۳۶) تمھارا معبود ایک معبود ہے۔ (ف ۳۷) تو وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل منکر ہیں (ف ۳۸) اور وہ مغرور ہیں (ف ۳۹) فی الحقیقت اللہ جانتا ہے جو چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں، بے شک وہ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا۔"

مندرجہ بالا آیات اور ترجمہ کو بار بار غور سے پڑھیں، ان آیات کے ترجمے اور تفسیر میں زبردست گڑبڑ اور تحریف کی گئی ہے۔

۱۔ ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان پر یہ یہ نعمتیں کی ہیں۔

۲۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت اور وحدانیت بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاعل ومختار ہے اور اس کو سب قدرت و اختیار حاصل ہے اور تم ایسے خالق ومالک کی عبادت چھوڑ کر کسی بھی اور کو مت پکارو کیونکہ وہ اکیلا معبود ہے، خالق کو پکارو، مخلوق کو نہ پکارو، کیونکہ خالق نے سب کو پیدا کیا، مخلوق کچھ پیدا نہیں کر سکتی۔

ان واضح آیات کے باوجود رضاخانی ترجمہ مع تفسیر میں جو کچھ تحریف کی گئی ہے وہ درج ذیل ہے:

(۱) یہاں "خلق" سے نکلے ہوئے چار الفاظ ہیں: ((یَخْلُقُ (دو مرتبہ) یَخْلُقُوْنَ، یُخْلَقُوْنَ)) ان کا ترجمہ پیدا کرنا ہے لیکن اس ترجمہ میں پیدا کرنے کی بجائے "بنانا" ترجمہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمایا کہ میں نے سب کچھ پیدا کیا، کوئی اور ہستی کچھ پیدا نہیں کر سکتی، لہٰذا مجھے پکارو، میری عبادت کرو لیکن یہاں بنانا ترجمہ چار دفعہ لکھ کر تفسیر میں بت لکھ دیا اور مطلب یہ نکالا کہ بت کچھ نہیں بنا سکتے اور اللہ تعالیٰ کی ان آیات کا مطلب ساری مخلوق کی طرف سے پھیر کر بتوں کی طرف کر دیا کہ بت کچھ نہیں کر سکتے، حالانکہ ہر ذی شعور شخص ان آیات سے یہ مطلب آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ ان آیات میں بیان کردہ اللہ کی صفات اللہ کے سوا اور کسی میں نہیں۔ (۲) یہاں ((یدعون)) کا لفظ بیان ہوا ہے جس کا معنی ہے پکارنا اور اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں، مردے ہیں، زندہ نہیں اور انھیں خبر نہیں کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔ یہ آیات فوت شدہ مخلوق کو پکارنے کی صاف نفی کر رہی ہیں لیکن یہاں اس بات کا ذکر تک نہیں اور محض بتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو سراسر

تحریف ہے۔ (۳) تیسری بات یہ ہے کہ ان آیات میں ﴿ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ﴾ وارد ہوا ہے یعنی اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں۔ ہم ((مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ)) کے باب میں نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں کہ احمد رضا خانی قرآن ہی میں ((مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ)) سے مراد ساری مخلوق ہے، جس میں انبیاء بھی شامل ہیں لیکن یہاں ((مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ)) کی تفسیر میں بت لکھ دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ان آیات میں ساری مخلوق کی نفی فرما رہا ہے لیکن یہ صاحب صرف بتوں کی نفی کر رہے ہیں جو واضح تحریف ہے۔

بالکل اسی طرح کی تحریفیں الفاطر (۳۸ تا ۴۱)، الأحقاف (۱ تا ۶) اور الأعراف (۱۸۹ تا ۱۹۸) میں بھی کی گئی ہیں، آپ خود مطالعہ کر سکتے ہیں۔ سورۂ یونس (۱۰۳ تا ۱۰۹) میں ((تدع)) کا ترجمہ بندگی کیا، باقی ترجمہ وتفسیر بالکل درست کیا، ان آیات کو پڑھ کر اوپر والی تحریف صاف سمجھ آ رہی ہے۔

یاد رہے کہ اوپر والے چار حوالے جب آپ قرآن مجید میں ترجمے کے ساتھ پڑھیں گے تو یہ بات بالکل عیاں ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کے دلائل دے کر فرمایا کہ صرف میری عبادت کرو، صرف مجھے پکارو، مخلوق کو نہ پکارو۔

اور مندرجہ ذیل مقامات پر بھی تحریف کی گئی ہے: (الروم: ۲۸ تا ۴۰، ف ۸۷، ۸۸۔ سبا: ۲۲ تا ۲۷ مع فوائد۔ فاطر: ۱ تا ۴۱، فوائد ۲ تا ۱۰۲۔ الزمر ۲۹ تا ۴۶، الشوریٰ: ۱ تا ۱۲ مع فوائد)

یاد رہے کہ احمد رضا خانی ترجمہ میں مندرجہ ذیل جگہوں پر ((خلق)) ''پیدا کرنا'' سے نکلے ہوئے الفاظ کا بار بار ''پیدا کرنا'' ترجمہ کیا گیا ہے۔ چند جگہوں کی نشاندہی یہ ہے: (البقرۃ: ۲۲۸، ۲۱، ۱۶۴۔ آل عمران: ۴۷، ۱۹۰، ۱۹۱۔ الأنعام: ۲، ۹۴، ۱۰۱۔ الأعراف: ۱۱، ۵۴، ۱۸۹۔ الروم: ۸، ۲۰، ۲۲، ۴۰) اور بہت سی اور بھی جگہ۔

دلچسپ امر یہ ہے کہ ان کے ترجمے میں ((خلق)) سے نکلے ہوئے الفاظ میں کئی جگہ پیدا کرنا بھی ترجمہ کر دیا ہے اور بنانا ترجمہ بھی کر دیا ہے، لیکن اپنے مطلب اور عقیدے کے مطابق۔ مثلاً الأعراف (۱۸۹ تا ۱۹۸) میں دونوں ترجمے کیے ہیں، آپ خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

''دعو'' الفاظ کے ترجمہ میں رضا خانی قرآن کے تضادات:

۱۔ الفاظ سب پکارنا ترجمہ بھی سب پکارنا کیا۔ (الأنعام: ۴۰، ۴۱۔ الرعد: ۱۴ تا ۱۶۔ بنی إسرائیل: ۱۱۰،

ف ۲۳۰۔ الروم : ۲۵ تا ۳۳۔ البقرۃ : ۱۸۶، ۲۲۱۔ القصص : ۶۴۔ الکہف : ۵۲، المومن : ۴۱ تا ۴۳۔ فاطر : ۱۴۔ القمر : ۶۔ الشعراء : ۷۲۔ الکہف : ۵۲، ۲۸۔ الاحقاف : ۳۱۔ ۳۲۔ الزمر : ۸۔ العلق : ۱۷، ۱۸۔ الفرقان : ۱۳۔ ۱۴۔ القلم : ۴۲، ۴۳)

۲۔ عبادت اور پکارنا دونوں الفاظ وارد ہوئے، ترجمہ صرف بندگی کیا۔ (الانعام : ۵۶۔ یونس : ۱۰۴ تا ۱۰۷۔ الکہف : ۱۴ تا ۱۶، ف ۱۹۔ الشعراء : ۲۱۳۔ القصص : ۸۸۔ المؤمن : ۶۵، ۶۶۔ المؤمنون : ۱۱۶، ۱۱۷۔ الفرقان : ۶۸۔ ہود : ۱۰۱۔ الفرقان ۶۸)

۳۔ لفظ دونوں پکارنا وارد ہوئے، ترجمہ دونوں کا بندگی کیا۔ (الاحقاف : ۴ تا ۶، الجن : ۱۸ تا ۲۰۔ مریم : ۴۸)

۴۔ عبادت اور پکارنا دونوں الفاظ وارد ہوئے، ترجمہ بھی عبادت اور پکارنا کیا۔ (الرعد : ۳۶۔ النحل : ۶۲۔ سورۂ یونس : ۶۲)

۵۔ لفظ دونوں پکارنا وارد ہوئے ایک کا ترجمہ بندگی کیا اور ایک کا پکارنا کیا۔ (الانعام : ۷۱۔ بنی اسرائیل : ۵۶، ۵۷۔ بنی اسرائیل : ۶۷، ف ۱۴۸۔ لقمان : ۲۵ تا ۳۲۔ القصص : ۸۷، ۸۸۔ الاعراف : ۱۸۹ تا ۱۹۸)

اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ سے فرمایا کہ میرے بندوں کو نہ پکارو، اگر تم سچے ہو تو ان کو پکارو وہ تمھیں جواب دیں۔ (الاعراف : ۱۸ تا ۱۹۸) اور یہود و نصاریٰ سے فرمایا کہ اپنے نبیوں کو نہ پکارو، دیکھیے رضا خانی ترجمہ مع تفسیر (بنی اسرائیل : ۵۶، ۵۷، ف ۱۱۸، اور الجن : ۱۸ تا ۲۰ ف ۳۸ اور الاعراف : ۳۷ تا ۴۱، ف ۶۱ تا ۶۹) یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ غیر اللہ کو پکارنے والا موت کے وقت اپنے کافر ہونے کا اقرار کرتا ہے اور ایسوں کی بخشش ناممکن ہے جب تک سوئی کے نکے میں سے اونٹ نہ گزر جائے۔

غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے (قرآنی فیصلے):

(النساء : ۱۱۶، ۱۱۷۔ الانعام : ۴۰، ۴۱، ۶۳ تا ۶۶۔ الاعراف : ۱۸۹ تا ۱۹۸۔ یونس : ۶۶۔ الرعد : ۱۴ تا ۲۱۔ النحل : ۵۳، ۵۴، ۸۶۔ القصص : ۶۲ تا ۶۴۔ الکہف : ۵۲۔ الروم : ۱۱ تا ۴۰۔ سبا : ۲۲۔ فاطر : ۱ تا ۲۶، ۳۳ تا ۴۱۔ الزمر : ۸ تا ۱۶۔ المؤمن : ۱۲ تا ۱۴، ۷۳ تا ۷۶)

قرآنی فیصلے کے مطابق غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے اور احمد رضا خاں صاحب نے لکھا کہ شرک سے مسلمان مرتد ہو جاتا ہے۔ (دیکھیے ان کا ترجمہ مع تفسیر البقرۃ : ۵۲، ف ۸۸)

غیراللہ کو پکارنا کفر ہے (قرآنی فیصلے):

(الأعراف: ۳۷ تا ۴۱۔ الرعد: ۱۴ تا ۲۱۔ بنی إسرائیل: ۶۷ تا ۶۹۔ المؤمنون: ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ فاطر: ۱۳ تا ۴۱۔ الزمر: ۸ تا ۱۶۔ المؤمن: ۱۲ تا ۱۴، ۷۳ تا ۷۶)

قرآنی فیصلے کے مطابق غیراللہ کو پکارنے والا کافر ہے اور مراد آبادی صاحب نے لکھا کہ کفار کا جنت سے محروم رہنا قطعی ہے۔ (دیکھیے ترجمہ احمد رضا خان صاحب مع تفسیر الأعراف: ۳۷ تا ۴۱ مع فوائد)

غیراللہ کو پکارنا ان کی عبادت ہے (قرانی فیصلے):

(الانعام: ۵۶۔ یونس: ۱۰۴ تا ۱۰۷۔ هود: ۱۰۱۔ النحل: ۱ تا ۲۳۔ الکهف: ۱۴، ۱۵۔ مریم: ۴۸ تا ۵۰، المؤمنون: ۱۱۶، ۱۱۷۔ الشعراء: ۲۱۳، النمل: ۶۲)

اللہ کو پکارو (قرآنی فیصلے):

(البقرة: ۱۸۶۔ الأعراف: ۵۵۔ ۵۶، ۱۸۰۔ الرعد: ۱۴ تا ۲۱۔ الحج: ۶۱ تا ۷۷۔ لقمان: ۲۸ تا ۳۲۔ فاطر: ۱ تا ۴۱۔ الزمر: ۳۸۔ ۳۹۔ المؤمن: ۲۰)

غیراللہ کو پکارنا بے کار، کیونکہ وہ تصرف کا اختیار نہیں رکھتے (قرآنی فیصلے):

(الأنعام: ۷۱۔ یونس: ۱۰۴ تا ۱۰۷۔ هود: ۱۰۱۔ الحج: ۱۲، ۱۳۔ سبا: ۲۲۔ فاطر: ۱ تا ۲۶۔ الزمر: ۳۸، ۳۹۔ الزخرف: ۸۴ تا ۸۶)

خالص (یعنی صرف اور صرف) اللہ کو پکارو (قرآنی فیصلے):

(الأعراف: ۲۸، ۲۹، المؤمن: ۱۲ تا ۱۴، ۶۰ تا ۶۸۔ یونس: ۱۸ تا ۲۳، العنکبوت: ۶۱ تا ۶۶، لقمان: ۲۵ تا ۳۲)

یہاں ہم احمد رضا خاں صاحب کی ایک اور دو رخی قارئین کے مطالعہ کے لیے بیان کرنا چاہتے ہیں:

۱۔ الأعراف (۲۹) میں وارد ہوا: ﴿وَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ ''اور اس کی عبادت کرو نرے اس کے بندے ہوکر۔''

۲۔ المؤمن (۱۴) میں وارد ہوا: ﴿فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''تو اللہ کی بندگی کرو، نرے اس کے بندے ہوکر (ف ۳۰) پڑے برا مانیں کافر (ف ۳۰) (شرک سے کنارہ کش ہوکر)۔''

۳۔ المؤمن (۶۵) میں وارد ہوا:

﴿ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾
''وہی زندہ ہے (ف ۱۳۶) اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو اسے پوجو، نرے اسی کے بندے ہوکر، سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا رب۔''

۴۔ ﴿ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ؗ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [المؤمن : ٦٦]
''تم فرماؤ میں منع کیا گیا ہوں کہ انھیں پوجوں جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو جبکہ میرے پاس روشن دلیلیں میرے رب کی طرف سے آئیں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ رب العالمین کے حضور گردن رکھوں۔''

۵۔ سورۂ یونس (۲۲) میں وارد ہوا: ﴿ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾ ''اس وقت اللہ کو پکارتے ہیں، نرے اس کے بندے ہوکر۔''

۶۔ العنکبوت (۶۵) میں وارد ہوا : ﴿ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾ ''اللہ کو پکارتے ہیں ایک اسی پر عقیدہ لاکر۔''

۷۔ الروم (۳۳ تا ۳۵) میں وارد ہوا: ﴿ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ﴾ ''تو اپنے رب کو پکارتے ہیں اسی کی طرف رجوع لاتے ہوئے۔''

۸۔ لقمان (۳۲) میں وارد ہوا: ﴿ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾ ''تو اللہ کو پکارتے ہیں نرے اسی پر عقیدہ رکھتے ہوئے۔ (ف ۶۰) (اور اسی سے دعا و التجا، اس وقت ماسوا کو بھول جاتے ہیں)

آپ نے مندرجہ بالا تحریر میں دو رخی ملاحظہ فرمائی، ۱ تا ۴ میں ((دعو)) کا ترجمہ عبادت، بندگی اور پوجا کیا گیا جبکہ اسی لفظ کا ۵ تا ۸ میں پکارنا ترجمہ کیا گیا کیونکہ اپنا عقیدہ درست ثابت کرنا تھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ اوپر والی تمام کی تمام ۸ آیات میں فرما رہا ہے کہ خالص اللہ کو پکارو یعنی صرف اور صرف اللہ کو پکارو اور کسی کو نہ پکارو۔

اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو (قرآنی فیصلے):

(الاعراف: ۵۵، ۵۶۔ الجن: ۱۸، المؤمنون: ۹۱، ۱۱۷۔ النمل: ۶۰ تا ۶۵۔ القصص: ۸۸۔ المؤمن: ۶۰۔ الانعام: ۱۹۔ الحجر: ۹۶۔ بنی اسرائیل: ۲۲، ۳۹، ۴۲۔ ق: ۲۶)

مخلوق کو نہ پکارو (قرآنی فیصلے):

(الأعراف: ۱۹۰، ۱۹۱۔ یونس: ۱۰۴ تا ۱۰۷ مع فوائد۔ الرعد: ۱۴ تا ۲۱۔ النحل: ۱ تا ۲۳۔ فاطر: ۳۳ تا ۴۱۔ الأحقاف: ۴ تا ۶)

عیسائی اور یہودی غیر اللہ کو پکارتے ہیں:

عیسائی اور یہودی غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کو مشرک اور کافر فرمایا۔ دیکھیے مراد آبادی تفسیر (الجن: ۱۸، ۲۰، ف ۳۸۔ الأعراف: ۳۷ تا ۴۱ مع فوائد۔ بنی إسرائیل: ۵۶۔ ۵۷، ف ۱۱۸)

غیر اللہ کو پکارنے والے اور قیامت کا دن:

(الکہف: ۵۲۔ النحل: ۸۶۔ القصص: ۶۲ تا ۶۴۔ فاطر: ۱ تا ۲۶۔ المؤمن: ۴۳ تا ۶۷۔ حم السجدة: ۴۷، ۴۸۔ الأحقاف: ۴ تا ۶) شریک پکارنے سے بے خبر ہیں۔ (الاحقاف: ۴ تا ۶) قبروں والے پکارنے سے بے خبر ہیں۔ (فاطر: ۱۹ تا ۲۲)

دعا و مناجات

احکام دعا:

۱۔ دعا کے آداب و شرائط۔ (الأعراف: ۲۹، ۵۵، ۵۶)
۲۔ دعا کی اہمیت۔ (الفرقان: ۷۷)
۳۔ دعا عین عبادت ہے اور عبادت سے اعراض جہنمیوں کا کام ہے۔ (الفرقان: ۲۰)
۴۔ اللہ سے فضل کی طلب کے لیے دعا کرتے رہو۔ (النساء: ۳۲)
۵۔ اللہ سے دعا کے لیے کسی وسیلہ کی ضرورت نہیں۔ (البقرة: ۱۸۶)
۶۔ اللہ بندے کے قریب ہے اور اس کی دعا قبول کرتا ہے۔ (ھود: ۴۶)
۷۔ اللہ تعالیٰ کو ناپسند دعا نبی بھی کرے تو رد ہو جاتی ہے۔ (ھود: ۴۶)
۸۔ ناجائز کام کے لیے دعا سراسر جہالت ہے۔ (ھود: ۴۶)
۹۔ غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہے۔ (بنی إسرائیل: ۵۶)

۱۰۔ مشرک کا انجام برا ہے۔ (الحج: ۴،۲)

۱۱۔ غیر اللہ سے دعا کرنا دھوکا اور فریب ہے۔ (فاطر: ۱۴)

۱۲۔ مشرکین کے معبود نہ دعا سنتے ہیں اور نہ جواب دے سکتے ہیں۔ (فاطر: ۱۴)

۱۳۔ جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں سراسر عاجز ہیں۔ (المومن: ۲۰)

۱۴۔ یہ معبود ان کی دعا سے بالکل بے خبر ہیں۔ (الأحقاف: ۵)

۱۵۔ ان کو پکارنا لا حاصل ہے۔ (المومن: ۴۳)

۱۶۔ یہ معبود اس قدر عاجز ہیں کہ ایک مکھی کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ (الحج: ۷۳)

۱۷۔ اللہ تعالیٰ پریشان حال کی دعا قبول کرتا ہے۔ (النمل: ۶۲)

۱۸۔ مشرک کے لیے دعائے مغفرت نہیں ہو سکتی۔ (التوبہ: ۱۱۴)

۱۹۔ مشرک اور منافق پر نماز جنازہ منع ہے۔ (التوبہ: ۸۴)

۲۰۔ ابراہیم (علیہ السلام) ابتدا میں اپنے مشرک باپ کے لیے دعا کرتے رہے۔ (الشعراء: ۸۶)

۲۱۔ جب اس کے انجام سے باخبر ہوئے لاتعلقی کا اعلان کر دیا۔ (التوبہ: ۱۱۴)

۲۲۔ دعا صرف اللہ ہی سے برحق ہے۔ (التوبہ: ۱۱۴)

۲۳۔ اور اس کے سوا دوسروں سے دعا مانگنا باطل ہے۔ (الدھر: ۱۴۔ الأعراف: ۱۹۴، ۱۹۷)

قرآنی دعائیں:

۱۔ مصیبت اور صدمہ کے وقت کی دعا۔ (البقرۃ: ۱۵۶)

۲۔ دنیا و آخرت کی بھلائیوں کے لیے دعا۔ (البقرۃ: ۲۰۱)

۳۔ عفو و مغفرت کے لیے دعا۔ (البقرۃ: ۲۸۶)

۴۔ دعا جو رسول ﷺ شب بیداری کے وقت پڑھا کرتے۔ (آل عمران: ۱۹۱، ۱۹۴)

۵۔ میدان جنگ میں مجاہدین کی دعا۔ (آل عمران: ۱۴۷)

۶۔ دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا۔ (آل عمران: ۱۷۴)

۷۔ زکریا علیہ السلام کی دعا نیک اولاد کے لیے۔ (آل عمران: ۳۸)

۸۔ راسخ فی العلم لوگوں کی دعا۔ (آل عمران: ۸، ۹)

۹۔ متقین کی دعا۔ (آل عمران: ۱۶)

۱۰۔ عبادالرحمٰن کی دعا۔ (الفرقان: ۶۵،۶۶)

۱۱۔ اولاد اور بیوی کی اصلاح کے لیے دعا۔ (الفرقان: ۷۴)

۱۲۔ طالوت اور اس کے ساتھیوں کی دعا۔ (البقرۃ: ۲۵۰)

۱۳۔ مریم کی والدہ کی دعا۔ (آل عمران: ۳۶)

۱۴۔ اصحاب کہف کی دعا۔ (کہف: ۱۰)

۱۵۔ اصحاب اعراف کی دعا۔ (الأعراف: ۴۷)

۱۶۔ حق کی فتح ونصرت کے لیے دعا۔ (الأعراف: ۸۹)

۱۷۔ استقامت کے لیے دعا۔ (الأعراف: ۱۲۶)

۱۸۔ موسیٰ علیہ السلام کی اپنے بھائی کے لیے دعا۔ (الأعراف: ۱۵۱)

۱۹۔ اپنی قوم کے لیے دعا۔ (الأعراف: ۱۵۵،۱۵۶)

۲۰۔ اہل جنت کا وظیفہ۔ (یونس: ۸۸)

۲۱۔ فرعون کے حق میں موسیٰ علیہ السلام کی بد دعا۔ (یونس: ۸۸)

۲۲۔ نوح علیہ السلام کی کشتی پر سوار ہونے کے وقت دعا۔ (ہود: ۴۱)

۲۳۔ شرح صدر اور فصاحت بیانی کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی دعا۔ (طٰہٰ: ۲۵ تا ۲۸)

۲۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اضافۂ علم کے لیے دعا کی تلقین۔ (طٰہٰ: ۱۱۴)

۲۵۔ کفار کی سرکشی کے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا۔ (الانبیاء: ۱۱۲)

۲۶۔ مومنین کی دعا۔ (الانفال: ۴۰)

۲۷۔ سواری کے وقت دعا۔ (المومنون: ۲۹)

۲۸۔ کفار کے مقابلہ میں نوح علیہ السلام کی دعا۔ (المومنون: ۳۹)

۲۹۔ ظالموں سے دور رہنے کی دعا۔ (المومنون: ۹۴)

۳۰۔ شیطانی وسوسوں سے پناہ کی دعا۔ (المومنون: ۹۷،۹۸)

۳۱۔ مومنین کی دعا۔ (المومنون: ۱۰۹)

۳۲۔ رسول اللہ ﷺ کو استغفار کی تلقین۔ (المومنون: ۱۱۸)

۳۳۔ ابراہیم علیہ السلام کی دعا۔ (المومنون: ۸۳)

۳۴۔ داؤد اور سلیمان علیہ السلام کی دعا۔ (النمل: ۱۵)

۳۵۔ ملکہ سبا کی دعا۔ (النمل: ۴۴)

۳۶۔ اہل جنت کی دعا۔ (فاطر: ۳۴، ۳۵)

۳۷۔ ایوب علیہ السلام کی دعا بیماری کی حالت میں۔ (الأنبیاء: ۸۳)

۳۸۔ یونس علیہ السلام کی دعا مچھلی کے پیٹ میں۔ (الأنبیاء: ۸۷)

۳۹۔ زکریا علیہ السلام کی دعا۔ (الأنبیاء: ۸۹)

۴۰۔ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہجرت کے وقت۔ (الصافات: ۱۰۰)

۴۱۔ مومنین کے لیے حاملین عرش کی دعا۔ (المومن: ۷)

۴۲۔ چالیس سال کی عمر کے بعد مومن کی دعا۔ (الأحقاف: ۱۵)

۴۳۔ مومن کی دعا۔ (الحشر: ۱۰)

۴۴۔ حالت نزع میں کافر کی دعا۔ (المنافقون: ۹)

۴۵۔ آسیہ زوجہ فرعون کی دعا۔ (تحریم: ۱۱)

۴۶۔ سواری کے وقت مومن کی دعا۔ (الزخرف: ۱۳، ۱۴)

۴۷۔ آدم اور حوا علیہما السلام کی دعا۔ (الأعراف: ۲۳)

۴۸۔ نوح علیہ السلام کی دعا۔ (القمر: ۲۳)

۴۹۔ نوح علیہ السلام کی کفار کے لیے بد دعا۔ (نوح: ۲۶ تا ۲۸)

۵۰۔ یوسف علیہ السلام کی آخری دعا۔ (یوسف: ۱۰۱)

۵۱۔ سلیمان علیہ السلام کی دعا۔ (النمل: ۱۹۔ ص: ۳۵)

۵۲۔ لوط علیہ السلام کی دعا۔ (الشعراء: ۱۶۹)

۵۳۔ یوسف علیہ السلام کی عورتوں کے فتنہ سے حفاظت کے لیے دعا۔ (یوسف: ۳۳)

۵۴۔ موسیٰ علیہ السلام کی دعا۔ (القصص: ۱۶)

۵۵۔شعیب علیہ السلام کی دعا۔(الاعراف:۸۹۔ہود:۸۸)

۵۶۔عیسیٰ علیہ السلام کی دعا۔(المائدۃ:۱۴۴)

۵۷۔ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی دعا۔(البقرۃ:۱۲۷تا۱۲۹)

۵۸۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا جو ہجرت کے قریب کرتے رہے۔(بنی اسرائیل:۸۰)

۵۹۔ابراہیم علیہ السلام کی دعا۔(ابراہیم:۳۵ تا ۴۸)

۶۰۔موسیٰ علیہ السلام کی دعا۔(المائدۃ:۲۵)

۶۱۔ ماں باپ کے لیے دعا۔(بنی اسرائیل:۲۴)

۶۲۔ قوم موسیٰ علیہ السلام کی دعا۔(یونس:۸۵،۸۶)

۶۳۔موسیٰ علیہ السلام کی دعا مصر سے جاتے وقت۔(القصص:۲۱)

۶۴۔مدین پہنچ کر موسیٰ علیہ السلام کی دعا۔(القصص:۲۴)

۶۵۔قوم کو دعوت توحید دینے کے بعد ابراہیم علیہ السلام کی دعا۔(الشعراء:۸۳تا۸۹)

۶۶۔ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی دعا۔(الممتحنۃ:۴،۵)

۶۷۔مومنین کی دعا۔(الحشر:۱۰)

۶۸۔قیامت کے دن مومنین کی دعا۔(التحریم:۸)

۶۹۔ مومنین اہل کتاب کی دعا۔(المائدۃ:۸۳)

قرآن و حدیث میں زندگی کے ہر موقع کے لیے دعائیں مذکور ہیں لیکن وسیلہ یا بحق فلاں یا فلاں کے طفیل کا کہیں ذکر نہیں ہے۔مثلاً وضو، اذان کے بعد، نماز کے دوران، نماز کے بعد، سوتے وقت، جاگتے وقت، تہجد کے وقت، صبح و شام کے اذکار، حج کے وقت مختلف مواقع پر دعائیں، روزہ افطار کرتے وقت، مرغ کی اذان سنتے وقت، گدھے کی آواز سن کر، سفر، کھانا، پینا، مباشرت، بیت الخلاء جاتے اور نکلتے وقت، جنگ اور امن کے وقت، گھبراہٹ کے وقت، دین، دنیا، مال، اولاد، کلمہ گو بھائیوں کی بھلائی کے لیے، زندگی، موت یعنی جنازہ کے وقت، قربانی کے وقت، گھر سے نکلتے وقت، گھر میں داخل ہوتے وقت وغیرہ وغیرہ۔

عموماً دعاؤں میں بحرمت یا بطفیل فلاں بزرگ یا خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے الفاظ رواج پا گئے ہیں مگر قرآن اور صحیح احادیث سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ہاں صرف حدیث پاک میں

درود شریف کو قبولیت دعا کے اسباب میں سے قرار دیا گیا ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں دعاؤں میں اس قسم کے الفاظ صحابہ، تابعین وسلف سے ثابت نہیں ہیں، لہٰذا یہ دعا بالتوسل بدعت ہے۔ان سب دعاؤں سے ثابت ہوا کہ سب بزرگان دین نے اللہ تعالیٰ سے براہ راست دعائیں مانگیں، کوئی وسیلہ نہیں پکڑا۔

توحید فی العبادت کے بارے میں شرکیہ امور:

((اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ)) [أبو داوٗد، كتاب الوتر، باب الدعاء : ١٤٧٩۔ ترمذى، كتاب التفسير، (باب و من) سورة المؤمن : ٣٢٤٧، ٢٩٦٩، ٣٣٧٢]

’’دعا (یعنی پکارنا) عبادت ہے۔‘‘

معلوم ہوا کہ دعا عبادت ہے، اس لیے غیر اللہ سے دعا کرنا ان کی عبادت ہے اور یہ شرک ہے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴾ [الجن : ١٨]

’’اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کے لیے ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔‘‘

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ۝ قُلْ اِنِّيْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴾

[الجن : ٢٠، ٢١]

’’کہہ دیجیے میں تو صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں میں تمھارے لیے کسی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔‘‘

ان آیات سے معلوم ہوا کہ مساجد اللہ کی عبادت کے لیے بنائی گئی ہیں، اس میں صرف اسی کو پکارا جائے۔ اگر اس کے ساتھ کسی اور کو پکارا گیا تو یہ شرک ہے لیکن اتنی واضح آیات کے باوجود مسلمانوں کی مساجد میں شرکیہ کلمات آویزاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ یا رسول اللہ، یا حسن، یا حسین، یا علی، یا غوث اعظم وغیرہ جیسے الفاظ کے ساتھ ندا کی جاتی ہے، حالانکہ یہ امور شرک سے تعلق رکھتے ہیں اور کسی بھی ثقہ عالم کے نزدیک جائز نہیں جیسا کہ سابقہ عبارات سے واضح ہے۔

مشرکین مکہ جو کام عبادت کے نام سے بجا لاتے تھے یعنی غیر اللہ کو مافوق الاسباب قدرتوں کا

مالک سمجھ کر انھیں مشکلات و مصائب اور دکھ درد میں پکارنا، ان کے نام کی نذریں ماننا، ان کے تقرب کے لیے جانور ذبح کرنا، ان سے اولادیں طلب کرنا، مقابر و آستانوں پر اعتکاف بیٹھنا، ان کی مجاوری کرنا وغیرہ کو اللہ تعالیٰ نے شرک سے تعبیر کیا ہے اور ہمارے کلمہ گو مسلمان بھی ایسے امور کا ارتکاب کرتے ہیں، جن سے اجتناب انتہائی ضروری ہے اور اہل علم حضرات کا فرض ہے کہ وہ عوام کو ایسے امور سے منع کریں۔

آج کل عام بسوں، ویگنوں، گاڑیوں اور رکشوں وغیرہ پر لکھا ہوتا ہے: نورانی نور...... ہر بلا دور۔ یہی عقیدہ عیسائی حضرات بھی رکھتے ہیں۔ایک دن میں (مبشر ربانی) نے بذات خود ایک رکشا کے پیچھے لکھا دیکھا:

یسوع نور...... ہر بلا دور...... کٹ دا مصیبتاں، سن دا ضرور

اس رکشا کا نمبر LXC-5070 ہے۔ یعنی عیسائی بھی یہی عقیدہ رکھتا ہے کہ یسوع مسیح علیہ السلام نور ہیں، ان کے نام سے ہر بلا و مصیبت دور ہوتی ہے۔ وہ ہماری مشکلات و مصائب دور کرتے ہیں اور دکھ درد میں ہماری پکار سنتے ہیں، حالانکہ دکھ درد میں دعائیں سننے اور قبول کرنے والا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾ [البقرة: ١٨٦]

''اور جب میرے بندے میرے بارے میں آپ (ﷺ) سے سوال کریں تو آپ (ﷺ) کہہ دیں میں بہت ہی قریب ہوں۔ ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں۔ اس لیے لوگوں کو چاہیے کہ وہ میری بات مان لیں اور مجھ پر ایمان رکھیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔'' (مزید دیکھیے: النمل: ٦٢)

لیکن کلمہ پڑھنے والوں نے اسلامی عقائد ترک کر کے غیر اللہ پر یقین کر لیا اور ہر مشکل و بلا ٹالنے والا اپنا مرشد اور پیر فقیر قرار دے لیا اور یہی عقیدہ عیسائی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں رکھتے ہیں۔

لٰہذا ہم نے اپنے بھائیوں کی اصلاح کی غرض سے اس کتاب میں یہ بات واضح کی ہے کہ

عقیدۂ توحید پر نجات کا دار و مدار ہے۔ اس بات کی دعوت تمام انبیاء و رسل علیہم السلام نے دی اور طاغوت و شیاطین کی عبادت جس طرح شرک ہے اسی طرح انبیاء و رسل علیہم السلام، ملائکہ، جن و انس، شجر و حجر وغیرہ کی عبادت بھی شرک ہے۔ مشرکین مکہ جو اللہ تعالیٰ کو خالق، مالک، رازق، نافع و ضار، کشتی پار لگانے والا وغیرہ سمجھتے تھے، انھیں اللہ تعالیٰ نے مشرک اسی لیے قرار دیا کہ وہ اللہ کے سوا انبیاء و اولیاء، ملائکہ، جنوں اور بتوں کو مافوق الاسباب قوتوں کا مالک و مختار سمجھتے تھے اور انھیں مشکلات و حاجات اور مصائب و آلام میں پکارتے تھے۔ ان کے اس عقیدے کی تردید اللہ وحدہٗ لا شریک لہ نے قرآن میں بے شمار مقامات پر کی ہے، جن میں سے چند ایک آیات قرآنیہ ہم نے اس کتاب میں درج کر دی ہیں۔

اگر آج بھی کوئی شخص کلمہ شہادت پڑھ کر اللہ کے علاوہ کسی کو مافوق الاسباب قوتوں کا مالک و مختار سمجھے اور انھیں مشکلات و مصائب اور حاجات و ضروریات میں پکارے اور فوت شدہ برگزیدہ ہستیوں کو غوث اعظم، گنج بخش، داتا، فیض عالم، فریاد رس گردانے، ان کے نام کی نذر و نیاز اور بکرے چھترے چڑھائے اور انھیں مرادیں پوری کرنے والا اور بگڑی بنانے والا خیال کرے اور حلال و حرام کا اختیار غیر اللہ میں تسلیم کرے تو وہ مشرکین کی اطاعت کر کے مشرک ہو جاتا ہے اور اس کی عبادات نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد وغیرہ باطل و بیکار اور رائگاں جاتی ہیں۔ انھیں اس عقیدے سے توبہ کر کے خالص توحید کو سمجھ کر اس پر عمل کرنا چاہیے کیونکہ عقیدہ توحید میں اگر اخلاص نہیں ہو گا تو قیامت والے دن نجات نہیں ہوگی اور نہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا حقدار ہو گا۔ عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ کے بغیر کوئی چھٹکارا نہیں ہو گا۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا وغیرہ کو فرما دیا تھا:

((لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا))

”میں تمھیں اللہ سے کچھ کام نہیں آؤں گا۔“

[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و أنذر عشيرتك الأقربين ﴾ :۴۷۷۱، ۲۷۵۳]

اسی طرح سنن نسائی (۳۶۷۷) سنن دارمی (۲۶۳۲) مسند أبو عوانہ (۹۵/۱) وغیرہ میں بھی یہ روایت مروی ہے۔ لہٰذا سب مسلمان بھائیوں کو اپنے عقیدے کی اصلاح کرنی چاہیے اور اعمال صالحہ کرتے رہنا چاہیے۔

توحید کا مفہوم:

توحید کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہی تمام کائنات کا مالک ومختار ہے، عالم الغیب و الشہادۃ، ہر شے کا خالق، رازق، غوث اعظم، فریاد رس، گنج بخش، فیض عالم، بندہ پرور، نذر و نیاز، منت اور سوز و پکار کے لائق، حاجت روا، مشکل کشا، بگڑی بنانے والا، مالک الملک، شہنشاہ، قانون ساز، فرماں روا، زندگی وموت کا مالک، نفع ونقصان کا مالک، بے نیاز اور مدبرالامور ہے۔ جب ہر شے کا خالق و مالک وہ ہے تو عبادت کے لائق بھی وہ اکیلا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کی جائے۔ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کی جائے۔ اللہ کے علاوہ سب کی عبادت سے انکار کیا جائے۔

میں عرش عظیم کے مالک اللہ کریم کی بارگاہ عالیہ میں آپ کے لیے دعا گو ہوں کہ وہ دنیاو آخرت میں آپ کا نگہبان ہو، ہمیشہ کے لیے آپ کو بابرکت بنائے اور ان لوگوں کے زمرے میں شامل کردے جنھیں جب کوئی نعمت حاصل ہوتی ہے تو شکرادا کرتے ہیں اور جب مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں تو صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں اور جب کبھی گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتے ہیں، بلاشبہ یہ تینوں حالتیں سعادت کی علامت ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لیجیے کہ ملت ابراہیم علیہ السلام اس بات کا نام ہے کہ تم پورے اخلاص ومحبت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس نے تمام لوگوں کو اسی کا حکم دیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ ﴾ [الذاریات : ٥٦]

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں خالصتاً اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے تو آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے جو عبادت توحید کے بغیر ہوگی، وہ عبادت ہی نہیں کہلائے گی، جیسا کہ بغیر وضو کے نماز کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

جس وقت عبادت میں شرک داخل ہو جائے تو عبادت فاسد ہو جاتی ہے جیسا کہ وضو کی حالت میں ہوا کے اخراج سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ ﴾ [التوبة : ١٧]

''مشرکوں کو زیبا نہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جبکہ وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہوں۔ ان لوگوں کے سب اعمال بیکار ہیں اور یہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔''

آپ کو یہ تو معلوم ہو ہی گیا کہ شرک کی آمیزش عبادت کو فاسد کر دیتی ہے۔ شرک ایک ایسی لعنت ہے جس کے ارتکاب سے تمام اعمال صالحہ ضائع ہو جاتے ہیں اور یہ مشرک کو ابدی جہنم کا مستحق بنا دیتا ہے۔ اس لیے یہ ایک اہم ترین مسئلہ ہے جس کے متعلق تمام تر معلومات حاصل کرنا از حد ضروری ہے، تاکہ آپ اس کے جال سے بچ سکیں۔ چنانچہ رحمت کائنات ﷺ ان کے پاس تشریف لائے، ان کو کلمۂ توحید کی دعوت دی۔ یہ بھی یاد رہے کہ لا الہ الا اللہ سے محض الفاظ کا اقرار نہیں بلکہ اس کا معنی و مفہوم مراد ہے۔ جاہل کافر بھی یہ جانتے تھے کہ کلمۂ توحید سے رسول اللہ ﷺ کی مراد یہ ہے کہ تعلق صرف اللہ تعالیٰ سے ہو اور اس کے سوا جس جس کی عبادت ہو رہی ہے اس کا انکار اور اس سے بیزاری کا اظہار کیا جائے اور اس میں سرفہرست غیر اللہ کو پکارنا ہے، اسی لیے جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا کہ لا الہ الا اللہ کہو تو کہنے لگے:

﴿ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝ ﴾ [ص : ٥]

''کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔''

جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ جاہل کافر بھی کلمۂ توحید کو خوب سمجھتے تھے تو اس شخص پر تعجب ہے جو اسلام کا مدعی تو ہے لیکن وہ کلمہ توحید کی اتنی تفسیر بھی نہیں جانتا جس قدر کہ جاہل کافر جانتے تھے، بلکہ یہ خیال کرے کہ دلی اعتقاد اور مفہوم سمجھے بغیر صرف الفاظ کا ادا کرنا ہی کافی ہے اور ان میں سے سب سے زیادہ پڑھا لکھا اور عقلمند شخص یہ سمجھتا ہے کہ لا الہ الا اللہ کا معنی یہ ہے کہ خالق، رازق اور کائنات کا انتظام کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

تو ایسے شخص میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں جس سے بڑھ کر جاہل کافر لا الہ الا اللہ کے مفہوم کو زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ جب آپ نے میری مندرجہ بالا گزارشات کو سمجھ لیا اور اس شرک کو بھی اچھی طرح سمجھ لیا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾ [النساء : ٤٨]

''اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔''

نیز اللہ تعالیٰ کے اس دین کو بھی جان لیا جسے عام انبیائے کرام علیہم السلام لے کر آئے تھے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ کوئی دوسرا دین قبول نہیں کرے گا اور یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی کہ لوگوں کی اکثریت اس دین سے بے خبر اور جاہل ہے تو ان معلومات سے دو فائدے سامنے آئے:

۱۔ پہلا فائدہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی اور مسرت ہونی چاہیے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴾

[یونس : ٥٨]

''کہہ دو کہ (یہ کتاب) اللہ کے فضل اور اس کی مہربانی سے (نازل ہوئی ہے) تو چاہیے کہ لوگ اس سے خوش ہوں، یہ اس سے کہیں بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔''

۲۔ دوسرا فائدہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے خوف اور ڈر کا حاصل ہونا، کیونکہ جب آپ یہ بات جان لیں گے کہ بعض اوقات انسان غیر شعوری طور پر بھی ایسی بات کہہ جاتا ہے جس کی وجہ سے اسے کافر قرار دے دیا جاتا ہے اور جہالت کی وجہ سے اسے معذور نہیں سمجھا جاتا نیز بعض اوقات وہ اس خیال سے بات کر جاتا ہے کہ اس کو وہ بات اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے گی جیسا کہ مشرکین سمجھتے تھے۔

خصوصاً سیدنا موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم میں سے چند صالح اور عالم افراد کا قصہ ذہن نشین کیجیے جن کا اللہ تعالیٰ ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ انھوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر کہا:

﴿ اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ﴾ [الأعراف : ١٣٨]

''جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں، ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دو۔''

تو اس وقت آپ کے دل میں عظیم خوف پیدا ہو گا اور یہ خواہش بھی پیدا ہو گی کہ آپ ایسی باتوں سے بچیں جن سے شرک میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے۔ اس بات کو بھی یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حکمت و مصلحت سے جس نبی کو بھی توحید کی دعوت دینے کے لیے معبوث فرمایا تو

اس کے دشمن بھی کھڑے کر دیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ﴾ [الأنعام : ١١٢]

''اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا تھا، وہ دھوکا دینے کے لیے ایک دوسرے کے دل میں ملمع کی باتیں ڈالتے رہتے تھے۔''

بعض اوقات دشمنان توحید علوم وفنون، کتب اور دلائل سے لیس بھی ہوتے ہیں، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ﴾

[المؤمن : ٨٣]

''اور جب ان کے پیغمبر ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو جو علم (اپنے خیال میں) ان کے پاس تھا اس پر اترانے لگے۔''

جب آپ نے یہ جان لیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں (حائل ہونے کے لیے) اہل علم، فصیح وبلیغ اور دلائل سے مسلح دشمن بیٹھے ہوئے ہیں تو آپ پر واجب ہے کہ دین کا علم سیکھیں جو آپ کے پاس بطور ہتھیار ہو، جس سے آپ ان شیطانوں کا مقابلہ کر سکیں، جن کے پیش رو اور سردار نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں کہا تھا:

﴿ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۭ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴾

[الأعراف : ١٦، ١٧]

''کہا مجھے تو تو نے ملعون کیا ہی ہے میں بھی تیرے سیدھے راستے پر ان (کو گمراہ کرنے) کے لیے بیٹھوں گا، پھر ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں اور بائیں سے (غرض ہر طرف سے) آؤں گا (اور ان کی راہ ماروں گا) اور تو ان میں اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔''

لیکن جب آپ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں گے اور قرآنی دلائل پر غور وفکر کریں گے تو پھر کسی غم کھانے اور فکر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ:

﴿ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴾ [النساء : ٧٦]

''شیطان کا داؤ بودا ہوتا ہے۔''

موحدین کا ایک عام آدمی مشرکین کے ہزار علماء پر بھاری ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴾ [الصافات : ١٧٣]

''یقیناً ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔''

ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا لشکر دلائل اور زبان سے غالب ہوتا ہے، جیسا کہ وہ تلوار اور نیزے سے غالب ہوتا ہے، خطرہ تو اس موحد پر ہے جو بغیر اسلحہ کے راہ جہاد پر جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر کتاب مبین نازل فرما کر احسان عظیم فرمایا ہے جس میں ہر چیز بیان کر دی گئی ہے اور مسلمانوں کے لیے اس میں ہدایت، رحمت اور خوشخبری ہے۔ باطل پرست جو بھی دلیل لائیں گے قرآن کریم میں اس کا توڑ موجود ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴾ [الفرقان : ٣٣]

''اور یہ لوگ تمھارے پاس جو (اعتراض کی) بات لاتے ہیں ہم تمھارے پاس اس کا معقول اور خوب واضح جواب بھیج دیتے ہیں۔''

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت کریمہ ہر اس دلیل کو شامل ہے جو اہل باطل قیامت تک لائیں گے۔

شرک سے متعلق اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔'' (النساء: ۴۸) ہر مسلمان کے علم میں یہ بات رہنی چاہیے کہ کلمۂ توحید یعنی لا الہ الا اللہ ہی کفر اور اسلام کے درمیان حد فاصل ہے یہی کلمۃُ التّقوی اور عروۃُ الوثقی ہے اور اسی کلمۂ توحید کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ [الزخرف : ٢٨]

''اور یہی کلمہ اپنی اولاد میں پیچھے چھوڑ گئے تاکہ وہ (اللہ کی طرف) رجوع رہیں۔''

کلمۂ توحید کا صرف زبانی اقرار کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ منافقین بھی اس کا زبانی اقرار کرتے، نمازیں پڑھتے اور صدقہ وخیرات کرتے تھے پھر بھی وہ جہنم میں ''اسفل السافلین'' میں ہوں گے۔

کلمۂ توحید کے اقرار کا اسی وقت فائدہ ہوگا، جب دل میں اس کی محبت و معرفت یعنی سمجھ ہو اور اہل ایمان سے بھی محبت و اخوت ہو اور یہ محبت اس وقت تک مکمل نہ ہوگی جب تک کہ کلمہ توحید کے مخالفین سے عداوت اور دشمنی نہ ہو، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهٖ)) ''جو شخص خلوص دل سے لا الہ الا اللہ کا اقرار کرے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٧٠] ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ كَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ))

[مسلم، كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتىٰ يقولوا...... الخ : ٢٣]

''جو شخص لا الہ الا اللہ کا اقرار کرے اور جن غیر اللہ کی عبادت کی جاتی ہے ان سب کا انکار کرے۔''

اس کے علاوہ بھی کتب صحاح میں احادیث نبویہ موجود ہیں جو کلمۂ توحید کے صرف زبانی اقرار کرنے والوں کی جہالت اور گمراہی پر دلالت کرتی ہیں۔ اس بات کو خاص طور پر ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ کلمۂ توحید میں نفی اور اثبات دونوں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام مخلوق حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ اور جبریل (علیہ السلام) بھی اور ان کے علاوہ اولیاء اللہ اور صالحین امت سے بھی الوہیت کی نفی ہے اور صرف اللہ تعالیٰ سے الوہیت کا ثبوت ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے بعد اس الوہیت پر غور کرنا چاہیے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کیا ہے اور تمام مخلوق حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ اور جبریل علیہ السلام سے بھی نفی ہے اور فرمایا کہ رائی برابر بھی ان میں صفت الوہیت نہیں اور یہ وہی الوہیت ہے جس کو عوام الناس ''سر'' اور ولایت کے نام سے پکارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ الٰہ کے معنی ہیں ایسا ولی جس میں کوئی بھید یا ''سر'' ہو، دوسرے لفظوں میں ایسے ولی کو فقیر اور شیخ کے نام سے بھی پکارتے ہیں اور کچھ لوگ السید بھی کہتے ہیں۔ اولیاء اللہ کے بارے میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض اولیاء کو ایک خاص مقام اس لیے عطا فرمایا ہے کہ لوگ ان کی طرف مائل ہوں، ان سے اپنی امیدیں وابستہ کریں، ان کو پکاریں، ان سے پناہ طلب کریں اور ان کو میرے اور اپنے درمیان وسیلہ بنائیں۔

پس ہمارے اس دور کے مشرکین ان اولیاء کو اپنے اور اللہ کے درمیان وسیلہ اور مشرکین عرب ان کو الٰہ کہتے تھے اور واسطہ حقیقت میں الٰہ ہی کو کہتے ہیں۔ لہٰذا کسی شخص کا کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ

کا اقرار کرنا وسیلہ کی تردید ونفی کرنا ہے اور یہ مسئلہ بنیادی اصولوں کو سمجھ لینے سے ذہن نشین ہوگا جن کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تذکرہ فرمایا ہے:

پہلا اصول:

اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ وہ کفار جن کے خلاف رسول اللہ ﷺ نے جنگیں لڑیں اور جن کے قتل کرنے، مال لوٹنے اور جن کے بچوں کو غلام اور عورتوں کو لونڈیاں بنانے کو جائز قرار دیا تھا وہ توحید ربوبیت کے قائل تھے۔ توحید ربوبیت یہ ہے کہ انسان یہ عقیدہ رکھے کہ پیدا کرنے والا، رزق دینے والا، زندہ کرنے والا، موت دینے والا اور کائنات میں مدبر الامور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ اس بات کے اقراری تھے کہ اللہ تعالیٰ خالق و رازق، زندگی و موت دینے والا اور کائنات کے تمام معاملات کی تدبیر کرنے والا ہے۔ یہ سب کچھ تسلیم کرنے کے باوجود دائرۂ اسلام میں داخل نہیں سمجھے گئے، بطور دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ملاحظہ فرمائیں:

﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ [یونس : ۳۱]

"(ان سے) پوچھو کہ تمھیں آسمان اور زمین میں رزق کون دیتا ہے یا (تمھارے) کانوں اور آنکھوں کا کون مالک ہے اور بے جان میں سے جان دار کو کون پیدا کرتا ہے اور جاندار میں سے بے جان کو کون نکالتا ہے اور دنیا کے کاموں کا کون انتظام کرتا ہے؟ جھٹ کہہ دیں گے کہ اللہ۔ تو کہو کہ پھر تم (اللہ تعالیٰ) سے ڈرتے کیوں نہیں؟"

مندرجہ بالا فرمان الٰہی پر غور فرمایے کہ آیت کریمہ میں جن امور کا تذکرہ کیا گیا ہے کفار عرب ان سب کو مانتے اور اقرار کرتے تھے نیز وہ صدقہ و خیرات بھی کرتے، حج اور عمرہ بھی ادا کرتے اور اس کے علاوہ بھی وہ عبادت بجا لاتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر اور خوف کی وجہ سے بعض محرمات سے بھی اجتناب کرتے تھے۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام میں داخل نہیں کیا اور نہ ان کی جانوں اور مال و متاع کو محفوظ قرار دیا۔

مندرجہ بالا اعمال حسنہ کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو کافر قرار دیا، ان کو قتل کرنا اور ان کا مال

چھین لینا جائز رکھا۔ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے توحید الوہیت کا اقرار نہیں کرتے تھے۔ توحید الوہیت یہ ہے کہ انسان یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کسی کو پکارا جائے نہ کسی سے امیدیں وابستہ کی جائیں۔ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے، اللہ کے سوا کسی سے فریاد نہ کی جائے، کوئی جانور غیراللہ کے لیے ذبح نہ کیا جائے، نہ کسی مقرب فرشتہ کے لیے اور نہ کسی نبی اور رسول کے لیے۔ پس جو شخص غیر اللہ سے فریاد کرتا ہے یا غیراللہ کے لیے جانور ذبح کرتا ہے یا غیراللہ کے نام کی نذر ونیاز مانتا ہے، اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

قارئین کرام کو یہ نہ بھولنا چاہیے کہ وہ مشرکین عرب جن سے رسول اللہ ﷺ نے جنگ کی وہ صالحین کو پکارا کرتے تھے۔ جیسے ملائکہ، سیدنا عیسیٰ، عزیر علیہما السلام اور دوسرے اولیائے کرام وغیرہ اور یہ بھی اقرار کرتے تھے کہ اللہ ہی خالق ہے، وہی رازق ہے اور وہی کائنات کا انتظام وانصرام کرنے والا ہے، پھر بھی ان کو کافر قرار دیا گیا۔

دوسرا اصول:

اگر کوئی مشرک یہ کہے کہ ہم جانتے ہیں، مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی رازق، خالق اور مدبر الامور ہے لیکن یہ صالحین جن کو ہم پکارتے ہیں اور جن کے نام کی ہم نذر ونیاز دیتے ہیں اور جن کی قبروں پر جا کر ہم فریاد کرتے ہیں، ہم ان کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنا سفارشی سمجھتے ہیں اور بس، ورنہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ خالق و مالک اور کائنات کا نظم ونسق صرف اللہ تعالیٰ ہی کے تصرف اور قبضے میں ہے۔ ایسے شخص کو یہ جواب دو کہ ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کا بھی یہی عقیدہ تھا کیونکہ وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، سیدنا عزیر علیہ السلام اور ملائکہ اور دوسرے اولیائے کرام کو پکارا کرتے اور یہی کہتے تھے کہ یہ ہستیاں اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری سفارشی ہیں اور بس۔ مشرکین کا یہ کہنا ہے کہ ہم صالحین کی قبروں کی طرف متوجہ ہو کر اس لیے انھیں پکارتے ہیں تا کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں، ہم ان کی سفارش اور قرب کے ذریعے ہر چیز اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں اور ان سے کچھ نہیں چاہتے۔ ان کے اس عقیدے کی دلیل قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں پائی جاتی ہے:

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ﴾

[الزمر: ۳]

''اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور دوست بنائے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کو اس لیے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ کا مقرب بنا دیں تو جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں اللہ ان کا فیصلہ کر دے گا، بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ناشکرا ہے۔''

شفاعت کی دلیل اللہ تعالیٰ کے درج ذیل ارشاد میں پائی جاتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ [يونس : ١٨]

''اور یہ (لوگ) اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں اور نہ ہی انھیں کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔ کہہ دو کیا تم اللہ کو ایسی چیز بتاتے ہو جس کا وجود اسے نہ آسمانوں میں معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین میں، وہ پاک ہے اور (اس کی شان) ان کے شرک کرنے سے بہت بلند ہے۔''

شفاعت کی اقسام:

شفاعت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ منفی شفاعت۔

۲۔ مثبت شفاعت۔

منفی شفاعت اسے کہتے ہیں جو غیر اللہ سے کی جائے اور وہ اس پر قادر نہ ہو، بطور دلیل یہ آیت ملاحظہ فرمائیں:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ [البقرة : ٢٥٤]

''اے ایمان والو! جو (مال) ہم نے تمھیں دیا ہے اس میں سے اس دن کے آنے سے پہلے پہلے خرچ کر لو جس میں نہ اعمال کا سودا ہوگا اور نہ دوستی اور سفارش ہو سکے گی اور کفر کرنے والے لوگ ظالم ہیں۔''

قیامت کے روز شفاعت کرنے والے کی عزت و تکریم سفارش کی بنا پر ہو گی اور سفارش کی اجازت بھی اسی کے حق میں ملے گی جس کا کوئی قول یا عمل اللہ تعالیٰ کو پسند آ گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر وہاں کوئی کسی کے لیے سفارش نہیں کر سکے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ [البقرۃ : ۲۵۵]

''کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر (کسی کی) سفارش کر سکے۔''

جب آپ نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا کہ کفار و مشرکین توحید ربوبیت کا اقرار کرتے تھے یعنی خالق، رازق اور مدبر کائنات صرف اللہ تعالیٰ کو سمجھنا، پھر بھی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، ملائکہ اور اولیائے کرام کی تعریف میں رطب اللسان رہنے سے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب تر کرنے والی یہی بزرگ ہستیاں ہیں اور خصوصاً نصاریٰ میں کچھ ایسے افراد بھی تھے جو رات دن عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور صدقہ و خیرات بھی کیا کرتے تھے حتیٰ کہ وہ لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر کنائس میں زہد کی زندگی بسر کرتے، ان اوصاف حمیدہ کے باوجود وہ کافر اور اللہ کے دشمن ہی ٹھہرے اور ان اعمال حسنہ کے باوجود وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، کیونکہ وہ ان نفوس قدسیہ کو پکارتے، ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے اور ان کے نام پر جانور ذبح کرتے رہے۔ ان مشرکانہ عقائد کو سمجھنے کے بعد آپ پر اسلام کی حقیقت واضح ہو جائے گی جس کی طرف رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو دعوت دی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد حرف بحرف صادق ہوتا ہوا نظر آئے گا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِیْبًا وَ سَیَعُوْدُ کَمَا بَدَأَ غَرِیْبًا))

[مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أن الإسلام بدأ غریبا و سیعود غریبا...... الخ : ١٤٥]

''اسلام کی ابتدا اجنبیت کی حالت میں ہوئی اور یہ اجنبیت کی طرف لوٹ جائے گا جیسے اس کی ابتدا ہوئی۔''

اور یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ اکثر لوگوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

پس اے میرے بھائیو! اللہ سے ڈرو اور حقیقی اسلام کو اول تا آخر سمجھو اور اس کی اساس کلمۂ توحید ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)) کو مضبوطی سے تھام لو، اس کے معنی و مفہوم کو سمجھو، کلمۂ توحید اور اس کے حاملین سے محبت کرو اور انھی کو اپنا بھائی بناؤ، اگرچہ یہ لوگ تم سے دور کسی دوسرے ملک میں کیوں نہ ہوں

اور ہر طاغوت سے انکار کرو اور ہر طاغوتی طاقت اور اس کے حلیفوں سے علیحدگی اختیار کرلو اور ایسے لوگوں سے بھی تمھارا مقاطعہ ضروری ہے جو کسی بھی طاغوتی طاقت کی حمایت کرتے ہوں یا یہ کہتے ہوں کہ ان کے بارے میں ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے، ان کا یہ کہنا اللہ تعالیٰ پر سراسر کذب و بہتان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مکلّف ٹھہرایا ہے کہ وہ ہر طاغوت کا انکار کریں اور اس سے اپنی براءت کا اظہار کریں، اگر چہ وہ ان کے سگے بھائی یا اولاد ہی کیوں نہ ہوں۔ پس میں دوبارہ اپنے بھائیوں سے عرض کروں گا کہ وہ کلمۂ توحید کو مضبوطی سے تھام لیں، تا کہ جب وہ اپنے رب کے حضور پیش ہوں تو مشرک نہ ہوں۔

تیسرا اصول:

نبی اکرم ﷺ کا ظہور ان لوگوں میں ہوا جو کائنات کی متعدد اشیاء کے پجاری تھے۔ ان میں ایسے بھی تھے جو چاند اور سورج کی پوجا کرتے اور ایسے بھی تھے جو صالحین کی بندگی کرتے اور ایسے بھی تھے جو انبیائے کرام علیہم السلام، ملائکہ، مقربین اور حجر و شجر کے پجاری تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بلاتفریق تمام کے خلاف جہاد کیا۔ بطور دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ملاحظہ فرمائیں:

﴿وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ﴾ [البقرة : ۱۹۳]

”اور ان سے اس وقت تک لڑتے رہنا کہ فساد نابود ہو جائے اور (ملک میں) اللہ ہی کا دین ہو جائے۔“

عبادت شمس و قمر کی دلیل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۚ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ [حٰم السجدة : ۳۷]

”رات اور دن، سورج اور چاند اس کی نشانیوں میں سے ہیں، تم لوگ نہ تو سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ اللہ ہی کو سجدہ کرو جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے، اگر تم خاص اسی کی عبادت کرنا چاہتے ہو۔“

عبادت صالحین کی دلیل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا۝﴾ [بنی إسرائيل : ٥٦، ٥٧]

"کہہ دو (مشرکو!) جن لوگوں کی نسبت تمھیں (معبود) ہونے کا گمان ہے ان کو پکارو، وہ تم سے تکلیف کے دور کرنے یا اس کے بدل دینے کا کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ یہ لوگ جن کو (اللہ کے سوا) پکارتے ہیں وہ خود اپنے پروردگار کے ہاں ذریعۂ تقرب تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون اس میں اللہ کا زیادہ مقرب ہے اور اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تمھارے پروردگار کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔"

(فائدہ ۱۱۸ مراد آبادی جیسے عیسیٰ علیہ السلام، عزیر علیہ السلام، ملائکہ)

عبادت ملائکہ کی دلیل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ۝ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ۝﴾ [سبا : ٤٠ تا ٤٢]

"جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہ لوگ تمھیں پوجا کرتے تھے، وہ کہیں گے تو پاک ہے تو ہی ہمارا دوست ہے بلکہ یہ جنات کو پوجا کرتے اکثر انھی کو مانتے تھے، تو آج تم میں سے کوئی کسی کو نفع و نقصان پہنچانے کا نہیں رکھتا اور ہم ظالموں سے کہیں گے کہ دوزخ کے عذاب کا جس کو تم جھوٹ تھے، مزا چکھو۔"

عبادت انبیاء کی دلیل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ﴾

[المائدة : ١١٦ تا ١١٨]

''اور (اس وقت کو بھی یاد رکھو) جب اللہ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود بناؤ؟ وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے، میرے لیے کیسے لائق تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کچھ حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کیا ہوگا تو تجھے معلوم ہوگا کیونکہ جو بات میرے دل میں ہے تو اسے جانتا ہے اور جو تیرے دل میں ہے میں اسے نہیں جانتا۔ بے شک تو علام الغیوب ہے، میں نے ان سے کچھ نہیں کہا بجز اس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا ہے۔ وہ یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمھارا پروردگار ہے اور جب تک میں ان میں رہا ان کی خبر رکھتا رہا، جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھا لیا تو تو ان کا نگران تھا اور تو ہر چیز سے باخبر ہے۔ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو بے شک تو غالب، حکمت والا ہے۔''

عبادت شجر و حجر کی دلیل:

ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوۂ حنین کے لیے نکلے۔ صورت حال یہ تھی کہ ہم ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ مشرکین ایک بیری کے درخت کو متبرک سمجھتے ہیں اور وہاں اعتکاف بیٹھتے ہیں۔ کامیابی حاصل کرنے کی غرض سے اپنا اسلحہ

اس کے ساتھ لٹکاتے ہیں اور اسے ''ذات انواط'' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ہمارے لیے بھی اس ذات انواط جیسا کوئی مقام مقرر فرما دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر تعجب سے فرمایا: ''اللہ اکبر! پہلی قوموں کی ایسی ہی عادات رہی ہیں، اللہ کی قسم! تم نے تو ویسا ہی مطالبہ کیا جس طرح بنی اسرائیل نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کیا تھا۔'' [ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء لترکبن سنن من کان قبلکم : ۲۱۸۰]

جس کا قرآن مجید نے یوں تذکرہ فرمایا ہے:

﴿ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ [الأعراف : ۱۳۸تا ۱۴۰]

''(بنی اسرائیل) کہنے لگے اے موسیٰ! جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دو۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو۔ یہ لوگ جس (شغل) میں پھنسے ہوئے ہیں وہ برباد ہونے والا ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں بے ہودہ ہیں اور یہ بھی کہا بھلا میں اللہ کے سوا تمھارے لیے کوئی اور معبود تلاش کروں، حالانکہ اس نے تمھیں تمام اہل عالم پر فضیلت بخشی ہے۔''

چوتھا اصول:

ہمارے دور کے مشرک قرون اولیٰ کے مشرکین سے بھی دو قدم آگے ہیں۔ قرون اولیٰ کے مشرک مصائب کے وقت اللہ ہی کو پکارتے اور زمانہ خوشحالی میں شرک کا ارتکاب کیا کرتے تھے، لیکن ہمارے دور کے مشرک خوشحالی کے ایام ہوں یا تنگدستی کے ہر دو صورت میں شرک کا ارتکاب کرتے ہیں اور دائمی طور پر شرک میں مبتلا رہتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے واضح ہوتا ہے:

﴿ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾

[العنکبوت : ٦٦]

''پھر جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے اور خالص اسی کی عبادت کرتے ہیں، لیکن جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو فوراً شرک کرنے لگتے ہیں، تاکہ جو ہم نے ان کو بخشا ہے اس کی ناشکری کریں اور فائدہ اٹھائیں، عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا۔''

ہم اپنی گفتگو کو ایسی آیت کریمہ پر ختم کرتے ہیں جس کو سمجھنے کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ ہمارے دور کے مشرکین کا کفران مشرکین سے بہت بڑا ہے جن سے رسول اللہ ﷺ نے جنگ کی تھی، ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا﴾ [بني إسرائيل : ٦٧]

''اور جب تم کو دریا میں تکلیف پہنچتی ہے (یعنی ڈوبنے کا خوف ہوتا ہے) تو جن کو تم پکارا کرتے ہو سب اس (پروردگار) کے سوا گم ہو جاتے ہیں۔ پھر جب وہ تمھیں (ڈوبنے سے) بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے، تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہے ہی ناشکرا۔''

اس آیت کریمہ کو غور سے پڑھو، اس میں اللہ تعالیٰ نے ان کفار کا ذکر کیا ہے جن کو جب کوئی تکلیف پہنچتی تھی تو اپنے تمام بزرگوں اور مشائخ کو چھوڑ دیتے تھے اور کسی سے بھی استغاثہ و فریاد نہیں کرتے تھے بلکہ صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کو اپنی تمناؤں کا مرکز بنا لیتے تھے اور صرف اللہ ہی سے استغاثہ و فریاد کرتے تھے لیکن جب تکلیف دور ہو جاتی تو شرک میں مبتلا ہو جاتے تھے۔

دوسری طرف جب آپ موجودہ مشرکین کو دیکھیں گے جن میں بعض بزعم خود عالم و فاضل اور زہد و اجتہاد کے مدعی بھی ہوتے ہیں، جب ان کو کوئی مصیبت یا تکلیف آتی ہے تو عین حالت مصیبت میں بھی وہ غیر اللہ سے فریاد کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جیسے معروف کرخی رحمہ اللہ، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ، زید بن خطاب رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ اور علی رضی اللہ عنہ۔ فاللہ المستعان۔

ہم قرآن کریم میں سے چند ایسی مثالیں پیش کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے دور کے مشرکوں کے دلائل کے جواب میں کہی ہیں، اہل باطل کا جواب دو طرح سے ہے:

۱۔ مجمل

۲۔ مفصل

۱۔ مجمل جواب تو عقلمندوں کے لیے امر عظیم اور فائدہ کبیرہ ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ﴾ [آل عمران: ۷]

''وہی تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی، بعض آیتیں محکم ہیں (اور) وہی اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ ہیں تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کا اتباع کرتے ہیں، تاکہ فتنہ برپا کریں اور مراد اصلی کا پتا لگائیں، حالانکہ مراد اصلی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

نیز صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا رَاَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَاُولٰئِكَ الَّذِيْنَ سَمَّى اللّٰهُ فَاحْذَرُوْهُمْ)) [بخاری، کتاب التفسير، (سورة آل عمران) باب ﴿ منه أيات محكمات ﴾: ٤٥٤٧]

''جب تم متشابہ آیات کی پیروی کرنے والوں کو دیکھو تو جان لو کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے نام لیا ہے، ان سے بچ کر رہو۔''

اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی مشرک یہ آیت کریمہ پڑھے:

۱۔ ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ [يونس: ٦٢]

''سن رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔''

۲۔ یا کہے کہ سفارش برحق ہے۔

۳۔ یا یہ کہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا بلند رتبہ ہے۔

۴۔ یا رسول مکرم ﷺ کا کوئی ارشاد پڑھے جس سے اپنے باطل عقیدہ پر استدلال کرنا چاہے اور تم اس کے ذکر کردہ کلام کا مفہوم نہ سمجھتے ہو۔

تو اسے یہ جواب دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ جن کے دل ٹیڑھے ہیں وہ محکم آیات کو چھوڑ کر متشابہ آیات کے پیچھے جاتے ہیں اور جو میں نے تمھارے سامنے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مشرک اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرتے تھے لیکن ان کو کافر صرف اس لیے کہا کہ انھوں نے ملائکہ و انبیاء اور اولیاء سے بایں معنی اپنا تعلق بنا رکھا تھا:

﴿ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ [یونس : ۱۸]

''یہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔''

یہ بات تو ایسی واضح اور ناقابل تاویل ہے کہ کوئی شخص اس کے معنی و مفہوم کو تبدیل نہیں کر سکتا لیکن اے مشرک! جو تو قرآن کریم کی آیت یا رسول مکرم ﷺ کا کلام پیش کرتا ہے میں اس کے معنی تو نہیں سمجھتا لیکن میں ایک فیصلہ کن بات کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں تناقض نہیں ہے اور رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے کلام کے خلاف نہیں کہہ سکتے۔

یہ جواب بہت اچھا اور سیدھا سادا ہے، اسے وہی شخص سمجھے گا جسے اللہ تعالیٰ نے توفیق سے نوازا ہے۔ اس جواب کو معمولی نہ سمجھنا، اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴾

[حم السجدة: ۳۵]

''اور یہ بات انھی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں اور انھی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں۔''

۲۔ جواب مفصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن انبیائے کرام علیہم السلام کے دین پر بہت سے اعتراضات کرتے ہیں اور لوگوں کو دین سے روکتے ہیں، ان میں سے ایک اعتراض یہ ہے:

اعتراض: وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے بلکہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پیدا کر سکتا ہے نہ رزق دے سکتا ہے، نفع دے سکتا ہے نہ تکلیف میں مبتلا کر سکتا ہے اور یہ کہ رسول (ﷺ) اپنی ذات کے لیے نفع و نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ وغیرہ کا تو ذکر ہی کیا لیکن میں ایک گنہگار آدمی ہوں اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں صالحین کا بڑا رتبہ ہے، میں ان کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ ہی سے مانگتا ہوں؟

جواب: اس کو وہی جواب دو جو پہلے گزر چکا ہے، وہ یہ کہ جن لوگوں سے رسول اللہ ﷺ نے جنگیں لڑیں، وہ بھی یہی اقرار کرتے تھے جو تم کر رہے ہو۔ وہ اقرار کرتے تھے کہ ان کے معبود کسی بھی کام کا انتظام نہیں کر سکتے۔ وہ لوگ بھی ان کے واسطہ سے مرتبہ اور شفاعت ہی کے طالب تھے اور ان کو وہ آیات پڑھ کر سناؤ جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نازل فرمائی ہیں اور ان کی خوب وضاحت کرو۔

اعتراض: اگر وہ کہے کہ یہ آیات تو بتوں کے پجاریوں کے متعلق نازل ہوئی ہیں تو تم انبیائے کرام (علیہم السلام) اور نیک لوگوں کو بتوں جیسا کس طرح بناتے ہو؟

جواب: تو اس کو پہلے والا جواب دو کیونکہ جب اس نے اقرار کر لیا کہ کافر بھی ربوبیت صرف اللہ تعالیٰ کی مانتے تھے اور جن افراد کی قبور کا قصد کر کے جاتے تھے ان سے صرف سفارش ہی کے طلبگار ہوتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ مشرکین اور موحدین کے عمل میں فرق کر دے۔

اور اسے بتاؤ کہ کافروں میں سے کچھ تو وہ تھے جو بتوں کو پکارتے تھے اور بعض ایسے تھے جو اولیائے کرام علیہم السلام کو پکارتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھی کے متعلق فرمایا ہے:

”یہ لوگ جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں، وہ خود اپنے پروردگار کے ہاں ذریعہ (تقرب) تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون ان میں (اللہ کا) زیادہ مقرب (ہوتا) ہے۔“

(بني إسرائيل: ٥٧)

اور کچھ لوگ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو پکارا کرتے تھے، جیسا کہ فرمان باری ہے:

﴿ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۖ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ۗ انْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انْظُرْ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۞ قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۚ وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۞ ﴾

[المائدة: ٧٥، ٧٦]

”مسیح ابن مریم تو صرف (اللہ کے) پیغمبر تھے، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے تھے اور ان کی والدہ (مریم اللہ کی) ولی (اور سچی فرماں بردار) تھیں، دونوں (انسان تھے اور) کھانا کھاتے تھے۔ دیکھو! ہم ان لوگوں کے لیے اپنی آیتیں کس طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں پھر (یہ) دیکھو کہ یہ کدھر الٹے جا رہے ہیں، کہو کہ تم

اللہ کے سوا ایسی چیز کی کیوں پرستش کرتے ہو جس کو تمھارے نفع اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں اور اللہ ہی سب کچھ سنتا جانتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهَٰؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ۝ قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم ۖ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُم بِهِم مُّؤْمِنُونَ ۝ ﴾

[سبا: ٤٠، ٤١]

''اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہ لوگ تم کو پوجا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے تو پاک ہے تو ہی ہمارا دوست ہے نہ کہ یہ بلکہ یہ جنات کی پوجا کرتے تھے اور اکثر انھی کو مانتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی سناؤ:

﴿ وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۚ إِن كُنتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ ﴾

[المائدة: ١١٦]

''اور اس وقت کو بھی یاد رکھو! جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود مقرر کرو؟ وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے، مجھے کب شایاں تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو تجھ کو معلوم ہوگا (کیونکہ) جو بات میرے دل میں ہے تو اسے جانتا ہے اور جو تیرے دل میں ہے اسے میں نہیں جانتا، بے شک تو علام الغیوب ہے۔''

اب اس سے پوچھو کہ بات سمجھ میں آئی کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے بتوں کا قصد کرنے والوں کو کافر کہا ہے ویسے ہی نیک اور صالح لوگوں کا قصد کرنے والوں کو بھی کافر قرار دیا ہے اور ان سے رسول اللہ ﷺ نے جنگ کی تھی۔

اعتراض: اگر وہ یہ کہے کہ کفار و مشرکین تو ان اولیاء سے مانگتے تھے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ

تعالیٰ ہی نفع دینے والا اور وہی نقصان پہنچانے والا ہے وہی کائنات کا انتظام کرنے والا ہے، میں تو صرف اللہ ہی سے مانگتا ہوں اور صالحین کے اختیار میں کوئی چیز نہیں ہے، لیکن میں ان کا قصد اس لیے کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی سفارش کی امید رکھتا ہوں؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ تمھارا اور کفار کا قول ایک ہی جیسا ہے اور اس کو یہ آیت کریمہ پڑھ کر سناؤ:

﴿ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ﴾

[الزمر : ۳]

''اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور دوست بنائے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کو اس لیے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ کا مقرب بنا دیں۔''

یہ آیت بھی سناؤ:

﴿ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ ﴾ [یونس : ۱۸]

''اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔''

آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ مشرکین کے یہی تین شبہات سب سے بڑے ہیں۔ جب آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی کتاب کریم میں خوب وضاحت سے بیان کیا ہے اور آپ نے ان کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے تو باقی شبہات کے جوابات بہت آسان ہیں۔

اعتراض: اگر وہ کہے کہ میں تو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں اور ان کی طرف جھکاؤ اور ان کو پکارنا ان کی عبادت نہیں ہے؟

جواب: تو اس سے کہو کیا تم اقرار کرتے ہو کہ اخلاص عبادت تم پر فرض ہے؟ اگر وہ کہے کہ ہاں! تو اسے کہو کہ وہ اخلاص عبادت جو تم پر فرض ہے اسے ذرا بیان تو کرو؟ اگر وہ عبادت اور اس کی اقسام کو نہ جانتا ہو تو اس کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴾ [المؤمن : ٦٠]

''اور تمھارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ (ف ۱۲۷) بے شک وہ

جو میری عبادت سے اونچے کھنچتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہو کر۔''
فائدہ ۱۲۷: آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ دعا سے مراد عبادت ہے اور قرآن کریم میں دعا بمعنی عبادت بہت جگہ وارد ہے۔حدیث شریف میں ہے:((اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ)) [ابوداؤد و ترمذی] ترجمہ احمد رضا خاں وتفسیر مراد آبادی۔

جب آپ اس کو یہ سمجھا دیں تو اس سے پوچھیں کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے؟ تو وہ لازماً کہے گا کہ ہاں! کیونکہ دعا اور پکارنا تمام عبادات کا مغز ہے۔

اب اسے کہیے کہ جب آپ نے اقرار کر لیا کہ یہ عبادت ہے اور آپ دن رات اللہ تعالیٰ کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور جب آپ نے اپنی کسی حاجت میں کسی نبی یا کسی بزرگ کو پکارا تو کیا تم نے اللہ کی عبادت میں کسی غیر اللہ کو شریک کیا یا نہیں؟ تو وہ لازماً کہے گا کہ ہاں!

اب آپ اس سے کہیں کہ جب آپ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل ارشاد پر عمل کریں گے:

﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ [الکوثر: ۲]

''اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھا کرو اور قربانی کیا کرو۔''

تو آپ نے اللہ کے لیے قربانی کی اور اس کی عبادت کی تو بتائیے کہ کیا یہ عبادت ہے؟ وہ لازماً کہے گا کہ ہاں! اب اسے کہو کہ اگر تم نے کسی مخلوق مثلاً نبی یا جن وغیرہ کے لیے جانور ذبح کیا تو کیا تم نے اس عبادت میں غیر اللہ کو شریک نہیں کیا؟ تو وہ لازماً اقرار کرے گا اور کہے گا کہ ہاں!

نیز اس کو یہ بھی کہیں کہ وہ مشرکین جن کے متعلق قرآن کریم نازل ہوا کیا وہ ملائکہ، صالحین اور لات وغیرہ کی پوجا نہیں کرتے تھے؟ تو وہ لازماً کہے گا کہ ہاں! تو اس سے پوچھو کہ کیا ان کی عبادت یہ نہ تھی کہ وہ ان کو پکارتے، ان کے نام پر جانور ذبح کرتے اور ان سے پناہ وغیرہ لیتے تھے؟ حالانکہ وہ اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے غلبہ کے تحت ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی تمام امور کا انتظام کرتا ہے لیکن انھوں نے ان کو پکارا اور ان کے مرتبہ اور سفارش کا سہارا لیا جو بالکل واضح بات ہے۔

اعتراض: اگر وہ کہے کہ کیا تم رسول اللہ ﷺ کی سفارش کا انکار اور اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہو؟

جواب: تو اس کو کہو کہ ہم سفارش کے منکر نہیں اور نہ اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں بلکہ ہمارا ایمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ شافع اور مشفع ہیں اور ہم ان کی سفارش کی امید رکھتے ہیں لیکن سفارش کی اجازت اللہ کے اختیار میں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا﴾ [الزمر: ٤٤]

''کہہ دو کہ سفارش تو سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔''

اور یہ سفارش اللہ کی اجازت کے بعد ہی ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ [البقرة: ٢٥٥]

''کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے۔''

اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر رسول اللہ ﷺ بھی کسی کی سفارش نہیں کریں گے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾ [الأنبياء: ٢٨]

''اور وہ (اس کے پاس کسی کی) سفارش نہیں کر سکتے مگر اس شخص کی جس سے اللہ خوش ہو۔''

یہ بھی یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ صرف توحید کو پسند کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ [آل عمران: ٨٥]

''اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔''

جب سفارش اللہ کے اختیار میں ہے اور اللہ ہی کی اجازت کے بعد ہوگی اور رسول مکرم ﷺ اور آپ کے علاوہ کوئی شخص بھی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر سکتا اور یہ بھی یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ صرف اہل توحید کے لیے اجازت دے گا تو اب آپ کو معلوم ہو گیا کہ سفارش سب کی سب اللہ کے اختیار میں ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے یوں سوال کرتا اور کہتا ہوں کہ اے اللہ! مجھے پیارے رسول ﷺ کی سفارش سے محروم نہ کرنا۔ اے اللہ! رسول مکرم ﷺ کو میرے متعلق سفارش کی اجازت فرمانا۔

اعتراض: اگر وہ کہے کہ رسول ﷺ کو سفارش دے دی گئی ہے اور میں آپ ﷺ سے اللہ کے دیے ہوئے میں سے مانگتا ہوں۔

جواب: تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے رسول مکرم ﷺ کو سفارش عطا فرما دی ہے، لیکن تم کو براہ راست آپ ﷺ سے طلب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴾ [الجن: ١٨]

''اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔''

اور پھر جب تم اللہ کو پکارتے ہوئے کہتے ہو کہ اے اللہ! میرے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو سفارش کی اجازت دے تو پھر اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارنے میں اس کی اطاعت بھی کرا و ر سے یہ بھی سنائیں:

﴿ قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ﴾ [الجن: ٢٠]

''کہہ دو کہ میں تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرتا۔''

اس سے یہ سوال بھی کریں کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ دوسروں کو بھی سفارش دی گئی ہے، جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ فرشتے، حافظ قرآن، چھوٹے بچے اور اولیائے کرام بھی سفارش کریں گے تو کیا ان کے متعلق بھی کہو گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سفارش دے دی ہے اور میں ان سے بھی مانگوں گا؟

اگر تم ایسا کہتے ہو تو یہی صالحین کی عبادت ہے جس کا اللہ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے اور اگر تم اس کا انکار کرو تو تمھاری بات خود بخود باطل ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سفارش دی ہے اور میں ان سے اللہ کے دیے ہوئے سے مانگتا ہوں۔

اعتراض: اگر وہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، اس سے اللہ کی پناہ لیکن نیک لوگوں سے التجا و فریاد کرنا شرک نہیں ہے۔

جواب: تو آپ اس سے کہیں کہ جب تم اقرار کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے شرک کو زنا سے بھی زیادہ حرام قرار دیا ہے اور یہ بھی مانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا تو پھر وہ کون

سا شرک ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اور جسے نہیں بخشے گا؟

اگر وہ نہیں جانتا تو اس سے کہیں کہ اگر تم شرک کو نہیں جانتے تو پھر تم اس سے کیسے بچ سکو گے؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر کوئی چیز حرام کرے اور کہے کہ میں یہ نہیں بخشوں گا اور تم اس کے متعلق جانتے ہو، نہ پوچھتے ہو۔ کیا تمھارا یہ خیال ہے کہ اللہ نے اسے حرام تو کر دیا ہے لیکن اسے بیان نہیں فرمایا؟

اعتراض: اگر وہ کہے کہ شرک تو بتوں کو پوجنا ہے اور ہم بتوں کی پوجا نہیں کرتے؟

جواب: تو آپ اس سے پوچھیں کہ بتوں کی پوجا کا مطلب کیا ہے؟ کیا تم خیال کرتے ہو کہ مشرکین عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ لکڑیاں، یہ پتھر کچھ پیدا کرتے، روزی دیتے یا اپنے پکارنے والوں کے امور کا انتظام کرتے ہیں؟ ہرگز نہیں، قرآن کریم اس کی تردید کرتا ہے۔

اعتراض: اگر وہ کہے کہ پوجا یہ ہے کہ کوئی آدمی لکڑی یا پتھر یا کسی قبر پر بنی ہوئی عمارت وغیرہ کا قصد کرے، ان کو پکارے اور ان کے نام پر جانور ذبح کرے اور کہے کہ یہ مجھے اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتے ہیں یا ان کی برکت سے اللہ تکلیف دور کر دیتا ہے یا ان کی برکت سے ہمیں دیتا ہے؟

جواب: تو کہو ہاں! تم نے صحیح کہا اور تم یہی کچھ ان پتھروں اور عمارتوں پر جا کر کرتے ہو جو قبروں پر بنی ہوئی ہیں تو اس نے اقرار کر لیا کہ ان کا یہ فعل ہی بتوں کی عبادت ہے اور یہی مطلوب ہے۔

اس کو یہ بھی کہا جائے کہ تمھارا یہ کہنا کہ شرک بتوں کی پوجا کا نام ہے، کیا اس سے آپ کا مطلب یہ ہے کہ شرک اسی سے مخصوص ہے اور نیک لوگوں پر بھروسا کرنا اور ان کو پکارنا شرک نہیں ہے؟ تو اس بات کی تائید اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرما دی ہے اور ہر اس شخص کو کافر قرار دیا ہے جس نے ملائکہ، عیسیٰ یا صالحین میں سے کسی سے ایسا تعلق رکھا۔

یہ شخص لازماً اقرار کرے گا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی بھی نیک شخص کو شریک کرے تو یہی وہ شرک ہے جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے اور یہی مقصود ہے۔

اس مسئلہ کا راز یہ ہے کہ اگر وہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا تو اس

سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا کیا ہے، اس کی وضاحت کیجیے؟

اگر وہ کہے کہ بتوں کی پوجا کا نام شرک ہے تو اس سے پوچھیے کہ بتوں کی عبادت کا کیا مطلب ہے، اس کی وضاحت کیجیے؟

اگر وہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا تو اس سے کہیے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا کیا مطلب ہے۔ اس کی وضاحت کریں؟

اگر وہ وہی کچھ بتائے جو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے تو ٹھیک وگرنہ اسے معلوم نہیں، تو ایسی چیز کا دعویٰ کیسے کرسکتا ہے جس کو وہ نہیں جانتا۔

اور اگر ایسا مفہوم بیان کرے جو قرآنی آیات کے مفہوم کے خلاف ہو تو اس کے سامنے آپ شرک اور بتوں کی پوجا کے بیان سے متعلق واضح آیتوں کو پیش کر کے بتائیں کہ یہی سب کچھ تو آج کل کے افراد امت بھی کرتے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت پر ہمیں کوسا جاتا ہے اور ہمارے خلاف ایسی ہرزہ سرائی کرتے ہیں جس طرح ان کے سابقہ بھائی کرتے چلے آئے ہیں:

﴿ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝ ﴾ [ص : ٥]

”کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔“

اعتراض: اگر وہ کہے کہ فرشتوں اور نبیوں کو پکارنے کی وجہ سے ان کو کافر قرار نہیں دیا گیا بلکہ ان کو اس وجہ سے کافر قرار دیا گیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، لیکن ہم شیخ عبدالقادر وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار نہیں دیتے؟

جواب: تو کہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا ایک مستقل کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ ﴾ [الإخلاص : ١، ٢]

”کہو کہ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ ہے، ایک ہے (وہ) معبود برحق بے نیاز ہے۔“

احد وہ ذات ہے جس کی کوئی مثل اور نظیر نہ ہو۔ صمد وہ ہے جس کی طرف ضروریات اور حاجات میں رجوع کیا جائے، لہٰذا جس شخص نے اللہ کے صمد ہونے کا انکار کیا اس نے کفر کیا۔ اگرچہ وہ پوری سورت کا انکار نہ کرے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ ﴾ [المؤمنون : ۹۱]

''اللہ تعالیٰ نے نہ تو کسی کو (اپنا) بیٹا بنایا ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں قسموں کو الگ الگ بیان فرمایا ہے اور ہر ایک کو ایک مستقل کفر قرار دیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾

[الأنعام : ۱۰۰]

''اور ان لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک ٹھہرایا حالانکہ ان کو اسی نے پیدا کیا اور بے سمجھے (جھوٹ بہتان) اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں بنا کھڑی کیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفر کی ان دونوں قسموں میں فرق کیا ہے۔ اس کی دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ جو لوگ لات کی عبادت کر کے کافر ہوئے انھوں نے لات کو اللہ کا بیٹا نہیں کہا تھا۔ وہ تو ایک صالح شخص تھا اور جو لوگ جنوں کی عبادت کر کے کافر ہوئے وہ بھی جنوں کو اللہ کی اولاد نہیں سمجھتے تھے۔ اسی طرح چاروں مذاہب کے علمائے کرام ''مرتد کے حکم'' میں بیان کرتے ہیں:

''جب کوئی مسلمان یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کی اولاد ہے تو وہ مرتد ہو جاتا ہے۔''

ائمہ اربعہ کے علماء کفر کی دونوں قسموں میں فرق کرتے ہیں، یہ بات بالکل واضح ہے۔

اعتراض: اگر وہ شخص یہ آیت پیش کرے:

﴿ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [یونس : ٦٢]

''سن رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔''

جواب: تو آپ اس سے کہیں کہ یہ آیت کریمہ اور اس کا مضمون بالکل درست اور صحیح ہے لیکن اولیاء کی عبادت نہیں ہونی چاہیے۔ ہم صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی عبادت کرنا اور ان کو اللہ کا شریک بنانا درست نہیں ہے۔ ہاں! آپ پر لازم ہے کہ ان سے محبت رکھو، ان کی پیروی کرو، ان کی کرامات کا اقرار کرو۔ یہ بھی یاد رکھیے کہ اولیاء کی کرامات کے منکر صرف بدعتی اور گمراہ لوگ ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا دین دونوں اطراف کا درمیانی راستہ اور دونوں گمراہیوں کے درمیان ہدایت اور دونوں باطلوں کے درمیان حق کا راستہ ہے۔

جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہی وہ چیز ہے جس کو ہمارے دور کے مشرک ''اعتقاد'' کہتے ہیں۔ یہی وہ شرک ہے جس کے متعلق قرآن کریم نازل ہوا۔ اسی پر رسول مکرم ﷺ نے لوگوں سے جہاد کیا، اب آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ پہلے دور کے لوگوں کا شرک ہمارے دور کے لوگوں کے شرک سے دو وجوہ میں ہلکا تھا:

۱۔ پہلے لوگ ملائکہ، اولیاء اور بتوں کو صرف عیش و آرام کی حالت میں پکارتے اور اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے لیکن سختی کے وقت وہ صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا﴾ [بني إسرائيل : ٦٧]

''اور جب تم کو دریا میں تکلیف پہنچتی ہے (یعنی ڈوبنے کا خوف ہوتا ہے) تو جن کو تم پکارا کرتے ہو سب اس (ایک پروردگار) کے سوا گم ہو جاتے ہیں، پھر جب تم کو (ڈوبنے سے) بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہے ہی ناشکرا۔''

﴿قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَاۗءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۝﴾

[الأنعام : ٤٠، ٤١]

''کہو (کافرو!) بھلا دیکھو کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب آ جائے یا قیامت آ موجود ہو تو کیا تم (ایسی حالت میں) اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ اگر سچے ہو تو بتاؤ۔ (نہیں) بلکہ (مصیبت کے وقت، تم اسی کو پکارتے ہو تو جس دکھ کے لیے اسے پکارتے ہو وہ اگر چاہتا ہے تو اس کو دور کر دیتا ہے اور جن کو تم شریک بناتے ہو (اس وقت) انھیں بھول جاتے ہو۔''

نیز فرمایا:

﴿وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا

اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ﴾ [الزمر : ۸]

''اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار کو پکارتا (اور) اس کی طرف دل سے رجوع کرتا ہے۔ پھر جب وہ اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت دیتا ہے تو جس کام کے لیے پہلے اس کو پکارتا ہے اسے بھول جاتا ہے اور اللہ کا شریک بنانے لگتا ہے تاکہ لوگوں کو اس کے رستے سے گمراہ کرے، کہہ دو کہ (اے کافر نعمت!) اپنی ناشکری سے تھوڑا سا فائدہ اٹھا لے پھر تو تو دوزخیوں میں ہوگا۔''

ایک اور جگہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ [لقمان : ۳۲]

''اور جب ان پر (دریا کی) لہریں سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہیں تو اللہ کو پکارنے (اور) خالص اس کی عبادت کرنے لگتے ہیں۔''

جس شخص نے یہ مسئلہ سمجھ لیا جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں وضاحت فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ مشرکین جن سے رسول اللہ ﷺ نے جہاد کیا وہ آرام وسکون کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر اللہ کو بھی پکارتے تھے لیکن تکلیف کے وقت صرف ایک اللہ کو پکارتے تھے اور اپنے سادات کو بھول جاتے تھے تو ایسے شخص کو سابقہ اور موجودہ دور کے مشرکین میں فرق کا پتا چل جائے گا، لیکن ایسے آدمی کہاں ہیں جن کے دل اس مسئلہ کو صحیح طور پر سمجھ سکیں؟ فاللہ المستعان۔

۲۔ پہلے لوگ اللہ کے ساتھ ان لوگوں کو پکارتے تھے جو اللہ کے مقرب ہوتے جیسے انبیاء و اولیاء اور ملائکہ وغیرہ یا ایسے پتھروں اور درختوں کو پکارتے جو اللہ کے مطیع ہیں نافرمان نہیں اور ہمارے دور کے لوگ اللہ کے ساتھ ایسے لوگوں کو پکارتے ہیں جو سب سے زیادہ فاسق و فاجر ہیں اور طرفہ یہ کہ خود ہی ان کا فسق وفجور، چوری، زنا اور ترک صلوٰۃ وغیرہ لوگوں سے بیان کرتے ہیں۔

جب یہ بات اچھی طرح ثابت ہوگئی کہ جن لوگوں سے رسول اللہ ﷺ نے جنگ کی تھی وہ آج کل کے مشرکوں سے شرک میں کم اور ان سے زیادہ عقلمند تھے تو اب آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کا ایک شبہ اور بھی ہے جو وہ ہمارے بیان کردہ دلائل پر وارد کرتے ہیں اور ان کا یہ سب سے بڑا

شبہ ہے، اس کا جواب بڑے غور سے سنو۔
اعتراض: وہ کہتے ہیں کہ جن کے متعلق قرآن کریم نازل ہوا وہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار نہیں کرتے تھے رسول اللہ ﷺ کو جھٹلاتے، قیامت کا انکار کرتے، قرآن کریم کی تکذیب کرتے اور اسے جادو کہتے تھے، لیکن ہم ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں، ایک اللہ کے قائل ہیں اور محمد ﷺ کو اللہ کا رسول سمجھتے ہیں، قرآن کریم کی تصدیق کرتے، قیامت کو مانتے اور نماز روزے کی پابندی کرتے ہیں تو تم ہمیں ان جیسا کیسے قرار دیتے ہو؟
جواب: عرض ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ جب کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے کسی ایک حکم کی تکذیب اور دوسرے حکم کی تصدیق کرے تو وہ کافر ہے اور وہ اسلام میں داخل ہی نہیں ہوا۔
اسی طرح اگر قرآن کریم کے کچھ حصے پر ایمان لائے اور اس کے کچھ حصے کا انکار کرے، جیسے کوئی شخص توحید کا اقرار تو کرے، لیکن نماز کی فرضیت کا انکار کرے، یا توحید اور نماز کا اقرار کرے، لیکن زکوٰۃ کے وجوب کا انکار کرے، یا ان تمام احکام کو تسلیم کرے، لیکن روزے کا انکار کرے، یا ان سب امور کو مانے لیکن حج کا انکار کرے، یا ان سب باتوں کو مانے لیکن قیامت کا انکار کرے، تو ایسا شخص بالاجماع کافر ہے، اس کا خون بہانا اور مال لوٹنا حلال ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ﴾ [النساء: ۱۵۰، ۱۵۱]

"جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبروں سے کفر کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے پیغمبروں میں فرق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور ایمان اور کفر کے بیچ میں ایک راہ نکالنا چاہتے ہیں، وہ بلا شبہ کافر ہیں۔"
دیکھیے جب رسول اللہ ﷺ کے دور مسعود میں کچھ لوگ حج کے لیے فوراً تیار نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

﴿ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ [آل عمران: ۹۷]

''اور لوگوں پر اللہ کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کی طاقت رکھے وہ اس کا حج کرے اور جو اس حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو اللہ بھی اہل عالم سے بے نیاز ہے۔''

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں اس بات کی تصریح کر دی کہ جو شخص کچھ حصے پر ایمان لائے اور کچھ حصے کا انکار کرے تو وہ پکا کافر ہے جیسے مرزائی، تو یہ شبہ بھی زائل ہو گیا اور یہی وہ شبہ تھا جو بعض ''اہل احساء'' نے اپنے مکتوب میں لکھ کر ہمیں ارسال کیا تھا۔

یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ جب تم اقرار کرتے ہو کہ جو شخص تمام امور میں رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کرے لیکن صرف نماز کا انکار کر دے تو وہ کافر ہے، اس کا خون بہانا اور مال کو غنیمت بنانا بالاجماع حلال ہے، اسی طرح اگر ہر چیز کا اقرار کرے اور قیامت کو نہ مانے یا رمضان کے روزوں کے وجوب کا انکار کرے اور باقی تمام احکام کی تصدیق کرے تو ایسے شخص کے کافر ہونے میں نہ کسی کو انکار ہے اور نہ اختلاف۔ قرآن کریم نے بھی یہی کہا ہے جیسا کہ پہلے بیان کر چکے ہیں۔

یہ تو واضح بات ہے ہی کہ رسول اللہ ﷺ جس قدر احکام لے کر تشریف لائے ان میں سب سے بڑا فریضہ توحید ہے، جو نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج سب سے اہم اور بڑا فریضہ ہے تو جو شخص ان احکام میں سے کسی ایک کا انکار کرے تو کافر قرار پائے گا۔ اگرچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی دیگر تعلیمات پر عمل پیرا بھی ہو اور اگر وہ توحید کا انکار کرے جو تمام رسولوں کا دین ہے تو وہ کیسے کافر نہ ہو گا؟ سبحان اللہ! یہ عجیب طرح کی جہالت ہے۔

یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھو جنھوں نے قبیلہ بنوحنیفہ سے جنگ کی، حالانکہ بنوحنیفہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور شہادت دیتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ وہ لوگ اذانیں دیتے اور نماز پڑھتے تھے۔ ان کے بارے میں اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ لوگ مسیلمہ کی نبوت کے قائل ہو گئے تھے اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے جنگ کی، تو ہم کہیں گے کہ یہی تو ہمارا مقصد ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو رسول اللہ ﷺ کے مرتبہ تک بلند کر دے تو وہ کافر قرار پائے گا، اس کا خون بہانا اور مال چھیننا حلال ہو جائے گا اور اس کو کلمۂ شہادت اور نماز روزہ فائدہ نہ دیں گے تو اس شخص کا کیا حال ہو گا جو شمسان، یوسف یا کسی صحابی یا نبی کو خالق کائنات کے مرتبہ

تک پہنچا دے؟ سبحان اللہ ما اعظم شانہ!

﴿ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ [الروم : ٥٩]

یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ جن لوگوں کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آگ سے جلا دیا تھا وہ تو آپ کے ساتھی اور اسلام کے دعویدار تھے۔ انھوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم سیکھا تھا لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کا وہی اعتقاد تھا جو آج کل لوگ یوسف اور شمسان وغیرہ کے بارے میں رکھتے ہیں تو دیکھو کس طرح صحابہ نے ان کے قتل اور ان کے کفر پر اتفاق کیا؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسلمانوں کو کافر کہتے تھے؟ اور کیا تمھارا یہ خیال ہے کہ تاج وغیرہ کے بارے میں اس قسم کا اعتقاد نقصان دہ نہیں لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہی اعتقاد رکھنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ یہ جواب بھی دیا جائے گا کہ بنو عبید القداح جو عباسیوں کے دور حکومت میں مصر اور مغرب پر قابض ہو گئے تھے، وہ سب کے سب کلمۂ شہادت ''لا الٰہ الا اللہ'' کا اقرار کرتے تھے، اسلام کے دعویدار تھے، نماز جمعہ اور باجماعت نمازیں پڑھتے تھے لیکن جب انھوں نے بعض امور میں شریعت کی مخالفت کی جو زیر بحث مسئلہ کی نسبت بہت ہی کم اہمیت رکھتے تھے، پھر بھی علماء نے ان کے کفر اور ان سے جنگ کرنے پر اتفاق کیا اور ان کے شہروں کو دارالحرب قرار دیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے ان سے جنگ کی یہاں تک کہ وہ تمام شہر آزاد کرا لیے جو ان کے زیر تصرف تھے۔ یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ پہلے لوگوں کو صرف اس لیے کافر قرار دیا گیا تھا کہ انھوں نے شرک اور تکذیب رسول و قرآن کریم اور انکار قیامت کو اکٹھا کر لیا تھا، نیز ان ابواب کا کیا مطلب ہو گا جو مذاہب اربعہ کے علمائے کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں باندھے ہیں کہ ''باب حکم المرتد'' مرتد وہ شخص ہے جو اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کر لے۔ پھر مرتد کی بہت سی قسمیں لکھی ہیں اور ہر قسم سے انسان مرتد ہو جاتا ہے۔ اس کا خون بہانا اور مال لینا حلال ہو جاتا ہے حتیٰ کہ علماء نے چھوٹے چھوٹے امور بتائے ہیں جن سے آدمی مرتد ہو جاتا ہے۔ جیسے کوئی شخص صرف اپنی زبان سے کوئی کلمہ کہے اگرچہ دل سے اس کا عقیدہ نہ ہو یا کوئی کلمہ ہنسی اور مذاق سے کہہ دے۔ یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ جن لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا:

﴿ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ ﴾

[التوبة : ٧٤]

''یہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انھوں نے (تو کچھ) نہیں کہا حالانکہ انھوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور یہ اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے ہیں۔''

کیا آپ نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک ہی کلمہ کی وجہ سے کافر قرار دے دیا حالانکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک دور میں تھے، آپ کے ساتھ ہو کر جہاد کرتے تھے، آپ کے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے، زکوٰۃ دیتے، حج کرتے اور توحید کے قائل تھے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ﴾

[التوبة : ٦٥،٦٦]

''کہو کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے؟ بہانے مت بناؤ! تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔''

یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے تصریح کی ہے کہ وہ ایمان کے بعد کافر ہو گئے تھے حالانکہ وہ غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھے۔ انھوں نے ایک ایسی بات کہی جس کے متعلق وہ خود کہتے ہیں کہ ہم نے یہ بات بطور مذاق کہی تھی۔

اب آپ ان کے اس شبہ پر غور کریں کہ تم ان لوگوں کو کافر کہتے ہو جو ''لا الہ الا اللہ'' کا اقرار کرتے ہیں، نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں۔ اس کے جواب پر بھی غور کرو کہ یہ جواب ان اوراق میں سب سے زیادہ قیمتی اور نفع بخش ہے۔

ہمارے بیان کردہ دلائل کی مزید وضاحت کے لیے بنی اسرائیل کا وہ واقعہ بھی دلالت کناں ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔ وہ یہ کہ بنی اسرائیل میں سے کچھ افراد نے مسلمان عالم اور نیک ہونے کے باوجود سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

﴿ اِجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ﴾

''جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دو۔''

نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے یوں کہا:

((اِجْعَلْ لَّنَا ذَاتَ اَنْوَاطٍ))

''ہمارے لیے ایک ذات انواط بنا دیجیے۔''

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا کہ یہ بات بالکل اسی طرح کی ہے جو بنی اسرائیل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی :

﴿ اِجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ﴾ [الأعراف : ۱۳۸]

''جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دو۔''

[ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء لترکبن سنن من کان قبلکم : ۲۱۸۰]

مشرکین ان واقعات سے یہ دلیل اخذ کرتے ہیں کہ وہ بنی اسرائیل جنھوں نے کہا:

﴿ اِجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ﴾ [الأعراف : ۱۳۸]

اور وہ صحابہ جنھوں نے ذات انواط کا مطالبہ کیا تھا وہ کافر تو نہ ہوئے تھے؟

تو ہم کہتے ہیں کہ نہ تو بنی اسرائیل نے کسی غیر اللہ کو الٰہ بنایا اور نہ ہی ان صحابہ نے جنھوں نے ذات انواط کا مطالبہ کیا تھا اپنے لیے کوئی ذات انواط مقرر کیا۔

علماء کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ اگر بنی اسرائیل کسی غیر اللہ کو الٰہ بنا لیتے تو قطعاً کافر قرار پاتے اور اسی طرح اگر صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے منع کرنے کے بعد کسی درخت کو ذات انواط مقرر کر لیتے تو وہ بھی کافر ہو جاتے، ہمارا مدعا بھی یہی ہے۔ ان دو واقعات میں چند فوائد مرتب ہوتے ہیں :

۱۔ کبھی مسلمان بلکہ عالم شخص بھی شرک کی کسی نہ کسی قسم میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اسے پتا نہیں چلتا۔

۲۔ علم اور تحفظ کی جستجو ہر وقت پیش نگاہ رہنی چاہیے۔

۳۔ جاہل شخص کا یہ کہنا کہ ہم نے توحید کو سمجھ لیا ہے یہ سب سے بڑی جہالت ہے اور شیطان کا سب سے بڑا فریب یہی ہے۔

۴۔ اگر مسلمان مجتہد لاعلمی میں کوئی کفریہ کلمہ کہہ دے اور فوراً متنبہ ہو کر اسی وقت توبہ کر لے تو وہ کافر نہیں ہو جاتا، جیسا کہ بنی اسرائیل اور صحابہ نے کیا۔

۵۔ اگرچہ ایسا شخص کافر قرار نہیں پاتا لیکن اسے سخت ترین الفاظ سے تنبیہ ضرور کرنی چاہیے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کی تھی۔

اعتراض: مشرکین کا ایک اور شبہ یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ پر ناراضی کا

اظہار فرمایا کیونکہ انھوں نے ایک ایسے آدمی کو قتل کر دیا تھا جس نے ''لا الٰہ الا اللہ'' کہا تھا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ؟)) ''کیا تو نے اسے ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے کے بعد بھی قتل کر دیا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم قتل الكافر بعد قوله ...... الخ : ۱۵۹/۹٦]

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے:

((أُمِرْتُ اَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ))

[بخاری، کتاب الإعتصام بالكتاب والسنة، باب الإقتداء بسنن رسول الله ﷺ: ۷۲۸٤، ۷۲۸۵۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله محمد رسول الله ...... الخ : ۲۰]

''مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' نہیں کہہ لیتے۔''

اس کے علاوہ اور احادیث بھی ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ جس نے ''لا الٰہ الا اللہ'' کہا اسے کچھ نہ کہا جائے۔ احادیث مذکورہ سے ان جاہلوں کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص ''لا الٰہ الا اللہ'' کہہ لے اسے کافر نہ کہا جائے نہ ہی اسے قتل کیا جائے، خواہ وہ کیسے ہی اعمال کرتا پھرے۔

جواب: ان جاہل مشرکوں کو یہ جواب دیا جائے کہ یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں سے جنگ کی، انھیں قید کیا حالانکہ وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کہتے تھے، نیز رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے بنوحنیفہ سے جنگ کی حالانکہ وہ کلمہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کی شہادت دیتے تھے، نمازیں پڑھتے اور اسلام کے دعویدار تھے اور وہ لوگ بھی بزعم خود مسلمان تھے جن کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آگ میں جلا دیا تھا۔ مقام غور یہ ہے کہ یہ جاہل بھی اقرار کرتے ہیں کہ جو شخص قیامت کا انکار کرے وہ کافر ہے، اسے قتل کیا جائے اگرچہ وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کہتا ہو اور جو شخص ارکان اسلام میں سے کسی ایک رکن کا انکار کر دے وہ بھی کافر ہے، اسے قتل کر دیا جائے اگرچہ کلمہ پڑھتا ہو۔

لیکن یہ کیا بات ہوئی کہ جو شخص فروع میں سے کسی کا انکار کر دے تو اسے تو کلمہ فائدہ نہ دے اور اگر توحید کا انکار کر دے جو تمام انبیاء کے دین کی اصل ہے تو اسے یہ کلمہ پورا پورا فائدہ دے؟

اللہ تعالیٰ کے ان دشمنوں نے احادیث کا معنی ومفہوم ہی نہیں سمجھا۔

سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ انھوں نے ایسے شخص کو قتل کر دیا جس نے اسلام کا دعویٰ کیا تھا، یہ قتل اس لیے ہوا کہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ اس نے اپنی جان اور مال کے ڈر سے مسلمان ہونے کا اعلان کیا ہے اور مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اسلام کا اظہار کرے تو واجب ہے کہ اس سے اپنا ہاتھ روک لیا جائے یہاں تک کہ اس سے اسلام کے خلاف کوئی چیز سرزد ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا ﴾ [النساء : ۹٤]

''مومنو! جب تم اللہ کی راہ میں باہر نکلا کرو تو تحقیق سے کام لیا کرو۔''

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کناں ہے کہ جب کوئی شخص کلمہ توحید پڑھ لے تو اس سے اپنا ہاتھ روک لینا چاہیے اور تحقیق کرنی چاہیے۔ اگر تحقیق کے بعد اس سے کوئی ایسی چیز سرزد ہو جو اسلام کے خلاف ہے تو پھر اسے قتل کر دیا جائے، کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ''تحقیق کرو'' اگر ہر کلمہ گو کو قتل کرنا حرام ہوتا تو تحقیق کرنے کا کوئی معنی نہ ہوتا۔

اسی طرح دوسری احادیث کا مطلب بھی وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے کہ جو شخص اسلام اور توحید کا اظہار کرے تو اس سے ہاتھ روک لینا واجب ہے الا کہ اس سے کوئی کام خلاف شریعت سرزد ہو۔ اس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد ہے جس میں آپ نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: ((اَقَتَلْتَهٗ بَعْدَ مَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)) ''کیا تو نے اسے ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے کے بعد بھی قتل کر دیا؟'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم قتل الكافر ...... الخ : ۹٦]

نیز ایک موقع پر یوں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے :

((اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ))

[بخاری، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم : ۷۲۸٤، ۷۲۸۵۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتىٰ يقولوا لا إله إلا الله...... الخ : ۲۰]

''مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ ''لا الہ الا اللہ'' نہیں کہہ لیتے۔''

خارجیوں کے بارے میں ارشاد ہوا ہے:

((فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ)) وَ فِي رِوَايَةٍ: ((لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ))

[بخاری، کتاب فضائل القرآن : باب إثم من راءیٰ بقراءة القرآن......الخ : ۵۰۵۷ و کتاب التوحید، باب قول الله تعالٰی...... الخ : ۷۴۳۲]

''ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔'' اور ایک روایت میں ہے: ''اگر میں نے ان کو پا لیا تو قوم عاد کی طرح ان کو قتل کروں گا۔''

حالانکہ خارجی لوگ تمام لوگوں سے زیادہ عبادت گزار اور ہر وقت تکبیر و تہلیل کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے آپ کو ان کے مقابلے میں حقیر سمجھتے اور لطف کی بات یہ ہے کہ ان خارجیوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی سے کسب علم کیا تھا، اس کے باوجود ''لا الٰہ الا اللہ'' کثرت عبادت اور دعویٰ اسلام نے انھیں کوئی فائدہ نہ دیا کیونکہ ان سے شریعت مطہرہ کی خلاف ورزی سرزد ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہودیوں سے جنگ کرنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بنوحنیفہ سے قتال بھی اس کی شہادت پر دلالت کناں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی المصطلق سے جنگ کا ارادہ کرنا بھی اس پر دلالت کرتا ہے جب کہ ایک شخص نے آ کر جھوٹی اطلاع دی کہ بنی المصطلق نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ﴾ [الحجرات : ٦]

''مومنو! اگر کوئی بدکردار تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (مبادا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو، پھر تم کو اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔''

یہ تمام آیات واحادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں جو ہم نے بیان کی ہے، ان سے مشرکین کی تصدیق بالکل نہیں ہوتی۔

اعتراض: اہل شرک و بدعت کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کچھ لوگ یکے بعد دیگرے سیدنا آدم علیہ السلام، سیدنا نوح علیہ السلام، سیدنا ابراہیم علیہ السلام،

سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پاس استغاثہ لے کر جائیں گے، چنانچہ ہر نبی کوئی نہ کوئی عذر پیش کر دیں گے، آخر کار معاملہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے گا۔ اس واقعہ سے مشرکین کا استدلال یہ ہے کہ غیر اللہ سے استغاثہ شرک نہیں ہے۔

جواب: پاک ہے وہ اللہ جو اپنے دشمنوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔ مخلوق سے وہ استغاثہ جس پر وہ قادر ہے ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔ جیسا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ﴾ [القصص: ١٥]

''جو شخص ان کی قوم سے تھا اس نے دوسرے شخص کے مقابلے میں جو موسیٰ کے دشمنوں میں سے تھا، مدد طلب کی۔''

یا دوران جنگ انسان اپنے ساتھیوں سے مدد طلب کرتا ہے جس پر وہ قادر ہیں۔ ہم تو اس استغاثہ کے منکر ہیں جو اولیاء کی قبروں پر جا کر بطور عبادت کیا جاتا ہے یا غائبانہ ان کو مدد کے لیے پکارا جاتا ہے جس پر سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی شخص قدرت نہیں رکھتا۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی، اب سمجھنا چاہیے کہ قیامت کے دن جو انبیائے کرام علیہم السلام سے استغاثہ ہو گا وہ یہ ہے کہ وہ اللہ سے دعا کریں کہ لوگوں کا حساب کتاب جلدی ہو جائے، تاکہ جنتی لوگ میدان محشر کی سختی سے نجات پائیں۔ اس قسم کا استغاثہ دنیا اور آخرت دونوں میں جائز ہے کہ آپ کسی نیک اور زندہ آدمی کے پاس جائیں جو تمھارے پاس بیٹھے اور تمھاری گفتگو کو بھی سنے تم اس سے دعا کی درخواست کرو۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں آپ کی خدمت میں آتے اور دعا کی درخواست کیا کرتے تھے، لیکن رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد قبر مکرم کے پاس جا کر آپ سے کسی صحابی نے دعا کی درخواست نہیں کی، بلکہ سلف صالحین نے قبر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے سے بھی منع فرمایا ہے چہ جائیکہ بذات خود رسول اللہ ﷺ سے دعا کی درخواست کی جائے۔

اعتراض: مشرکین کا ایک شبہ اور اعتراض اور بھی ہے اور وہ ابراہیم علیہ السلام کا وہ واقعہ ہے جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تھا تو اس وقت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر اپنے آپ کو پیش کیا اور عرض کناں ہوا کہ کوئی حاجت اور ضرورت ہو تو بتائیے؟ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم سے کسی قسم کی حاجت نہیں

ہے۔ مشرکین کا استنباط یہ ہے کہ اگر جبرئیل علیہ السلام سے استغاثہ شرک ہوتا تو وہ ابراہیم علیہ السلام کو پیش کش نہ کرتے؟

جواب: یہ اعتراض بھی پہلے اعتراض جیسا ہے، اس واقعہ میں جبرئیل علیہ السلام نے وہ پیشکش کی تھی جس پر وہ قادر تھے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کو فائدہ پہنچائیں کیونکہ جبرئیل علیہ السلام کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے:

﴿شَدِيْدُ الْقُوٰى﴾ [النجم: ۵]

''وہ بہت بڑی طاقت والا ہے۔''

پس اگر اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام کو اجازت دے دیتا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی آگ اور اس کے اردگرد زمین اور پہاڑوں کو اٹھا کر مشرق یا مغرب میں پھینک دے تو وہ ضرور ایسا کر دیتے اور اگر جبرئیل علیہ السلام کو یہ حکم ہوتا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اٹھا کر ان سے دور کسی جگہ پر لے جائیں تو جبرئیل علیہ السلام یہ کام بھی کر سکتے تھے اور اگر جبرئیل علیہ السلام کو یہ حکم ہوتا کہ ابراہیم علیہ السلام کو آسمان پر لے آئیں تو وہ یہ بھی کر دیتے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی دولت مند شخص کسی محتاج کو دیکھے اور اسے قرض دینے کی پیش کش کرے یا اس کو کوئی اور چیز دے جس سے وہ اپنی ضرورت پوری کر لے لیکن محتاج آدمی قرض وغیرہ لینے سے انکار کر دے اور صبر کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی جناب سے رزق دے دے جس میں کسی شخص کا احسان نہ ہو تو یہ بات کہاں! اور عبادت کے طور پر استغاثہ اور شرک کہاں! کاش یہ لوگ سمجھیں!

ان شاء اللہ ہم اس بحث کو ایک نہایت اہم مسئلے پر ختم کرتے ہیں جو سابقہ بحث سے بھی آپ کی سمجھ میں آ گیا ہو گا لیکن چونکہ مسئلہ بڑا ہی اہم ہے اور اکثر لوگ اس میں غلطی کھا جاتے ہیں، لہٰذا ہم اسے علیحدہ بیان کر رہے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ اس میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے کہ توحید کا تعلق تین چیزوں سے ہونا ضروری ہے: دل، زبان اور باقی اعضاء کے ذریعہ عمل، اگر ان تینوں میں سے کسی ایک میں بھی خلل واقع ہوا تو انسان مسلمان نہیں رہتا، اگر کوئی شخص توحید کو جانتا تو ہے لیکن اس کے مطابق عمل نہیں کرتا تو وہ ضدی اور کافر ہے، جیسے فرعون اور ابلیس وغیرہ۔

مسئلہ توحید میں اکثر لوگ دھوکا کھا جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ توحید حق ہے اور ہم اس کو سمجھتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ یہ حق ہے لیکن اس پر عمل کرنے کی ہمیں طاقت نہیں ہے۔ نیز ہمارے علاقے کے لوگ ایسے ہیں جن کی موافقت کے بغیر گزارہ نہیں، اس کے علاوہ بھی کئی عذر لنگ پیش کرتے ہیں۔

یہ مسکین نہیں جانتا کہ ائمہ کفر کی غالب اکثریت بھی حق کو پہچانتی تھی اور کئی قسم کے بہانوں کے پیش نظر ہی انھوں نے حق کو چھوڑا تھا، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ﴾ [التوبة : ٩]

"یہ اللہ کی آیتوں کے عوض تھوڑا سا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔"

ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ﴾ [البقرة : ١٤٦]

"وہ ان (پیغمبر آخر الزماں ﷺ) کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانا کرتے ہیں۔"

جو شخص بظاہر توحید پر عمل کرتا ہے لیکن اس کے مفہوم کو نہیں سمجھتا یا دل سے اس پر ایمان نہیں رکھتا وہ منافق ہے جو خالص کافر سے بھی برا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴾ [النساء : ١٤٥]

"کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔"

یہ مسئلہ بہت طویل ہے، جب تم لوگوں کی باتوں پر غور کرو گے تو تمھیں اچھی طرح معلوم ہو جائے گا اور تم کئی ایسے افراد کو دیکھو گے کہ وہ حق کو جانتے تو ہیں لیکن اس پر عمل نہیں کرتے۔ دنیا کے نقص یا مرتبہ اور خاطر و مدارات میں کمی کے ڈر سے سستی کرتے ہیں نیز کچھ ایسے افراد بھی نظر آئیں گے جو بظاہر تو عمل کرتے ہیں لیکن دل سے نہیں، اگر ان سے دلی عقیدہ کے بارے میں سوال کرو تو معلوم ہو گا کہ ان کو کچھ علم نہیں، لہٰذا قرآن کریم کی دو آیات پر غور و فکر کرنا تمھارے لیے بہت ہی ضروری ہے:

۱۔ پہلی تو وہی ہے جو ہم ذکر کر چکے ہیں:

﴿لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ﴾ [التوبة : ٦٦]

''بہانے مت بناؤ، تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔''

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ بعض وہ صحابہ جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں رومیوں سے جنگ لڑی تھی، وہ صرف ایک کلمہ کی وجہ سے کافر ہو گئے جو انھوں نے محض ہنسی اور مذاق کے طور پر کہا تھا تو پھر یہ بات واضح ہوگئی کہ جو شخص کسی کی مدارات یا اپنے مرتبہ کی خاطر یا مال میں کمی کے خوف سے کفر یہ کلمہ کہہ دے یا اس پر عمل کرے تو ایسا شخص بلحاظ گناہ کے بڑا ہے بہ نسبت اس شخص کے جو بطور مذاق کفر یہ کلمہ کہہ دے۔

۲۔ دوسری آیت یہ ہے:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ﴾

[النحل : ١٠٦]

''جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے، وہ نہیں جو (کفر پر) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سوائے اس شخص کے جو مجبور کر دیا گیا ہو اور کسی کے عذر کو تسلیم نہیں کیا، اس میں بھی ایمان پر اطمینان قلب کی شرط لگا دی ہے اس کے علاوہ سب کافر ہیں، خواہ وہ خوف کی وجہ سے یا مدارات کے طور پر یا اپنے وطن اور اہل وعیال یا برادری اور مال ومتاع کی محبت میں آ کر یا ہنسی اور مذاق کے طور پر یا کسی اور غرض کی بنا پر کلمہ کفر کہیں۔ بس اللہ تعالیٰ نے صرف مجبور شخص کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ مندرجہ بالا آیت کریمہ دو طریق سے اس پر دلالت کرتی ہے۔ ﴿مَنْ اُكْرِهَ﴾ [النحل : ١٠٦] ''جو (کفر پر) مجبور کیا جائے۔'' اس جملہ میں صرف مجبور شخص کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ یہ تو معلوم ہے ہی کہ انسان کی مجبوری کا تعلق صرف زبان یا عمل سے ہے، رہی دل کی کیفیت تو اس میں کوئی شخص کسی کو مجبور نہیں کر سکتا۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ﴾ [النحل : ١٠٧]

''یہ اس لیے کہ انھوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں عزیز رکھا۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تصریح فرما دی ہے کہ یہ کفر اور عذاب اعتقاد یا جہالت یا دین سے بغض وعداوت یا کفر سے محبت کے باعث نہیں تھا بلکہ اس کا سب سے بڑا سبب دنیا کی لذتوں

میں گرفتار ہونا تھا جس کی وجہ سے انسان نے دنیا کو دین پر ترجیح دی۔

((وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ))

نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے:

﴿ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ﴾ [العنکبوت : ٤٥]

''بے شک نماز بے حیائی کے کاموں اور منکرات سے روکتی ہے۔''

یعنی نماز کا مقصد بندے میں ایسے اوصاف پیدا کرنا ہے کہ اس سے بے ادبی، بدتہذیبی اور بداخلاقی سب دور ہو جائے، اس کے اندر نظم وضبط کے اوصاف پروان چڑھیں اور سیرت واخلاق میں نکھار پیدا ہو۔ نماز انسان کے ذہن میں یہ حقیقت تازہ رکھتی ہے کہ وہ خود مختار نہیں ہے بلکہ رب العالمین کا بندہ ہے۔ نماز انسان کے اندر احساس فرض شناسی کو بیدار رکھتی ہے۔ نماز کے فوائد اور مقاصد حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ نماز میں جو کچھ زبان سے ادا کیا جائے اسے سمجھا بھی جائے ورنہ بصورت دیگر نمازی پر نماز کی ادائیگی کے وہ تقاضے ظاہر نہیں ہو سکیں گے جس کا نماز مطالبہ کرتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب بندہ نماز ادا کرتا ہے تو اپنے رب سے سرگوشیاں کرتا ہے، عہد و پیمان کرتا ہے اور ظاہر بات ہے کہ اگر بندہ نماز کو بغیر سمجھے ادا کرے گا تو وہ کیونکر ان عہدوں کو اپنی عملی زندگی میں پورا کر سکے گا جو اس نے اپنے رب کے سامنے نماز کی حالت میں کیے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اکثر نمازیوں کے عقائد بالکل اس کے برخلاف ہیں جس کا وہ نماز میں اقرار کرتے ہیں۔ ذیل میں نماز میں ادا کیے جانے والے الفاظ اور مشرکانہ عقائد رکھنے والوں کا تقابل پیش کیا جاتا ہے۔

نماز میں ادا کیے جانے والے الفاظ:

۱۔ نماز میں ''اللہ اکبر'' کہہ کر اللہ کی کبریائی کا برملا اعتراف کیا جاتا ہے۔

۲۔ نماز کی ہر رکعت میں ہم الحمد شریف پڑھتے ہیں جس میں کہتے ہیں ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ یعنی سب تعریف اس اللہ کی جو تمام جہانوں کا رب (داتا) ہے۔ ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ وہ یوم

حساب (قیامت کے دن) کا مالک ہے۔ ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ ﴿ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴾ ہمیں سیدھا راستہ دکھا دے، راستہ ان لوگوں کا جن پر تیرا انعام ہوا۔ ﴿ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ ﴾ نہ کہ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ ہی گمراہوں کا راستہ۔

۳۔ رکوع میں ((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمَ)) پڑھتے ہیں یعنی میرا رب پاک اور عظیم ہے۔

۴۔ رکوع سے اٹھتے وقت اس بات کا اعتراف کرتے ہیں: ((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ)) یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کی سن لی جس نے اس کی تعریف کی۔

۵۔ تشہد میں یہ اقرار کرتے ہیں ((اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ)) میری قولی، فعلی، مالی اور بدنی عبادات اللہ کے لیے ہیں۔

۶۔ تشہد کے آخر میں درود پڑھتے ہیں ((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ)) یعنی اے اللہ! محمد پر رحمت فرما۔

نمازیوں کے مشرکانہ عقائد:

۱۔ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ انبیاء، اولیاء اور صلحاء بھی اللہ کی کبریائی میں شریک ہیں۔ اسی لیے انھیں داتا، دستگیر، مشکل کشا اور مختار کل جیسے القابات سے یاد کیا جاتا ہے۔

۲۔ لیکن یہی حضرات جب نماز پڑھ کر باہر نکلتے ہیں اور اگر انھیں کوئی ٹھوکر لگ جائے یا کوئی مشکل آ جائے تو بے اختیار پکار اٹھتے ہیں یا علی مدد، یا رسول مدد، یا جیلانی مدد۔

۳۔ عبدالقادر جیلانی کو بھی غوث الاعظم اور غوث پاک قرار دیتے ہیں۔

۴۔ عقیدہ یہ رکھتے ہیں کہ اللہ ہماری دعا براہ راست نہیں سنتا بلکہ فوت شدہ بزرگوں کے ذریعے اللہ تک ہماری شنوائی ہوتی ہے۔

۵۔ لیکن نذر و نیاز جو مالی عبادت ہے غیر اللہ کے نام کرتے ہیں مثلاً گیارھویں کا لنگر اور قبروں پر چڑھاوے وغیرہ......

کافی ہے اللہ سب کی حاجت روائی کے لیے
نبی ولی بزرگ تو ہیں فقط رہنمائی کے لیے

پڑھتے ہو ہر نماز میں ایاک نعبد و ایاک نستعین
پھر بھی در در پھرتے ہو مشکل کشائی کے لیے
قیامت کے دن جب پیش ہوگے اللہ کے سامنے
کیا جواب دو گے اس بے وفائی کے لیے

فصل ہشتم

توحید فی التصرف اور شرک فی التصرف

مسلمان جن کے خمیر میں توحید تھی، جنھیں اللہ کے سوا اوروں سے ہٹاتے ہوئے تاکید کے ساتھ کہہ دیا گیا تھا: ﴿ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ﴾ [المزمل: ٨] ''سب سے یکسو ہو کر صرف اسی کا ہو جا، سب سے کاٹ کر صرف اسی سے جوڑ لے۔'' جنھیں حکم ہوا تھا: ﴿ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴾ [الإنشراح: ٧، ٨] ''اِدھر اُدھر سے وقت بچا بچا کر اس رب العالمین کے کاموں میں لگ جایا کر، دنیا ساری سے امید و آرزو کاٹ کر فقط اپنے رب کی طرف ہی رغبت پیدا کر۔'' جنھیں تعلیم توحید دیتے ہوئے فرمایا گیا تھا: ﴿ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا ﴾ [یونس: ٨٤] ''صرف اللہ عزوجل ہی پر بھروسا کرو، اسی کا سہارا اور آسرا لیے رہو۔'' جنھیں یقین و اطمینان توحید دلانے کے لیے جلال و جبروت والی آواز آئی تھی: ﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ﴾ [الزمر: ٣٦] ''کیا ساری مخلوق کو (جو ہماری غلام ہے) ہماری آقائی کافی نہیں۔'' کیا اللہ تعالیٰ اپنے غلاموں کو کافی نہیں؟ جنھیں متنبہ کرنے کے لیے ان کے نبی (ﷺ) سے خطاب کرتے ہوئے فرما دیا گیا تھا: ﴿ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ﴾ [الزمر: ٦٥] ''اگر تجھ سے بھی شرک سرزد ہو گیا تو دفتر نبوت سے نام کاٹ دوں گا۔''

آہ! آج وہ امت دھڑلے سے شرک کر رہی ہے۔ قبر کو یہ نہ چھوڑیں، تعزیوں کو یہ نہ چھوڑیں، خانقاہوں کو یہ نہ چھوڑیں، شدوں اور پنجوں کو یہ نہ چھوڑیں، مقبرے اور چبوترے یہ نہ چھوڑیں، درخت اور پانی یہ نہ چھوڑیں، کاغذ اور ابرک یہ نہ چھوڑیں، مٹی اور خاک یہ نہ چھوڑیں، غرض رب کے ساتھ سبھی کو پوج ڈالا، جتنے کنکر اتنے شنکر بنا ڈالے۔ نذریں نیازیں مخلوق کی۔ عرض

مدعا مخلوق سے، دعا وندا مخلوق سے، قسمیں مخلوق کی، سجدے مخلوق کے لیے، ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا مخلوق کے لیے، عالم الغیب اور داتا سمجھنا مخلوق کو، حاضر و ناظر، مشکل کشا اور دستگیر و حاجت روا جاننا مخلوق کو۔ غرض بالکل ہندوؤں کی طرح ہند میں آ کر ان برائے نام مسلمانوں نے بھی اپنے اسلام پر ہندوانہ رنگ چڑھا لیا اور گویا صاف کہہ دیا: ''بنے ہیں پوجنے کے پتھر، ادھر ہمارے ادھر تمھارے۔''

ہم تو ہر چند دماغ دوڑاتے ہیں لیکن ان حضرات کی حکمت تک رسائی ہی نہیں ہوتی کہ جب حق تبارک و تعالیٰ ہر دور اور نزدیک کی پکار کو سنتا ہے تو پھر نبیوں، ولیوں میں یہ وصف کیوں مانا جائے اور انھیں دور نزدیک سے کیوں پکارا جائے، جب تمام حاجتیں اکیلا اللہ تعالیٰ پوری کرتا ہے تو پھر یہ وصف مخلوق میں مان کر ان سے حاجتیں کیوں طلب کی جائیں، جب مرادوں کا بر لانے والا، مشکل کشائی کرنے والا وہی ہے تو پھر کیوں نہ مان لیا جائے کہ اور کوئی نہیں، جب ہم لا الٰہ الا اللہ پڑھتے ہیں تو پھر رب کے اوصاف اوروں میں کیوں مانیں اور رب کے کرنے کے کاموں کا کرنے والے انھیں کیوں جانیں، مثلاً اولاد دینا، رزق میں کشادگی کرنا، بارش برسانا، برکتیں عطا فرمانا، بیماری سے صحت بخشنا وغیرہ۔ جب ہم ارحم الراحمین اللہ تبارک و تعالیٰ کو مانتے ہیں تو ظاہر ہے کہ ہم پر اس سے زیادہ رحم کھانے والا کوئی پیر، پیغمبر، ولی، شہید، فرشتہ نہیں۔ جب ہم احکم الحاکمین اللہ تعالیٰ عزوجل کو مانتے ہیں تو ظاہر ہے کہ سب کے احکام ٹل سکتے ہیں، جس کا کوئی حکم نہیں ٹلتا وہ فقط اللہ تبارک و تعالیٰ ہی ہے۔ اسی کی شان ہے:

﴿يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ﴾ [آل عمران: ٤٠] ﴿يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ﴾ [المائدة: ١] ﴿فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ﴾ [يونس: ١٠٧] ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [التكوير: ٢٩] ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ﴾ [الأنعام: ٦١] ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ [البقرة: ٢٥٥] ﴿لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا﴾ [الزمر: ٤٤]

''یعنی ''وہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔'' ''وہ حکم دیتا ہے جو ارادہ کرتا ہے۔'' ''اس کے فضل و کرم کے آگے کوئی ہاتھ نہیں رکھ سکتا، کوئی اسے روک نہیں سکتا۔'' ''اسی کا چاہا پورا ہوتا ہے اور کسی کی تمام چاہتیں پوری نہیں ہوتیں۔'' ''وہی اپنے تمام بندوں پر غالب، قہار اور سب پر حکمران ہے۔'' ''اس کے سامنے سفارش اور شفاعت کے لیے بھی بغیر اس کی اجازت کے کوئی لب نہیں کھول سکتا۔'' ''بلکہ ساری شفاعتوں کا مالک بھی وہی ہے۔''

ہاں مسلمانو! کیا تم نہیں جانتے کہ دنیا کے تمام انسانوں کے سرور و سردار، سب سے افضل و بہتر محمد ﷺ ہیں، لیکن آپ بھی کسی چیز کے مالک نہ تھے۔ اللہ کی حکومت میں آپ کی کوئی شرکت نہ تھی۔ کلمہ میں ہے: "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" یعنی محمد (ﷺ) رب کے بندے یعنی ماتحت، غلام، حکم بردار اور اس کے رسول ہیں۔ پس ساری مخلوق انبیاء، اولیاء، صلحاء اور شہداء رب کے غلام ہیں، اس کے بندے ہیں، اس کے عبادت گزار ہیں، اس کے سامنے عاجز و لاچار ہیں۔ اس کے حکم کے بغیر پتا نہیں ہلتا، ہوا کا جھونکا نہیں چلتا، پانی کا قطرہ نہیں برستا، اناج کا دانا نہیں نکلتا، خود رسول اللہ ﷺ پر بلائیں، آفتیں، امتحانات، مصائب آئے، دنوں بیمار رہے، فاقوں سے پیٹ پر پتھر باندھے، آپ پر جادو کیا گیا، آپ کو دشمنوں نے وطن چھوڑنے پر مجبور کیا، آپ کے جسم مبارک کو خون میں نہلایا گیا، آپ کی راہ میں روڑے اٹکائے، آپ کے ساتھیوں پر ظلم و ستم کیے، بلکہ ان نامرادوں نے خود آپ پر تہمتیں باندھیں، آپ ملول خاطر ہوئے۔ آپ کو میدان احد میں، جنگ حنین میں کچھ دیر کے لیے شکست ہوئی، چہرہ زخمی ہوا، دندانِ مبارک شہید ہوئے، پنڈلیاں لہولہان ہوئیں، بالآخر آخری وقت آیا، امت کو روتا بلکتا چھوڑ کر راہیٔ ملک بقا ہوئے۔ پس جب ایسے سردار رسولاں، شفیع مذنباں ﷺ اپنی جان پر سے اپنی زندگی ہی میں مصیبتوں اور آفتوں کو نہیں ٹال سکے تو آج اور کون ہوگا جو اے لوگو! تمھارے آڑے وقت کام آئے، تمھاری مصیبتیں ٹالے، تمھارے دکھ دور کرے۔

ہاں! قرآن کے پڑھنے والو! پڑھو! ﴿ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴾ [الشعراء: ۸۰] پڑھو! ﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ ﴾ [النمل: ۶۲] پڑھو! ﴿ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴾ [الشوریٰ: ۴۹] پڑھو! ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ﴾ [فاطر: ۱۵] پڑھو! ﴿ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴾ [مریم: ۹۳] اور پڑھو! ﴿ يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ [الرحمن: ۲۹] اور پڑھو! ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [العنکبوت: ۶] اور تلاوت کرو! ﴿ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ [الرعد: ۱۵] اور سنو! ﴿ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ﴾ [ھود: ۵۶] اور کہو! ﴿ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ﴾ [الرعد: ۱۱] اور یہ بھی پڑھو! ﴿ مَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴾ [آل عمران:

۱۲۶] یعنی بیماریوں کی شفا صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ بیقراروں کی دعاؤں کا سننے والا، بیقراریوں کو دور کرنے والا وہی ہے۔ اولادیں دینے والا بھی صرف وہی ہے۔ ساری مخلوق کا خالق بھی وہی اللہ عزوجل ہے۔ سب کا روزی رساں بھی وہی رزاق اکبر ہے۔ دنیا کے تمام لوگ خواہ انبیاء ہوں خواہ اولیاء، خواہ شہداء ہوں خواہ صلحاء، خواہ زندہ ہوں خواہ مردہ، یہ سب اللہ کے در کے فقیر اور اس کے محتاج ہیں، یہ سب اس کے غلام اور اس کے بندے ہیں، یہ سب کے سب خواہ زمین میں ہوں، خواہ آسمان میں دربار رب کے سائل، بھکاری اور فقیر ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سب سے بے نیاز ہے، سب سے بے پروا ہے۔ آسمان و زمین کی تمام مخلوق، ہر قسم کی مخلوق اس کے سامنے سرنگوں بے چون و چراں ہے۔ سب کی پیشانیاں اور چوٹیاں اس رحمان غالب رب کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ کسی کو نقصان پہنچانا چاہے تو کوئی دفع کرنے والا نہیں، وہ کسی کی مدد کرنا چاہے تو اسے کوئی روکنے والا نہیں۔ سارا نفع و نقصان اسی کے ہاتھ میں ہے۔

باوجود قرآن کریم کی ان صاف اور واضح آیتوں کے، باوجود توحید کی اس وضاحت وصراحت کے آج قرآن کا دم بھرنے والے، توحید کا نام لینے والے بھی رب کے بندوں کو اس کا شریک ٹھہرانے لگے اور لطف تو یہ ہے کہ اپنے اس ظلم عظیم پر اپنے خیال سے دلیلیں بھی دینے لگے لیکن میں کہتا ہوں گمراہ سے گمراہ شخص بھی اپنی گمراہی پر اپنے نزدیک کوئی نہ کوئی گیلی سوکھی دلیل ضرور رکھتا ہے، یہاں تک کہ ابلیس نے بھی جناب آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے میں اپنے حق بجانب ہونے کی ایک دلیل پیش کر ہی دی تھی :

﴿ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴾ [الأعراف:۱۲] ''یہ مٹی سے پیدا ہوا اور میں آگ سے بنا ہوا ہوں۔'' اس لیے ﴿ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ﴾ ''میں اس سے بہتر ہوں'' پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس کمتر کے سامنے جھکوں۔

توحید فی التصرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر قسم کے نفع و نقصان کا مالک سمجھنا اور شرک فی التصرف یہ ہے کہ کسی قسم کے نفع و نقصان میں اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو بھی با اختیار سمجھنا۔ یاد رہے کہ یہ آیات ہر کلمہ گو کو ساری مخلوق سے بے نیاز کرتی ہیں :

﴿ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

قَدِيْرٌ﴾ [الأنعام: ١٧]

''اور اگر اللہ تجھ کو کوئی تکلیف پہنچائے (جیسے بیماری، محتاجی یا کوئی اور تکلیف) تو اس کا ٹالنے والا اس کے سوا کوئی نہیں اور اگر وہ تجھ کو کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔''

﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ [يونس: ١٠٧]

''اور اگر اللہ تجھ کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر تجھ کو کوئی فائدہ پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی پھیر دینے والا نہیں۔ وہ اپنے بندوں میں جس کو چاہے فائدہ پہنچائے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔''

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۭ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ [هود: ٦]

''اور زمین پر جو جانور چلتا پھرتا ہے اس کی روزی اللہ پر ہے اور وہی جانتا ہے کہ کہاں رہے گا اور کہاں مرے گا، سب کھلی کتاب (لوح محفوظ) میں موجود ہے۔''

﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ [فاطر: ٢]

''اللہ اپنی رحمت جو لوگوں پر کھول دے تو اس کا کوئی روکنے والا نہیں اور جو روک رکھے تو اس کا کوئی کھولنے والا نہیں اور وہی زبردست ہے، حکمت والا۔''

رسول اللہ ﷺ اپنے یا کسی کے نفع ونقصان کے مالک نہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ؀ يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْــَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ؀ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا

شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۞ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۞ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۞ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۞ ﴾

[الأعراف : ١٨٦ تا ١٩١]

”جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں اور انھیں اللہ چھوڑ دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں حیران پھریں۔ قیامت کے متعلق تجھ سے پوچھتے ہیں کہ اس کی آمد کا کون سا وقت ہے۔ کہہ دو کہ اس کی خبر تو میرے رب ہی کے ہاں ہے۔ وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کر دکھائے گا۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری بات ہے۔ وہ تم پر محض اچانک آئے گی۔ تجھ سے پوچھتے ہیں گویا کہ تو اس کی تلاش میں لگا ہوا ہے، کہہ دو اس کی خبر خاص اللہ ہی کے ہاں ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ کہہ دو میں اپنی ذات کے نفع ونقصان کا بھی مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب کی بات جان سکتا تو بہت کچھ بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی تکلیف نہ پہنچتی، میں تو محض ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں، ان لوگوں کو جو ایمان دار ہیں، وہ وہی ہے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس سے آرام پائے پھر جب میاں نے بیوی سے ہم بستری کی تو اس کو ہلکا سا حمل رہ گیا پھر اسے لیے پھرتی رہی پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تب دونوں میاں بیوی نے اللہ سے جو ان کا مالک ہے دعا کی اگر آپ نے ہمیں صحیح سالم اولاد دے دی تو ہم ضرور شکر گزار ہوں گے۔ پھر جب اللہ نے ان کو صحیح سالم اولاد دی تو اللہ کی دی ہوئی چیز میں وہ دونوں اللہ کا شریک بنانے لگے، سو اللہ ان کے شرک سے پاک ہے۔ کیا ایسوں کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں۔“

ان آیات سے جو باتیں واضح ہوتی ہیں، درج ذیل ہیں:

۱۔ ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، رسول کائنات بھی کسی کو ہدایت نہیں دے سکتے۔ (مزید القصص: ۵۶)

۲۔ قیامت کے وقوع کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔

۳۔ رسول کائنات ﷺ نہ اپنے نفع ونقصان کے مالک ہیں اور نہ کسی کے نفع ونقصان کے مالک ہیں۔ (مزید یونس: ۴۵ تا ۴۹۔ الجن: ۱۰ تا ۲۲)

۴۔ رسول اللہ ﷺ غیب دان نہیں، اگر ایسا ہوتا تو کتنے ہی فائدے ہیں جن کو پیشگی علم کی وجہ سے آپ سمیٹ لیتے اور کتنے ہی نقصانات ہیں جن سے قبل از وقت آگاہ ہونے کی بنا پر آپ بچ جاتے۔ یہاں لفظ ''لوْ'' سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کائنات ﷺ باوجود افضل المرسلین ہونے کے علم الغیب نہیں رکھتے تھے۔ واقعہ افک ہمارے سامنے ہے، اس میں رسول کائنات ﷺ کتنے دنوں تک مضطرب اور پریشان رہے۔ آخر قرآن میں اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل فرمائی تو آپ حقیقت حال سے آگاہ ہوئے۔ اس ایک واقعہ ہی سے آپ کو مختار کل اور غیب دان کہنے والے خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔

۵۔ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اور اولیاء کو جو اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے تو ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ بتاتے ہیں اور اس بات میں کچھ ان کی بڑائی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عالم میں تصرف کی قدرت دے دی ہو کہ موت وحیات ان کے اختیار میں ہو یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو غیب دانی دے دی ہو کہ جس کے احوال جب چاہیں معلوم کر لیں اور اللہ کے سوا کوئی اولاد نہیں دے سکتا۔

۶۔ ان آیات سے شرک کی جڑ کٹ گئی۔ جب رسول کائنات ﷺ کو جو تمام عالم کے سردار ہیں اپنی جان کے نفع ونقصان کا اختیار نہ ہو، نہ غیب کی بات معلوم ہو تو کسی اور نبی یا ولی یا بزرگ یا فقیر یا جن یا فرشتے کو کیا قدرت ہے کہ کسی کو فائدہ یا نقصان پہنچائے یا کوئی غیب کی بات بتائے، البتہ اللہ تعالیٰ جو غیب کی بات رسول کائنات ﷺ کو بتا دیتا وہ آپ ﷺ کو معلوم ہو جاتی اور آپ ﷺ لوگوں کو اس کی خبر دے دیتے۔ ان آیات سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جو رسول اللہ ﷺ کو مختار کل قرار دیتے ہیں، آپ ﷺ کو تو اتنا بھی اختیار نہ تھا کہ

کسی کو راہ راست پر لگا دیتے۔ (القصص: ۵۶) جیسا کہ اس آیت کی تفسیر مراد آبادی میں لکھا ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی اور ابو طالب نے رسول اللہ ﷺ کا کلمہ نہ پڑھا اور فوت ہو گیا۔ ان لوگوں کے عقائد پر حیرانی ہوتی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ایک طرف مختارِ کل مانتے ہیں اور دوسری طرف آپ کو شفیع (شفاعت کرنے والا) مانتے ہیں، حالانکہ جو مختارِ کل ہو اس کو شفاعت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی اور جو شفیع یعنی شفاعت کرنے والا ہو وہ مختارِ کل کیسے ہوسکتا ہے؟ عجب ہے ان کا تضاد پن اور دو رخی!!

خاتم الانبیاء، سید المرسلین، امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ جب غزوۂ احد میں زخمی ہوئے تو آپ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے:

((كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوا نَبِيَّهُمْ وَ كَسَرُوا رَبَاعِيَتَهُ وَ هُوَ يَدْعُوهُمْ إِلَى اللّٰهِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾)) [آل عمران: ۱۲۸]

''وہ قوم کیسے کامیاب ہوسکتی ہے جس نے اپنے نبی کو زخمی کیا اور اس کا اگلا دانت توڑ دیا۔ حالانکہ وہ انھیں وحدہ لاشریک لہ کی طرف دعوت دے رہا تھا۔'' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''(اے نبی!) فیصلہ کے اختیارات میں تمھارا کوئی حصہ نہیں، اللہ کو اختیار ہے چاہے انھیں معاف کرے، چاہے سزا دے، یقیناً وہ ظالم ہیں۔'' [مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة أحد: ۱۷۹۱]

﴿وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ۝ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ ۚ وَاذْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰ أَنْ يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا رَشَدًا﴾ [الكهف: ۲۳، ۲۴]

''اور کسی چیز کے متعلق (اے نبی!) یہ ہرگز نہ کہو کہ میں کل ہی اسے کردوں گا مگر یہ کہ اللہ چاہے اور اپنے رب کو یاد کرلے جب بھول جائے اور کہہ دو! امید ہے کہ میرا رب مجھے اس سے بھی بہتر راستہ دکھائے۔''

مفسرین کہتے ہیں کہ یہودیوں نے نبی ﷺ سے تین باتیں پوچھی تھیں کہ روح کی حقیقت کیا ہے؟ اور اصحاب کہف اور ذوالقرنین کون تھے؟ کہتے ہیں کہ یہی سوالات سورۃ الکہف کے نزول کا سبب بنے۔ نبی ﷺ نے فرمایا میں تمھیں کل جواب دوں گا لیکن اس کے بعد ۱۵ دن تک جبرائیل

وحی لے کر نہیں آئے۔

جنگ تبوک پر جانے کے لیے جب کچھ مفلس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواریاں مانگیں تو آپ نے فرمایا میرے پاس کوئی سواری نہیں کہ تمھیں دے سکوں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روتے ہوئے واپس چلے گئے اور جنگ پر نہ جا سکے کیونکہ تبوک مدینہ منورہ سے بہت دور تھا، تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ إِذَا مَآ أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ أَجِدُ مَآ أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنفِقُونَ ﴾ [التوبة : ٩٢]

”جب وہ تیرے پاس آئے کہ تو انھیں سواری دے تو تو نے (اے نبی!) کہا میرے پاس کوئی چیز نہیں کہ تمھیں اس پر سوار کر دوں تو وہ لوٹ گئے اور اس غم سے کہ ان کے پاس خرچ موجود نہیں تھا، ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔“

اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے، اس نے سب مخلوق کو پیدا کیا۔ (البقرۃ : ٢٩) اللہ تعالیٰ ہی سارے جہاں کا مالک ہے (اس میں اس کا کوئی شریک نہیں)۔ (بنی اسرائیل : ١١١) ہر چیز کا نفع ونقصان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں۔ (الاعراف : ١٨٨۔ یونس : ٤٩، ١٠٧) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ اپنے نفع ونقصان کے مالک ہیں نہ کسی کے۔ (القصص : ٥٦۔ الجن : ١٨تا ٢٢) کوئی نبی کسی کے نفع و نقصان کا مالک نہیں۔ (المائدۃ :٧٢ تا ٧٧۔ ہود : ٣١، ٤٥، ٣٠ تا ١٢٣) رزق اور اس میں تنگی اور کشادگی فقط اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ (ہود : ٦) اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی اولاد نہیں دے سکتا۔ (الشوریٰ : ٤٩، ٥٠) بیمار کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شفا نہیں دے سکتا۔ (الشعراء : ٧٨ تا ٨٢) قیامت کے دن شفاعت اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہوگی اور جو ٹھیک بات کرے گا اس کو شفاعت کی اجازت ہوگی:

﴿ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ۝ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۖ لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴾

[النبا : ٣٧، ٣٨]

”وہ جو رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ اس کے درمیان ہے۔ رحمٰن سے بات کرنے کا اختیار نہ رکھیں گے۔ جس دن جبریل کھڑا ہوگا اور سب فرشتے صرف

باندھے، کوئی نہ بول سکے گا مگر جسے رحمٰن نے اذن دیا اور اس نے ٹھیک بات کہی۔''

یہ اجازت اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کو اور اپنے پیغمبروں کو عطا فرمائے گا اور وہ جو بات کریں گے حق وصواب ہی ہوگی۔ یا یہ مفہوم ہے کہ اجازت صرف اسی کے بارے میں دی جائے گی جس نے درست بات کہی ہو یعنی کلمہ توحید کا اقراری رہا ہو۔

تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں (ان کی گنتی نہیں ہوسکتی)۔ (النحل:۱۸) کائنات کی ہر چیز کا مالک اور بادشاہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ (الحشر:۲۳) کائنات میں حکومت اور فرماں روائی کے تمام اختیارات صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں۔ (یوسف:۴۰) نظم کائنات اور امور کائنات کا مدبر صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ (الرعد:۲) زمین اور آسمان کے تمام خزانوں کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ (الانعام:۵۰) قیامت کے روز جزا یا سزا کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہوگا۔ (التحریم:۱۰) ہدایت صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔ (القصص:۵۶) زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ (المائدۃ:۱۷)

لوگوں نے اپنی طرف سے جو نام رکھ لیے ہیں اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری۔ مثلاً غوث الاعظم، داتا گنج بخش، غریب نواز، مشکل کشا، دستگیر، اولاد دینے والے، ڈوبتی کو کنارے لگانے والا:

﴿ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴾

[النجم: ۲۳]

''یہ تو صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے گھڑ لیے ہیں، جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی سند بھی نہیں اتاری، وہ محض وہم اور اپنی خواہش کی پیروی کرتے ہیں، حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کے ہاں سے ہدایت آچکی ہے۔''

گناہ معاف کرنے یا نہ کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ (التوبہ:۸۰) دین و دنیا کی تمام بھلائیاں صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ (آل عمران:۲۶) دلوں کو پھیرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ (الانفال:۲۴) نیکی کرنے اور گناہ سے بچنے کی توفیق دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ (ہود:۸۸)

انبیائے کرام کے پاس تصرف کا اختیار نہیں ہے۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے یہاں تک کہہ دیا:

﴿ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ۝ ﴾ [القمر : ۱۰]

"انھوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو میرا بدلا لے۔"

معلوم ہوا کہ اگر نوح علیہ السلام کو مافوق الاسباب قوتیں میسر ہوتیں تو مغلوبیت کا ذکر نہ کرتے۔ اسی طرح ہود علیہ السلام کے لیے (سورۂ ہود: ۵۰ تا ۶۰)، ابراہیم علیہ السلام کے لیے (الانبیاء: ۲۱/۶۱ تا ۷۳)، لوط علیہ السلام کے لیے (الشعراء: ۱۶۰ تا ۱۷۵۔ ھود: ۷۴ تا ۸۳)، شعیب علیہ السلام کے لیے (ھود: ۸۴ تا ۹۵)، ایوب علیہ السلام کے لیے (ص: ۴۱ تا ۴۴)، موسیٰ علیہ السلام کے لیے (الاعراف: ۱۰۳ تا ۱۶۲۔ طٰہٰ: ۴۵۔ الشعراء: ۱۰ تا ۶۸۔ القصص: ۳۴)، ہارون علیہ السلام کے لیے (طٰہٰ: ۴۵)، یونس علیہ السلام کے لیے (صافات: ۱۳۹ تا ۱۴۸) جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ یعنی سیدنا یونس علیہ السلام مجھے نہ پکارتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ ہی میں رہتے، ان سورتوں کا مطالعہ کریں۔

اللہ تعالیٰ کو اپنے لیے کافی سمجھو:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَیُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ۝ ﴾ [الزمر : ۳۶]

"کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں اور وہ آپ کو ان لوگوں سے ڈراتے ہیں جو اس کے سوا ہیں اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو اسے راہ پر لانے والا کوئی نہیں۔"

﴿ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ۖ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۝ ﴾ [التوبة : ۱۲۹]

"پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں تو کہہ دو مجھے اللہ کافی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اسی پر میں بھروسا کرتا ہوں اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔"

سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ آیت "حسبی اللہ" صبح اور شام سات سات مرتبہ پڑھ لے گا اللہ تعالیٰ اس کے فکر و مشکلات کو کافی ہو جائے گا۔ [أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب ما يقول إذا أصبح : ۵۰۸۱]

﴿ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ [آل عمران : ۱۷۳]

''جنھیں لوگوں نے کہا کہ مکہ والوں نے تمھارے مقابلے کے لیے سامان جمع کیا ہے، سو تم ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہوا اور کہا کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔''

یہ جنگ احد کے بعد کا واقعہ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ نہیں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس موجود ہیں، وہ ہمیں کافی ہیں، وہ بہت اچھے کارساز ہیں اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کافی ہوں اور میں بہت اچھا کارساز ہوں۔ اتنی واضح آیات کے باوجود آج کل کے کچھ کلمہ گو کیا کیا کر رہے ہیں، سوچنے کی ضرورت ہے اور یہ سوچ بدلنے کی ضرورت ہے اور صرف اللہ کو کافی سمجھنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی قدر کرو جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق ہے۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ ہمیں بتاتی ہیں کہ انبیائے کرام و صالحین کو جب بھی ضرورت پڑی انھوں نے صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی فریادیں پیش کیں یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنا غوث اور فریاد رس سمجھا۔ آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ تک ہمیں یہی درس ملتا ہے کہ ہم آرام و مصیبت کے وقت صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکاریں اور اسے مشکل کشا اور حاجت روا سمجھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری حیات طیبہ کا جب ہم احادیث کی کتابوں میں مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہی پتا چلتا ہے کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مصیبت یا غیر مصیبت میں، جنگوں میں جن میں بنفس نفیس سالار اعظم تھے، اپنے رب کے سامنے دعا کی اور اسے پکارا اور غزوۂ تبوک سے لے کر آخری دم تک حتیٰ کہ ہجرت کے وقت غار ثور میں بھی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے یہی کہا کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے، ہمارا مددگار ہے۔ (التوبہ: ۴۰) یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نہیں فرمایا کہ میرے صحابہ! میں یہاں موجود ہوں، نفع و نقصان میرے اختیار میں ہے، لہٰذا تمھیں کوئی خطرہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے ہر موقع پر فریاد کی۔ اس سے ثابت ہوا کہ غوث اور فریاد رس صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ جنگ بدر کے لیے دیکھیے: (آل عمران: ۱۲۳) جنگ احد کے لیے دیکھیے: (آل عمران: ۱۴۰ تا ۱۶۶) جنگ احزاب یا جنگ خندق کے لیے دیکھیے: (الاحزاب: ۹ تا ۱۱، ۲۵) فتح مکہ کے لیے دیکھیے: (النصر: ۱۱۰)۔

جنگ حنین کے لیے دیکھیے: (التوبہ: ۲۶،۲۵) یہاں ہم جنگ حنین کے متعلق قرآنی آیات و ترجمہ لکھیں گے۔ اس جنگ میں رسول اللہ ﷺ خود سالار اعظم تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ کئی ہزار صحابہ اس جنگ میں شریک تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس جنگ کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ ہمیں توحید کا عظیم درس دیتا ہے۔ باقی جنگوں کے متعلق مندرجہ بالا حوالوں کو دیکھ کر آپ خود قرآن کا مطالعہ کریں:

﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝﴾ [التوبة: ٢٥، ٢٦]

''اللہ بہت سے میدانوں میں تمھاری مدد کر چکا ہے اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر خوش ہوئے پھر وہ تمھارے کچھ کام نہ آئی اور تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگ ہو گئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر ہٹ گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے اپنے رسول ﷺ پر اور ایمان والوں پر تسکین نازل فرمائی اور وہ فوجیں اتاریں کہ جنھیں تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے۔''

یہاں رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا کا ذکر بے جا نہ ہوگا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: ''کوئی سچا معبود نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے، وہ اکیلا ہے۔ اس نے عزت دی اپنے لشکر کو اور مدد کی اپنے بندے کی اور مغلوب کیا کافروں کی جماعتوں کو اس اکیلے نے اس کے بعد کوئی شے نہیں ہے۔'' [مسلم، كتاب الحج، باب ما يقول إذا رجع من سفر الحج وغيره: ١٣٤٤]

آج کل کچھ لوگ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کو غوث الاعظم کہتے ہیں، ان کے اس غلط عقیدہ کا قرآن میں جواب موجود ہے کہ انھوں نے اور ان کے باپ دادا نے یہ نام رکھ لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی کوئی سند نہیں اتاری۔ یہی بات دوسرے ناموں پر بھی صادق آتی ہے جو انھوں نے اپنی طرف سے رکھ لیے ہیں جیسے داتا، گنج بخش، غریب نواز، مشکل کشا، دستگیر وغیرہ حالانکہ مشکل کشا و دستگیر صرف اللہ تعالیٰ ہے:

﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [النمل : ٦٢]

''بھلا کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے اور برائی کو دور کرتا ہے اور تمھیں زمین میں نائب بناتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے، تم بہت ہی کم سمجھتے ہو۔''

(مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے بنی اسرائیل: ۶۷۔ النمل: ۵۳)

معجزات انبیائے کرام کے اختیار میں نہ تھے:

﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴾ [المؤمن : ٧٨]

''یقیناً ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے (واقعات) ہم آپ کو بیان کر چکے ہیں اور ان میں سے بعض کے ''قصے'' تو ہم نے آپ کو بیان ہی نہیں کیے اور کسی رسول کا یہ (مقدور) نہ تھا کہ کوئی معجزہ اللہ کی اجازت کے بغیر لا سکے۔ پھر جس وقت اللہ کا حکم آئے گا حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اس جگہ اہل باطل خسارے میں رہ جائیں گے۔''

قرآن کریم میں تو صرف پچیس انبیاء و رسل کا ذکر اور ان کی قوموں کے حالات بیان کیے گئے ہیں حالانکہ کل انبیاء و رسل کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ [مسند أحمد: ١٧٨/٥، ١٧٩۔ صحيح ابن حبان : ٧٦/٢، ٧٧، ح: ٣٦١۔ مستدرك حاكم : ٥٩٧/٢]

معجزہ وہ خرق عادت واقعہ ہے جو پیغمبر کی صداقت پر دلالت کرے۔ کفار پیغمبروں سے مطالبے کرتے رہے کہ ہمیں فلاں فلاں چیز دکھاؤ، جیسے خود ہمارے پیغمبر کائنات ﷺ سے کفار مکہ نے کئی چیزوں کا مطالبہ کیا جس کی تفصیل بنی اسرائیل (۹۰ تا ۹۳) میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کسی پیغمبر کے اختیار میں یہ نہیں تھا کہ وہ اپنی قوموں کے مطالبے پر ان کو کوئی معجزہ صادر کر کے دکھلا دے، یہ صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں تھا بعض نبیوں کو تو ابتدا ہی سے معجزے دے دیے گئے تھے، بعض قوموں کو ان کے مطالبے پر معجزہ دکھلایا گیا اور بعض کو مطالبے کے باوجود نہیں دکھلایا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق اس کا فیصلہ ہوتا تھا، کسی نبی کے ہاتھ میں یہ اختیار نہیں تھا کہ وہ جب چاہتا معجزہ دکھلا دیتا۔ اس سے ان لوگوں کی واضح تردید ہو جاتی ہے جو بعض اولیاء کی طرف یہ باتیں منسوب کرتے ہیں کہ وہ جب چاہتے اور جس طرح چاہتے خرق عادت امور (کرامات) کا اظہار کر دیتے تھے۔ جیسے شیخ عبدالقادر جیلانی کے لیے بیان کیا جاتا ہے۔ یہ سب من گھڑت قصے کہانیاں ہیں۔ جب اللہ نے پیغمبروں کو یہ اختیار نہیں دیا، جن کو اپنی صداقت کے ثبوت کے لیے اس کی ضرورت بھی تھی تو کسی ولی کو یہ اختیار کیونکر مل سکتا ہے؟ بالخصوص جب کہ ولی کو اس کی ضرورت بھی نہیں ہے، کیونکہ نبی کی نبوت پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے، اس لیے معجزہ ان کی ضرورت تھی لیکن اللہ کی حکمت ومشیت اس کی مقتضی نہ تھی، اس لیے یہ قوت کسی نبی کو نہیں دی گئی۔ ولی کی ولایت پر ایمان رکھنا ضروری نہیں ہے، اس لیے انھیں کرامات کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں یہ اختیار بلاضرورت کیوں عطا کر سکتا ہے؟ سب اعمال اللہ ہی کی طرف جاتے ہیں۔ (البقرۃ: ۲۱۰۔ آل عمران: ۱۰۹۔ الانفال: ۴۴)

غیر اللہ کے لیے رب اور اس طرح کے دوسرے الفاظ:

قرآن میں غیر اللہ کے لیے رب کے الفاظ استعمال ہوئے مثلاً والدین کے لیے (بنی اسرائیل: ۲۴/۱۷) بادشاہ کے لیے (یوسف: ۴۱/۱۲، ۴۲، ۵۰) اور فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو جو بچپن میں پالا اس کے لیے (الشعراء: ۱۸) اسی طرح ملکہ سبا کے تخت کے لیے عرش عظیم کا لفظ آیا ہے (النمل: ۲۳) اور اللہ کے عرش کے لیے یہی لفظ عرش عظیم آیا ہے (النمل: ۲۶) اور دوزخی کے لیے قرآن کریم میں آیا ہے:

﴿ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ﴾ [الدخان: ٤٨]

”اب دوزخ کا مزا چکھ، تو دنیا میں بہت طاقت والا، عزت والا تھا۔“

یہ عربی الفاظ ہیں جو خالق اور مخلوق دونوں کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ مخلوق کے لیے بہت محدود اسباب کے تحت اور عارضی ہیں اور خالق کے لیے ان باتوں کے برعکس ہیں یعنی لامحدود، اسباب کے بغیر اور مستقل ہیں یعنی ازل سے ابد تک اور مخلوق کے دنیاوی اختیارات اللہ کی مرضی کے تابع ہیں۔ جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو سب اختیارات ختم ہو جاتے ہیں۔

قرآنی فیصلے اور آج کل کے کلمہ گو:

اللہ تعالیٰ ہی سب کا غریب نواز ہے (یعنی غریبوں کو نوازنے والا):

﴿ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ﴾ [فاطر : ١٥]

''اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج (ف۴۸) اور اللہ ہی بے نیاز ہے، سب خوبیوں والا۔''

(ف: ۴۸) یعنی اس کے فضل و احسان کے حاجت مند ہو اور تمام خلق اس کی محتاج ہے۔ خلق ہر دم اور ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے اور کیوں نہ ہوگی ان کی ہستی اور ان کی بقا سب اس کے کرم سے ہے۔ (ترجمہ احمد رضا خان صاحب وتفسیر مراد آبادی)

اللہ ہی سب کا مشکل کشا ہے، یعنی مشکلات کے ختم کرنے والا:

﴿ مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا یُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴾ [فاطر : ٢]

''اللہ جو رحمت لوگوں کے لیے کھولے (ف۴) اس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جو کچھ روک لے تو اس کی روک کے بعد اس کو کوئی چھوڑنے والا نہیں ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔''

(ف۴) مثل بارش و رزق وصحت وغیرہ کے۔ (ترجمہ احمد رضا خان صاحب وتفسیر مراد آبادی)

اللہ تعالیٰ ہی سب کا دستگیر ہے، یعنی مصیبت کے وقت تھامنے والا۔

﴿ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ؕ ﴾ [النمل : ٦٢]

''یا وہ جو لاچار کی سنتا ہے (ف۱۱۰) جب اسے پکارے اور دور کر دیتا ہے برائی اور تمھیں زمین کا وارث کرتا ہے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے۔ بہت ہی کم دھیان کرتے ہو۔''

(ف: ۱۱۰) اور حاجت روائی فرماتا ہے۔ (ترجمہ احمد رضا خان صاحب وتفسیر مراد آبادی)

اللہ تعالیٰ ہی سب کی ڈوبتی کشتیوں کا پار لگانے والا ہے:

﴿ هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَجَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ

أُحِيطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۲۲﴾ فَلَمَّاۤ اَنْجٰهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ ﴾ [یونس : ۲۲، ۲۳]

''وہی ہے جو تمھیں خشکی اور تری میں چلاتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ اچھی ہوا سے انھیں لے کر چلیں اور اس پر خوش ہوئے۔ پھر ان پر آندھی کا جھونکا آیا اور ہر طرف سے لہروں نے انھیں آ لیا اور وہ سمجھ گئے کہ ہم گھر گئے۔ اس وقت خالص اللہ کو پکارتے ہیں، خالص اسی کے بندے ہو کر کہ اگر تو ہمیں اس سے بچا لے گا تو ہم ضرور شکر گزار ہوں گے۔ اللہ جب انھیں بچا لیتا ہے فوراً ہی زمین میں ناحق زیادتی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو! تمھاری زیادتی تمھاری ہی جانوں کا وبال ہے۔ دنیا کے جیتے جی فائدہ اٹھا لو پھر تمھیں ہماری طرف پھرنا ہے۔ پھر اس وقت ہم تم کو باخبر کر دیں گے ان سے جو تمھارے کام تھے۔''

حدیث میں آتا ہے کہ جب مشرکین مکہ کی کشتیاں ڈوبنے لگتیں تو سب کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں۔

صرف اللہ تعالیٰ ہی رب یعنی داتا ہے:

اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے یعنی سارے جہانوں کا داتا ہے۔ قرآن مجید ان الفاظ سے بھرا پڑا ہے کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین یعنی سارے جہانوں کا داتا ہے۔ (یاد رہے کہ داتا سنسکرت کا لفظ ہے، عربی میں اس کے مترادف الفاظ رب، وہاب اور وکیل ہیں۔ ان تینوں لفظوں پر ہم اس کتاب میں بحث کریں گے) قرآن مجید میں جگہ جگہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک سب کا رب یعنی داتا ہے۔ رب العالمین کے معنی ہیں ہر چیز مثلاً جن، انسان، ملائکہ، مویشی، پرندے، آبی مخلوق وغیرہ کو پیدا کر کے ان کی ضروریات ان کے احوال اور اجسام کے مطابق مہیا کرنے والا اور ان کے نفع ونقصان کا مالک:

﴿ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ اَوْ

تَقُولُوٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ ﴾ [الأعراف : ١٧٢تا ١٧٤]

''اور جب تیرے رب (داتا) نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان کی جانوں سے اقرار کرایا، کیا میں تمھارا رب یعنی داتا نہیں ہوں؟ انھوں نے کہا ہاں! کیوں نہیں ہم اقرار کرتے ہیں۔ کہیں قیامت کے دن کہنے لگو کہ ہمیں تو اس کی خبر نہ تھی یا کہنے لگو ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے شرک کیا تھا اور ہم ان کے بعد ان کی اولاد تھے۔ کیا تو ہمیں اس کام پر ہلاک کرتا ہے جو گمراہوں نے کیا اور اسی طرح ہم کھول کر آیتیں بیان کرتے ہیں تا کہ وہ لوٹ آئیں۔''

اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں ہر انسان سے اقرار کرایا کہ اللہ ہی اس کا رب یعنی داتا ہے، اور کوئی نہیں۔ اب کئی لوگ اس اقرار سے پھر گئے ہیں اور دیگر کو اپنا داتا بنا لیا ہے جو شرک ہے اور اللہ تعالیٰ قرآن میں کھول کھول کر بیان کر رہا ہے کہ اور کوئی داتا نہیں:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ٣٠]

''بے شک جنھوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب یعنی داتا اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے، ان پر فرشتے اتریں گے (موت کے وقت) کہ تم خوف نہ کرو اور نہ غم کرو اور جنت میں خوش رہو، جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔''

یعنی جنھوں نے دنیا میں آکر عالم ارواح کا وعدہ یاد رکھا کہ اللہ ہی رب یعنی داتا ہے اور اس بات پر قائم رہے وہ جنتی ہیں۔ (مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے الانعام: ۱۶۱تا۱۶۵۔ آل عمران: ۶۴، ۵۱، ۷۹، ۸۰۔ الکہف: ۳۷ تا ۴۴۔ مومن: ۶۰ تا ۶۸)۔

عالم ارواح کا ذکر ہو چکا، دنیا میں داتا کہنے کا ذکر ہو چکا، اب یاد رہے کہ موت کے بعد قبر میں پہلا سوال یہ ہوگا: ''مَنْ رَّبُّكَ'' ''تیرا رب یعنی داتا کون ہے؟'' یہ سوال نہیں ہوگا کہ تیرا اللہ کون ہے؟ کیونکہ اللہ کو اللہ تو تقریباً ساری مخلوق مانتی ہے۔ کئی لوگ اوروں کو داتا مانتے ہیں۔ قبر میں سوال یہ ہوگا کہ تیرا داتا کون ہے؟ جو لوگ دوسروں کو اللہ کے علاوہ داتا مانتے ہیں وہ مارے جائیں گے کیونکہ انھوں نے شرک کا ارتکاب کیا ہے اور شرک ظلم عظیم ہے جس کا رب نے واضح

وعدہ کیا ہے کہ وہ شرک کو معاف نہیں کرے گا۔

بے قراری کی دعا:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ))

[بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء عند الکرب : ٦٣٤٦۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الدعاء الکرب : ٢٧٣٠]

''اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں جو عظمت والا، بردبار ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں جو عرش عظیم کا رب، یعنی داتا ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں جو آسمانوں کا رب یعنی داتا اور زمین کا رب یعنی داتا ہے اور عرش کریم کا رب یعنی داتا ہے۔''

((اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّیْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا)) ''اللہ! اللہ میرا رب یعنی داتا ہے، میں اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتا۔'' [ابن ماجه، أبواب الدعاء، باب الدعاء عند الکرب : ٣٨٨٢۔ أبوداؤد: کتاب الوتر: باب فی الإستغفار : ١٥٢٥]

ثابت ہوا کہ اللہ کے سوا کسی اور کو داتا سمجھنا شرک ہے۔

صرف اللہ ہی سب کا وہاب اور داتا ہے:

فرمان الٰہی ہے:

﴿ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۙ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴾

[الشوری : ٤٩، ٥٠]

''اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت۔ (ف۱۲۶) پیدا کرتا ہے جو چاہے، جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے (ف۱۲۷) اور جسے چاہے بیٹے دے (ف ۱۲۸) یا دونوں ملا دے بیٹے اور بیٹیاں اور جسے چاہے بانجھ کر دے (ف۱۲۹)۔''

(ف۱۲۶) جیسا چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے، کوئی دخل دینے اور اعتراض کرنے کی مجال نہیں رکھتا۔

(ف ۱۲۷)اسی طرح یہ بات نکلتی ہے کہ کسی کو یا پھر اسے بانجھ ہی کر دے بیٹے نہ دے۔

(ف ۱۲۸)دختر نہ دے۔

(ف ۱۲۹)یعنی اس کے اولاد ہی نہ ہو۔ وہ مالک ہے، اپنی نعمت کو جس طرح چاہے تقسیم کرے، جسے جو چاہے دے،انبیاء علیہم السلام میں بھی یہ سب صورتیں پائی جاتی ہیں۔سیدنا لوط علیہ السلام اور سیدنا شعیب علیہ السلام کی صرف بیٹیاں تھیں کوئی بیٹا نہ تھا۔سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے صرف فرزند تھے، کوئی دختر نہ تھی اور ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے چار فرزند عطا فرمائے اور چار صاحبزادیاں۔ یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے کوئی اولاد ہی نہیں۔(ترجمہ احمد رضا خان صاحب وتفسیر مراد آبادی) وہاب یعنی داتا کے لیے مزید حوالہ جات (سورۂ مریم: ۵، ۴۹، ۵۰، ۵۳)

صرف اللہ ہی سب کا وکیل یعنی کارساز اور داتا ہے:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ﴾ [المزمل : ۹]

''وہ مشرق کا رب اور مغرب کا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم (اے نبی!) اسی کو اپنا کارساز بنالو۔''

(مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے آل عمران: ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۷۳۔النساء: ۸۱، ۱۳۲، ۱۷۱)

توحید فی التصرف کے شرکیہ امور:

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو حقیقی مالک سمجھنا شرک ہے، وہی کائنات میں حکومت اور فرماں روائی کے تمام اختیارات رکھتا ہے۔ اللہ کے سوا کسی کو اس میں کوئی اختیار نہیں۔

(الحشر : ۲۳)

اللہ تعالیٰ نے سورۂ رعد میں فرمایا:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ﴾ [الرعد : ۲]

''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا بغیر ستون کے، تم اسے دیکھتے ہو، پھر وہ عرش پر مستوی ہوا اور سورج اور چاند کو مسخر کیا، ہر ایک ایک مقررہ مدت تک چلتا ہے، وہ کام کی تدبیر کرتا ہے، نشانیاں کھولتا ہے، تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کر لو۔''

کائنات کا سارا نظام اللہ تعالیٰ چلا رہا ہے اور وہی زمین اور آسمان کے تمام خزانوں کا مالک ہے، کسی اور کو داتا، گنج بخش، مشکل کشا، یا دستگیر وغیرہ سمجھنا شرک ہے۔

نیز فرمایا:

﴿ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ۝ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ ﴾

[الزمر : ٤٣، ٤٤]

''کیا انھوں نے اللہ کے سوا اور سفارشی بنا لیے ہیں، کہو کہ خواہ وہ کسی چیز کا بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ (کچھ) سمجھتے ہی ہوں، کہہ دو کہ سفارش تو سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے، اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔''

قیامت کے روز کسی کو سفارش کرنے کی اجازت دینے یا نہ دینے، سفارش قبول کرنے یا نہ کرنے، کسی کو ثواب یا عذاب دینے اور کسی کو پکڑنے یا چھوڑنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہوگا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ ﴾ [الأنفال : ٢٤]

''مومنو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو، جبکہ رسول تمھیں ایسے کام کے لیے بلاتے ہیں، جو تم کو زندگی بخشتا ہے اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اس کے روبرو جمع کیے جاؤ گے۔''

دلوں کو پھیرنے والا، ہدایت دینے والا، نیکی کی توفیق دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، کسی اور کو اس پر قادر سمجھنا شرک ہے۔ (الانفال:۲۴)

رزق کی تنگی یا فراخی، صحت اور بیماری، نفع اور نقصان زندگی اور موت دینے والا صرف اللہ تعالیٰ

ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی اور مخلوق کو اس پر قادر سمجھنا شرک ہے۔ (هود : ٦)

اولاد دینے یا نہ دینے والا، بیٹے اور بیٹیاں دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کسی کو اس پر قادر سمجھنا شرک ہے:

﴿ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۙ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ ﴾

[شوریٰ : ٤٩، ٥٠]

''آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے، یا انھیں بیٹے اور بیٹیاں ملا کر عطا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے، یقیناً وہ سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔''

دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں کسی اور کو اس پر قادر سمجھنا شرک ہے:

﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ؗ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ﴾ [آل عمران : ٢٦]

''کہہ دے اے اللہ! بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لیتا ہے اور جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کر دیتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں ہر بھلائی ہے، بے شک تو ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

دلوں کے بھید اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہی دلوں کو پھیرنے والا ہے، کسی مخلوق کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ (الانفال: ۲۴)

یہاں ہم احمد رضا خان صاحب کے قرآنی ترجمہ مع تفسیر سے وہ حوالے درج کریں گے جن سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنی زندگی میں تصرف کا اختیار نہ تھا یعنی آپ نفع ونقصان کا اختیار نہ رکھتے تھے، بلکہ ہر موقع پر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں اور اللہ تعالیٰ نے ہر موقع پر آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مدد فرمائی اور آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی حفاظت

فرمائی۔

جب افضل الانبیاء ﷺ اور سب سے بڑے ولیوں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ حال ہے تو باقی بزرگوں کا ذکر ہی کیا۔

آپ ﷺ کے تصرف کے بارے میں مراد آبادی تفسیر کے حوالے: (آل عمران، فوائد: ۴۷، ۳۴۰۔ المائدۃ، ف: ۱۳۴۔ الأنعام، فوائد: ۹۷، ۸۷، ۱۲۶، ۱۲۸۔ یونس، فوائد: ۳۴ تا ۴۰، ۱۴۹، ۱۷۷، ۲۰۸، ۲۲۲، ۲۲۵۔ الأنفال، (مکمل سورت)، الرعد، فوائد: ۸۴، ۸۶، ۹۰۔ بنی اسرائیل، فوائد: ۱۷، ۲۷، ۱۶۷۔ آیت ۵۴، ۲۶، ۲۷۔ الکہف، فوائد ۹، ۴۸، ۴۹۔ مریم، فوائد: ۱۰۹ تا ۱۱۱۔ الضحیٰ، فوائد: ۴ تا ۱۲۔ النصر فوائد: ۲، ۳) اور اس تفسیر میں بے شمار اور جگہ۔

آپ ﷺ کی دعاؤں کے بارے میں مراد آبادی تفسیر کے حوالے: (البقرۃ، ف ۳۸۸۔ آل عمران، فوائد ۱۱۶، ۳۴۰۔ النساء، ف ۲۸۳، الانعام، ف ۱۴۱۔ الأنفال، فوائد ۱۹، ۸۹ بدر۔ التوبہ: ف ۲۷۳۔ الرعد: ف ۳۹۔ بنی إسرائیل، فوائد ۲۷۔ ۱۷۵، ۱۷۶، المؤمنون، فوائد: ۱۰۱۔ ۱۲۴۔ الزخرف، فوائد: ۱۵، ۱۴۱۔ الدخان، ف ۸۔ القلم: ۱۸)

اور مراد آبادی تفسیر میں ایک بہت بڑی بات لکھی گئی کہ رسول اللہ ﷺ کفار کے مقابلہ میں جنگ کرنے کے لیے نکلے تو آپ ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ پڑھتے پڑھتے تشریف لے گئے۔ (آل عمران: ۱۷۳، ف ۳۴۰) اور جب ابراہیم علیہ السلام کو فرعون نے آگ میں ڈالا تو انھوں نے بھی یہی الفاظ پڑھے۔ (الانبیاء: ۶۸، ف ۱۲۳) ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کو اور ابراہیم علیہ السلام کو تصرف کا کوئی اختیار نہ تھا بلکہ انھوں نے نازک مواقع پر یہی کہا کہ ہمیں اللہ ہی کافی ہے، وہی ہمارا کارساز ہے۔

فرق صاف ظاہر ہے:

جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل کڑھنے لگتے ہیں اور جب اس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو یکا یک خوشی سے کھل اٹھتے ہیں۔ (سورۃ الزمر: ۴۵)

نام نہاد مسلمان کی پکار	اللہ کا فرمان
بھر دو جھولی میری یا محمد (ﷺ)	''اے نبی! ان سے کہہ دو کہ میں تمھارے نفع ونقصان میں کچھ اختیار نہیں رکھتا۔'' (الجن: ۲۱)
کچھ بھی مانگنا ہے در مصطفیٰ سے مانگ!	''تمھارا رب کہتا ہے کہ مجھے پکارو میں تمھاری فریاد سنوں گا۔'' (المومن: ۶۰۔ مزید حوالہ جات کے لیے النمل: ۶۳۔ الاعراف: ۵۵، ۵۶)

شہباز کرے پرواز کہ جانے حال دلاں دے	''اور اللہ دلوں کے حال تک جانتا ہے۔'' (التغابن: ۴۔ مزید حوالہ جات کے لیے ق: ۱۶۔ العنکبوت: ۱۰)
بری بری امام بری میری کھوٹی قسمت کرو کھری	''اور اگر اللہ تمھیں کسی مصیبت میں ڈال دے تو کون ہے جو تمھیں اس مصیبت سے نکال دے اور اگر وہ تمھیں کسی خیر سے نوازنا چاہے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' (الانعام: ۱۷۔ مزید حوالہ جات کے لیے یونس: ۱۰۷: فاطر: ۲)
رکھ لاج میری لج پال بچا لے مینوں غم توں قلندر لال	''اور جو کوئی عزت چاہتا ہو اسے معلوم ہو کہ عزت ساری کی ساری اللہ کے اختیار میں ہے۔'' (فاطر: ۱۰۔ مزید حوالہ جات کے لیے۔ (آل عمران: ۲۶۔ یونس: ۶۵)
نورانی نور ہے ہر بلا دور ہے	''اور جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کی جھلی کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔'' (فاطر: ۱۳۔ مزید حوالہ جات کے لیے آل عمران: ۲۶۔ یونس: ۶۵)
سارے نبی تیرے در کے سوالی شاہ مدینہ!	''اے لوگو! تم سب اللہ کے در کے فقیر ہو اور اللہ تو غنی اور حمید ہے۔'' (فاطر: ۱۵۔ مزید حوالہ جات کے لیے الرحمٰن: ۲۹، البقرۃ: ۱۸۶)
اے مولیٰ علی! اے شیر خدا! میری کشتی پار لگا دینا	''جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اپنے دین کو خالص کر کے صرف اللہ کو پکارتے ہیں لیکن جب وہ نجات دے کر خشکی پر اتار دیتا ہے تو یکا یک شرک کرنے لگتے ہیں۔'' (العنکبوت: ۶۵۔ مزید حوالہ جات کے لیے الانعام: ۶۴۔ یونس: ۲۲)
بابا شاہ جمال! پتر دے دے رتا لال	''زمین اور آسمان کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے اور بیٹیاں ملا جلا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے، وہ تو جاننے والا اور قدرت والا ہے۔'' (الشوریٰ: ۴۹، ۵۰۔ الأعراف ۱۸۹، ۱۹۰۔ الزمر ۸)

کیا اللہ کے سوا کوئی اور مشکل حل کرنے پر قادر ہے؟ ایک سوال کی دس شکلیں:

اکثر مذہبی حلقوں میں یہ سوال کہ آیا اللہ کے سوا کوئی مشکل حل کر سکتا ہے یا صرف اللہ ہی اس پر قادر ہے؟ بڑے زور و شور سے اچھالا جاتا ہے مگر فریقین سے کوئی بھی قائل نہیں ہو پاتا۔ایک ذی شعور انسان کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے تو وہ اس سوال کو مختلف پہلوؤں سے جانچتا اور پرکھتا ہے کہ کیا اللہ کے سوا کوئی اور ہستی مشکل کشائی کر سکتی ہے؟ اس سوال کی دس مختلف صورتیں ہیں جن کا جواب مطلوب ہے۔امید ہے کہ میری یہ مشکل دور ہوگئی اور مجھے اس سوال کا شافی جواب دیا جائے گا:

۱۔ اگر اللہ کے سوا کوئی اور ہستی مشکل حل کر سکتا ہے تو بتایئے کہ سائل اور مشکل کشا کے درمیان ہزاروں میل کی دوری پر وہ زندگی میں یا زندگی کے بعد قبر میں آواز سن سکتا ہے؟

۲۔ بالفرض یہ ثابت ہو جائے کہ وہ اتنے فاصلے پر آواز سن سکتا ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا وہ دنیا کی ہر زبان سے واقف ہے؟

۳۔ اگر یہ بات بھی ثابت ہو جائے کہ وہ ہر زبان سے واقف ہے تو پھر سوال پیدا ہوگا کہ اگر ایک وقت میں ہزاروں لوگ اپنی مشکل اس کے سامنے پیش کریں تو کیا وہ اسی وقت سب کی مشکلات سن لے گا اور سمجھ لے گا؟

۴۔ کیا اس کو کبھی نیند بھی آتی ہے یا وہ ہمیشہ جاگتا رہتا ہے؟ اگر وہ سو جائے تو مشکلات کون حل کرے گا؟

۵۔ ایک شخص بولنے سے قاصر ہے تو سائل کی دل کی بات وہ سن کر کس طرح حل کرے گا؟

۶۔ انسان کو پیدائش سے لے کر موت تک کئی طرح کی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے، اگر وہ تمام مشکلات اللہ تعالیٰ حل کر سکتا ہے تو پھر غیر کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟اگر غیر ان تمام مشکلات کو حل کر سکتا ہے تو اللہ کی کیا ضرورت ہے؟

۷۔ اگر غیر اللہ مشکل کشا تمام مشکلات حل کرنے پر قادر نہیں تو ہوسکتا ہے کچھ مشکلات حل کرنے کا بیڑا اللہ نے اٹھایا ہو اور کچھ مشکلات حل کرنے کے اختیارات اس نے دوسروں کو دے دیے ہوں، ہمارے پاس ایسی فہرست ہونی چاہیے؟

۸۔ کیا اللہ کے سوا جو ہستی مشکل نکال سکتی ہے کیا وہ مشکل ڈال بھی سکتی ہے یا اس کی ڈیوٹی صرف مشکلات دور کرنے پر ہے۔ اگر وہ مشکلات حل کر سکتی ہے تو پھر مشکلات ڈالنے والا کون ہے؟

۹۔ آخر کار نتیجہ یہی نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ مشکلات ڈالنے والا ہے اور غیر اللہ مشکل حل کرنے والا۔ اگر اللہ تعالیٰ مشکل ڈالنے پر مصر ہو اور دوسری ہستی مشکل حل کرنے پر مصر ہو تو دونوں میں کون سی ہستی غالب ہوگی؟

۱۰۔ کسی بھی برگزیدہ یا گنہگار ہستی کا جنازہ پڑھنا ہو تو اس کی بخشش کے لیے اللہ کو آواز دی جائے یا اس مشکل کشا غیر اللہ کو؟

بے بس و مجبور نام نہاد داتا:

ان صاحبان کے نام نہاد داتا کتنے مجبور ہیں، ثبوت کے لیے اخبار کا تراشہ پیش خدمت ہے:

"دربار کرمانوالہ شریف قبضہ گروپ سے واگزار کرانے کا مطالبہ۔ لاہور (پ۔ ر) انجمن محبان حضرت کرمانوالہ شریف کے رہنماؤں شوکت علی، ایچ اے شیخ، ممتاز احمد، محمد طفیل اور عبدالغفور نے صوبائی وزیر اوقاف سے مطالبہ کیا ہے کہ بابا جی سرکار کو مکمل تحفظ فراہم کیا جائے، دربار کو قبضہ گروپ سے واگزار کرایا جائے۔" (روزنامہ جنگ لاہور ۳۰ اپریل، ۲۰۰۰ء)

امریکہ نے ان کے نام نہاد غوث اعظم کے شہر بغداد پر بلکہ سارے عراق پر جن میں شیعوں کے متبرک مقامات کربلا وغیرہ بھی شامل ہیں، اپریل ۲۰۰۳ء میں قبضہ کر لیا اور اب ۲۰۰۶ء تک امریکہ کا قبضہ ہے۔ ثابت ہوا کہ یہ ان کے غوث الاعظم نہیں کیونکہ وہ اپنے ملک اور شہر کا دفاع بھی نہیں کر سکے۔ ان کی فریادرسی وہ کیا کریں گے؟

آج کل بہت سے کلمہ گو لوگ "بری بری امام بری...... میری کھوٹی قسمت کرو کھری" کہتے ہیں، اس کی حقیقت کچھ یوں ہے، میرے سامنے اس وقت نوائے وقت لاہور مورخہ ۱۶ فروری ۲۰۰۵ء موجود ہے جس کے صفحہ اول پر یہ خبر ہے کہ "درگاہ بری امام کی روحانی شخصیت راجہ اکرم سمیت ۴ افراد قتل۔ راجہ اکرم نماز جنازہ ادا کر کے واپس آرہے تھے کہ چھپ کر حملہ کیا گیا۔ لوگ

دھاڑیں مار مار کر روتے رہے۔ اگر امام بری اپنے خلیفہ کی حفاظت نہ کر سکے اور راجہ اکرم کو نہ بتا سکے کہ حملہ آور تمھارے قتل کے لیے چھپے ہوئے ہیں تو سوچیے امام بری ان لوگوں کی کیا کارسازی کریں گے؟

غیر اللہ میں تصرف کے اختیارات ماننے کی کچھ جھلکیاں

اولیاء اللہ کا مقام:

اس میں شک نہیں کہ اولیاء اللہ کا مقام بہت بلند ہے، یہ اللہ کی دوستی کے منصب پر فائز ہیں، مگر ستم یہ ہے کہ ان کے حالات لکھنے والوں نے نہایت نادان دوستی کا ثبوت دیا ہے۔ وہ اگر بہترین مسلمان تھے تو یقیناً انھوں نے توحید ہی پھیلائی ہوگی اور اتباع سنت ہی پر زور دیا ہوگا مگر سوانح نگاروں نے ان کا جو نقشہ کھینچا ہے، ان کی جو منظر کشی کی ہے وہ نہایت مکروہ اور مضحکہ خیز ہے۔ اس کے مطابق کبھی وہ جادوگر نظر آتے ہیں، کبھی بھوت پریت لگتے ہیں، کبھی پاگل دکھلائی دیتے ہیں، کبھی شعبدہ باز معلوم ہوتے ہیں اور کبھی ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے اللہ ان کا لنگوٹیا رہا ہو۔ (نعوذ باللہ!) مثلاً سنیے!

۱۔ ابراہیم بن ادھم قدم قدم پر دو نفل پڑھتے ہوئے چودہ برس میں بلخ سے خانہ کعبہ کے مقام پر پہنچے تو خانہ کعبہ ندارد۔ ہاتف غیبی نے آواز دی کہ وہ جنگل میں ایک ضعیفہ کی زیارت کو گیا ہے، وہاں پہنچے تو دیکھا کہ خانہ کعبہ رابعہ بصری کا طواف کر رہا ہے۔ (انیس الارواح مترجم ص ۱۷، ملفوظات عثمان ہارونی، مرتبہ معین الدین اجمیری)

۲۔ بایزید بسطامی نے فرمایا: ''خانہ کعبہ نے میرے گرد طواف کیا۔'' (دلیل العارفین۔ ملفوظات معین الدین اجمیری، مرتبہ بختیار کاکی: ص ۹۷)

۳۔ فرمایا میں دو انگلیوں کے درمیان دنیا و مافیہا کو دیکھتا ہوں۔ (ایضاً ص ۱۰۰)

۴۔ مقام قرب میں پہنچے تو ہاتف نے آواز دی: ''بایزید! ہم نے بہشت، دوزخ، عرش، کرسی جو کچھ ہماری مملکت ہے، تجھے دے دیا ہے۔'' کہا تیری عزت و جلال کی قسم! قیامت کے دن آتش دوزخ کے سامنے کھڑا ہو کر ایسی سرد آہ کھینچوں گا کہ دوزخ کی حرارت زائل ہو جائے گی حتیٰ کہ کچھ نہ رہے گی۔ (ایضاً ص ۹۷)

۵۔ فرمایا: ''سبحانی ما اعظم شانی۔'' (فوائد فریدیہ مترجم ص ۷۳)

۶۔ فرمایا: ''میرا جھنڈا محمد (ﷺ) کے جھنڈے سے زیادہ ہے۔'' (ایضاً) (نعوذ باللہ!)

۷۔ فرمایا: ''میرے دل میں دنیا کا خیال آتا ہے تو وضو کرتا ہوں، آخرت کا خیال آتا ہے تو غسل جنابت کرتا ہوں۔'' (کشف المحجوب باب ۳۱۔ص ۴۰۳)

۸۔ آپ حج کے لیے جا رہے تھے، راستہ میں ایک مفلس ملا، اس نے کہا: ''یہ رقم مجھے دے کر سات مرتبہ میرا طواف کر لیجیے، آپ کا حج ہو جائے گا۔'' آپ نے اس کے کہنے پر عمل کیا۔ (تذکرہ اولیاء ص ۱۰۱۔ شیخ فرید الدین عطار)

۹۔ فرمایا: ''چالیس برس تک عام انسانوں کی غذا چکھی تک نہیں کیونکہ میرا رزق کہیں اور سے آتا ہے۔'' (ایضاً ص ۱۰۳)

۱۰۔ فرمایا: ''خدا کو طالب اور خود کو مطلوب پایا۔'' (ایضاً)

۱۱۔ فرمایا: ''اگر تجھ کو صفات آدم (علیہ السلام)، قدس جبریل (علیہ السلام)، خلعت ابراہیم (علیہ السلام)، شوق موسیٰ (علیہ السلام)، پاکیزگی عیسیٰ (علیہ السلام) اور حب محمد (ﷺ) سب کچھ عطا ہو جائے، جب بھی خوش نہ ہونا کیونکہ یہ سب حجابات ہیں۔'' (ایضاً ص ۱۰۵)

۱۲۔ فرمایا: ''میں اب ایسا بے نیاز ہو چکا ہوں کہ مجھے نماز معاف ہو چکی ہے۔'' (ایضاً ص ۱۰۵)

۱۳۔ کسی نے پوچھا: ''آپ کے پاس عورتوں کا اجتماع کیوں رہتا ہے، اس میں کیا راز ہے؟'' فرمایا: ''یہ ملائکہ ہیں، میں انھیں علمی مسائل سمجھاتا ہوں۔'' (ایضاً۔ص ۱۰۸)

۱۴۔ خدا نے جن قلوب کو بار محبت اٹھانے کے قابل نہیں پایا ان کو عبادت کی طرف لگا دیا۔ (ایضاً ص ۱۱۸)

۱۵۔ پوچھا گیا: ''آپ رات میں نماز کیوں نہیں پڑھتے؟'' فرمایا: ''مجھے عالم ملکوت کے چکر لگانے ہی سے فرصت نہیں ملتی، اس کے علاوہ لوگوں کی اعانت کرتا رہتا ہوں۔'' (ایضاً۔ص ۱۲۰)

۱۶۔ میں خدا کو دوست نہیں بلکہ وہ مجھے دوست رکھتا ہے۔ (ایضاً۔ص ۱۲۱)

۱۷۔ مجھے وہ اوصاف حاصل ہوئے کہ اگر ان میں ایک حبہ کے برابر بھی سایہ آئے تو نظام عالم درہم برہم ہو جائے۔ (ایضاً۔ص ۱۱۶)

۱۸۔ عرش، کرسی، قلم، ابراہیم (علیہ السلام)، موسیٰ (علیہ السلام)، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، ملائکہ میں ہوں۔ (ایضاً۔ص ۱۲۲)
۱۹۔ میرے علم کے نیچے مخلوق کے علاوہ انبیائے کرام بھی ہوں گے۔ (ایضاً۔ص ۱۲۴)
۲۰۔ فضیل بن عیاض نے فرمایا: ''میں عرش، کرسی، لوح اور قلم ہوں، میں جبرائیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل ہوں، میں موسیٰ (علیہ السلام) اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔'' (فوائد فریدیہ ص ۷۲۔ مصنف خواجہ غلام فرید)
۲۱۔ حمزہ خراسانی نے دنبے کی آواز سن کر فرمایا: ''لبیک جل شانہٗ'' اور وجد میں آ گئے۔ (ایضاً۔ص ۷۴)
۲۲۔ حسین بن منصور نے فرمایا: ''عارف ایمان نہیں لاتا تا کہ کافر نہ بن جائے۔'' (ایضاً۔ص ۷۶)
۲۳۔ کسی نے کہا: ''اے حسین بن منصور! تو پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔'' فرمایا: ''افسوس ہے تجھ پر تو نے میری قدر کم کر دی، میں تو خدائی کا دعویٰ کرتا ہوں تو پیغمبری کا دعویٰ کہتا ہے۔'' (ایضاً۔ص ۷۶) (العیاذ باللہ)
۲۴۔ ابوالعباس نے فرمایا: ''سورج میرے حکم سے طلوع ہوتا ہے۔'' (ایضاً ص ۷۸)
۲۵۔ ابوالحسن خرقانی نے فرمایا: ''صبح سویرے اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کشتی کی اور ہمیں پچھاڑ دیا۔'' (ایضاً ص ۷۸)
۲۶۔ فرمایا: ''میں اپنے رب سے دو سال چھوٹا ہوں۔'' (ایضاً۔ص ۷۸)
۲۷۔ حضرت جنید بغدادی کا ایک مرید بد اعتقاد ہو گیا۔ آپ نے فرمایا میں نے تجھے ولایت سے برطرف کر دیا۔ اسی وقت اس کا چہرہ سیاہ پڑ گیا، وہ چلا رہا تھا کہ راحت میرے دل سے غائب ہو گئی۔ وہ توبہ میں مشغول ہو گیا۔ جنید نے کہا تو نہیں جانتا کہ اللہ عز و جل کے اولیاء رازوں اور پوشیدہ باتوں سے بھی واقف ہوتے ہیں اور تو ان کے ضرب کی تاب نہیں لا سکے گا۔ پھر انھوں نے اس پر دم کیا، وہ مراد کو پہنچ گیا۔ (کشف المحجوب، مترجم ص ۲۰۵)
۲۸۔ علی ہجویری نے کئی بار بایزید کے مزار کی مجاورت کی۔ (کشف المحجوب)
۲۹۔ جنید یا اللہ! کہتے ہوئے زمین کی مثل چل کر دجلہ نہر کو پار کرنے لگے۔ ایک شخص نے کہا میں کس طرح آؤں؟ فرمایا یا جنید، یا جنید کہتا ہوا چلا آ۔ چنانچہ وہ بھی دریا پر زمین کی مثل چلنے لگا۔ بیچ دریا میں پہنچا تو شیطان نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضرت خود تو یا اللہ! کہیں اور مجھ

سے یا جنید! کہلواتے ہیں۔ اس نے یا اللہ! کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا۔ پکارا حضرت میں چلا۔ فرمایا یہی کہہ یا جنید، یا جنید۔ جب کہا، دریا سے پار ہوا۔ عرض کی حضرت یہ کیا بات تھی، آپ یا اللہ! کہیں تو پار ہوں اور میں کہوں تو غوطہ کھاؤں؟ فرمایا اے نادان! ابھی تو جنید تک تو پہنچا نہیں اللہ تک رسائی کی ہوس ہے۔ (ملفوظات ص ۱۱۷۔ از احمد رضا خاں)

۳۰۔ ایک مرتبہ آپ کے وعظ کے دوران چالیس افراد میں سے ۲۲ پر غشی طاری ہوگئی اور ۸ انتقال کر گئے۔ (تذکرۃ اولیاء۔ ص ۲۱۸)

۳۱۔ ایک ہندو لڑکا بے گناہ پھانسی چڑھ گیا۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی دعا سے دوبارہ زندہ ہوگیا۔ یہ کرامت دیکھ کر ہزاروں ہندو مسلمان ہو گئے۔ (اسرار الاولیاء ص ۱۱۰، ملفوظات خواجہ فرید الدین گنج شکر، مرتبہ خواجہ بدر اسحاق)

۳۲۔ تین ابدال اڑتے ہوئے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی خانقاہ سے گزرے، دو تو ادب سے دائیں بائیں ہٹ گئے ایک نے عین اوپر سے گزرنا چاہا تو گر گیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے اور حالت خراب ہوگئی۔ (فوائد الفواد ص ۴۵۔ ملفوظات نظام الدین اولیاء مرتبہ خواجہ حسن دہلوی)

۳۳۔ شب معراج جب رسول اللہ ﷺ کی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو امام غزالی بھی حاضر ہو گئے۔ (امداد المشتاق، مصنفہ اشرف علی تھانوی۔ ص ۹۲)

۳۴۔ خواجہ عثمان ہارونی کی مہربانی سے معین الدین اجمیری کو عرش، تحت الثریٰ، حجاب، عظمت اور پھر دو انگلیوں کے درمیان ۱۸ ہزار عالم نظر آئے۔ (انیس الارواح ص ۴، ۵)

۳۵۔ نبی اکرم ﷺ کے معجزہ سے ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ)، عمر فاروق (رضی اللہ عنہ)، علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ)، ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) بذریعہ ہوائے سلیمانی ایک کمبل کے ساتھ اڑ کر اصحاب کہف کو مسلمان بنا آئے۔ (فوائد الفواد ص ۲۰۹)

۳۶۔ شیخ مودود چشتی اور ایک درویش مراقبہ میں خرقے کے اندر ہی اندر سے غائب ہو کر کوہ قاف کی سیر کر آئے۔ (دلیل العارفین۔ ص ۸۵)

۳۷۔ جب خواجہ مودود چشتی کو اشتیاق کعبہ غالب ہوتا تو فرشتوں کو حکم ہوتا کہ خانہ کعبہ کو چشت میں

پہنچا دیں اور خواجہ کے آگے کر دیں۔ جب خواجہ اسے دیکھتے، طواف کرتے، نماز پڑھتے پھر فرشتے اس کو اس کے مقام پر پہنچا دیتے۔ (فوائد السالکین۔ ص ۱۶۸۔ ملفوظات بختیار کاکی مرتبہ فرید الدین گنج شکر)

۳۸۔ قیوم ثالث خواجہ محمد نقش بندی مکہ پہنچے تو کعبہ معظّمہ آپ کے استقبال کو آیا اور گلے ملا۔ (مشائخ نقش بندی ص: ۲۱۳)

۳۹۔ شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا میں نے داروغہ جہنم سے دریافت کیا میرے مریدوں میں سے تمھارے پاس کوئی ہے؟ جواب دیا عزت پروردگار کی قسم! کوئی بھی نہیں۔ دیکھو میرا دست حمایت میرے مریدوں پر ایسا ہے جیسے آسمان زمین کے اوپر۔ اگر میرا مرید اچھا نہیں تو کیا ہوا، میں تو اچھا ہوں۔ جلال پروردگار کی قسم! جب تک میرے تمام مرید بہشت میں نہیں چلے جائیں گے میں بارگاہ خداوندی میں نہیں جاؤں گا اور اگر مشرق میں میرے ایک مرید کا پردہ عفت گر رہا ہو اور میں مغرب میں ہوں تو یقیناً میں اس کی پردہ پوشی کروں گا۔ (اخبار الاخیار مترجم مولانا سبحان محمود صاحب مصنفہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی)

۴۰۔ آپ کی مجالس وعظ میں تمام اولیاء و انبیاء جو زندہ تھے وہ اپنے جسموں کے ساتھ اور جو زندہ نہیں تھے وہ اپنی روحوں کے ساتھ موجود ہوتے تھے۔ (ایضاً۔ ص ۳۹)

۴۱۔ جب آپ منبر پر بیٹھ کر الحمدللہ کہتے تو روئے زمین کا ہر غائب و حاضر ولی خاموش ہو جاتا۔ (ایضاً۔ ص ۳۸)

۴۲۔ انسانوں کے بھی پیر ہیں، جنات اور فرشتوں کے بھی لیکن میں تمام پیروں کا پیر ہوں۔ (ایضاً۔ ص ۴۱)

۴۳۔ جب بھی اللہ سے کوئی چیز مانگو تو میرے وسیلہ سے مانگو۔ (ایضاً۔ ص ۴۹)

۴۴۔ جب میں تم سے کوئی بات کہوں تو تم پر اس کی تصدیق ضروری ہے۔ میری تکذیب تمھارے لیے زہر قاتل ہے۔ (ایضاً ص ۴۲) جس نے واصل باللہ ہونے کے لیے عبادت کا ارادہ کیا پس اس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا۔

۴۵۔ میرا یہی قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ (ایضاً۔ ص ۸۱)

۴۶۔ آپ کے بارے میں عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: ''باذن الٰہی حوادث زمانہ کا تصرف و انقلاب، مارنے اور زندہ کرنے کے ساتھ متصف ہونا، اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینا، مریضوں کی صحت، بیماروں کی شفائے طبع، زمان و مکاں، زمین و آسمان پر اجرائے حکم، پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، لوگوں کے تخیل کا بدلنا، اشیاء کی طبع کا تبدیل کرنا، غیب کی اشیاء کا منگانا، ماضی و مستقبل کی باتوں کا بتلانا اور اس طرح کی دوسری کرامات مسلسل اور ہمیشہ عام و خاص کے درمیان آپ کے قصد و ارادہ سے بلکہ اظہار حقانیت کے طریقہ پر ظاہر ہوئیں۔'' (اخبار الاخیار۔ص ۴۵)

۴۷۔ آپ کی کرامت سے بارہ برس بعد ڈوبی ہوئی کشتی مع اسباب اور گھوڑے، اونٹ، چھکڑے (براتی، دولہا اور دلہن) باعافیت تمام اسی مقام سے کہ جہاں وہ کشتی ڈوبی تھی باہر نکل آئی۔ (زندہ اور نادرہ کرامات، شائع کردہ بزم احناف مسجد غوثیہ کوچہ غوثیہ لاہور۔ ماخوذ از سلطان الاذکار فی مناقب غوث الابرار۔ بحوالہ خلاصہ القادریہ من تصنیف شیخ شہاب الدین سہروردی)

۴۸۔ خواجہ معین الدین چشتی نے امتحان کی غرض سے مرید کو یہ کلمہ پڑھایا: ''چشتی رسول اللہ۔'' (فوائد السالکین۔ص ۱۲۷)

۴۹۔ آپ ہر شب خانہ کعبہ کے طواف کو جاتے، رات بھر وہیں رہتے، فجر سے پہلے پہلے یہاں پہنچ جاتے۔ (ایضاً)

۵۰۔ رابعہ بصریہ شب و روز میں ایک ہزار رکعت نماز نفل پڑھتی تھیں۔ دوران حج ان کی دعا سے ایک گدھا زندہ ہو گیا۔ (تذکرہ اولیاء۔ص ۴۷)

۵۱۔ بصرہ کے جنگل سے کروٹ کے بل لڑھکتے ہوئے سات سال میں عرفات پہنچیں۔ (ایضاً ص ۴۸)

۵۲۔ فرمایا: ''مخلوق سے طلب کرنا درکنار اپنے مالک حقیقی سے کبھی کچھ نہیں مانگا۔'' (ایضاً ص ۵۸)

۵۳۔ ابراہیم بن ادھم نے فرمایا: ''ایک مرتبہ میں کثیف کپڑوں اور بڑھے ہوئے بالوں کی حالت میں کشتی پر سوار ہو گیا اور اہل کشتی میرا مذاق اڑانے لگے حتیٰ کہ ایک مسخرہ بار بار میرے بال نوچتا اور گھونسے مارتا، چنانچہ اس وقت مجھے اپنے نفس کی رسوائی پر بے حد مسرت ہوئی۔'' (ایضاً ص ۷۵)

۵۴۔ ایک مرتبہ لوگوں نے زد و کوب کر کے مسجد کی سیڑھیوں پر سے نیچے پھینک دیا اور ہر ہر سیڑھی پر جب سر میں چوٹ لگتی تو میرے اوپر اسرار و رموز آشکار ہو جاتے۔ (ایضاً)

۵۵۔ آپ کی کرامت سے پہاڑ چلنے لگا۔ (ایضاً۔ ص ۷۵)

۵۶۔ بشر حافی نے مُردوں کو لڑتے دیکھا جو سورۂ اخلاص کے ثواب کی تقسیم پر جھگڑ رہے تھے۔ (ایضاً۔ ص ۸۴)

۵۷۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے پانی کے اوپر مصلیٰ بچھا کر فرمایا یہاں آ کر مناظرہ کرو۔ (ایضاً۔ ص ۱۴۹)

۵۸۔ سہل بن عبداللہ تستری سطح آب پر چلتے تو قدم کبھی تر نہ ہوتے۔ (ایضاً۔ ص ۱۷۴)

۵۹۔ کبھی چالیس شبانہ روز کے بعد صرف ایک بادام کھا لیا۔ (ایضاً۔ ص ۱۷۳)

۶۰۔ سری سقطی نے فرمایا: ''محشر میں امتوں کو انبیائے کرام کی جانب سے ندا دی جائے گی لیکن اولیائے کرام کو خدا کی جانب سے پکارا جائے گا۔'' (ایضاً۔ ص ۱۸۵)

۶۱۔ ابوتراب بخشی نے فرمایا: ''مجھے خدا سے بھی حاجت نہیں۔'' (ایضاً۔ ص ۱۹۵)

۶۲۔ ابوحفص حداد نے کہا: ''تیس برس قبل ایک حدیث سنی تھی اور آج تک اس پر مکمل عمل نہیں کر سکا پھر مزید حدیث سن کر کیا کروں گا۔'' (ایضاً۔ ص ۲۰۶)

۶۳۔ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اگر آج تو نے مجھے کچھ عنایت نہ کیا تو کعبہ کی تمام قندیلیں اس پتھر سے توڑ دوں گا۔ (ایضاً۔ ص ۲۰۹)

۶۴۔ عمرو بن عثمان مکی نے کہا: ''فرشتوں نے اس لیے سجدہ کیا کہ وہ تخلیق آدم کے بھید سے واقف نہیں تھے، ابلیس نے واقف اسرار ہونے کی وجہ سے سجدہ سے انکار کیا۔'' (ایضاً۔ ص ۲۳۰)

۶۵۔ ابوسعید خزار نے کہا: ''ایک مرتبہ خواب میں رسول اللہ ﷺ نے سوال کیا: ''کیا تو مجھے دوست رکھتا ہے؟'' میں نے عرض کیا کہ اللہ ہی کی دوستی میرے قلب میں اس طرح سرایت کیے ہوئے ہے کہ دوسرے کے لیے جگہ نہیں۔'' (ایضاً۔ ص ۲۳۲)

۶۶۔ عبداللہ خفیف نے وقتاً فوقتاً چار سو نکاح کیے۔ (ایضاً۔ ص ۲۷۸)

۶۷۔ حسین بن منصور نے کہا پچاس برس میں ایک ہزار سال کی نمازیں ادا کر چکا ہوں اور ہر نماز کے لیے غسل ضروری تصور کیا۔ (ایضاً۔ ص ۲۸۵)

۶۸۔آپ کعبہ کے پاس ننگے سر، برہنہ جسم مکمل ایک سال تک کھڑے رہے۔ (ایضاً۔ص ۲۸۵)

۶۹۔آپ کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ آپ کے تہ بند میں ایک بچھو نے رہنے کی جگہ بنا لی تھی۔ (ایضاً۔ص ۲۸۶)

۷۰۔فرمایا: ''موسیٰ بھی برحق اور فرعون بھی سچا تھا۔'' (ایضاً۔ص ۲۸۶)

۷۱۔ عبد اللہ طوسی کہتے ہیں: ''روزِ محشر منصور کو اس لیے زنجیروں میں جکڑ کر پیش کیا جائے گا کہ کہیں میدان حشر زیروزبر نہ ہو جائے۔'' (ایضاً۔ص۲۹۰)

۷۲۔ابو بکر واسطی نے کہا: ''معلوم ہوا طریقت شیطان ہی سے سیکھنی چاہیے جس نے نہ تو خدا کے علاوہ کسی کے سامنے سر جھکایا اور نہ عالم کی ملامت قبول کر کے اس راستہ پر گامزن ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ صحیح معنوں میں جوانمرد وہی نکلا۔'' (ایضاً۔ص۲۹۶)

۷۳۔ ابو الحسن خرقانی نے کہا: ''حدیث تو میں نے خود رسول اکرم ﷺ سے پڑھی ہے۔'' (ایضاً۔ ص ۳۱۷)

۷۴۔ ابوسعید اور ابو الحسن نے باہم اپنے (مزاج) قبض و بسط کے احوال تبدیل کر لیے۔ (ایضاً۔ ص ۳۱۸)

۷۵۔ ابو الحسن نے ابوسعید سے کہا: ''آج میں نے تمھیں موجودہ دور کا ولی مقرر کر دیا۔'' (ایضاً۔ ص ۳۱۹)

۷۶۔ ابو الحسن نے محمود غزنوی سے کہا: ''میں اطیعو اللہ میں ایسا غرق ہوں کہ اطیعو الرسول میں بھی ندامت محسوس کرتا ہوں۔'' (ایضاً۔ص ۳۲۱)

۷۷۔ ایک دن کوئی صوفی ہوا میں پرواز کرتا ہوا آپ کے سامنے آکر اترا اور زمین پر پاؤں مار کر کہنے لگا کہ میں اپنے دور کا جنید اور شبلی ہوں۔آپ نے بھی کھڑے ہو کر پاؤں مارتے ہوئے فرمایا کہ میں بھی خدائے وقت اور مصطفیٰ وقت ہوں۔ (ایضاً۔ص ۳۲۴)

۷۸۔فرمایا: ''اگر میں چاہوں تو ایک اشارے میں آسمان پکڑ کر کھینچ لوں۔'' (ایضاً۔ص ۳۲۵)

۷۹۔فرمایا: ''میں چالیس قدم چلا، جس میں ایک قدم عرش سے تحت الثریٰ تک تھا اور باقی قدموں کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔'' (ایضاً۔ص ۳۳۱)

۸۰۔ فرمایا: ''محشر میں جب رسول اکرم ﷺ مخلوق کے معائنہ کے لیے جنت میں تشریف لے جائیں گے تو ایک جماعت کو دیکھ کر سوال کریں گے یہ لوگ کون ہیں اور یہاں کیسے پہنچ گئے؟ کیونکہ فنا فی اللہ ہونے والی جماعت کو ایسی راہوں سے جنت میں پہنچایا جائے گا کہ کوئی انھیں دیکھ نہیں سکے گا۔ فرمایا خدا تعالیٰ تک رسائی کے لیے ایک ہزار منزلیں ہیں جن میں سب سے پہلی منزل کرامت ہے۔ (ایضاً۔ص ۳۳۶)

۸۱۔ شبلی نے کہا: ''عارف کی شان یہ ہے کبھی تو اپنے جسم پر مچھر بیٹھنے نہیں دیتا اور کبھی پلکوں پر ساتوں افلاک اور زمینوں کو اٹھا لیتا ہے۔'' (ایضاً۔ص ۳۵۵)

۸۲۔ ابوالعباس قصاب نے کہا: ''محشر میں تمام پرچموں سے زیادہ بلند پرچم میرا ہوگا اور جب تک آدم (علیہ السلام) سے لے کر موسیٰ (علیہ السلام) تک میرے پرچم تلے نہیں آجائیں گے، میں باز نہیں آؤں گا۔'' (ایضاً۔ص ۳۶۲)

۸۳۔ ابراہیم بن احمد خواص نے کہا: ''خضر (علیہ السلام) مرغ کی طرح اڑ کر میرے پاس تشریف لائے میں نے توکل حفاظت سے انھیں سلام تک نہ کیا۔'' (ایضاً۔ص ۳۶۴)

۸۴۔ ابوعلی دقاق نے بے حد اصرار کے بعد منبر پر دائیں جانب اللہ اکبر، بائیں جانب ''وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى'' اور قبلہ رو ''رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ'' کہا، بہت سے لوگ جاں بحق ہو گئے۔ (ایضاً۔ص ۳۸۰)

۸۵۔ اکبر بادشاہ کی قسمت میں اولاد نہیں تھی، شیخ سلیم چشتی نے اپنی بیوی کا حمل بذریعہ کرامت اکبر کی بیوی کے پیٹ میں منتقل کر دیا تو جہانگیر پیدا ہوا۔ (تذکرہ اولیاء پاک و ہند۔ص ۲۴۹)

۸۶۔ درس و تدریس چھوڑ کر بوعلی قلندر بارہ (۱۲) سال تک پانی میں کھڑے رہے، پنڈلیوں کا گوشت مچھلیاں کھا گئیں۔ (ایضاً۔ص ۱۰۶)

۸۷۔ بوعلی قلندر شیر بھی بن جاتے تھے۔ (ایضاً۔ص ۱۱۳)

۸۸۔ خواجہ شمس الدین ترک نے اپنے سید ہونے کا ثبوت یہ پیش کیا کہ سید کا بال آگ میں نہیں جلتا اور پھر آگ میں کود گئے۔ (ایضاً۔ص ۹۴)

۸۹۔ شیخ جلال الدین نے حجرہ پر تھوکا اور وہ سونے کا بن گیا۔ (ایضاً۔ص ۱۳۵)

۹۰۔ جلال الدین بخاری نے اپنے چار سالہ بچے کو نماز میں خلل اندازی کی وجہ سے بذریعہ کرامت مار ڈالا۔ (ایضاً۔ص ۱۴۵)

۹۱۔ علاؤالدین صابر نے اپنی بیوی دختر فرید الدین گنج شکر کو بذریعہ کرامت جلا دیا۔ (ایضاً۔ص ۱۷۸)

۹۲۔ شاہ بدیع الدین کے مزار سے مٹھی خاک لے کر دریا میں ڈالی گئی، ڈوبی ہوئی کشتی برآمد ہو گئی۔ (ایضاً۔ص۱۸۹)

۹۳۔ عبدالعزیز دباغ نے احمد سلج ماسی سے کہا: ''رات کو تم نے ایک بیوی کے جاگتے دوسری سے ہم بستری کی۔'' عرض کیا: ''آپ کو کس طرح علم ہوا؟'' فرمایا: ''جہاں وہ سو رہی تھی کوئی پلنگ اور بھی تھا؟'' عرض کیا: ''ہاں! ایک پلنگ خالی تھا۔'' فرمایا: ''اس پر میں تھا۔'' (ملفوظات احمد رضا خاں۔ص: ۱۶۹)

۹۴۔ ایک خضر وقت نے ایک ہی دن اور ایک ہی وقت میں پورے قافلے کو آٹھ دن کے لیے ایک شہر کی سیر کرائی۔

۹۵۔ پھر بہادر شاہ گڑھ کی مسجد میں ایک گدھی سے مصروف بھی ہوئے، پھر اپنا لنگوٹ دھلوانے کے لیے میر اعظم علی شاہ کو دیا۔ شہر میں آدھی رات تھی اور باہر دو پہر لگی ہوئی تھی۔ (تذکرہ غوثیہ)

مندرجہ بالا بریلوی صوفیوں کی کرامات کو آپ نے ملاحظہ فرمایا، اب ہم دیو بندی بھائیوں کے صوفیائے کرام کی کرامات کا ذکر ان کی کتابوں سے کریں گے:

۱۔ عبدالقدوس گنگوہی نے ایک جوگی سے مقابلہ کیا۔ جوگی پانی بن گیا مگر وہ پانی بد بودار تھا۔ پھر یہ پانی بن گئے اور یہ پانی خوشبودار تھا۔ فرمایا: ''یہ کفر و اسلام کا فرق ہے۔'' وہ مع چیلوں کے مسلمان ہو گیا۔ آپ نے اسے صاحب ولایت مقرر کر کے کہیں بھیج دیا۔ (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، جنوری ۱۹۶۰ء)

۲۔ عبداللہ شاہ قریشی نے بکری مار کر دوبارہ زندہ کر دی۔ (ایضاً جنوری ۱۹۵۸)

۳۔ ایک بزرگ نے اپنے مرید سے کہا: ''رسول اللہ ﷺ کو میرا سلام کہنا۔'' رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: ''اپنے بدعتی پیر کو ہمارا بھی سلام کہنا۔'' یہ پیغام سن کر پیر صاحب خوشی سے

ناچنے لگے۔ (ماہنامہ البلاغ بابت ماہ صفر ۱۳۹۴ء زیر سرپرستی مفتی محمد شفیع)

۴۔ یوسف بنوری صاحب نے اپنے والد مولانا محمد زکریا کے بارے میں لکھا ہے کہ انھوں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے خواب میں پوری صحیح بخاری پڑھ کر اجازت لی اور حافظ بدر الدین عینی رحمہ اللہ سے عمدۃ القاری اور ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سے فتح الباری پڑھ کر اجازت لی۔ (البینات اگست ۱۹۷۵ء)

دیوبندی بھائیو! سوچیے ذرا:

عقائد کی ابتدا سے پہلے ہم انھی کی زبانی ان کے مسلک کی ترجمانی کروا دینا زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری فرماتے ہیں: ''ہم اور ہمارے مشائخ اور ہماری جماعت بحمداللہ فروعات میں مقلد ہیں، مقتدائے خلق امام ہمام امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کے اور اصول و اعتقادیات میں پیرو ہیں امام ابوالحسن اشعری اور امام منصور ماتریدی کے اور طریق ہائے صوفیہ میں ہم کو انتساب حاصل ہے سلسلہ عالیہ حضرت نقشبندیہ اور طریقہ زکیہ مشائخ چشت اور سلسلہ بہیہ حضرات قادریہ اور طریقہ مرضیہ مشائخ سہروردیہ کے ساتھ۔'' (المہند علی المفند: ۲۲)

مولانا محمد یوسف بنوری صاحب مسلک دیوبند کے بارے میں فرماتے ہیں: ''اکابر دیوبند کا مسلک وہی رہا ہے کہ حدیث کے بعد فقہ و اجتہاد کی اہمیت کے پیش نظر فقیہ امت حضرت امام ابوحنیفہ کو امام تسلیم کر لیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ ارباب قلوب کے علوم تصوف و علوم تزکیہ قلوب کا صحیح امتزاج کیا جائے۔ اگر ایک طرف ابن تیمیہ کی جلالت قدر کا اعتراف ہو تو دوسری طرف شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے کمالات کا اعتراف ہو۔ امام ابوحنیفہ کی تقلید و اتباع کے ساتھ احادیث نبویہ اور علوم صوفیہ دونوں کو جمع کر کے ایک خوبصورت، مؤثر، دل نشین مسلک ظہور میں آ گیا، اس کا نام دیوبند مکتب فکر کا مسلک بن گیا۔'' (مسلک علمائے دیوبند: ص ۵)

وحدت الوجود:

دیوبندیوں کے امام حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (جن کی بڑے بڑے دیوبندی علماء نے بیعت کی مثلاً مولوی محمد قاسم نانوتوی، مولوی محمد یعقوب صاحب، مولوی احمد حسن صاحب اور مولوی رشید گنگوہی صاحب وغیرہ) اور جن کی تعریف تبلیغی جماعت کے امیر زکریا صاحب ان الفاظ میں

کرتے ہیں کہ ''حاجی صاحب عالم گر تھے۔'' (آپ بیتی نمبر ۷ص ۱۵۳) اور حاجی صاحب خود بھی قاسم نانا توی اور رشید احمد گنگوھی کے حق میں رطب اللسان ہیں اور اپنے معتقدین کو ان کی صحبت یا برکت سے استفادہ کا حکم دے رہے ہیں۔ (المھند علی المفند :ص ۶)

حاجی صاحب مسئلہ وحدت الوجود کے بارے میں کہتے ہیں'' مسئلہ وحدت الوجود حق و صحیح ہے، اول جس شخص نے اس مسئلہ میں خوض فرمایا شیخ محی الدین ابن عربی ہیں۔'' (شمائم امدادیہ ص۳۲) اور ابن عربی کا عقیدہ تو واضح ہے جیسا کہ کہتا ہے: '' اِنَّ الْوُجُوْدَ الْمَخْلُوْقَ هُوَ الْوُجُوْدُ الْخَالِقُ'' ''مخلوق کا وجود دراصل خالق کا وجود ہے۔'' (شرح طحاویہ:۵۵۶)

'' وَفِیْ كُلِّ شَیْءٍ آيَتُهُ دَلَّ عَلٰى عَيْنِهٖ '' ''ہر چیز میں اس کی نشانی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اس کا عین ہے۔'' '' فَمَا فِی الْوُجُوْدِ اِلَّا اللّٰهُ ''''پس وجود میں اللہ کے سوا کوئی نہیں۔'' (فتوحات مکیہ:۲۷۲/۱)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے دلائل قرآنی سے اس کو ثابت کرنے کی کوشش بھی کی ہے، مثلاً لکھتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ واصل بحق ہیں، عباد اللہ کو عباد الرسول کہہ سکتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ﴾ مرجع ضمیر متکلم رسول اللہ ﷺ ہیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے فرمایا کہ قرینہ بھی انھی معنی کا ہے (اس لیے) آگے فرمایا: ﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾ اگر مرجع اس کا ''اللہ'' ہوتا تو فرماتا ''مِنْ رَحْمَتِیْ'' تاکہ مناسبت ''عِبَادِیَ'' کی ہوتی۔'' (شمائم امدادیہ:ص ۱۷)

حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمانہے:

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ [آل عمران : ۷۹]

''کسی بشر کے لیے لائق نہیں کہ اللہ اس کو کتاب وحکمت اور نبوت دے پھر وہ (لوگوں سے) یہ کہے کہ اللہ کی بجائے میرے بندے بن جاؤ۔''

لیکن حاجی امداد اللہ کہتے ہیں: ''عابد ومعبود میں فرق کرنا شرک ہے۔'' (شمائم امدادیہ: ص ۳۷) لہٰذا آپ کی خاص امت میں سے بایزید بسطامی قدس سرہ نے اور منصور حلاج نے ''سبحانی ما أعظم شانی'' اور ''أنا الحق'' کہا یہ سب اسی باب (وحدة الوجود) میں سے

ہے۔اسی طرح حاجی صاحب فرماتے ہیں:

"بندہ قبل وجود خود باطن خدا تھا اور ظاہر بندہ "كُنْتُ كَنْزًا مَّخْفِيًّا "اس پر دلیل ہے۔مثلاً اللہ کی مثال تخم کی اور مخلوق کی مثال درخت کی سی ہے، درخت مع تمام شاخوں اور پتوں و پھل و پھول کے اس میں چھپا تھا۔ جب تخم نے اپنے باطن کو ظاہر کیا خود چھپ گیا، جو کوئی دیکھتا ہے درخت ہے تخم دکھائی نہیں دیتا۔" (شمائم امدادیہ ص ۳۸)

حالانکہ قرآن کہتا ہے:

﴿ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ﴾ [الإخلاص : ٣]

"نہ اس نے کسی کو جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا۔"

اور یہ دیو بندی عالم کہتا ہے کہ اللہ (نعوذ باللہ) کتے، بلی، چوہے، گدھے و گھوڑے کی شکل میں ظاہر ہو رہا ہے۔ اس لیے حاجی امداد اللہ کہتے ہیں: "مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّجْلِسَ مَعَ اللّٰهِ فَلْيَجْلِسْ مَعَ اَهْلِ التَّصَوُّفِ" "جو اللہ کے ساتھ بیٹھنا چاہے اسے چاہیے کہ اہل تصوف کے ساتھ بیٹھے۔"

یا "مَنْ رَاٰنِىْ فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ" اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ: "مَنْ رَاٰنِىْ فَقَدْ رَأَى اللّٰهَ تَعَالٰى" (شمائم امدادیہ ۴۹) "جس نے مجھ کو دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا۔" اسی طرح ﴿ اِنِّىْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ﴾ "بے شک میں تیرا رب ہوں اپنے جوتے اتار دے" جو طور پر آواز آئی تھی وہ موسیٰ کے باطن سے آئی تھی۔ (شمائم امدادیہ: ۵۹)

اسی طرح علامہ محمد فضل حق خیر آبادی دیو بندی لکھتے ہیں: "اگر انبیاء وحدت الوجود کی دعوت دیتے تو ان کی رسالت کا فائدہ فوت ہو جاتا، یہ عقیدہ عوام کے ذہنوں کی سطح سے بلند ہے، اسی لیے ان حضرات کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ لوگوں کی ذہنی سطح کو سامنے رکھ کر گفتگو کریں۔" (الروض المجود از خیر آبادی: ص ۴۴)

غور کیجیے! اگر یہ عقیدہ وحدت الوجود واقعی انبیاء علیہم السلام پر اترا تھا تو انبیاء نے اس کو امت تک کیوں نہ پہنچایا...... حالانکہ انھیں اللہ تعالیٰ نے بڑی سختی کے ساتھ تاکید فرمائی تھی:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ ﴾

[المائدة : ٦٧]

''اے رسول! پہنچا دے جو تیرے رب کی طرف سے تجھ پر نازل کیا گیا ہے، اگر تو نے یہ کام نہ کیا تو تو نے رسالت کو نہیں پہنچایا۔''

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تنبیہ فرمائی: ''جو شخص یہ کہے کہ اللہ کے رسول نے کچھ چھپا لیا ہے، وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھتا ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر (سورة والنجم) باب: ٤٨٥٥]

اسی طرح مولوی انور شاہ کاشمیری جو دیو بندیوں کے مشہور عالم ہیں، حدیث:

((فَكُنْتُ سَمْعُهُ الَّذِیْ يَسْمَعُ بِهٖ)) کے تحت لکھتے ہیں:

" قُلْتُ وَ هٰذَا عَدُوْلٌ عَنْ حَقِّ الْاَلْفَاظِ لِاَنَّ قَوْلَهٗ كُنْتُ سَمْعُهُ الَّذِیْ بِصِيْغَةِ الْمُتَكَلِّمِ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ لَمْ يَبْقَ مِنَ الْمُتَقَرِّبِ بِالنَّوَافِلِ اِلَّا بِجَسَدِهٖ وَشَبَّهَهٗ وَصَارَ الْمُتَصَرِّفُ فِيْهِ الْحَضْرَةُ الْهَيْئَةُ فَسَحِبَ وَ هٰذَا الَّذِیْ عَنَّاهُ الصُّوْفِيَّةُ بِالْفَنَاءِ فِی اللّٰهِ تَعَالٰى اَیْ الْاِنْسِلَاخُ عَنْ دَوَاعِیْ نَفْسَهٗ حَتّٰى لَا يَكُوْنَ الْمُتَصَرِّفُ فِيْهِ اِلَّا هُوَ وَ فِی الْحَدِيْثِ لَمْعَةٌ اِلٰى وَحْدَةِ الْوُجُوْدِ وَكَانَ مَشَائِخُنَا مُوَلِّعُوْنَ بِتِلْكَ الْمَسْئَلَةِ اِلٰى زَمَنِ الشَّاهُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَمَّا اَنَا لَسْتُ بِمُتَشَدِّدٍ فِيْهَا " [فیض الباری : ٤/٤٢٨]

''كُنْتُ سَمْعُهُ الَّذِیْ'' کے یہ معنی بیان کرنا کہ بندہ کے کان، آنکھ وغیرہ اعضاء حکم الٰہی کی نافرمانی نہیں کرتے، حق الفاظ سے عدول کرنا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے قول ''كُنْتُ سَمْعُهُ الَّذِیْ'' میں كُنْتُ صیغہ متکلم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ متقرب بالنوافل یعنی بندہ میں سوائے جسد وصورت کے کوئی چیز باقی ہی نہیں رہی اور اس میں صرف اللہ تعالیٰ ہی متصرف ہے اور یہی وہ معنی ہے جن کو صوفیائے کرام فنا فی اللہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی بندہ کا دواعی نفس سے بالکل پاک ہو جانا، یہاں تک کہ اس بندہ میں اللہ کے سوا کوئی شے متصرف نہ رہے اور حدیث مذکور میں وحدت الوجود کی طرف چمکتا ہوا اشارہ ہے، ہمارے مشائخ شاہ عبدالعزیز صاحب کے زمانے تک اس مسئلہ وحدت الوجود میں بڑے متشدد اور حریص تھے لیکن میں متشدد نہیں ہوں۔''

اس طرح زکریا صاحب لکھتے ہیں:

''اس جگہ دو واقعے اپنے اکابر کے نمونے کے لیے لکھنے کو دل چاہتا ہے، ایک تو وہ مکتوب گرامی جو شیخ المشائخ قطب الارشاد حضرت گنگوهی قدس سرہ نے اپنے پیر و مرشد شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحب اعلی اللہ مراتبہ کی خدمت میں لکھا، جو مکاتیب رشیدیہ میں بھی طبع ہو چکا ہے، پس زیادہ عرض کرنا گستاخی اور شوخ چشمی ہے، یااللہ! معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد کے تحریر ہوا ہے۔ جھوٹا ہوں، کچھ نہیں ہوں، تیرا ہی ظل ہے، تیرا ہی وجود ہے، میں کیا ہوں کچھ نہیں ہوں اور جو میں ہوں وہ تو ہے اور میں اور تو خود شرک در شرک ہیں۔'' (فضائل صدقات: ۵۵۶) (اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ)

تعلیم الاسلام کے دیوبندی مصنف لکھتے ہیں:

علم تصوف کا ایک نہایت باریک مسئلہ وحدت الوجود یا ''ہمہ اوست'' ہے یعنی تمام موجودات کو حق تعالیٰ کا وجود سمجھنا اور وجود ماسوا کو محض معتبر سمجھنا، شمار کرنا جیسے موج حباب قطرہ اور برف کو پانی خیال کرنا، چنانچہ مولانا جامی فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي الْكَائِنَاتِ غَيْرُكَ شَيْءٌ اَنْتَ شَمْسُ الضُّحٰى وَغَيْرُكَ ؎

فی چہ باشد بفارسی سایہ
سایہ از روشنی بر بمایہ
دو جہاں مایہ است و معنی تو
نیست موجود صورتے بے تو

امیر شاہ خان صاحب رشید احمد گنگوهی سے بیان کرتے ہیں: ''سید صاحب کی نسبت میں ذات بحت کی تجلی تھی۔'' (ارواح ثلاثہ ۱۸۵) ''ذات بحت'' کا معنی ذات الٰہی ہے۔

اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ''کاملین میں ایک درجہ ہے ابوالوقت کہ وہ جس وقت تجلی کو چاہیں اپنے اوپر وارد کر لیں، کذا سمعت مرشدی. عجب نہیں کہ حضرت شاہ صاحب نے اس وقت اپنے پر جبار کی تجلی کو وارد کیا ہو اور اس کی مظہریت کی حیثیت سے اس کو توجہ سے دفع فرما دیا ہو۔'' (ارواح ثلاثہ: ۸)

زکریا صاحب منصور حلاج کے بارے میں لکھتے ہیں: ''دی گئی منصور کو پھانسی ادب کے ترک پر......تھا اناالحق ''حق'' مگر ایک لفظ گستاخانہ تھا۔'' (ولی کامل از مفتی عزیز الرحمٰن: ص ۲۴۹) ایک دوسری جگہ زکریا صاحب فرماتے ہیں: ''حق سجانہ وتقدس جو حقیقتاً ہر جمال وحسن کا منبع ہیں اور حقیقتاً دنیا میں کوئی بھی جمال ان کے علاوہ نہیں ہے۔'' (فضائل قرآن ص ۳۰۰)

اسی طرح زکریا صاحب کے مرید خاص صوفی اقبال لکھتے ہیں: ''عشق ومعشوق و عاشق ایک کہہ کر سر وحدت سمجھا دیا کس نے۔'' (محبت ص ۷۰)

''انکشاف'' کے دیوبندی مصنف لکھتے ہیں: ''کشف کبریٰ کو کشف الٰہی بھی کہتے ہیں یعنی ذات حق سبحانہ کا مشاہدہ اور معائنہ ہو جانا اور جملہ حجابات اور اعتبارات کا اٹھ جانا اور نور بصیرت سے خلق کو عین حق اور حق کو عین خلق دیکھنا، سالک کا مقصود اصلی کشف یہی ہے۔ (انکشاف: ص ۳۶)

نظریہ وحدت الوجود میں ڈوبا ہوا ایک قصہ پڑھیے جو تذکرۃ الرشید میں پیر جیو محمد جعفر صاحب ساڈھوری بیان کرتے ہیں:

''ایک روز مولانا خلیل احمد صاحب زید مجدہ نے دریافت کیا کہ یہ حافظ مینڈھو شیخ پوری کیسے شخص تھے۔'' آپ نے فرمایا: ''پکا کافر تھا۔'' اور اس کے بعد مسکرا کر ارشاد فرمایا کہ ''ضامن علی جلال آبادی تو توحید میں غرق تھے۔'' ایک بار ارشاد فرمایا: ''ضامن علی جلال آبادی کی سہارنپور میں بہت سی رنڈیاں مرید تھیں، ایک بار یہ سہارنپور میں کسی رنڈی کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ سب مریدنیاں اپنے میاں صاحب کی زیارت کے لیے حاضر ہوئیں مگر ایک رنڈی نہیں آئی۔ میاں صاحب بولے کہ ''فلانی کیوں نہیں آئی؟'' رنڈیوں نے جواب دیا: ''میاں صاحب ہم نے اس کو بہت سمجھایا کہ چل میاں صاحب کی زیارت کو تو اس نے کہا میں بہت گنہگار ہوں اور بہت روسیاہ ہوں، میاں صاحب کو کیا منہ دکھاؤں، میں زیارت کے قابل نہیں۔'' میاں صاحب نے کہا: ''نہیں جی! تم اسے ہمارے پاس ضرور لانا۔'' چنانچہ رنڈیاں اسے لے کر آئیں۔ جب وہ سامنے آئی تو میاں صاحب نے پوچھا: ''بی! تم کیوں نہیں آئی تھیں؟'' اس نے کہا کہ جناب روسیاہی کی وجہ سے زیارت کو آتے ہوئے شرماتی تھی۔ میاں صاحب بولے: ''بی! تم کیوں شرماتی ہو؟ کرنے والا کون ہے اور کروانے والا کون؟ وہ تو وہی ہے۔'' رنڈی یہ سن کر آگ بگولا ہو گئی اور خفا ہو کر کہا: ''لاحول ولا قوۃ،

اگرچہ میں روسیاہ، گنہگار ہوں مگر ایسے پیر کے منہ پر پیشاب بھی نہیں کرتی۔" میاں صاحب تو شرمندہ ہو کر سرنگوں رہ گئے اور وہ اٹھ کر چل دی۔" (تذکرۃ الرشید: ۲۴۲/۲)

بزرگوں کی روحوں سے امداد:

دیوبندیوں کے مشہور عالم احسن گیلانی صاحب لکھتے ہیں: "پس بزرگوں کی ارواح سے، مدد لینے کے ہم منکر نہیں۔" (حاشیہ سوانح قاسمی: ۳۳۷/۱)

مولانا نجم الدین دیوبندی لکھتے ہیں:

علمائے دیوبند اس بات کے بھی قائل نہیں ہیں کہ انسان اپنی زندگی میں یا مرنے کے بعد سرے سے کوئی تصرف نہیں کرسکتا۔" (زلزلہ در زلزلہ ص ۱۰۱)

اس عقیدے پر مبنی مندرجہ ذیل واقعہ اس عقیدے کو قاری کے لیے اور واضح کرتا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی مولوی نظام الدین صاحب کرانوی سے، وہ مولوی عبداللہ براقی سے روایت کرتے ہیں، ایک نہایت معتبر شخص ولایتی بیان کرتے ہیں کہ میرے ایک دوست جو کہ بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، شیخ الکل فی الکل مولانا حاجی امداد اللہ صاحب چشتی صابری تھانوی ثم المکی سلمہ اللہ سے بیعت تھے، حج خانہ کعبہ کو تشریف لے جاتے تھے۔ بمبئی سے آگبوٹ میں سوار ہوئے، آگبوٹ نے چلتے چلتے ٹکر کھائی اور قریب تھا کہ چکر کھا کر غرق ہو جائے یا دوبارہ ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے۔ انھوں نے جب دیکھا کہ اب مرنے کے سوا چارہ نہیں، اسی مایوسانہ حالت میں گھبرا کر اپنے پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کیا اور عرض کیا: "اس وقت سے زیادہ کون سا وقت امداد کا ہوگا؟" اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر کارساز مطلق ہے۔ اسی وقت ان کا آگبوٹ غرق سے نکل گیا اور تمام لوگوں کو نجات ملی۔ ادھر تو یہ قصہ پیش آیا ادھر اگلے روز مخدوم جہاں اپنے خادم سے بولے: "ذرا میری کمر تو دباؤ نہایت درد کرتی ہے۔" خادم نے کمر دباتے دباتے پراہن مبارک جو اٹھایا تو دیکھا کمر چھلی ہوئی ہے اور اکثر جگہ سے کھال اتر گئی ہے۔ پوچھا: "یہ کیا بات ہے، کمر کیوں چھلی؟" فرمایا کچھ نہیں، پھر پوچھا آپ خاموش رہے، تیسری مرتبہ پھر دریافت کیا: "یہ کہیں سے رگڑ لگی ہے اور آپ تو کہیں تشریف بھی نہیں لے گئے۔" فرمایا: "ایک آگبوٹ ڈوبا جاتا تھا، اس میں تمھارا دینی اور سلسلے کا بھائی تھا، اس کی گریہ وزاری نے مجھے بے چین کر دیا،

آ گبوٹ کو کمر کا سہارا دے کر اوپر اٹھایا، جب آگے چلا اور بندگان خدا کو نجات ملی، اسی سے چھل گئی ہو گی اور اس وجہ سے درد ہے مگر اس کا ذکر نہ کرنا۔'' (کرامات امدادیہ: ص۳۶)

اس واقعہ کی ایک اور روایت یوں ہے: ''ایک طالب علم قدرت علی ساکن ایندری ملک پنجاب مرید و خادم حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر تھا۔ اس نے بیان کیا کہ بے شک فلاں وقت میں حاضر تھا، حاجی صاحب حجرے سے باہر تشریف لائے اور اپنی لنگی بھیگی ہوئی مجھ کو دی اور فرمایا: ''اس کو کنویں کے پانی سے دھو کر صاف کر لو۔'' اس لنگی کو جب سونگھا، اس میں دریا شور کی بو اور چکنا پن معلوم ہوا۔ اس کے بعد حافظ صاحب اپنے حجرے سے برآمد ہوئے اور اپنی لنگی دی، اس میں بھی اثر دریا کا معلوم ہوتا تھا۔ (کرامات امدادیہ: ص۱۴)

مشرکین مکہ سے سبقت لے جانا:

اس ایک من گھڑت قصے میں حاجی امداد اللہ کو حاجت روا، مشکل کشا، عالم الغیب اور حاضر و ناظر ثابت کیا گیا ہے اور مرید صاحب گمراہی میں مشرکین مکہ سے بھی سبقت لے گئے، اس لیے کہ جب مشرکین مکہ کسی کشتی میں سوار ہوتے اور طوفان آنے کی وجہ سے:

﴿ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾ [یونس : ۲۲]

''انھیں یقین ہو جاتا کہ وہ گھیر لیے گئے ہیں تو اللہ کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے صرف اللہ ہی کو پکارتے۔''

لیکن یہاں مرید صاحب کا عقیدہ دیکھیے جب انھوں نے دیکھا کہ مرنے کے سوا چارہ نہیں، اس مایوسانہ حالت میں گھبرا کر اپنے پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کیا اور عرض کیا۔ مشرکین اللہ کو پکاریں اور یہ مرید صاحب پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کریں اور عرض کریں۔ یہ عجب تقسیم ہے۔ اسی لیے ابوجہل کا بیٹا عکرمہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوا کہ اے مشرکین مکہ! طوفان آنے پر تم صرف اللہ کو پکارتے ہو اور اپنے بنائے ہوئے معبود بھول جاتے ہو، اگر اللہ نے مجھے نجات دی تو میں خشکی پر بھی اللہ ہی کو پکاروں گا۔ زمین پر قدم رکھتے ہی اللہ کی توحید کا اعلان کر دیا، جیسا کہ قرآن بھی مشرکین مکہ کی عادت کا تذکرہ کرتا ہے:

﴿ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ

يُشْرِكُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ٦٥]

''جب وہ کشتی میں سوار ہوتے تو اللہ کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے صرف اسی کو پکارتے ہیں، جب اللہ انھیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو وہ شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔''

اور مرید صاحب گمراہی اور ضلالت میں اتنے بڑھے ہوئے ہیں کہ جب کشتی طوفان میں گھر جاتی ہے اور موت سامنے ہوتی ہے تو اللہ کو بھول کر غیر اللہ سے عرض کرنے لگ جاتے ہیں۔ وہ شاید اس لیے کہ تھانوی صاحب کے بقول ہر قریہ میں ایک قطب ہوتا ہے اور ایک غوث ہوتا ہے۔ بعض نے کہا قطب الاقطاب کو ہی غوث کہتے ہیں۔ (تعلیم الدین : ۱۲۰)

مرید پھر غوث کو جو فریاد سن رہا ہوتا ہے، اسے نہ پکارے تو کسے پکارے۔ ایک جگہ اللہ مشرکین مکہ سے یہ سوال کرتا ہے:

﴿ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ ﴾ [الأنعام : ٦٣، ٦٤]

''اے نبی (ﷺ)! ان سے پوچھیے کہ تمھیں خشکی اور تری کے اندھیروں سے کون نجات دیتا ہے اور تم اسی (اللہ) کو گڑگڑا کر اور آہستہ پکارتے ہو کہ اگر ہمیں اس مصیبت سے نجات دے دے تو ہم ضرور شکر گزار بندے بن جائیں گے۔ اے نبی! کہہ دیجیے اللہ ہی تمھیں اس مصیبت اور ہر مصیبت سے نجات دیتا ہے۔ پھر تم شرک کرنے لگ جاتے ہو۔''

اللہ کا تو یہ دعویٰ ہے کہ اللہ نجات دیتا ہے اور مرید کا یہ عقیدہ کہ اے پیر! اس سے زیادہ کون سا وقت امداد کا ہوگا؟ مشرکین مکہ کی تو یہ عادت تھی کہ وہ اللہ کو پکارتے تھے اور ادھر یہ مرید ہے کہ پیر صاحب کو۔ فرق ملاحظہ فرمائیں۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے یوں فرمایا:

﴿ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ۝ ﴾ [بنی إسرائيل : ٦٧]

’’اور جب تمھیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ تمھیں بھول جاتے ہیں۔ پھر جب وہ تمھیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم پھر جاتے ہو اور انسان ناشکرا ہے۔‘‘

مشرکین کو تو سمندر میں غیر اللہ بھول جاتے ہیں صرف اللہ ہی یاد رہتا ہے اور دیوبندی مرید کو سمندر میں غیر اللہ کی یاد ستاتی ہے اور غیر اللہ کو پکارنے میں مشغول ہو جاتا ہے۔ یہ عجیب تقسیم ہے۔ مشرکین کے بارے میں اللہ فرماتا ہے:

﴿ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾ [لقمان : ٣٢]

’’اور جب انھیں سائبان کی طرح موج ڈھانپ لیتی ہے تو وہ اللہ کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے اللہ کو پکارتے ہیں۔‘‘

ایک جگہ اللہ کافروں سے یہ سوال کرتا ہے کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے:

﴿ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٤٠، ٤١]

’’کیا اس وقت بھی غیر اللہ کو پکارو گے اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو (نہیں) بلکہ تم خاص اللہ ہی کو پکارتے ہو۔‘‘

اور تمھاری یہ حالت ہو جاتی ہے:

﴿ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٤١]

’’اور جن کو تم نے اللہ کا شریک بنایا تھا ان کو بھول جاتے ہو۔‘‘

لیکن یہاں تو مرید صاحب کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ حاجی امداد اللہ صاحب کو مشکل کشا حاجت روا مان کر عذاب وطوفان میں بھی غیر اللہ سے یہ عرض کی جاتی ہے کہ اس وقت سے زیادہ اور کون سا وقت امداد کا ہوگا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ ﴾ [النمل : ٦٢]

’’آیا کون ہے جو مصیبت زدہ کی پکار کو سنتا ہے، جس وقت وہ اسے پکارتا ہے اور مصیبت کو دور کرتا ہے۔‘‘

پھر خود ہی جواب دیتا ہے:

﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ [النمل : ٦٢]

''(کیا اب بھی یہی کہو گے کہ) اللہ کے علاوہ کوئی اور الہٰ ہے، تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو۔''

اب مرید صاحب جن کو پکار رہے ہیں کیا ان میں مصیبت دور کرنے کی طاقت ہے، حالانکہ اللہ فرماتا ہے:

﴿فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا﴾ [بنی إسرائیل : ٥٦]

''وہ تو اتنا اختیار بھی نہیں رکھتے کہ تم سے مصیبت کو ہٹا دیں یا پھیر دیں۔''

لیکن ذرا پیر صاحب کی جسارت ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں'' ایک آگبوٹ ڈوبا جاتا تھا، اس میں ایک تمھارا دینی سلسلے کا بھائی تھا، اس کی گریہ وزاری نے مجھے بے چین کر دیا'' اس لیے انڈیا سے چلے سمندر میں اکیلے یا حافظ ضامن کے ساتھ مل کر جہاز کو اٹھا کر سیدھا کر دیا، اگر اتنا بھاری جہاز اٹھا کر سیدھا کرنا اتنا ہی آسان تھا تو جہاز کے مسافر ہی اسے کاندھا دے کر ڈوبنے سے بچا لیتے۔

اسی طرح حاجی صاحب کو عالم الغیب ثابت کیا گیا ہے کہ اتنی دور سے گریہ وزاری سن لی۔ اسی طرح حاجی صاحب کو ہر جگہ حاضر و ناظر بنا دیا گیا ہے کہ بغیر کسی ذریعے کے بیچ سمندر کے پہنچ کر واپس تھانہ تشریف لے آتے ہیں، جب کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی، جیسا کہ خادم کہتا ہے ''آپ تو کہیں تشریف بھی نہیں لے گئے۔'' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فاصلے اور ذرائع ان کے لیے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

مردہ بزرگوں سے مدد:

احسن گیلانی فرماتے ہیں: ''وفات یافتہ بزرگوں کی ارواح سے امداد کے مسئلہ میں علمائے دیوبند کا خیال بھی وہی ہے جو عام اہل سنت والجماعت کا ہے، آخر جب ملائکہ جیسی روحانی ہستیوں سے خود قرآن ہی میں ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کی امداد کرواتے ہیں۔ صحیح حدیثوں میں ہے کہ واقعہ معراج میں رسول اللہ ﷺ کو موسیٰ علیہ السلام سے تخفیف صلوٰۃ کے مسئلے میں امداد ملی اور دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں، بشارتیں ملیں تو اس قسم کی ارواح طیبہ سے کسی مصیبت زدہ مومن

کی امداد کا کام قدرت اگر لے تو قرآن کی کس آیت یا حدیث سے اس کی تردید ہوتی ہے۔''
(حاشیہ سوانح قاسمی: ۱/۳۳۲)

''انکشاف'' کے دیو بندی مصنف امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم سے کچھ حوالے ذکر کر کے لکھتے ہیں: ''اب مذکورہ اثبات سے آپ یہ بخوبی نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ارواح اولیاء کو کس قدر من جانب اللہ اختیارات ہیں۔'' (انکشاف: ص ۷۰،۷)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اولیاء اللہ کی ولایت اور ان کی کرامت ان کی وفات کے بعد بھی باقی اور باذن اللہ جاری رہتی ہے۔ اس ضمن میں اتنا سمجھ لیجیے کہ اللہ کے حکم سے ارواح اولیاء دنیا میں بھی آ سکتی ہیں اور بحکم الٰہی دوسرے کی مدد بھی کر سکتی ہیں۔'' (انکشاف: ص ۶۷)

اخلاق حسین قاسمی صدر جمعیت علماء صوبہ دہلی فرماتے ہیں: ''مومن کی روح خاص کر اولیائے حق اور صلحائے امت کی روحیں جسم سے جدائی کے بعد اس عالم مادی میں تصرف کی قدرت رکھتی ہیں اور ان ارواح کا تصرف قانون الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔'' (اہل اللہ کی عظمت علمائے دیوبند کی نظر میں از اخلاق حسین قاسمی)

فتاویٰ امدادیہ میں ہے: ''استمداد ارواح مشائخ سے صاحب کشف الارواح کے لیے قسم ثابت ہے۔'' (فتاویٰ امدادیہ: ۴/۱۰۴)

سوانح قاسمی کے مصنف ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں: ''ایک بریلوی عالم اور ایک دیوبندی طالب علم کا مناظرہ طے ہوا، (دیوبندی طالب علم نے) مناظرے کا وعدہ ڈرتے ڈرتے کر لیا۔ تاریخ و محل و مقام سب کا مسئلہ طے ہو گیا۔ واعظ مولانا صاحب بڑا زبردست عمامہ طویلہ و عریضہ سر پر لپیٹے ہوئے کتابوں کے پشتارے کے ساتھ مجلس میں اپنے حواریوں کے ساتھ جلوہ افروز ہوئے۔ ادھر یہ غریب دیوبندی امام منحنی وضعیف، مسکین شکل، مسکین آواز، خوفزدہ، لرزاں و ترساں بھی اللہ اللہ کرتے ہوئے سامنے آیا۔ سننے کی بات یہی ہے کہ اس کے بعد اس دیوبندی امام نے مشاہدہ کے بعد بیان کی۔ کہتے تھے کہ مولانا واعظ صاحب کے سامنے میں بھی بیٹھ گیا۔ ابھی گفتگو شروع نہیں ہوئی تھی کہ اچانک اپنے بازو میں مجھے محسوس ہوا کہ ایک شخص اور جسے میں نہیں پہچانتا وہ بھی آ کر بیٹھ گیا اور مجھ سے وہ اجنبی اچانک نمودار ہونے والی شخصیت کہتی ہے: ''گفتگو شروع کرو

اور ہرگز نہ ڈرو۔" دل میں غیر معمولی قوت اس سے پیدا ہوئی۔ اس کے بعد کیا ہوا (دیوبندی امام صاحب کا بیان سنیے) کہ میری زبان سے کچھ فقرے نکل رہے تھے اور اسی طور پر نکل رہے تھے کہ میں خود نہیں جانتا تھا کہ کیا کہہ رہا ہوں جس کا جواب مولانا واعظ صاحب نے ابتدا میں تو دیا لیکن سوال و جواب کا سلسلہ ابھی دراز بھی نہیں ہوا تھا کہ ایک دفعہ مولانا واعظ کو دیکھتا ہوں کہ اٹھ کھڑے ہوئے، میرے قدموں میں سر ڈالے ہوئے رو رہے ہیں، پگڑی بکھری ہوئی ہے اور کہتے جاتے ہیں میں نہیں جانتا تھا کہ آپ اتنے بڑے عالم ہیں، للہ مجھے معاف کیجیے۔ آپ جو کچھ فرما رہے ہیں یہی صحیح اور درست ہے، میں ہی غلطی پر تھا۔ یہ منظر ہی ایسا تھا کہ مجمع دم بخود تھا، کیا سوچ کر آیا تھا اور کیا دیکھ رہا تھا۔ دیوبندی امام نے کہا کہ اچانک نمودار ہونے والی شخصیت میری نظر سے اس کے بعد اوجھل ہوگئی اور کچھ نہیں معلوم کہ کون تھے اور قصہ کیا تھا۔ قصہ تو ختم ہوگیا۔ قصبہ کے مسلمان جو پہلے ہی سے دیوبندی امام صاحب کے معتقد تھے، ان کے عقیدتمندوں میں اس واقعے نے چار چاند لگا دیے اور پہلے سے بھی زیادہ راحت و آرام میں دیوبندی امام صاحب کے اضافہ ہوگیا۔ شیخ الہند فرماتے ہیں: "میں نے ان مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ اچانک نمودار ہوکر غائب ہو جانے والی شخصیت کا حلیہ کیا تھا، حلیہ جو بیان کیا، فرماتے تھے کہ سنتا جاتا تھا اور الاستاد کا ایک ایک خال و خط نظر کے سامنے آتا چلا جا رہا تھا۔ جب وہ بیان ختم کر چکے تو میں نے ان سے کہا کہ یہ تو الاستاد رحمہ اللہ تھے جو تمھاری امداد کے لیے حق تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوئے۔"
(سوانح قاسمی: ۱/۳۳۱)

"اشرف السوانح" کے مصنف اشرف علی تھانوی صاحب کے پردادا محمد فرید صاحب کی وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "صاحب کسی بارات میں تشریف لے جا رہے تھے کہ ڈاکوؤں نے آکر بارات پر حملہ کیا، ان کے پاس کمان تھی اور تیر تھے، انھوں نے ڈاکوؤں پر دلیرانہ تیر برسانا شروع کیے، چونکہ ڈاکوؤں کی تعداد کثیر تھی اور ادھر بے سروسامانی تھی، یہ مقابلے میں شہید ہو گئے۔ شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا۔ شب کے وقت اپنے گھر میں مثل زندہ تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لا کر دی اور فرمایا: "اگر تم کسی پر ظاہر نہ کرو گی تو اسی طرح سے روز آیا کریں گے۔" لیکن ان کے گھر والوں کو اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں گے۔ اس لیے ظاہر کر دیا اور آپ تشریف نہیں لائے۔ یہ واقعہ

خاندان میں مشہور ہے۔'' (اشرف السوانح: ۱/۱۰)

اللہ تو اس شخص کا تذکرہ کرتا ہے جسے تبلیغ کے جرم میں شہید کر دیا گیا:

﴿ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۚ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۝ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ ﴾ [يٰس : ٢٧]

''کہا گیا جنت میں داخل ہو جا، کہنے لگا اے کاش! میری قوم جان لیتی کہ میرے رب نے مجھے معاف کر دیا ہے اور مجھے مقربین میں سے کر دیا ہے۔''

اگر اس شہید کو دنیا میں واپس آنے کی اجازت ہوتی تو وہ یہ بات نہ کہتا: ﴿ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ بلکہ خود آ کر بتلا دیتا۔ روح تو اس وقت بھی واپس نہیں ہو سکتی جب یہ حالت ہوتی ہے:

﴿ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴾ [الواقعة : ٨٣]

اور اللہ یہ چیلنج کرتا ہے: ''جب روح حلق میں آ کر پھنس جاتی ہے۔''

﴿ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۝ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ ﴾

[الواقعة : ٨٦، ٨٧]

''پس اگر تم کسی کے محکوم نہیں ہو تو روح کو لوٹا دو اگر تم سچے ہو۔''

اللہ اس شہید کی اس تمنا کو بھی رد کر دیتا ہے جو کہتا ہے کہ اللہ! میری روح کو میرے جسم میں لوٹا دے تا کہ میں تیرے راستے میں جہاد کروں۔ [مسلم، کتاب الإمارة، باب بیان أن أرواح الشهداء فی الجنة و أنهم أحياء عند ربهم يرزقون : ١٨٨٧]

اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے:

﴿ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴾ [النحل : ٢١]

''مردہ ہیں زندہ نہیں اور ان کو تو یہ شعور بھی نہیں کہ انھیں کب اٹھایا جائے گا۔''

اور دیو بندیوں کے نزدیک الاستاد کو سب کچھ معلوم تھا۔ اللہ تو کہتا ہے:

﴿ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾

[الزمر : ٤٢]

''پھر جن پر موت کا حکم کر چکتا ہے ان کو روک رکھتا ہے اور باقی روحوں کو ایک وقت مقرر تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔''

اللہ موت والوں کی روحوں کو روک لیتا ہے اور ان (دیوبندی علماء) کے بقول روح ہر جگہ آ جا سکتی ہے۔

مخلوق سے مشکل کشائی اور دیوبندی:

دیوبندیوں کے نزدیک خالق کے بجائے مخلوق بھی مشکل کشائی اور حاجت روائی کرتی ہے، جیسا کہ ''انکشاف'' کے دیوبندی مصنف اصطلاحات صوفیہ نامی کتاب کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''یہی لوگ مسند ارشاد کے وارث ہوتے ہیں، ان سے مخلوق کی حاجت روائی ہوتی ہے۔'' (انکشاف: ۲۵۰)

اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

۱۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ آپ کے پاس (مزار شریف پر) کوئی شکستہ حال دعا کے لیے عرض کرنے کو نہیں پہنچا مگر یہ کہ اس کی شکستگی کی اصلاح ہوگئی (اس طرح سے کہ حیات برزخیہ کے سبب آپ نے سن کر دعا کی اور وہ کامیاب ہوگیا)۔

۲۔ اور نہ کسی پناہ لینے والے نے گھبرا کر آپ کے دربار پر پناہ لی مگر یہ امن وامان کے ساتھ واپس ہوا۔ اس کی حالت سے اس کو (اپنی حاضری پر) شرمندگی نہیں ہوئی (جیسا ناکام ہو جانے میں ہوتی ہے)۔

۳۔ اور نہ آپ کے پاس (مزار شریف پر) کوئی فقیر حال امیدوار (دعا کے لیے عرض کرنے کو) حاضر ہوا مگر یہ کہ اس کے نشان قدم ہی سے اس کے لیے نہر (حوائج کی) جاری ہوگئی (اس طرح سے کہ حیات برزخیہ کے سبب آپ نے سن کر دعا فرمائی اور وہ کامیاب ہوگیا)۔

۴۔ اور نہ کسی مغموم نے کسی حادثہ کے وقت آپ کو (مزار پر حاضر ہو کر دعا کے لیے) پکارا مگر آپ کی جانب سے عون اور آسانی نے جواب دیا اس کو (اس طرح سے کہ حیات برزخیہ کے سبب آپ نے سن کر دعا فرمائی اور وہ کامیاب ہوگیا)۔

دیوبندیوں کے غیر اللہ سے مشکل حل کروانے والے عقیدہ کو سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل واقعہ پڑھیے۔ لیجیے دیوبندیوں کے پیرو مرشد حاجی امداد اللہ صاحب کا عقیدہ مشکل کشائی، سنیے اور دربار خداوندی میں حاجی امداد اللہ صاحب کے پیرو مرشد کے اثر ورسوخ کی شان ملاحظہ فرمایئے:

تم ہو اے نور محمد! خاص محبوب خدا
ہند میں ہو نائب محمد مصطفیٰ (ﷺ)
تم مددگار مدد امداد کو پھر خوف کیا
عشق کی پرسن کے باتیں کانپتے ہیں دست و پا
اے شاہ نور محمد! وقت ہے امداد کا
آسرا دنیا میں ہے از بس تمھاری ذات کا
تم سوا اوروں سے ہرگز نہیں ہے التجا
بلکہ دن محشر کے جس وقت قاضی ہو خدا
آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا
اے شاہ نور محمد! وقت ہے امداد کا

یہ حاجی صاحب کو کیسے علم ہو گیا کہ ان کے پیر خاص محبوب خدا ہیں، جب کہ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: ((وَاللّٰهِ مَا أَدْرِیْ وَ أَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِیْ...... وَ فِیْ رِوَايَةٍ: مَا يُفْعَلُ بِهِ وَ لَا بِكُمْ)) [بخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت بعد الموت إذا أُدرج فی أکفانه : ۱۲۴۳ وکتاب التعبیر، باب العین الجاریة فی المنام : ۷۰۱۸] **''میں نہیں جانتا کہ اللہ میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا، حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں اور تمھارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔''**

اور پھر جس دن یہ حالت ہوگی کہ فرشتے اور جبرائیل صف باندھے کھڑے ہوں گے اور:

﴿ لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴾ [النبا : ۳۸]

''رب جسے اجازت دے گا وہی کلام کرے گا اور وہ بھی صحیح صحیح۔''

کیا اس وقت نور محمد صاحب مدد کریں گے جس کی وجہ سے حاجی صاحب بے خوف ہو رہے ہیں، جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴾

[البقرة : ۱٦٦]

''جب براءت کا اظہار کریں گے وہ لوگ جن کی پیروی کی جاتی ہے ان لوگوں سے جو پیروی کرتے ہیں اور وہ عذاب دیکھ لیں گے اور ان کے اسباب منقطع کر دیے جائیں گے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُم مَّا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ۖ وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ ﴾ [الأنعام : ۹٤]

''تم البتہ تحقیق میرے پاس اکیلے آ گئے ہو جیسا کہ میں نے تمھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمھیں دیا اس کو اپنی پیٹھوں پیچھے چھوڑ آئے اور ہم تمھارے ساتھ وہ سفارشی نہیں دیکھتے جن کے بارے میں تمھیں یقین تھا کہ وہ تمھارے بارے میں اللہ کے شریک ہیں۔''

عام انسان تو کجا اللہ پاک فرشتوں کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿ وَكَم مِّن مَّلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِن بَعْدِ أَن يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَن يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ ﴾ [النجم : ۲٦]

''اور آسمان میں کتنے فرشتے ہیں کہ ان کی سفارش ان کو کچھ فائدہ نہیں دے گی مگر اس کے بعد کہ اللہ اجازت دے جس کے لیے چاہے اور وہ راضی ہو جائے۔''

ایک جگہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴾ [طٰهٰ : ۱۰۹]

''جس دن کوئی سفارش فائدہ نہیں دے گی مگر اس کی جسے رحمٰن اجازت دے اور اس کی بات سے راضی ہو جائے۔''

حاجی صاحب کے پاس اپنے پیر نور محمد صاحب کے بارے میں کیا سند ہے کہ اللہ ان کو اجازت دے گا اور ان سے راضی ہو گا، حاجی صاحب تو یہ کہہ رہے ہیں کہ ''اے شاہ نور محمد! وقت ہے امداد کا'' اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ﴾

[بني إسرائيل : ٥٦]

”اے نبی! ان سے کہہ دیجیے جن کو تم اللہ کے علاوہ (کچھ) سمجھتے ہو، ان کو پکارو، وہ تکلیف کو ہٹانے اور دور کرنے کے بھی مالک نہیں ہیں۔“

اور حاجی امداد اللہ صاحب کا یہ کہنا ہے: ”تم مددگار مدد امداد کو پھر خوف کیا“ اور قرآن میں ہے کہ رسول ﷺ فرماتے ہیں:

﴿ لَّآ اَمۡلِكُ لِنَفۡسِیۡ نَفۡعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ﴾ [الأعراف : ۱۸۸]

”میں اپنی جان کے لیے بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے۔“

اسی طرح اللہ نے اپنے نبی ﷺ سے کہلوایا:

﴿ قُلۡ اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِكُ لَكُمۡ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴾ [الجن : ۲۱]

”اے نبی! کہہ دیجیے کہ میں تمھارے لیے کسی بھی دکھ سکھ کا مالک نہیں۔“

جب اللہ کے رسول ﷺ نے جنگ احد میں زخمی ہونے کے بعد بددعا دی:

((كَيۡفَ يُفۡلِحُ قَوۡمٌ قَدۡ شَجُّوۡا نَبِيَّهُمۡ)) [مسلم، كتاب الجهاد، باب أحد : ۱۷۹۱]

”وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا۔“

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتاریں:

﴿ لَيۡسَ لَكَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ ﴾ [آل عمران : ۱۲۸]

”(اے نبی! تقدیر کے معاملے میں) تیرا کوئی اختیار نہیں۔“

نبی ﷺ نے اپنے رشتہ داروں کو اکٹھا کر کے کہا تھا:

((لَا أُغۡنِي عَنۡكُمۡ مِنَ اللّٰهِ شَيۡئًا)) [مسلم، كتاب الإيمان، باب في قوله تعالى : ﴿ و أنذر عشيرتك الأقربين ﴾ : ۲۰۶]

”میں اللہ کی پکڑ سے تمھیں نہیں بچا سکتا۔“

تم عمل کرنا، کیونکہ:

﴿ فَاَمَّا مَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ ۙ فَهُوَ فِیۡ عِيۡشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴾ [القارعة : ۶، ۷]

”جس کے عمل بھاری ہوں گے، وہ عیش کی زندگی میں ہوگا۔“

کسی انسان کے سہارے بے خوف ہو جانا عقلمندی کی دلیل کہاں، حاجی صاحب کی ایک ایک بات شرک میں ڈوبی ہوئی ہے۔ لکھتے ہیں: ''آسرا دنیا میں ہے از بس تمھاری ذات کا۔'' اور مسلمانوں کا قول کیا ہے:

﴿ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ [آل عمران : ۱۷۳]

''انھوں نے کہا اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔''

﴿ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴾ [الحج : ۷۸]

''اچھا دوست اور اچھا مددگار ہے۔''

اور:

﴿ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ﴾ [الطلاق : ۳]

''جو اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرے اللہ اسے کافی ہے۔''

ایک جگہ اللہ فرماتا ہے:

﴿ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴾ [التوبۃ : ۱۱۶]

''اللہ کے سوا تمھارا کوئی دوست اور مددگار نہیں۔''

ایک جگہ اللہ یوں فرماتا ہے:

﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ ﴾ [الفرقان : ۵۸]

''اور توکل اس ذات پر کر جس کو موت نہیں آئے گی۔''

یعنی آسرا صرف اللہ ہی بن سکتا ہے، حاجی صاحب تو التجائیں بھی غیر اللہ سے کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

''تم سوا اوروں سے ہرگز کچھ نہیں ہے التجا'' اور اللہ فرماتا ہے:

﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ ﴾ [النمل : ۶۲]

''کون ہے جو بے چین کی پکار کو سنتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے اور اسے تکلیف سے نجات دیتا ہے۔''

مسلمان تو ہر نماز میں یہ دعا کرتا ہے:

﴿ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ [الفاتحة : ٤]

''ہم صرف تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔''

اللہ غیر اللہ سے التجا کرنے سے منع کرتا ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾

[يونس : ١٠٦]

''اللہ کے علاوہ ان کو نہ پکارو جو نہ تجھے نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان، اگر تو نے یہ کیا تو ظالموں میں سے ہوگا۔''

اور یہاں التجائیں ہی غیر اللہ سے۔ حالانکہ ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ﴾ [مريم : ٤٨]

''میں تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو دور ہوتا ہوں اور اپنے رب کو پکارتا ہوں۔''

اسی طرح جب زکریا علیہ السلام نے اولاد مانگی تو اپنے رب کے سامنے یوں التجائیں کیں:

﴿ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴾

[مريم : ٤]

''اے میرے رب! میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں اور بڑھاپے سے میرا سر سفید ہوگیا اور میں اے رب! ناامید بھی نہیں۔''

سوال و التجا رب ہی سے کرنی چاہیے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((سَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّسْاَلَ)) [ترمذی، كتاب الدعوات، باب فی انتظار الفرج وغير ذلك : ٣٥٧١]

''اللہ سے اس کا فضل مانگو، بے شک اللہ سوال کرنے والے کو پسند کرتا ہے۔''

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا زاد بھائی سے کہا تھا:

((اِذَا سَاَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَ اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ)) [ترمذی، كتاب صفة القيامة ، باب (حديث حنظلة) : ٢٥١٦]

''جب تو سوال کرے تو اللہ سے کر اور مدد مانگے تو اللہ سے مانگ۔''

اسی طرح آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((سَلُوا اللّٰهَ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الشَّسْعَ ...... الخ)) [مسند أبی یعلی : ٤/١٣٤، ح: ٤٥٤٢]

''ہر چیز اللہ سے مانگو یہاں تک کہ تسمہ بھی جب وہ ٹوٹ جائے۔''

کیا اب بھی آپ اس عقیدے کو درست مانیں گے کہ ''تم سوا اوروں سے ہرگز کچھ نہیں ہے التجا۔'' حالانکہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'' اَلْإِسْتِعَاذَةُ هِيَ الْإِلْتِجَاءُ اِلَى اللّٰهِ'' [تیسیر العزیز الحمید : ١/٧٨]

''استعاذۃ دراصل اللہ سے التجا ہے۔''

اور شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'' اَوْ قَدْ نَصَّ الْأَئِمَّةُ كَاَحْمَدَ وَ غَيْرِهِ عَلٰى اَنَّهُ لَا يَجُوْزُ الْإِسْتِعَاذَةَ بِمَخْلُوْقٍ'' [أیضًا : ١٧٨]

''امام احمد اور دوسرے ائمہ کے نزدیک مخلوق سے التجا کرنا جائز نہیں۔''

مسلمانوں کے لیے حکم ہے:

﴿ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ﴾ [الأعراف : ٥٥]

''گڑگڑا کر اور آہستہ سے اپنے رب کو پکارو۔''

اور یہ کہنا بھی بڑی جسارت ہے ؎

بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا
آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا
اے شاہ نور محمد! وقت ہے امداد کا

جس دن کے بارے اللہ یوں فرماتا ہے:

﴿ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ﴾ [الزمر : ١٩]

''کیا پس جس پر اللہ کا عذاب ثابت ہو گیا پس تو (اے نبی!) ان کو جو آگ میں ہیں نکال سکتا ہے؟''

جہاں نبی کچھ نہیں کر سکتے وہاں نور محمد صاحب کیا کر سکتے ہیں؟ اور حاجی صاحب کا نور محمد سے امداد طلب کرنا صریح شرک ہے، کیونکہ بغیر اسباب کے مدد اللہ ہی کی طرف سے آ سکتی ہے:

﴿ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ﴾ [الأنفال : ١٠]

''مدد تو صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے۔''

اور استغاثہ صرف اللہ ہی سے کیا جا سکتا ہے کیونکہ استغاثہ:

" هِيَ طَلَبُ الْغَوْثِ هُوَ اِزَالَةُ الشِّدَّةِ كَالْإِسْتِنْصَارِ طَلَبُ النَّصْرِ وَ الْإِسْتِعَانَةُ طَلَبُ الْعَوْنِ......اَلْإِسْتِغَاثَةُ هِيَ الْإِسْتِعَانَةُ "

[تیسیر العزیز الحمید : ١٨٠]

''استعانہ اور استغاثہ مدد طلب کرنا اور مشکل حل کروانا ہے، دونوں ہم معنی ہیں۔''

اور مسلمان مدد اللہ سے طلب کرتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ ﴾ [الأنفال : ٩]

''جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے اللہ نے قبول کیا۔''

اب مدد کے معاملے میں پیر کو رب کا شریک کرنا کیا شرک نہیں۔ جب پیر صاحب اور حاجی امداد اللہ صاحب خود غیر اللہ سے فریادیں کر رہے ہیں تو مرید بے چارہ کیا کرے، فرماتے ہیں ؎

یا محمد مصطفیٰ! فریاد ہے
اے حبیب کبریاؐ! فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل
اے میرے مشکل کشا! فریاد ہے

(نالہ امداد غریب: ٢٢)

مولانا قاسم نانا توی فرماتے ہیں...... ؎

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

(قصائد قاسمی: ٦)

حالانکہ ہر نبی نے مدد کے لیے التجا مخلوق کی بجائے رب سے کی ہے جیسا کہ سیدنا یونس علیہ السلام

کے بارے میں آتا ہے کہ جب یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں قید کر دیے گئے تو انھوں نے بھی غیر اللہ کی بجائے اللہ سے التجائیں کیں، جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ﴾ [الأنبياء : ٨٧]

"یونس (علیہ السلام) نے اندھیروں میں پکارا، یہ کہ تیرے علاوہ کوئی الٰہ نہیں، تو پاک ہے۔"

مخلوق سے التجا اس لیے نہیں کی جا سکتی کہ وہ تو مجبور انسان ہیں، مختارِ کل تو اللہ تعالیٰ ہے، جیسا کہ اللہ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ ﴾ [الأعراف : ١٩٤]

"جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ تمھاری طرح انسان تھے۔"

اس سے بڑی بے وقوفی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایسے انسان سے کچھ مانگا جائے، التجائیں کی جائیں، دنیا میں اسے سہارا بنایا جائے جس کی ملکیت میں کچھ نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ﴾ [سبا : ٢٢]

"اے نبی! ان سے کہہ دیجیے جن کو تم اللہ کے علاوہ سمجھتے ہو ان کو پکارو وہ زمین و آسمان میں ایک ذرے کے بھی مالک نہیں ہیں۔"

فریاد کے لائق اللہ ہی ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے بارے میں آتا ہے:

﴿ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ ﴾ [الأنفال : ٩]

"(وہ وقت یاد کرو) جب آپ اپنے رب سے طلب کر رہے تھے، سو اس نے تمھاری دعا قبول کی۔"

یعنی ظاہری اسباب نہ ہونے کی وجہ سے مدد اللہ ہی سے طلب کی جاتی ہے، اسی طرح آپ دعا کرتے ہیں:

((اَللّٰهُمَّ اَغِثْنَا، اَللّٰهُمَّ اَغِثْنَا، اَللّٰهُمَّ اَغِثْنَا)) [بخاري، كتاب الاستسقاء، باب الاستسقاء في خطبة الجمعة غير مستقبل القبلة : ١٠١٤]

"اے اللہ! ہماری مدد فرما، اے اللہ! ہماری مدد کر، اے اللہ! ہماری مدد کر۔"

جنگ بدر کے موقع پر نبی ﷺ یوں دعائیں کرتے ہیں:

((اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ اَهْلِ الْإِسْلَامِ فَلَا تُعْبَدُ فِي الْأَرْضِ اَبَدًا قَالَ فَمَا زَالَ يَسْتَغِيثُ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَيَدْعُوْ))

[مسند أحمد : ۱/ ۳۰، ح : ۲۰۸]

''اے اللہ! اگر تو نے مسلمانوں کی اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو زمین پر کبھی تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔'' راوی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ مسلسل اپنے رب سے ایسے ہی دعا مانگتے اور اسے پکارتے رہے۔''

اسی طرح آپ ﷺ نے دجال کے فتنے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

((اِنَّ مِنْ فِتْنَتِهِ اَنَّ مَعَهُ جَنَّةً وَنَارًا فَنَارُهُ جَنَّةٌ وَ جَنَّتُهُ نَارٌ فَمَنِ ابْتُلِيَ بِنَارِهِ فَلْيَسْتَغِثْ بِاللّٰهِ وَلْيَقْرَأْ فَوَاتِحَ الْكَهْفِ فَتَكُوْنَ عَلَيْهِ بَرْدًا وَّسَلَامًا كَمَا كَانَتِ النَّارُ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ)) [ابن ماجه، أبواب الفتن، باب فتنة الدجال و خروج عيسى ابن مريم و خروج يأجوج ومأجوج : ۴۰۷۷]

''اس کے فتنہ میں سے ہے کہ اس کے ساتھ جنت اور دوزخ ہوگی، اس کی دوزخ دراصل جنت اور جنت دراصل دوزخ ہوگی۔ پس جو کوئی اس کی آگ سے آزمایا جائے وہ اللہ سے مدد مانگے اور سورۂ کہف کی شروع کی آیات تلاوت کرے تو وہ آگ اس پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی جیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی تھی۔''

ان تمام دلائل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دنیا و آخرت میں التجائیں صرف اللہ سے کرنی چاہییں۔

قبروں سے استفادہ اور دیوبندی:

خلیل احمد سہارنپوری صاحب لکھتے ہیں: ''مشائخ کی روحانیت سے استفادہ اور ان کے سینوں اور قبروں سے باطنی فیوض پہنچنا سو بے شک صحیح ہے۔'' (المہند علی المفند: ص۳۹)

اس عقیدے کو واضح کرنے کے لیے مندرجہ ذیل واقعہ پڑھیے جسے ارواح ثلاثہ کے مصنف ذکر کرتے ہیں:

''مولوی معین الدین صاحب مولانا محمد یعقوب صاحب کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ وہ مولانا کی ایک کرامت (جو بعد وفات واقع ہوئی) بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑے بخار کی بہت کثرت ہوئی، سو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے جا کر باندھ لیتا اسے بھی آرام ہو جاتا۔ بس لوگ اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی ڈالو تب ہی ختم۔ کئی مرتبہ ڈال چکا، پریشان ہو کر ایک دفعہ مولانا کی قبر پر جا کر کہا (یہ صاحبزادے بہت تیز مزاج تھے) آپ کی تو کرامت ہوگئی اور ہماری مصیبت۔ یاد رکھو! اگر اب کے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے، ایسے ہی پڑے رہو گے، لوگ جوتا پہنے تمھارے اوپر ایسے ہی چلیں گے۔ بس اسی دن سے کسی کو آرام نہ ہوا۔ جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی ویسے ہی یہ شہرت ہوگئی، اب آرام نہیں ہوتا۔ پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کر دیا۔'' (ارواح ثلاثہ: ص۳۳۹)

عقیدہ علم الغیب اور اہل دیو بند:

''زلزلہ در زلزلہ'' کے دیو بندی مصنف نجم الدین صاحب لکھتے ہیں: ''علمائے دیو بند ہرگز یہ نہیں کہتے کہ اللہ کے علاوہ غیب کی کوئی بات کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی۔'' (زلزلہ در زلزلہ: ص۱۰۱)

ایک جگہ نجم الدین صاحب یوں فرماتے ہیں: ''علمائے دیو بند اس بات کے بھی قائل ہیں کہ بعض علوم غیبیہ انبیاء، اولیاء، اصفیاء کو تو چھوڑیے معمولی لوگوں کو بھی معلوم ہو جاتے ہیں۔'' (زلزلہ در زلزلہ ص ۹۸)

ایک جگہ یوں کہتے ہیں: ''ہر دور میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے جنھیں پروردگار عالم نے نوازا اور بہت سی مخفی باتیں بتائیں۔'' (زلزلہ در زلزلہ: ص۱۱۴)

''انکشاف'' کے دیوبندی مصنف لکھتے ہیں: ''رہا اولیاء اللہ کو احیاناً عالم برزخ میں دنیا کے احوال کا علم ہو جانا تو ایسے علم کو علم غیب سے تعبیر کرنے والا سخت نادان اور جہالت میں مبتلا ہے۔'' (انکشاف: ص۹۳)

دیوبندی مولوی محمد یاسین صاحب لکھتے ہیں: ''شیخ ہرچہ گوید دیدہ گوید۔'' (تذکرۃ الرشید: ۱۲۲/۲)

''شیخ جو بات کہتا ہے دیکھ کر کہتا ہے۔''

دیوبندیوں کے امام حاجی امداد اللہ صاحب لکھتے ہیں: ''لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء اور اولیاء کونہیں ہوتا، میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک و غیبات کا ان کوعلم ہوتا ہے۔'' (شمائم امدادیہ: ص۶۱) مولوی انوار الحسن ہاشمی مبلغ دار العلوم دیو بند فرماتے ہیں: ''بعض کامل الایمان بزرگوں کو جن کی عمر کا بیشتر حصہ تزکیہ نفس اور روحانی تربیت میں گزرتا ہے باطنی اور روحانی حیثیت سے ان کو منجانب اللہ ایسا ملکہ راسخہ حاصل ہو جاتا ہے کہ خواب اور بیداری میں ان پر وہ امور خود بخود منکشف ہو جاتے ہیں جو دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔'' (مبشرات دار العلوم ص۱۲) حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ [النمل: ٦٥]

''اے نبی! کہہ دیجیے کہ زمین اور آسمان میں رہنے والوں میں سے غیب سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔''

﴿ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ ﴾ [یونس: ٢٠]

''اے نبی! آپ کہہ دیں کہ غیب اللہ ہی کے لیے ہے۔''

اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے یہ بات کہلواتا ہے:

﴿ قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ ﴾ [الأنعام: ٥٠]

''اے نبی! کہہ دیجیے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جاننے والا ہوں۔''

نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ﴾ [الأعراف: ١٨٨]

''اور اگر میں غیب جانتا تو میں بھلائیوں میں سبقت لے جاتا اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچتی۔''

نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ [فاطر: ٣٨]

''بے شک اللہ ہی زمین و آسمان کا غیب جاننے والا ہے۔''

اتحادِ ثلاثہ:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی مقام پر آپ کی خدمت میں یہ بات رکھ دوں کہ اس سلسلہ میں آپ کا مجھ سے قرآن اور حدیث کی دلیلیں طلب کرنا انصاف نہیں ہے۔ کیونکہ یہ شریعت کا معاملہ نہیں، یہ تو دین طریقت کا میدان ہے اور ان دونوں چیزوں میں مشرق ومغرب کا بعد اور زمین وآسمان کی دوری ہے۔ شریعت کی بنیاد جس طرح تین چیزوں پر ہے، قرآن وحدیث و اجماع اور اس کے بعد کہیں قیاس کا نمبر آتا ہے۔ اسی طرح اس دین طریقت کی بھی تین بنیادیں ہیں جن کو اتحاد ثلاثہ کا نام دیا جاتا ہے۔ میری خواہش یہ ہے کہ آپ کے سامنے مختصر ترین الفاظ میں دین طریقت کا لب لباب رکھ دوں، اس سے واقف ہو جانے کے بعد آپ تصوف کے سلسلہ کی ہر مشکل چٹکیوں میں حل کر لیں گے۔

''اتحاد ثلاثہ'' کا پہلا اصول یہ ہے:

ا۔ حلول:

اس نظریہ کی بنیاد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص غیر معمولی ریاضتوں کے ذریعے نفس کی صفائی اور روح کی بالیدگی پیدا کر لے یا کسی کو ورثہ میں یہ چیزیں ملی ہوں تو ذات خداوندی اس کے اندر حلول کر جاتی ہے یعنی لاہوت ناسوت میں اور موجد موجود میں اتر آتا ہے۔ اسی لیے ہندوؤں کے رشی، منی اور بدھ مت کے پیرو جنگلوں اور پہاڑوں میں گوشہ نشین ہو کر سخت ریاضتیں کرتے ہیں۔ یہی نظریہ عیسائیوں کا بھی ہے اور ان کی غیر معمولی ریاضتیں تاریخ کا جزو بن چکی ہیں۔ ان کے ریاضت کرنے والے اپنے بدن کو رسیوں کے ذریعہ ستون سے باندھ کر ایک ہی حالت میں قائم رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ یہاں تک کہ دن گزرتے جاتے اور رسی ان کے گوشت کو کاٹ کر اندر اترتی چلی جاتی اور زخم پیدا ہو کر ان میں کیڑے پڑ جاتے لیکن یہ لوگ اپنی یہ ریاضت ختم نہیں کرتے تھے بلکہ اس میں اضافہ کے لیے برابر کوشاں رہتے۔ زخم کے کیڑوں میں سے کوئی کیڑا اگر گر کر الگ ہو جاتا تو وہ اس کو پھر اٹھا کر زخم پر ڈال دیتے اور کہتے: ''کھا! جو تجھ کو تیرے مالک نے دیا ہے۔''

بہت سے ایسے بزرگ جنگلوں میں مارے مارے پھرتے اور گھاس پر گزارا کرتے، کچھ

حضرات جانوروں کے بھٹوں میں، کچھ پرانی قبروں میں اور بعض کنوؤں میں اپنا گھر بنا لیتے تھے۔ کوئی سالوں چپ رہتا اور کوئی ہاتھوں اور پیروں میں لوہے کی زنجیریں ڈالے دکھائی دیتا تھا۔

اس آخری امت میں اس نظریہ کی ابتدا عبداللہ بن سبا (یمنی یہودی جو خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں منافقانہ طور پر اسلام میں داخل ہوا تھا) کے پیروکاروں سے ہوئی۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ذات میں اور ان کی اولاد میں حلول کر آیا ہے اور اس طرح یہ حضرات اللہ کے ''اوتار'' ہیں۔ پھر حلول کا یہ عقیدہ عبداللہ بن سبا کے ماننے والوں نصیریہ، کیسانیہ ،قرامطہ اور باطنیہ سے ہوتا ہوا صوفیاء کے اندر داخل ہو گیا اور یہاں پہنچ کر وہ اصلی برگ و بار لایا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدائی کا عقیدہ خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شروع ہو گیا تھا۔ ''قوم زط'' کے ستر آدمی جو عبداللہ بن سبا کے چیلے تھے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اعلانیہ ''اِلٰہ'' پکارتے تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انھیں بہت سمجھایا لیکن جب وہ اپنا یہ عقیدہ بدلنے پر تیار نہ ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو آگ میں جھونک دیے جانے کا حکم دیا لیکن یہ لوگ اپنے ''الوہیت علی'' کے اس عقیدہ میں اس قدر پختہ تھے کہ آگ میں جل کر بھی پکارتے رہے کہ علی یقیناً رب ہیں۔ کیونکہ:

((لَا يُعَذِّبُ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ)) [سنن أبی داوٗد، کتاب الجهاد، باب فی کراهية حرق العدو بالنار : ٢٦٧٣]

''آگ کا عذاب کوئی نہیں دیتا مگر وہ جو آگ کا رب ہے۔''

اس طرح یہ لوگ اپنے آخری لمحات میں بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدائی کی گواہی دے کر مرے۔

یہی عقیدہ فرقہ سبائیہ و نصیریہ کا بھی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اندر اللہ تعالیٰ حلول کر گیا ہے اور اس لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ رب ہیں۔ بنوری صاحب نے اپنے والد صاحب کے عقد نکاح کے سلسلہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو عرش پر بٹھا کر اسی عقیدہ کو رونمائی کا موقع دیا ہے اور اسی لیے خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی فرما گئے ہیں کہ:

دل مرا بندہ نصیری کے خدا کا ہو گیا

اسی عقیدہ کے زیر اثر یہ کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر جو آواز سنی تھی وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی آواز تھی۔ صوفیاء میں حسین بن منصور حلاج اس عقیدہ کے پہلے علمبردار سمجھے جاتے ہیں۔ ان کا

عقیدہ یہی تھا کہ لاہوت ناسوت میں حلول کر جاتا ہے، خاص کر اپنے متعلق تو ان کا صریح دعویٰ تھا کہ مجھ میں اللہ حلول کر گیا ہے اور اسی وجہ سے وہ ''انا الحق'' کا نعرہ لگاتے تھے۔ ''حلول مطلق'' کا یہ عقیدہ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ساری کائنات میں حلول کیے ہوئے ہے، جو پہلے جہمیہ کا عقیدہ تھا، حسین بن منصور حلاج اور ان کے ساتھیوں کے ذریعہ اس امت میں درآیا اور آج یہ دین تصوف کی رگوں کا خون بنا ہوا ہے۔ یاد رہے احمد رضا صاحب نے عقیدہ حلول کے قائل کو کافر کہا ہے۔ (دیکھیے ان کا ترجمہ مع تفسیر المائدۃ: ۱۷، ۷۷)

جنید بغدادی کے شاگرد اور مرید شبلی نے بھی انھیں ساتھی قرار دیا اور اپنے سے زیادہ عقلمند ٹھہرایا۔ بہرحال کچھ ہو ان میں جرأت ضرور تھی کہ اپنے عقیدہ پر جمے رہے اور سر دے دیا، آج بھی یہی عقیدہ ہے مگر خوف کی وجہ سے تدتی اور تجلی کے نام سے اس کا اظہار کیا جاتا ہے۔ یہ ہے اتحاد ثلاثہ میں سے ایک نظریہ کی کارفرمائی۔ رہا اس اتحاد کا دوسرا جزو تو وہ اس سے بھی زیادہ ''عظیم الشان'' ہے۔

۲۔ وحدۃ الوجود:

''اتحاد ثلاثہ'' کا دوسرا جزو جس نے قرآن وحدیث کے بتلائے ہوئے خالق ومخلوق کے فرق کو بدل ڈالا ہے وحدۃ الوجود کا نظریہ ہے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز ایک ذات کے پھیلے ہوئے حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ کسی ایک چیز میں دوسرے سے غیریت نہیں یعنی خالق و مخلوق میں وحدت ہے اور دونوں ایک ہیں۔ اس نظریہ کے لحاظ سے کافر ومشرک، فاسق و فاجر، مومن و مسلم، شیطان وجن، کتا و بلی، نجاست و غلاظت یہ سب اللہ کے عین وجود ہیں۔ انھیں ذات الٰہی سے الگ نہیں کیا جا سکتا اور نہ ان میں اور ذات الٰہی میں کوئی غیریت ہے اور کائنات میں جو مختلف چیزیں نظر آتی ہیں یہ حس وادراک کا ظاہری پہلو ہے۔ ابن عربی جو صوفیاء میں شیخ اکبر کے نام سے پکارے جاتے ہیں، اس نظریہ کے موجد سمجھے جاتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ ہندومت سے لیا ہوا یہ نظریہ شروع ہی سے فن تصوف کی جان بنا رہا ہے۔ ہاں! ابن عربی اس امت مسلمہ کے اندر اس کے علمبردار بن کر ضرور اٹھے ہیں۔ فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم جیسی مشہور کتابیں لکھ کر اس کو حق ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنی پوری زندگی اس نظریہ کو پھیلانے میں لگا دی ہے۔ ان کی اس

کوشش کا ثمرہ یہ ہے کہ آج ہر صوفی کے یہاں اس بات کی کسی نہ کسی شکل میں نمائش ضرور ہے۔

ابن عربی کہتا ہے:

اَلرَّبُّ حَقٌّ وَ الْعَبْدُ حَقٌّ
یَا لَیْتَ شِعْرِیْ مَنِ الْمُکَلَّفُ

''پروردگار بھی حق ہے اور بندہ بھی حق، کاش! میں معلوم کر سکتا کہ ان میں سے مکلّف کون ہے؟''

اِنْ قُلْتَ عَبْدٌ فَذَاكَ مَیِّتٌ
اَوْ قُلْتَ رَبٌّ اَنّٰی یُکَلَّفُ

(فتوحات مکیہ: جلد ۱، ص ۱)

''اگر تم کہو کہ مکلّف بندہ ہے تو بندہ مردہ اور میت ہے، اگر تمھارا کہنا یہ ہے کہ ''رب'' تو وہ کیسے مکلّف ہو سکتا ہے؟''

اور لکھتا ہے:

فَیَا لَیْتَ شِعْرِیْ مَنْ یَکُوْنُ مُکَلَّفًا
وَ مَا ثَمَّ اِلَّا اللّٰهُ لَیْسَ سِوَاهُ

(رسائل ابن عربی کتاب الجلالۃ: ص ۱۲)

''کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ مکلّف کون ہے؟ درآں حالیکہ یہاں اللہ کے علاوہ کسی کا وجود ہی نہیں ہے۔''

اپنی کتاب فصوص الحکم کی فص ہارونیہ میں لکھتا ہے:

فَاِنَّ الْعَارِفَ مَنْ یَرَی الْحَقَّ
کُلَّ شَیْءٍ بَلْ یَرَاهُ عَیْنٌ کُلَّ شَیْءٍ

''پس عارف وہ ہے جو ہر چیز میں حق کو دیکھے بلکہ حق تعالیٰ کو ہر چیز کا عین دیکھے۔''

اور فص ہود میں لکھا:

''اِنَّهُ عَیْنُ الْاَشْیَاءِ''

''بے شک اللہ تعالیٰ اشیاء کا عین ہے۔''

اسی بات کو فتوحات مکیہ میں یوں کہتا ہے:

هُوَ الْحَقُّ عَيْنُ الْخَلْقِ اِنْ كُنْتَ ذَا عَيْنٍ
وَ فِي الْخَلْقِ عَيْنُ الْحَقِّ اِنْ كُنْتَ ذَا عَقْلٍ

''پس حق میں عین الخلق ہے اگر تو چشم بینا رکھتا ہے اور خلق میں عین الحق ہے اگر تو صاحب عقل ہے۔''

اس نظریہ کے لحاظ سے ہر چیز ذات الٰہی کا جزو اور حصہ ہے۔ کوئی چیز دوسری چیز سے غیریت نہیں رکھتی، صرف فرق مراتب کی وجہ سے صورتیں بدل گئی ہیں۔ کوئی انسان نظر آتا ہے، کوئی جانور، کوئی درخت نظر آتا ہے، کوئی پہاڑ، کوئی ولی اور کوئی نبی لیکن ایک فاسق و فاجر بھی دراصل ذات خداوندی کا ایسا ہی حصہ ہے جیسا ایک بزرگ ولی۔ اسی طرح ایک جانور بھی ذات حق کا ایک جزو ہے اور ایک پرندہ بھی۔ اسی لیے اس فن کے کاملین کبھی کسی جانور کے بولنے پر لبیک لبیک کا نعرہ لگاتے ہیں اور کبھی کوے کی آواز پر اور اگر دریافت کیا جائے کہ یہ کیا، یہ تو جانور اور کوے کی آواز ہے تو جواب ملتا ہے کہ مجھے تو ہر آواز، آواز خداوندی معلوم ہوتی ہے، اسی لیے میں لبیک لبیک کا نعرہ لگاتا ہوں۔ (نعوذ باللہ!) ابن عربی کے اس نظریہ نے قرآن و حدیث کی ساری قدروں کو بدل ڈالا ہے، عالم دنیا حادث کے بجائے قدیم بن گیا، اللہ تعالیٰ معطل کر ڈالا گیا، خیرو شر کی تمیز باقی نہ رہی، تکلیف اٹھالی گئی، جنت و جہنم بے معنی چیزیں بن گئیں۔ آخر وہ کون سا اللہ ہے جو اپنی ذات کو جہنم کے سپرد کر دے گا۔ ابن عربی کا ارشاد ہے کہ جہنم کی آگ ٹھنڈی ہو کر لطف ولذت کا سامان مہیا کرے گی۔ اس نظریہ نے اس قدر زور پکڑا کہ ساری دنیا میں اس کے حامی، اس کے علمبردار پیدا ہو گئے۔ کہیں مولانا جلال الدین رومی نے اس کا نعرہ لگایا اور کہیں خاندان ولی اللہ نے اس کے جھنڈے اٹھائے اور آج اسلام کی جو صورت بنی ہے اس میں سب سے بڑا ہاتھ اس نظریہ کا ہے۔

۳۔ وحدۃ الشہود:

''اتحادِ ثلاثہ'' کا تیسرا ٹکڑا ''وحدۃ الشہود'' ہے۔ اس کو ''فنا فی اللہ'' ہونا بھی کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنی محبت اور ریاضت کو اس قدر فروغ دے کہ حلولیوں کی طرح اللہ تعالیٰ کو

عرش سے اتار کر کسی ذات میں داخل کرنے کی بجائے خود عروج کرے اور بلند ہو کر ذات الٰہی میں داخل ہو جائے اور اس طرح اپنی ذات کو فنا کر کے بقا حاصل کر لے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ نظریہ ابن عربی کے وحدۃ الوجود کے مقابلہ میں شیخ علاء الدولہ سمنانی المتوفی ۷۳۶ھ نے ایجاد کیا ہے اور برصغیر ہندو پاک میں مجدد الف ثانی سرہندی نے اسے اوج کمال تک پہنچایا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ نظریہ شروع ہی سے تصوف کے ہر سلسلہ میں موجود رہا ہے۔ ابو اسماعیل ہردی (وفات ۴۸۱ھ) اس کے مبلغ اعظم اور علی ہجویری کشف المحجوب کے مصنف (وفات ۴۶۵ھ) اور شیخ عبدالقادر جیلانی غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب، الفتح الربانی کے مصنف (وفات ۵۶۱ھ) نے اس نظریہ کے جھنڈے اٹھائے ہیں، چاہے اس کو یہ نام نہ دیا ہو۔ ان تینوں نظریوں کی ایجاد کا مقصد یہ تھا کہ خالق و مخلوق، عبد و معبود کا وہ فرق باقی نہ رہے جو ذوق خدائی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور جس کو قرآن و حدیث نے ہر جگہ، ہر مرحلہ پر، ہر وقت، ہر آن بیان کیا ہے اور انجام کار ایسی ذاتیں وجود میں آئیں جو خالق و مخلوق، عبد و معبود دونوں کی صفات کی حامل ہوں۔ کبھی خالق بنیں کبھی مخلوق، کبھی عبد کبھی معبود اور زمانہ گواہ ہے کہ اس معاملہ میں ان حضرات کو پوری کی پوری کامیابی حاصل ہوئی اور عبد و معبود دونوں کی صفات سے مرکب ایسی بے شمار مخلوط ذاتیں وجود میں آئیں جو کبھی مشکل کشا بنائی گئیں اور کبھی داتا و دستگیر کہلائیں۔

''اتحاد ثلاثہ'' کے ان تینوں اجزاء پر نگاہ ڈالی جائے تو پہلی بات یہ سامنے آئے گی کہ یہ تینوں کے تینوں قرآن و حدیث کے یکسر خلاف ہیں لیکن ان تینوں نظریات میں صرف وحدت الوجود کے نظریہ میں یکسانی و ہمرنگی پائی جاتی ہے۔ کیونکہ اس کے مطابق ہر چیز ذات الٰہی کا ایک ٹکڑا ہے اور اس لیے ہم جنس۔ اور اگر اتحاد ہوتا ہے تو ہم جنس میں اتحاد ہوتا ہے۔ باقی دو نظریے حلول اور وحدت الشہود، تو وہ بالکل غیر معقول ہیں کیونکہ ان میں غیر جنسوں میں اتحاد کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ حلول ذات الٰہی کو ذات انسانی میں داخل کرتا ہے مگر عرش سے اتار کر اور وحدت الشہود ذات انسانی کو ذات الٰہی میں سموتا ہے اوپر اٹھا کر۔ لیکن اتنی بات تو بہر حال کہنی پڑے گی کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے اور یہ بھی کہ '' یہ دھوپ چھاؤں حسب ضرورت بھی خوب ہے'' مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس دین کے علمبرداروں کی اپنی کتابوں سے نمونہ کے طور پر چند اقتباسات آپ کے سامنے

آ جائیں۔ یاد رکھیے کہ بہت ہی اختصار سے کام لیا گیا ہے، ورنہ قرآن اور حدیث کے مقابلے کے لیے ان حضرات نے اس قدر مواد جمع کر رکھا ہے کہ اس کے لیے ہزاروں صفحات بھی کم ہیں۔

تصوف کی کتابوں کے نام:

اگر آپ تصوف کے بارے میں مکمل تحقیق اور آگاہی چاہتے ہیں تو ان کتابوں کا مطالعہ فرمائیں، حقیقت واضح ہو جائے گی:

۱۔ انیس الارواح۔ ۲۔ دلیل العارفین۔
۳۔ کشف المحجوب۔ ۴۔ تذکرۃ الاولیاء۔
۵۔ فوائد فریدیہ۔ ۶۔ ملفوظات احمد رضا۔
۷۔ اسرار الاولیاء۔ ۸۔ فوائد الفواد۔
۹۔ امداد المشتاق۔ ۱۰۔ فوائد السالکین۔
۱۱۔ مشائخ نقشبندی۔ ۱۲۔ اخبار الاخیار۔
۱۳۔ تذکرۂ اولیاء پاک و ہند ۱۴۔ تذکرہ غوثیہ۔
۱۵۔ کلام المرغوب۔ ۱۶۔ راحت القلوب۔
۱۷۔ انفاس العارفین۔ ۱۸۔ رسائل ابن عربی۔
۱۹۔ فیوض یزدانی۔ ۲۰۔ فتوحات مکیہ۔
۲۱۔ مشکوٰۃ الانوار۔ ۲۲۔ رسالہ قشیریہ

یاد رہے کہ مندرجہ بالا باب میں یہ چند جھلکیاں بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں، ظاہر ہے صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کے نزدیک ان کی حیثیت خرافات سے بڑھ کر نہیں۔ مذکورہ اولیائے کرام اگر واقعی بزرگ تھے تو پھر ان سے منسوب یہ باتیں صحیح نہیں اور اگر یہ باتیں صحیح ہیں تو پھر ان کی بزرگی مشتبہ ہے۔

جو لوگ ان باتوں کو کرامات سمجھتے ہیں اور ان کرامات سمیت مسلمانوں کو ان کی بزرگی منوانے پر مصر ہیں حقیقت میں یہی لوگ ان کی بدنامی کا باعث ہیں۔ حوالہ جات مذکورہ کی وجہ سے اگر کوئی شخص بزرگوں کی شان میں گستاخی کر بیٹھے تو بہت حد تک اس کی ذمہ داری انھی اندھے مریدوں پر عائد ہوتی ہے۔

فصل نہم

توحید فی العادت اور شرک فی العادت

توحید فی العادت کا مطلب یہ ہے کہ اپنی عادتوں میں اللہ تعالیٰ کو اکیلا اور لاشریک سمجھنا اور شرک فی العادت کا مطلب یہ ہے کہ اپنی عادات میں توحید کو مدنظر نہ رکھنا۔ اس میں مندرجہ ذیل امور قابل ذکر ہیں:

۱۔ شرکیہ نام رکھنا:

شرکیہ نام رکھنا مثلاً پیر بخش، میانداد، تحفۂ دستگیر وغیرہ۔ یہ نام بدل کر اللہ بخش، اللہ داد، تحفہ رحمٰن، عبدالرحمٰن، عبدالوہاب، عبداللہ جیسے توحید والے نام رکھنے چاہییں، جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام تبدیل کیے۔

۲۔ غیر اللہ کی قسم کھانا:

اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا شرک ہے۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے کہ اول تو مسلمان قسم ہی نہ اٹھائے لیکن اگر مجبور ہو جائے تو صرف اللہ کی قسم اٹھائے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے۔

۳۔ غیب کی باتیں پوچھنا:

نجومیوں وغیرہ سے غیب کی باتیں معلوم کرنے جانا اور ان پر یقین بھی رکھنا شرک ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جو شخص خبریں دینے والے کے پاس جائے، اس سے کوئی بات پوچھے تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوتی۔'' [مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکھانۃ

و إتيان الكهان : ٢٢٣٠]

اس وقت میرے سامنے اخبار جنگ لاہور مؤرخہ ۱۷ اپریل ۱۹۹۹ء ہے۔ جس کے صفحہ ۸ پر روحانیات کے ماہر اور دست شناس ایک باریش نجومی محمد یٰسین وٹو کی پشین گوئیاں بیان کی گئی ہیں۔ جن کا عنوان ہے مستقبل میں کیا ہونے والا ہے؟ اس مضمون میں نجومی مذکور نے مندرجہ ذیل پشین گوئیاں کی ہیں:

۱۔ صدر کلنٹن کسی بڑے حادثے سے دوچار ہو جائیں گے۔
۲۔ بھارتی وزیر اعظم واجپائی اقتدار سے محروم ہو جائیں گے۔
۳۔ پاکستان میں وافر مقدار میں معدنیات دریافت ہوں گئیں، جس سے ملک خوشحال ہو جائے گا۔
۴۔ نواز شریف اپنا موجودہ دور حکومت مکمل کریں گے۔
۵۔ مارشل لاء کا دور دور تک امکان نہیں۔

اب مارچ ۲۰۰۴ء ہے یعنی ان پشین گوئیوں کو ۵ سال مکمل ہو چکے ہیں۔ آپ خود اندازہ لگائیں کہ یہ باتیں سو فیصد جھوٹ ثابت ہو چکی ہیں۔

۱۔ کلنٹن اب تک کسی حادثے سے دوچار نہیں ہوا۔
۲۔ نہ واجپائی وزیر اعظم بھارت اب تک اقتدار سے محروم ہوا ہے۔
۳۔ نہ معدنیات مذکور اب تک دریافت ہوئیں ہیں اور نہ ہی پاکستان خوشحال ہوا ہے۔
۴۔۵۔ جنرل مشرف نے اکتوبر ۱۹۹۹ء میں حکومت پاکستان پر قبضہ کر لیا، نواز شریف اور اس کی حکومت برطرف کر دی گئی۔ اب تک نواز شریف جدہ میں ہیں اور وہاں جلاوطنی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ سچ فرمایا خالق کائنات نے:

﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴾

[النمل : ٦٥]

” کہہ دیجیے! اللہ کے سوا آسمان اور زمین میں کوئی بھی غیب کی باتیں نہیں جانتا، انھیں اس کی بھی خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔“

میں نوائے وقت کا باقاعدہ قاری ہوں، پچھلے کئی سالوں سے نوائے وقت لاہور میں چھپنے والی نجومیوں کی پیش گوئیاں جمع کر رہا ہوں، ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

یٰسین وٹو کی پیش گوئیاں:

۱۔ نوائے وقت لاہور کا سنڈے میگزین صفحہ ۱۵ مؤرخہ ۱۲ اپریل ۱۹۹۸ء:۔ (۱) نواز شریف بطور وزیراعظم پانچ سال پورے کریں گے، البتہ شہباز شریف نواز شریف سے آگے نکلتے نظر آرہے ہیں۔ (۲) مسئلہ کشمیر نواز دور ہی میں حل ہوگا اور اس ضمن میں عمل میں آنے والا فیصلہ پاکستان کے حق میں بہتر ہوگا۔ (۳) ۲۰۰۱ء سے ۲۰۰۳ء کے درمیان جماعت اسلامی نواز شریف کی سپورٹ کرے گی اور خارجہ سطح پر ایک اسلامی بلاک وجود میں آئے گا جس میں پاکستان کے علاوہ سعودی عرب، ایران، عراق اور سوڈان وغیرہ شامل ہوں گے۔ (۴) سرحد اسمبلی میں تبدیلی کا کوئی امکان نہیں۔

⌘ آپ نوٹ فرمائیں کہ مندرجہ بالا سب پیش گوئیاں غلط ثابت ہوئیں۔ اکتوبر ۱۹۹۹ء میں نواز شریف کی حکومت ختم کردی گئی اور وہ اب جدہ میں ہیں۔

۲۔ روزنامہ جنگ لاہور ۱۷ اپریل ۱۹۹۹ء صفحہ ۸:۔ (۱) رواں سال میں امریکہ کے صدر بل کلنٹن کسی حادثے سے دوچار ہوں گے۔ (۲) واجپائی وزیراعظم بھارت اس سال اقتدار سے محروم ہو جائیں گے اور بھارت میں شدید انتشار پھیلے گا۔ (۳) اس سال سرزمین پاکستان سے نایاب معدنیات نکلیں گی۔ (۴) اس سال کے اختتام تک نواز حکومت کئی کامیابیاں حاصل کرے گی۔ (۵) نواز شریف کی حکومت اپنی میعاد پوری کرے گی۔ ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۹ء کے بعد اپوزیشن مزید کمزور ہوگی۔ (۶) ملک میں مارشل لاء کا دور دور تک کوئی امکان نہیں۔ (۷) عمران خان اور جمائما میں کبھی علیحدگی نہیں ہوگی۔ (۸) شریعت بل اسی سال منظور ہو جائے گا۔

⌘ آپ نے غور فرمایا کہ وٹو صاحب کی مندرجہ بالا سب پیش گوئیاں ۱۰۰ فیصد غلط ثابت ہوئیں۔

۳۔ نوائے وقت لاہور مؤرخہ ۲۹ اپریل ۲۰۰۴ء:۔ (۱) مستقبل قریب میں ملک میں غیر معمولی تبدیلیاں رونما ہوں گی۔ (۲) پیٹر یالٹس کی وساطت سے پیپلز پارٹی کا جنرل مشرف کے ساتھ سمجھوتا ہوتا نظر آرہا ہے۔ (۳) آئندہ سال ملک میں عام انتخابات ہوں گے جن میں پیپلز پارٹی کو واضح اکثریت حاصل ہوگی۔ (۴) جنرل پرویز مشرف ۳۱ دسمبر ۲۰۰۴ء سے پہلے

بہرصورت وردی اتار دیں گے اور صدر پاکستان کی حیثیت سے کام کرتے رہیں گے۔

⌘ وٹو صاحب کی مندرجہ بالا سب پیش گوئیاں غلط ثابت ہوئیں ۔اس وقت نوائے وقت لاہور مؤرخہ ۱۷ مارچ ۲۰۰۵ء میرے سامنے ہے، جس کے صفحہ ۱۲ پر بے نظیر کا بیان ہے کہ حکومت پیپلز پارٹی کو وزارتوں سے ہٹا دے تو مفاہمت میں پیش رفت ہوسکتی ہے۔ حالانکہ وٹو صاحب اس کے الٹ فرمارہے ہیں۔

۴۔ نوائے وقت لاہور مؤرخہ ۱۴ مئی ۲۰۰۴ء:۔ (۱) جمالی حکومت کو بیرونی اور اندرونی نامساعد حالات کے باوجود سال رواں میں کوئی خطرہ نہیں، تاہم آئندہ سال ۲۰۰۵ء غیر معمولی تبدیلیوں کا سال ہے اور اسی سال جنرل الیکشن بھی ہوں گے جس میں پیپلز پارٹی واضح اکثریت حاصل کرے گی۔ (۲) واجپائی کی پارٹی کی طرح امریکہ کے صدر بھی الیکشن ہار جائیں گے۔

⌘ وٹو صاحب کا کہنا سب غلط ثابت ہوا۔

۵۔ نوائے وقت لاہور مؤرخہ ۵ نومبر ۲۰۰۴ء:۔ (۱) نومبر ۲۰۰۵ء تک اتحادی فوجیں عراق سے نکل جائیں گی۔ (۲) صدر پرویز مشرف سال رواں میں ۳۱ دسمبر سے پہلے وردی اتار دیں گے۔

⌘ وٹو صاحب کی سب پیش گوئیاں غلط ثابت ہوئیں۔

۶۔ نوائے وقت لاہور مؤرخہ ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۴ء:۔ (۱) آئندہ امریکی صدارتی انتخابات میں صدر جارج ڈبلیو بش جیت جائیں گے۔ (۲) صدر مشرف کالا باغ ڈیم کی تعمیر کا آغاز کر دیں گے۔ (۳) حکمرانوں کو سال رواں کی اس آخری سہ ماہی میں مشکلات اور پیچیدگیاں درپیش ہوں گی۔

⌘ سب پیش گوئیاں غلط ثابت ہوئیں، پہلے یٰسین وٹو صاحب نے مندرجہ بالا تحریر میں ۱۴ مئی ۲۰۰۴ء کی پیش گوئی میں کہا کہ واجپائی کی پارٹی کی طرح امریکہ کے صدر بھی الیکشن ہار جائیں گے اور پھر ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۴ء کی پیش گوئی میں فرمایا کہ آئندہ امریکی صدارتی انتخابات میں صدر جارج ڈبلیو بش جیت جائیں گے ۔ان کی ان دو متضاد پیش گوئیوں سے مجھے ایک لطیفہ یاد آ گیا، ایک جاہل میراثی کا جاہل پیر تھا، جاہل میراثی نے جاہل پیر سے عرض کی کہ

میری بھینس حاملہ ہے، بتائیں وہ کٹی دے گی یا کٹا؟ جاہل پیر نے جواب دیا اول تو کٹی دے گی، نہیں تو کٹا وٹ پر پڑا ہوا ہے۔ یہی بات ٹیلین وٹو صاحب نے کہی کہ صدر بش یا تو الیکشن ہار جائے گا یا پھر جیت جائے گا۔

۷۔ نوائے وقت لاہور سنڈے میگزین صفحہ ۱۹ مؤرخہ ۱۲ اپریل ۱۹۹۸ء میں خالد پرویز ملک صاحب ایڈووکیٹ کا مضمون شائع ہوا کہ ۲۰۰۰ء تک تیسری عالمی جنگ متوقع ہے۔ ۲۰۰۰ء کرۂ ارض کا آخری سال ہوگا، سب موت کی نیند سو جائیں گے، ۲۰۰۰ء میں دنیا ختم ہو جائے گی۔

⌘ یہ سب غلط ثابت ہوا۔

۸۔ جنگ لاہور مؤرخہ ۲۲ فروری ۲۰۰۰ء میں ہمایوں افضل کی چار پیش گوئیاں ہیں:۔(۱) سیارگان کی چال کے مطابق مسلم لیگ (ن) اور پیپلز پارٹی میں اتحاد نہ ہو سکے گا۔(۲) الطاف حسین کو ذہنی تفکرات کی وجہ سے اگست ۲۰۰۰ء تک ہارٹ اٹیک ہونے کا خطرہ ہے۔(۳) مسلم لیگ (ن) جون ۲۰۰۰ء تک کئی دھڑوں میں تقسیم ہو جائے گی۔(۴) بے نظیر بھٹو جون ۲۰۰۰ء کے بعد سے اپنے آپ کو احتساب کے لیے پیش کر دیں گی۔

⌘ یہ چاروں پیش گوئیاں غلط ثابت ہو چکی ہیں۔

۹۔ اور پھر نوائے وقت لاہور مؤرخہ ۳۰ جون ۲۰۰۴ میں ان کی تین پیش گوئیاں ہیں:۔(۱) ۲۹ جون ۲۰۰۴ء کے پاکستانی زائچہ کے مطابق موجودہ اسمبلیاں ستمبر اکتوبر تک چل سکیں گی۔(۲) موجودہ سسٹم میں شوکت عزیز کا وزیراعظم بننے کا امکان نہیں۔(۳) پیش گوئی کے مطابق ستمبر تا نومبر ۲۰۰۴ء کے درمیانی عرصہ میں نئے سسٹم کے تحت حکومت سازی ہوگی۔

⌘ یہ سب کی سب غلط ثابت ہوئیں۔

۱۰۔ اسی طرح نوائے وقت لاہور مؤرخہ ۲۷ فروری ۲۰۰۴ء میں مشہور نجومی ڈاکٹر محمد اسحاق کی ۹ پیش گوئیاں تھیں: (۱) ڈاکٹر عبدالقدیر خان ۱۹ مئی کے بعد اپنے زوال سے نکل جائیں گے اور آئندہ پاکستان کے صدر ہوں گے۔(۲) اگست تک کا عرصہ حکمرانوں کے لیے اچھا نہیں۔(۳) کسی سرکردہ لیڈر کی اچانک موت ہوگی، جس سے ملک میں سیاسی ماحول پیچیدہ اور افراتفری ہوگی۔(۴) ۱۵ مارچ کے بعد تبدیلیوں کا دور ہوگا۔(۵) میاں شہباز شریف

پندرہ مارچ کے بعد کسی بھی وقت پاکستان میں ہوں گے، ان کو ستمبر سے قبل بہت بڑی ذمہ داری سونپی جائے گی۔(۶) محترمہ بے نظیر بھٹو اپریل میں ایک بڑے ملکی سانحہ کے بعد واپس آجائیں گی۔(۷) امریکی صدر جارج بش الیکشن ہار جائیں گے۔(۸) ہندوستان میں بھارتیہ جنتا پارٹی دوبارہ الیکشن جیت جائے گی۔(۹) سونیا گاندھی پر قاتلانہ حملہ ہوگا۔

⌘ یہ سب کی سب غلط ثابت ہوئیں۔

۱۱۔ اسی طرح ثناء خاں نجومی کی نوائے وقت لاہور مؤرخہ ۱۱ جولائی ۲۰۰۴ء میں شائع شدہ ۵ پیش گوئیاں غلط اور لغو ثابت ہوئیں: (۱) اگلے تین مہینے اہم ہیں۔(۲) مرکز اور صوبوں میں سیاسی ردوبدل ہوگا۔(۳) شوکت عزیز جمالی کی طرح نہیں جائیں گے۔(۴) شوکت عزیز اور جنرل مشرف کی کبھی ہم آہنگی ممکن نہیں۔(۵) یقیناً ملک میں ڈرامائی تبدیلی آئے گی، خاص طور پر دسمبر کا مہینا بہت بھاری ہے۔

۱۲۔ زمرد حسین نقوی کی نوائے وقت لاہور میں یکم اکتوبر ۲۰۰۴ء کی پانچ پیش گوئیاں: (۱) صدر پرویز مشرف کے حوالے سے اکتوبر ۲۰۰۴ء انتہائی حساس اور نازک ہے۔خاص طور پر اکتوبر کا دوسرا اور تیسرا ہفتہ۔(۲) وزیراعظم شوکت عزیز کے معاملہ میں اکتوبر نومبر ۲۰۰۴ء اور فروری ۲۰۰۵ء کے آخری تین ہفتے اہم ہیں۔(۳) موجودہ اسمبلیاں کب اپ سیٹ ہوتی ہیں، اثرات کا آغاز ۱۲ نومبر ۲۰۰۴ء سے سترہ اٹھارہ دسمبر ۲۰۰۴ تک کے درمیانی عرصہ میں ہوگا۔(۴) بے نظیر اور آصف زرداری کے مستقبل کے ضمن میں اکتوبر نومبر ۲۰۰۴ء فیصلہ کن مہینے ہیں۔(۵) نواز شریف اور شہباز شریف اپنے نحس وقت کا بیشتر حصہ گزار چکے ہیں۔پاکستان واپسی کے حوالے سے ۱۲ نومبر ۲۰۰۴ء سے ۱۴ دسمبر ۲۰۰۴ء تک کا عرصہ انتہائی اہم ہے۔

⌘ یہ سب پیش گوئیاں غلط ثابت ہو چکی ہیں۔

۱۳۔ اور ۲ نومبر ۲۰۰۴ء کی یہ پیش گوئی کہ ۲ نومبر کے امریکی الیکشن متنازع رہیں گے، غلط ثابت ہوئی۔

۱۴۔ اسی طرح بھارتی نجومی بچھمن کی نوائے وقت لاہور مؤرخہ ۳۰ اکتوبر ۲۰۰۴ء میں شائع شدہ یہ پیش گوئی کہ بش کے ستارے گردش میں ہیں، کیری انتخاب جیت لیں گے، غلط ثابت ہوئی۔

علم نجوم کے متعلق ہم دو احادیث اس کتاب کے صفحہ ۳۲۷ اور ۳۲۸ پر بیان کر چکے ہیں اور مختلف نجومیوں کی پیش گوئیوں کی صداقت کے متعلق آپ اس باب میں پڑھ چکے ہیں، لیکن تفسیر مراد آبادی میں لکھا ہے: ''علم نجوم حق ہے۔'' (الصافات: ۸۹، ف ۸۷)

۴۔ اللہ پر ایمان اور ستاروں پر ایمان:

ستاروں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ انسان کی قسمت پر اثر انداز ہوتے ہیں، سراسر غلط ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ ستاروں سے لوگ رات کو راستہ معلوم کرتے ہیں، ستاروں سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے آسمان کو مزین فرمایا ہے اور یہ شیطانوں کے لیے مار ہیں۔ ان تین چیزوں کے علاوہ ستاروں کے متعلق کوئی چیز قرآن اور صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے اور اس سلسلہ میں صحیح حدیث بیان کی جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صبح کی نماز پڑھائی اور رات کو بارش ہو چکی تھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے لوگوں کی طرف چہرۂ مبارک کیا اور فرمایا: ''تم جانتے ہو تمھارا رب کیا فرماتا ہے؟'' انھوں نے عرض کیا: ''اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) خوب جانتے ہیں۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے صبح کو کچھ بندے میرے مومن ہوئے، کچھ کافر۔ جس نے کہا کہ اللہ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی وہ تو میرا مومن ہے اور ستاروں کا منکر اور جس نے کہا فلاں ستارے کے فلاں جگہ آنے سے بارش ہوئی، وہ میرا منکر اور ستاروں کا مومن۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب یستقبل الإمام الناس إذا سلم: ۸۴۱]

۵۔ ریا کاری:

مسلمان کو ہر کام صرف اللہ کی رضا کے لیے کرنا چاہیے۔ اگر وہ کوئی کام کرتا ہے اور اس میں دکھلاوا یعنی ریا کاری کرتا ہے تو وہ شرک ہے۔ (الماعون: ۶) اسی طرح صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کو سب سے پہلے جن کا فیصلہ ہوگا وہ ریا کار مجاہد، ریا کار عالم اور ریا کار سخی ہوں گے، جن کو ریا کاری کی وجہ سے اوندھے منہ گھسیٹتے ہوئے فرشتے جہنم میں ڈال دیں گے۔'' [صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب من قاتل للریاء والسمعة استحق النار: ۱۹۰۵]

۶۔ جاندار کی تصویر بنانا:

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تصویریں بنانے والے کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جو تصویر تو نے بنائی اس میں جان ڈال۔''

[بخاری، کتاب اللباس، باب عذاب المصورين يوم القيامة : ۵۹۵۱۔ مسلم، کتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان...... الخ : ۲۱۰۸]

اسی طرح زمانے کو برا کہنے سے بھی سختی سے منع کیا گیا ہے۔

دوسرا باب
اہل سنت والجماعت
کون......؟
فصل اول: ایمان وکفر
فصل دوم: سنت وبدعت
فصل سوم: حقیقی اہل سنت والجماعت
توحید و شرک
اہل سنت والجماعت کون...؟
تقلید ائمہ اربعہ
چند اہم امور کی وضاحت
شیعیت اور مرزائیت
متفرقات
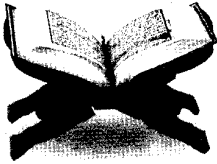
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور اپنے امیر کی بات سننا اور ماننا، اگرچہ وہ حبشی غلام ہی ہو، میرے بعد جو تم میں سے زندہ رہے گا وہ سخت اختلاف دیکھے گا۔ اس وقت تم میری سنت اور خلفائے راشدین کا طریقہ لازم پکڑنا، اسے دانتوں سے مضبوط پکڑے رہنا اور نئے نئے کاموں سے بچنا۔''

[أبو داؤد، كتاب السنة، باب في لزوم السنة : ٤٦٠٧۔ ترمذی، كتاب العلم، باب (ماجاء في) الأخذ بالسنة و اجتناب البدعة : ٢٦٧٦]

فصل اول

ایمان و کفر

ایمان کی تعریف:

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی تمام باتوں پر ایمان لانا، ان کو دل و جان سے صحیح ماننا اور قبول کرنا اور ان کے پسندیدہ کاموں پر عمل کرنا اور ناپسندیدہ کاموں سے بچنا ایمان کہلاتا ہے اور ایسے شخص کو مومن کہتے ہیں۔

کفر کی تعریف:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تمام باتوں سے انکار کرنا یا ان میں سے کسی ایک یا زیادہ فرمان کو قبول نہ کرنا اور اس پر ایمان نہ لانا کفر ہے اور ایسے شخص کو کافر کہتے ہیں۔

کفریہ امور:

۱۔ اسلام کے منافی چیزوں میں پہلی چیز شرک کرنا ہے۔ (النساء: ۴۸) مردوں اور غائب زندوں سے دعائیں مانگنا، ان کی دہائی دینا، مردوں کے لیے نذریں ماننا اور قربانی وغیرہ پیش کرنا اس شرک میں داخل ہے۔

۲۔ جس نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کچھ واسطے بنا لیے، ان سے دعائیں مانگیں، ان سے شفاعت طلب کی اور انھی پر بھروسا کیا تو بالاجماع کافر ہو گیا (جیسا کہ آج کل لوگ قبروں پر جا کر کہتے ہیں)۔ (یونس: ۱۸۔ الزمر: ۳)

۳۔ جس نے مشرکوں کو کافر نہیں سمجھا، یا ان کے کافر ہونے میں شک کیا، یا ان کے مذہب کو صحیح سمجھا۔

۴۔ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور کا طریقۂ زندگی زیادہ مکمل اور جامع ہے یا یہ عقیدہ رکھے کہ رسول اللہ ﷺ کے طریقۂ حکمرانی سے بہتر کوئی اور طریقۂ حکمرانی ہے تو وہ کافر ہے۔

۵۔ جس نے رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی کسی چیز کو ناپسند کیا خواہ وہ اس پر عمل ہی کیوں نہ کرتا ہو وہ شخص کافر ہو گیا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"کیونکہ انھوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع کر دیے۔" (محمد: ۹)

۶۔ جس نے رسول اللہ ﷺ کے دین کی کسی چیز کا یا اس کے جزا اور سزا کا مذاق اڑایا اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔ (التوبہ: ۶۵، ۶۶)

۷۔ جادو کیا یا اس سے رضا مند ہوا تو ایسا شخص کفر کا مرتکب ہو گیا۔ (البقرۃ: ۱۰۲)

۸۔ مسلمانوں کے خلاف مشرکوں سے تعاون کرنا اور ان کو مدد بہم پہنچانا۔ (المائدۃ: ۵۱)

۹۔ جس نے عقیدہ رکھا کہ کچھ مخصوص افراد شریعت رسول ﷺ کی پابندی سے آزاد ہو سکتے ہیں تو وہ کافر ہے۔ (آل عمران: ۸۵)

۱۰۔ اللہ کے دین سے اعراض کرنا، وہ اس طرح کہ آدمی نہ اس دین کو سیکھتا ہو اور نہ اس پر عمل کرتا ہو۔ (طٰہٰ: ۱۲۳ تا ۱۲۶)

۱۱۔ پیغمبروں کو انسانی جامہ میں اللہ سمجھنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ (المائدۃ: ۱۷)

۱۲۔ اللہ تعالیٰ کی کسی ایک آیت یا زیادہ آیات کے انکار سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ (الأعراف: ۳۷ تا ۴۱)

۱۳۔ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے یعنی انسان وہ بات کہے جو اللہ نے نہ کہی ہو۔ (ایضاً)

۱۴۔ غیر اللہ کو پکارنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ (ایضاً)

غیر اللہ کو پکارنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ (الأعراف: ۳۷ تا ۴۱) ان آیات کے متعلق احمد رضا

خانی ترجمہ مع تفسیر میں لکھا ہے کہ کفار کا جنت سے محروم رہنا قطعی ہے۔ (دیکھیے تفسیر مراد آبادی: الاعراف: ۳۷ تا ۴۱، فوائد ۵۶ تا ۷۰)

۱۵۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کو مخلوق کی کسی صفت کے مشابہ کیا تو وہ کافر ہے۔ (فقہ اکبر مقدمہ ہدایہ: ۴/۱)

۱۶۔ نکاح کیا کسی شخص نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی گواہی سے تو نکاح درست نہ ہوگا، اس کے کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے۔ اس کا کفر دو دلیلوں سے منقول ہے، اول یہ کہ اس نے حرام کو حلال جانا، اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے گواہی آدمیوں پر مخصوص کی ہے، اس کے سوا اور کی گواہی کا حکم نہیں دیا اور دوسری دلیل یہ ہے کہ جب اس نے رسول اللہ ﷺ کو گواہ قرار دیا تو رسول اللہ ﷺ کو عالم غیب ثابت کیا، حالانکہ علم غیب اللہ تعالیٰ کو خاص ہے۔ (درمختار: ۱۴/۲۔ النمل: ۶۵)

۱۷۔ جو نص کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ (مقدمہ ہدایہ: ۴۱/۱)

۱۸۔ جو کوئی قرآن کی ایک آیت کا انکار کرے یا قرآن میں سے کسی چیز میں عیب رکھے تو یہ کفر ہے۔ (مقدمہ ہدایہ: ۸۴/۱)

۱۹۔ جو اللہ کے کسی حکم سے مسخرا پن کرے یا اس کے وعدہ اور وعید سے انکار کرے تو وہ کافر ہے۔ (درمختار: ۵۹۱/۲، ۵۹۲)

۲۰۔ حدیث متواتر کا منکر کافر ہے۔ (ایضاً)

۲۱۔ ایک نے حدیث بیان کی دوسرے نے کہا یہ کچھ نہیں تو وہ کافر ہے۔ (ایضاً)

۲۲۔ جو سنت کو ہلکا جان کر برابر ترک کرے وہ کافر ہے۔ (مقدمہ ہدایہ: ۷۶/۱)

۲۳۔ جو سنت کو حقیر جانے گا وہ کافر ہے۔ (درمختار: ۲۳۹/۱)

۲۴۔ جو سنت کو حق نہ جانے گا وہ بھی کافر ہوگا۔ (ایضاً)

۲۵۔ کسی نے کہا ناخن تراشنا سنت ہے، دوسرا کہے کہ میں نہیں تراشوں گا تو کفر ہے۔ (مالا بد: ۱۴۰)

۲۶۔ اگر کہے کہ سنت کیا کام آوے گی تو کافر ہو جائے گا۔ (ایضاً)

۲۷۔ رافضی (شیعہ) جب شیخین (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) پر لعنت کرے تو وہ کافر ہے۔ (درمختار: ۲/۵۹۱)

۲۸۔ کوئی مقام بندے پر ایسا نہیں کہ احکام شرعی بندہ سے ساقط ہوں، اس کا خلاف کفر ہے۔
(مقدمہ ہدایہ: ۱/۳۴)

۲۹۔ جو عبادت کو معاف کہے وہ کافر ہے۔ (ایضاً)

۳۰۔ جو شخص قرآن میں سے کسی آیت کا منکر ہو وہ کافر ہے۔ (درمختار: ۲/۵۹۱، ۵۹۲)

۳۱۔ جو شخص مسخرا پن اور بے ادبی کسی آیت سے کرے وہ کافر ہے۔ (ایضاً)

۳۲۔ جو قرآن کو دف وغیرہ کی گت پر پڑھے وہ کافر ہے۔ (ایضاً)

۳۳۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ نماز پڑھ۔ اس نے جواب دیا کہ اس کو کون سر پر اٹھاوے یا بولا کہ تو نے نماز پڑھ کر کیا کیا یا یوں بولا کہ نماز پڑھنا یا نا پڑھنا برابر ہے، یہ سب کفر ہے۔
(ایضاً)

۳۴۔ جو شخص کہے ہم نے بہت نماز پڑھی، ہماری کوئی حاجت روائی نہ ہوئی تو وہ کافر ہے۔ (ایضاً)

۳۵۔ شریعت حقیقت سے باہر نہیں ہے، جو باہر جائے اس پر کفر کا خوف ہے۔ (درمختار: ۱/۲۰)

۳۶۔ رقص کرنے والے اور حلال جاننے والے اور حال کھیلنے والے کافر ہیں۔ (درمختار: ۲/۶۱۰)

۳۷۔ گانے باجے سے لذت اٹھانا کفر ہے۔ (درمختار: ۴/۲۲۲)

۳۸۔ صوفیا گانا سننے والے، حال کھیلنے والے مفسد، بے دین ہیں۔ (ہدایہ: ۴/۳۱۷)

۳۹۔ جو صوفی رقص میں مشغول ہوتے ہیں، ایسے لوگ شہر سے دور کر دیے جاویں۔
(فتاویٰ عالمگیری: ۹/۸۴)

۴۰۔ یا شیخ عبد القادر جیلانی شَیْئًا للہ کہنا خوف کفر سے خالی نہیں۔ (درمختار: ۶۱۰)

۴۱۔ جو ولی کے واسطے طے مسافت کو سچ کہے وہ جاہل و کافر ہے۔ (ایضاً)

۴۲۔ کاہن کی خبر کی تصدیق کرنا کفر ہے۔ (مقدمہ ہدایہ: ۱/۵۶)

۴۳۔ عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا کفر ہے۔ (ایضاً: ۸۶)

۴۴۔ حرام کھانے پر بسم اللہ پڑھے تو کفر ہے۔ (ایضاً: ۸۴)

۴۵۔ جو بسم اللہ کہہ کر حرام کھاوے تو کافر ہے۔ (مالا بد: ۱۴۸)

۴۶۔شراب پیتے وقت یا زنا کرتے وقت یا جوا کھیلتے وقت بسم اللہ کہے تو کافر ہے۔

(درمختار: ۲/۵۹۲)

۴۷۔ جو حرام مال سے صدقہ دے اور ثواب کی امید رکھے تو کافر ہے۔ (مالا بد: ۱۴۶)

۴۸۔ کوئی امر بالمعروف کرے (یعنی تبلیغ کرے) دوسرا کہے کیوں شور مچاتے ہو تو کافر ہے۔

(مالا بد: ۱۴۰)

۴۹۔ کوئی گناہ سے توبہ کرنے کو کہے اور وہ یہ کہے کہ میں نے کیا کیا ہے جو توبہ کروں تو کافر ہو جائے گا۔ (ایضاً: ۱۴۶)

۵۰۔ ﴿ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی ﴾ میں تَنْھٰی بطور مذاق کہے تو کفر ہے۔ (ایضاً: ۱۴۷)

۵۱۔ جو کہے کہ زر چاہیے علم کیا کام آئے گا تو کافر ہوگا۔ (ایضاً۔۱۴۷)

۵۲۔ جو کہے اس زمانہ میں بغیر خیانت اور دروغ گوئی گزر نہیں ہو سکتی یا روٹی نہیں ملتی تو کافر ہے۔

(درمختار: ۲/۵۹۳)

۵۳۔اغلام بازی کا حلال جاننے والا کافر ہے۔ (ایضاً: ۲/۴۷۴)

خلاصۂ تحریر ہر کلمہ گو کو چاہیے کہ ان کفریہ امور کو پڑھے، سمجھے اور ان سے پرہیز کرے، تا کہ اپنی عاقبت سنوار سکے۔

خلوص اور نفاق

خلوص کی تعریف:

خلوص دل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی باتوں پر ایمان لانا اور ان پر خلوص دل سے عمل کرنا خالص ایمان کی نشانی ہے اور جو ایسا نہیں کرتا وہ منافق کے زمرے میں آسکتا ہے۔

نفاق کی تعریف:

خلوص دل سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی باتوں پر نہ ایمان لائے نہ تہ دل سے عمل کرے یعنی دل و جان سے یقین رکھ کر ایمان نہ لائے اور عمل نہ کرے۔

قرآن وحدیث میں منافق کی کچھ نشانیاں ہیں، ان سے بچنا چاہیے:

۱۔ منافق نماز وغیرہ کی ادائیگی میں سستی کرتا ہے۔

۲۔ امانت میں خیانت کرتا ہے۔

۳۔ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔

۴۔ وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔

۵۔ جھگڑتا ہے تو ناحق کی طرف جاتا ہے اور گالی دیتا ہے۔

فصل دوم

سنت و بدعت

بدعت کی تعریف:

لغوی تعریف: یہ "بدع" سے لیا گیا ہے جس کا معنی ہے کسی چیز کا ایسے طریقے پر ایجاد کرنا جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ [البقرة: ١١٧]

"آسمانوں اور زمین کو بنانے والا۔"

یعنی ان کا ایجاد کرنے والا، ایسے طریقے پر جس کی پہلے کوئی مثال نہیں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ ﴾ [الأحقاف: ٩]

"کہہ دیجیے! میں اللہ کی جانب سے بندوں کی طرف پیغام لانے والا پہلا انسان نہیں ہوں۔"

بلکہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔

اور مثل ہے: "اِبْتَدَعَ فُلَانٌ بِدْعَةً" یعنی اس نے ایسا طریقہ ایجاد کیا ہے جسے اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا ہے۔

ابتداع و ایجاد کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ عادات میں ابتداع و ایجاد، جیسے نئی نئی ایجادات، مثلاً بجلی، ٹیلیفون، کار، ہوائی جہاز، فریج

وغیرہ اور یہ جائز ہے، اس لیے کہ عادات میں اصل اباحت ہے یعنی ثواب حاصل کرنے کے لیے کوئی کام کرنا۔

۲۔ دین میں نئی چیز ایجاد کرنا، یہ حرام ہے۔ اس لیے کہ دین میں اصل توقیف ہے یعنی اصل پر قائم رہنا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس کسی نے ہمارے دین میں کسی ایسی نئی چیز کی ایجاد کی جو دین سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔'' [بخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور ...... الخ : ۲۶۹۷۔ مسلم، کتاب الأقضية، باب نقض الأحکام الباطلة و رد محدثات الأمور : ۱۷۱۸]

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

''جس نے کوئی ایسا کام کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔''

[بخاری، تعلیقًا، کتاب البیوع، باب النجش، و من قال لا یجوز ذلك البیع۔ مسلم، کتاب الأقضية، باب نقض الأحکام الباطلة و رد محدثات الأمور : ۱۷۱۸/۱۸]

بدعت کی قسمیں:

دین میں بدعت کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم:

ایسی بدعت جس کا تعلق قول و اعتقاد سے ہے، جیسے جہمیہ، معتزلہ، رافضیہ اور تمام گمراہ فرقوں کے اقوال و اعتقادات۔

دوسری قسم:

عبادات میں بدعت، جیسے اللہ کی پرستش غیر مشروع طریقے سے کرنا اور اس کی چند قسمیں ہیں:

۱۔ نفس عبادت ہی بدعت ہو جیسے کوئی ایسی عبادت ایجاد کر لی جائے جس کی شریعت میں کوئی بنیاد اور اصل نہ ہو۔ مثلاً نماز غوثیہ، غیر مشروع نماز، غیر مشروع روزہ یا غیر مشروع عیدیں جیسے عید میلاد وغیرہ۔

۲۔ دوسری قسم جو مشروع عبادت میں زیادتی کی شکل میں ہو جیسے کوئی ظہر یا عصر کی نماز میں پانچویں رکعت زیادہ کر دے۔

۳۔ جو عبادت کی ادائیگی کے طریقوں میں ہو یعنی اسے غیر شرعی طریقے پر ادا کرے۔ جیسے مشروع اذکار و دعائیں اجتماعی آواز اور خوش الحانی سے ادا کرنا اور جیسے اپنے آپ پر عبادت میں اتنی سختی برتنا کہ وہ سنت رسول اللہ ﷺ سے تجاوز کر جائے۔

۴۔ جو مشروع عبادت کسی ایسے وقت کی تخصیص کی شکل میں ہو جسے شریعت نے خاص نہ کیا ہو۔ جیسے پندرھویں شعبان کی شب و روز کو نماز و روزے کے ساتھ خاص کرنا کیونکہ نماز و روزے اصلاً مشروع ہیں لیکن کسی وقت کے ساتھ خاص کرنے کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔

بدعت کی تمام قسموں کا حکم دینی نقطۂ نظر سے:

دین میں ہر بدعت حرام اور باعث ضلالت و گمراہی ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ”دین کے اندر تمام نئی پیدا کی ہوئی چیزوں سے بچو، کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“ [مسند أحمد : ١٢٦/٤ ـ أبوداؤد، كتاب السنة، باب في لزوم السنة : ٤٦٠٧]

اور رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے بھی:

((مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ))

[بخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور......الخ: ٢٦٩٧]

”جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جس کا تعلق دین سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔“

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))

[مسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام...... الخ : ١٧١٨]

”جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس کا تعلق دین سے نہیں تو وہ مردود اور نا قابل قبول ہے۔“

تو یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ دین میں ایجاد شدہ نئی چیز بدعت ہی ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور وہ مردود ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عبادات و اعتقادات میں بدعتیں حرام ہیں لیکن یہ حرمت بدعت کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہے۔ بعض بدعتیں صراحتاً کفر ہیں جیسے صاحب قبر سے تقرب حاصل کرنے کے لیے قبروں کا طواف کرنا اور ان پر ذبیحے اور نذر و نیاز پیش کرنا۔ ان سے مرادیں مانگنا اور فریاد رسی کرنا، یا جیسے غالی قسم کے جہمیوں اور معتزلیوں کے اقوال

ہیں بعض بدعتیں وسائل شرک میں سے ہیں جیسے قبروں پر عمارتیں تعمیر کرنا اور وہاں نماز پڑھنا اور دعائیں مانگنا۔ بعض بدعتیں فسق اعتقادی ہیں جیسے خوارج ، قدریہ اور مرجیہ کے اقوال اور مشروع دلیلوں کے مخالف ان کے اعتقادات۔ بعض بدعتیں معصیت و نافرمانی کی ہیں جیسے شادی و بیاہ سے کنارہ کشی اور دھوپ میں کھڑے ہوکر روزہ رکھنے کی بدعت اور شہوت و جماع ختم کرنے کی غرض سے خصی ہونے یا کرنے کی بدعت۔

جس نے بدعت کی تقسیم اچھی اور بری بدعت سے کی ہے وہ غلطی و خطا پر ہے اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث ((كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ)) [مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة : ٨٦٧] کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام بدعتوں پر گمراہی کا حکم لگایا ہے اور یہ صاحب کہتے ہیں کہ ہر بدعت گمراہی نہیں بلکہ کچھ بدعتیں ایسی ہیں جو نیک ہیں، اچھی ہیں۔

حافظ ابن رجب نے اپنی کتاب جامع العلوم والحکم میں رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان: ((فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ)) کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آپ ﷺ کا مذکورہ فرمان جامع کلمات میں سے ہے جن سے کوئی چیز خارج نہیں ہے۔ وہ اصول دین میں ایک عظیم اصل ہے اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان: ((مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ)) [بخاری : ٢٦٩٧۔ مسلم: ١٧١٨] کے مشابہ ہے۔ لہٰذا جس نے بھی کوئی نئی چیز ایجاد کی اور دین کی طرف اس کی نسبت کی اور دین میں اس کی کوئی اصل مرجع نہیں ہے تو وہ گمراہی ہے اور دین اس سے بری و الگ ہے، خواہ وہ اعتقادی مسائل ہوں یا ظاہری و باطنی اعمال و اقوال ہوں۔

بدعت حسنہ کہنے والوں کے پاس کوئی حجت و دلیل نہیں ہے سوائے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے تراویح کے بارے میں اس قول کے کہ ((نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ)) [بخاری، كتاب التراويح، باب فضل من قام رمضان : ٢٠١٠] ''یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے۔'' ان لوگوں کا کہنا یہ بھی ہے کہ بہت ساری چیزیں ایسی رو پذیر ہوئیں جن پر سلف نے کوئی نکیر نہیں کی ہے، جیسے کتابی شکل میں قرآن کریم کا جمع کرنا اور حدیث کی کتابت وتدوین۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ چیزیں ایسی ہیں جن کی شریعت میں اصل ہے، یہ نئی نہیں ہیں اور رہا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان تو اس سے مراد لغوی بدعت ہے نہ کہ شرعی بدعت۔ پس شریعت میں جس کی اصل موجود ہے، جس کی جانب رجوع کیا جاسکتا ہے تو جب

اسے بدعت کہا جاتا ہے تو وہ لغوی بدعت مراد ہوتی ہے نہ کہ شرعی۔ اس لیے کہ شرعی طور پر بدعت وہ ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو کہ اس کی جانب رجوع کیا جا سکے اور قرآن کریم ایک کتاب کی شکل میں جمع کرنے کی اصل شریعت میں موجود ہے، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ لکھنے کا حکم فرماتے تھے لیکن متفرق طور پر لکھا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک مصحف میں حفاظت کی غرض سے اکٹھا کیا۔

اور تراویح رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چند راتیں پڑھائیں آخر میں فرض ہونے کے خوف سے جماعت سے پڑھنا چھوڑ دیا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم برابر اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں اور وفات کے بعد الگ الگ گروپ بنا کر پڑھتے رہے یہاں تک کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ایک امام کے پیچھے تمام لوگوں کو جمع کر دیا جیسے نبی کریم ﷺ کے پیچھے پڑھتے تھے اور یہ دین کے اندر کوئی بدعت نہیں ہے۔

اور کتابت حدیث کی بھی شریعت میں اصل ہے، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حدیثیں لکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی اور عمومی طور پر آپ ﷺ کے زمانے میں اس کے لکھنے کی ممانعت تھی، اس ڈر سے کہ کہیں قرآن کے ساتھ خلط ملط نہ ہو جائے۔

لیکن جب آپ ﷺ کی وفات ہو گئی تو یہ خطرہ ٹل گیا کیونکہ قرآن کریم مکمل ہو گیا اور آپ ﷺ کی وفات سے پہلے ہی محفوظ کر لیا گیا تو اس کے بعد مسلمانوں نے سنت کو ضیاع سے بچانے کی غرض سے اس کی تدوین شروع کی۔ اللہ تعالیٰ انھیں اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین بدلا دے، اس لیے کہ انھوں نے اپنے رب کی کتاب اور نبی ﷺ کی سنت کو ضائع ہونے سے اور خلط ملط کرنے والوں کے کھیل سے محفوظ رکھا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ عام بدعتیں جن کا تعلق علوم و عبادات سے ہے یہ خلفائے راشدین کے آخری دور خلافت میں رونما ہوئیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کی خبر دی ہے۔ آپ نے فرمایا:

((مَنْ یَعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِیْ فَسَیَرَی اخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ))

[سنن أبی داؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة : ٤٦٠٧۔ مسند أحمد : ١٢٦/٤، ١٢٧۔ ح : ١٧١٤٥۔ سنن ابن ماجه، کتاب السنة (المقدمة) : ٤٣۔ سنن الترمذی :

۲۶۷۶۔ مسند الشاميين للطبرانی : ۱۷۳/۳، ح : ۲۰۱۷]

"تم میں سے جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے وہ بہت زیادہ اختلافات دیکھیں گے تو تم لوگ میری سنت اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت کو لازم کرلو اور اسی پر جمے رہو۔"

تو سب سے پہلے انکار تقدیر، انکارِ عمل، تشیع اور خوارج کی بدعتیں ظاہر ہوئیں، یہ بدعتیں دوسری صدی ہجری میں رونما ہوئیں جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے انھوں نے ان بدعتوں پر گرفت کی پھر اعتزال کی بدعت ظاہر ہوئی اور مسلمانوں میں طرح طرح کے فتنے ظاہر ہوئے۔ پھر خیالات میں اختلافات پیدا ہوئے۔ بدعات اور نفس پرستی کی جانب میلان ہوا۔ صوفیت اور قبروں پر تعمیر کی بدعتیں بہترین زمانوں کے گزر جانے کے بعد ظاہر ہوئیں اور ایسے ہی جوں جوں وقت گزرتا گیا قسم قسم کی بدعتیں بڑھتی رہیں۔

بدعتوں کے ظاہر ہونے کی جگہیں:

اسلامی ممالک بدعتوں کے ظاہر ہونے میں مختلف ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ بڑے بڑے شہر جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سکونت اختیار کی اور جن سے علم و ایمان کی قندیلیں روشن ہوئیں پانچ ہیں۔ دونوں حرم یعنی مکہ و مدینہ دونوں عراق یعنی بصرہ، کوفہ اور شام۔ انھی جگہوں سے قرآن و حدیث، فقہ و عبادت اور دیگر اسلامی امور کی کرنیں پھوٹیں اور بجز مدینہ نبویہ کے انھی شہروں سے اعتقادی بدعتیں نکلیں۔

کوفہ سے شیعیت و ارجا کی ابتدا ہوئی، جو بعد میں دیگر شہروں میں پھیلی اور بصرہ سے قدریت و اعتزال اور غلط و فاسد عبادتوں کا ظہور ہوا جو بعد میں دوسرے شہروں میں پھیلا اور شام ناصبیت اور قدریت کا گڑھ تھا، رہی جہمیت تو اس کا ظہور خراسان کی جانب سے ہوا اور یہ سب سے بری بدعت ہے۔

بدعتوں کا ظہور شہر نبوی سے دوری کے اعتبار سے ہوا اور جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فرقہ بندی ہوئی تو حروری بدعت کا ظہور ہوا لیکن مدینہ نبویہ ان بدعتوں کے ظہور سے محفوظ تھا، اگرچہ وہاں بھی کچھ ایسے لوگ تھے جو دلوں میں بدعات چھپائے ہوئے تھے مگر اہل مدینہ کے نزدیک وہ ذلیل و رسوا تھے کیونکہ مدینہ میں قدریہ وغیرہ کی جماعت تھی لیکن یہ لوگ ذلیل و مغلوب

تھے۔ اس کے برخلاف کوفہ میں شیعیت وارجا، بصرہ میں اعتزال و زاہدوں کی بدعتیں اور شام میں اہل بیت سے براءت کا اظہار، تو یہ چیزیں ان مقامات پر ظاہر و باہر تھیں۔ نبی کریم ﷺ سے صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ ''دجال مدینہ میں داخل نہیں ہوگا۔'' وہاں امام مالک کے شاگردوں کے زمانے تک علم و ایمان ظاہر و غالب رہا اور یہ لوگ چوتھی صدی ہجری کے ہیں۔ رہے تین بہترین صدیوں کے زمانے تو ان میں مدینہ نبویہ میں قطعی طور پر کوئی بدعت ظاہر نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی دین کے اعتقادی امور میں کوئی بدعت یہاں سے دوسرے شہروں کی طرح نکلی۔

بدعات ظاہر ہونے کے اسباب:

بلاشبہ کتاب و سنت پر مضبوطی سے جمے رہنے ہی میں بدعت و گمراہی میں پڑنے سے نجات ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ﴾

[الأنعام : ١٥٣]

''اور یہی میرا راستہ سیدھا ہے، اسی کی پیروی کرو اور دیگر راستوں کی پیروی نہ کرو جو تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں۔''

نبی کریم ﷺ نے اس کو سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں واضح کر دیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے ایک لکیر کھینچی اور فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے پھر اس کے دائیں بائیں چند لکیریں کھینچیں اور فرمایا یہ بہت سارے راستے ہیں اور ان میں سے ہر ایک راستے پر شیطان ہے جو اپنی جانب بلا رہا ہے۔'' [مسند أحمد : ١/٤٣٥، ٤٦٥۔ النسائی فی الکبریٰ کتاب التفسیر، باب قول تعالی ﴿ و إن هذا صراطی ﴾ : ١١١٧٤۔ صحیح ابن حبان : ٧،٦]

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ [الأنعام : ١٥٣]

''اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے، سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر

مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی، اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے، تاکہ تم پرہیز گاری اختیار کرو۔''

پس جو بھی کتاب وسنت سے روگردانی کرے گا تو اسے گمراہ کن راستے اور نئی نئی بدعتیں اپنی جانب کھینچ لیں گی۔ بدعتوں کے ظہور کے اسباب کا خلاصہ درج ذیل امور میں پیش کیا جاتا ہے:

دینی احکام سے لاعلمی و جہالت، خواہشات کی پیروی، آراء و اشخاص کے لیے عصبیت برتنا، کافروں کی مشابہت اختیار کرنا اور ان کی تقلید کرنا۔ ان اسباب کو قدرے تفصیل سے بیان کریں گے۔

دینی احکام سے لاعلمی و جہالت:

جوں جوں زمانہ گزرتا گیا اور لوگ آثار رسالت سے دور ہوتے گئے، علم کم ہوتا رہا اور جہالت عام ہوتی گئی جیسا کہ اس کی خبر نبی کریم ﷺ نے اپنی اس حدیث میں دی ہے:

''تم میں سے زندہ رہنے والا شخص بہت سارے اختلافات دیکھے گا۔''

[أبو داوٗد، كتاب السنة، باب في لزوم السنة : ٤٦٠٧]

اور اپنے اس فرمان میں بھی کہ ''اللہ تعالیٰ علم بندوں سے چھین کر نہیں ختم کرے گا بلکہ علماء کو ختم کر کے علم ختم کرے گا۔ یہاں تک کہ جب کسی عالم کو زندہ نہیں چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو رؤسا (مفتی) بنا لیں گے اور یہ لوگ مسئلہ پوچھے جانے پر بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، تو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

[بخاري، كتاب العلم، باب كيف يقبض العلم : ١٠٠]

تو علم اور علماء ہی بدعت کا منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں اور جب علم و علماء ہی کا فقدان ہو جائے تو بدعت کے پھلنے پھولنے اور بدعتیوں کے سرگرم ہونے کے مواقع پیدا ہو جاتے ہیں۔

خواہشات کی پیروی:

جو کتاب وسنت سے اعراض کرے گا وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرے گا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَآءَهُمْ ۚ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ﴾ [القصص : ٥٠]

''اگر یہ تیری نہ مانیں تو تو یقین کر لے کہ یہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے

ہیں اور اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو بغیر اللہ کی رہنمائی کے؟''

اور فرمایا:

﴿ اَفَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلۡمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمۡعِهٖ وَقَلۡبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنۡ یَّهۡدِیۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰهِ ﴾ [الجاثية : ٢٣]

''کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے؟''

اور یہ بدعتیں اتباع خواہشات کی پیداوار ہیں۔

مخصوص لوگوں کی رائے کے لیے تعصب برتنا:

کسی کی رائے کی طرف داری کرنا یہ انسان اور دلیل کی پیروی و معرفت حق کے درمیان بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاِذَا قِیۡلَ لَهُمُ اتَّبِعُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلۡفَیۡنَا عَلَیۡهِ اٰبَآءَنَا ؕ ﴾ [البقرة : ١٧٠]

''اور ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی فرماں برداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔''

اور آج کل یہی حالت متعصبین کی ہے، خواہ وہ مذہب صوفیت کے بعض پیروکار ہوں یا قبوری حضرات، جب انھیں کتاب وسنت کی پیروی اور ان دونوں کی مخالف چیزوں کو چھوڑنے کو کہا جاتا ہے تو یہ حضرات اپنے مذاہب، مشائخ اور آباؤ اجداد کو دلیل بناتے اور بطور حجت پیش کرتے ہیں۔

کافروں سے مشابہت اختیار کرنا:

کافروں سے مشابہت سب سے زیادہ بدعتوں میں مبتلا کرنے والی چیزوں میں سے ہے

جیسا کہ ابو واقد لیثی کی حدیث میں ہے، کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ حنین کی طرف نکلے اور ہمارے کفر کا زمانہ ابھی قریب ہی تھا۔ مشرکوں کے لیے ایک بیری کا درخت تھا جہاں یہ لوگ ٹھہرتے تھے اور جس کے ساتھ اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے، جسے ذات انواط کہا جاتا تھا۔ تو ہمارا گزر بیری کے درخت کے پاس سے ہوا۔ ہم لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ)! ہمارے لیے بھی ذات انواط بنا دیجیے جیسا کہ ان کے لیے ذات انواط ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سبحان اللہ! یہ تو ایسے ہی ہے جیسے موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم نے کہا تھا:

﴿اجْعَل لَّنَا إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ﴾ [الأعراف : ۱۳۸] ''ہمارے لیے بھی ایک معبود ایسا ہی مقرر کر دیجیے جیسے ان کے یہ معبود ہیں۔'' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ضرور پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلوں گے۔''

[ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء لترکبن سنن من کان قبلکم : ۲۱۸۰]

اس حدیث میں واضح بیان ہے کہ کفار کی مشابہت ہی نے بنی اسرائیل اور بعض صحابہ کو اس بات پر ابھارا کہ وہ اپنے نبی ﷺ سے ایسا غلط مطالبہ کریں کہ وہ ان کے لیے اللہ کو چھوڑ کر ایک ایسا معبود مقرر کر دیں جس کی وہ پرستش کریں اور اس سے تبرک حاصل کریں اور یہی آج حقیقت میں ہو رہا ہے، اس لیے کہ اکثر مسلمانوں نے شرک و بدعت کے ارتکاب میں کافروں کی روش اپنائی ہوئی ہے۔ جیسے برتھ ڈے منانا، مخصوص اعمال کے لیے دنوں اور ہفتوں کی تعیین، یادگاری چیزوں اور مناسبتوں سے جلسے جلوس منعقد کرنا، یادگاری تصویریں و مجسمے قائم کرنا، ماتم کی محفلیں منعقد کرنا، جنازے کی بدعتیں اور قبروں پر تعمیر وغیرہ، قبروں پر غیر شرعی کام اور غیر اللہ کو پکارنا۔

بدعتیوں کے متعلق امت مسلمہ کا موقف :

اہل سنت والجماعت ہمیشہ سے بدعتیوں کی تردید اور ان کی بدعتوں کا انکار کرتے رہے ہیں اور انھیں ایسا کرنے سے منع کرتے رہے ہیں۔ اس کی چند مثالیں آپ کے سامنے پیش کی جا رہی ہیں :

۱۔ سیدہ ام درداء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ ابو الدرداء (رضی اللہ عنہ) میرے پاس غصے کی حالت میں آئے۔ میں نے پوچھا: ''کیا بات ہے؟'' انھوں نے کہا: ''اللہ کی قسم! میں ان لوگوں میں محمد ﷺ کے دین سے کچھ نہیں جانتا ہوں سوائے اس کے کہ یہ تمام لوگ نماز

پڑھتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب فضل صلاۃ الفجر فی جماعۃ : ٦٥٠]

۲۔ عمرو بن یحییٰ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم لوگ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر صبح کی نماز سے پہلے بیٹھے ہوئے تھے کہ جب وہ باہر نکلیں تو ہم سبھی لوگ ان کے ساتھ مسجد کو چلیں۔ اتنے میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آئے اور کہا کہ کیا ابھی تک ابوعبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہ) نہیں نکلے؟ ہم نے کہا کہ نہیں تو وہ بھی ان کے نکلنے تک بیٹھ گئے۔ جب وہ نکلے تو ہم سبھی لوگ کھڑے ہو گئے۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن! میں نے ابھی مسجد میں ایک ایسی چیز دیکھی ہے جو مجھے بہت ناگوار گزری اور الحمدللہ خیر ہی دیکھی ہے۔ انھوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اگر وہ وہاں رہیں گے تو آپ بھی دیکھ لیں گے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے مسجد میں کچھ لوگوں کو حلقہ لگا کر بیٹھے ہوئے دیکھا، وہ نماز کے انتظار میں تھے، ہر حلقے میں ایک آدمی تھا اور ان کے ہاتھ میں کنکریاں تھیں۔ جب وہ کہتا کہ سو بار اللہ اکبر کہو تو سب لوگ سو بار اللہ اکبر کہتے اور جب وہ کہتا کہ سو بار لا الہ الا اللہ کہو تو وہ سو بار لا الہ الا اللہ کہتے ہیں۔ جب وہ کہتا کہ سو مرتبہ سبحان اللہ کہو تو وہ سو مرتبہ سبحان اللہ کہتے۔ انھوں نے کہا: ''کیوں نہیں تم نے انھیں اپنے گناہوں کو شمار کرنے کو کہا؟ اور تم ضمانت لے لیتے کہ تمھاری کوئی بھی نیکی ضائع نہیں ہوگی۔'' پھر وہ چلے ہم بھی ان کے ساتھ چل پڑے یہاں تک کہ ان حلقوں میں سے ایک حلقے کے پاس آکر کھڑے ہوئے اور کہا: ''یہ میں تمھیں کیا کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں؟'' تو انھوں نے جواب دیا: ''ابوعبدالرحمٰن! کنکریاں ہیں جن سے ہم تکبیر و تہلیل اور تسبیح و تحمید کا شمار کرتے ہیں۔'' سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم لوگ اپنی اپنی خطائیں شمار کرو، میں تمھارے لیے اس بات کی ضمانت لیتا ہوں کہ تمھاری کوئی نیکی برباد نہیں ہوگی۔ اے امت محمد! تمھاری تباہی و بربادی ہو، کتنی جلدی تمھاری ہلاکت آگئی۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت موجود ہے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برتن ٹوٹے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کیا تم لوگ ایسے طریقے پر ہو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے زیادہ بہتر ہے یا گمراہی کے دروازے کھولنے والے ہو۔''

تو ان لوگوں نے کہا کہ ''اللہ کی قسم! اے ابو عبدالرحمٰن! ہمارا مقصد صرف خیر ہی کا ہے۔'' انھوں نے کہا کہ ''کتنے خیر کے متلاشی اسے ہرگز نہیں پا سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایک حدیث سنائی کہ ''ایک قوم قرآن مجید پڑھے گی لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا'' اور اللہ کی قسم مجھے معلوم نہیں، ہو سکتا ہے کہ وہ زیادہ تر تمھیں میں سے ہوں۔'' یہ کہہ کر وہاں سے واپس چلے گئے۔

عمرو بن سلمہ کہتے ہیں کہ ہم نے انھیں نہروان کے دن دیکھا کہ وہ خوارج کے ساتھ ہم سے نیزہ زنی کر رہے تھے۔ [سنن الدارمی : ١/٦٨، ٦٩ و فی النسخة الأخری : ١/٢٨٦، ٢٨٧، ح : ٢١٠ و إسناده حسن لذاته۔ تاریخ واسط ص : ١٩٨، ١٩٩ لأسلم بن سهل البخشل]

٣۔ ایک آدمی امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آکر کہنے لگا کہ میں کہاں سے احرام باندھوں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ اس میقات سے جو رسول اللہ ﷺ نے مقرر کیے، وہاں سے احرام باندھو۔ آدمی نے کہا کہ اگر اس سے دور سے احرام باندھوں تو؟ امام مالک نے کہا کہ یہ میں اچھا نہیں سمجھتا۔ تو اس آدمی نے کہا کہ اس میں آپ کیا برا سمجھتے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ تمھارے فتنے میں پڑنے کا مجھے خوف ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ خیر کے زیادہ چاہنے میں کیا فتنہ ہو سکتا ہے۔ تو امام مالک نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾

[النور : ٦٣]

''سنو! جو لوگ حکم رسول (ﷺ) کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انھیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔''

پھر فرمایا:

''اور کون سا فتنہ اس سے بڑا ہو سکتا ہے کہ تم نے اپنے آپ کو ایسے فضل کے ساتھ خاص کیا جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص نہیں تھا۔''

یہ چند نمونے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر زمانے میں علمائے کرام بدعتیوں کا انکار کرتے رہے ہیں۔

بدعتیوں کی تردید میں اہل سنت والجماعت کا طریقۂ کار:

اس سلسلے میں ان کا طریقہ کتاب وسنت پر مبنی ہے اور یہی طریقہ فائدہ مند ہے۔ وہ اس طرح کہ بدعتیوں کے شبہات پیش کرنے کے بعد اس کا توڑ پیش کرتے ہیں اور سنتوں پر کاربند رہنے، بدعات ومحدثات سے باز رہنے کے وجوب پر کتاب وسنت سے دلیلیں پیش کرتے ہیں اور اس سلسلے میں بے شمار کتابیں تالیف کی گئی ہیں اور ایمان وعقیدہ کے بارے میں شیعہ، خوارج، جہمیہ، معتزلہ اور اشاعرہ کے بدعتی اقوال پر کتب عقیدہ میں تردید کی گئی ہے۔ یاد رہے کہ قرآن وحدیث میں کسی عمل کے اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہونے کی تین شرائط ہیں: ''عقیدہ کا درست ہونا، عمل خالص اللہ کی رضا کے لیے کیا جائے اور عمل رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق کیا جائے۔''

اگر مندرجہ بالا شرائط میں سے ایک یا زیادہ شرائط پوری نہ ہوں گی تو وہ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں ناقابل قبول ہوگا۔

سنت کی تعریف:

سنت کے معنی ہیں طریقہ یعنی دین میں عقائد واعمال واخلاق ومعاملات اور عادات میں رسول اللہ ﷺ کا جو طریقہ تھا وہ آپ ﷺ کی سنت ہے۔

بدعت کی تعریف:

بدعت سنت کا الٹ ہے، جس کو سنت کہتے ہیں وہ بدعت نہیں ہے اور جو بدعت ہے وہ سنت نہیں ہے اور بدعت ہر وہ عمل ہے جس کی اصل دین میں نہیں لیکن لوگ اسے ثواب حاصل کرنے کی نیت سے کرتے ہیں۔

فصل سوم

حقیقی اہل سنت والجماعت

اہل سنت و الجماعت سے مراد وہ لوگ ہیں جو سنت کی بیان کردہ تعریف پر پورے اترتے ہوئے سنت کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اگر دین میں کوئی نیا عقیدہ داخل کیا گیا تو وہ شرک فی الحکم میں آئے گا اور اگر دین میں کوئی نیا عمل داخل کیا گیا تو وہ بدعت ہے۔ (النساء: ۱۱۵۔ المائدۃ:۳)
اور اس میں وہ حدیث بھی آتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور اپنے امیر کی بات سننا اور ماننا، اگرچہ وہ حبشی غلام ہی ہو، میرے بعد جو تم میں سے زندہ رہے گا وہ سخت اختلاف دیکھے گا۔ اس وقت تم میری سنت اور خلفائے راشدین کا طریقہ لازم پکڑنا، اسے دانتوں سے مضبوط پکڑے رہنا اور نئے نئے کاموں سے بچنا۔'' [أبو داوٗد، کتاب السنة، باب في لزوم السنة : ٤٦٠٧۔ ترمذی، کتاب العلم، باب (ماجاء فی) الأخذ بالسنة و اجتناب البدعة : ٢٦٧٦]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر بدعت گمراہی ہے، کوئی بدعت حسنہ نہیں۔ خلفائے راشدین کے فیصلوں کے متعلق مندرجہ ذیل امور قابل غور ہیں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کا مسئلہ:

جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ایک عظیم آزمائش میں ڈالا، انھوں نے مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ اگر کوئی یہ کہے گا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں تو میں تلوار سے اس کا سر اڑا دوں گا۔ اس کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی میت کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں دیکھ کر مسجد نبوی ﷺ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتماع میں

تشریف لائے اور خطبہ دیا:

''جو شخص رسول (ﷺ) کی پوجا کرتا تھا تو رسول اللہ تو وفات پا گئے اور جو اللہ کی پوجا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ تو زندہ ہے۔''

سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے، جن میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، اس بات سے اتفاق کیا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے اور اس کے بعد کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے روضۂ اطہر پر جا کر کوئی عرض پیش نہیں کی بلکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حکومت کے زمانہ میں جب قحط پڑتا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ روضۂ مبارک پر حاضر ہونے کی بجائے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے بارش کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرواتے اور بارش ہو جاتی۔ اس بحث کے بعد یہ بات کلی طور پر ثابت ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ آپ ﷺ وفات پا چکے ہیں اور اب آپ ﷺ کے ساتھ رابطہ نہیں ہوسکتا۔ لیکن اب کچھ کلمہ گو جن میں حنفی بریلوی، حنفی دیوبندی، شیعہ اور تبلیغی جماعت والوں کا عقیدہ ہے کہ فوت شدگان سے رابطہ ہوسکتا ہے اور یہ دین میں نیا عقیدہ ہے۔

۲۔ نماز تراویح کی جماعت:

سب کو معلوم ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں تین رات نماز تراویح کی جماعت کی امامت فرمائی، پھر آپ ﷺ نے کبھی بھی نماز تراویح جماعت سے نہیں پڑھائی۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی نماز تراویح کی جماعت نہیں ہوئی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں بھی کچھ عرصہ تک تراویح کی جماعت نہیں ہوئی۔ ایک رات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز تراویح با جماعت پڑھنے کا حکم دیا۔ [بخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان: ۲۰۰۹، ۲۰۱۰] اور اس سے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے اتفاق کیا اور یہ اہل سنت والجماعت کا عمل ٹھہرا۔

۳۔ حج تمتع کا مسئلہ:

رسول اللہ ﷺ نے حج تمتع کا حکم فرمایا، اس کے بعد حج تمتع ادا کیا جاتا رہا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں انھوں نے بعض وجوہات کی بنا پر حج تمتع سے مسلمانوں کو منع فرمایا لیکن سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے اتفاق نہیں کیا لہٰذا حج تمتع نہ کرنا اہل سنت والجماعت کا عمل نہ

ٹھہرا اور سنت رسول ﷺ کے مقابلے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کو تسلیم نہ کیا گیا۔ [بخاری، کتاب الحج، باب التمتع علی عهد رسول الله ﷺ : ۱۵۷۱۔ سنن الترمذی کتاب الحج، باب ماجاء فی التمتع : ۸۲۴]

پھر بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق ہم اس معاملہ میں کوئی مخالفانہ ردعمل ظاہر نہیں کر سکتے بلکہ خاموشی اختیار کریں گے۔

۴۔ خلافت اور عمر رضی اللہ عنہ کا موقف:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر مسجد نبوی میں صبح کی نماز کے وقت جب حملہ ہوا تو وہ شدید زخمی ہو گئے تو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کے پاس حاضر ہوئے اور کہا میں نے لوگوں سے ایک بات سنی، وہ کہتے ہیں کہ آپ کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کریں گے۔ میرے کہنے سے وہ ایک گھڑی تک سر جھکائے رہے پھر سر اٹھایا اور کہا اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کرے گا اور میں اگر خلیفہ مقرر نہ کروں تو رسول اللہ ﷺ نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا پھر اگر خلیفہ مقرر کروں تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ مقرر کیا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا پھر قسم اللہ تعالیٰ کی! جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا تو میں سمجھ گیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے برابر کسی کو نہیں کرنے والے اور وہ خلیفہ مقرر نہیں کریں گے۔

[مسلم، کتاب الإمارة، باب الاستخلاف و ترکه : ۱۸۲۳]

یعنی رسول اللہ ﷺ کی پیروی سیدنا عمر و سیدنا ابو بکر (رضی اللہ عنہما) کی پیروی سے مقدم ہے۔ گو سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے فعل بھی خلاف شرع نہ تھے۔ مومن کا یہی کام ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرے اور جب آپ ﷺ کا قول یا فعل بصحت پہنچ جائے پھر اس کے خلاف کسی اور کے قول اور فعل کی کچھ پروا نہ کرے اور اپنے پیغمبر ﷺ کے طریقے پر چلے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل کے مقابلہ میں سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی بات نہ مانی جائے گی تو پھر دوسرے مسلمانوں کی بات تو بالکل ہی نہ مانی جائے گی اور اگر کوئی مانے تو پھر اس کی عقل کا آپ خود اندازہ لگا لیں اور ایسے شخص کا انجام برا ہوگا۔

سنت کو مضبوطی سے پکڑنے اور بدعت سے بچنے کا بیان:

جو شخص عقیدے اور عمل میں سنت نبوی ﷺ پر عمل کرتا ہے اور خلفائے راشدین کے طریقہ پر چلتا ہے وہ کامیاب ہے اور جو انسان بدعتی ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر صبر نہیں کرتا اور خلفائے راشدین کے طریقے پر نہیں چلتا بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی مقرر کردہ حدود سے باہر نکل جاتا ہے، وہ ناکام ہے۔ یاد رہے کہ سنت کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ سنت قولی:

یعنی رسول اللہ ﷺ کا زبانی ارشاد مبارک سنت قولی کہلاتا ہے۔ مثلاً آپ کا فرمان: ''کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھو۔'' [مسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام و الشراب و أحكامهما : ٢٠٢٢]

۲۔ سنت عملی:

رسول اللہ ﷺ کے عمل مبارک کو سنت عملی کہتے ہیں۔ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں جب ہم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو رسول اللہ ﷺ ہماری صفیں درست فرماتے اور جب ہم سیدھے کھڑے ہو جاتے تو پھر اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع فرماتے۔ [أبو داؤد، كتاب الصلوة، باب تسوية الصفوف : ٦٦٥]

۳۔ سنت تقریری:

رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں جو کام کیا گیا ہو اور آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی ہو یا اس پر اظہار پسندیدگی کیا ہو، اسے سنت تقریری کہتے ہیں۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو صبح کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھتے دیکھا تو فرمایا صبح کی نماز تو دو رکعت ہے۔ اس آدمی نے جواب دیا میں نے فرض نماز سے پہلے دو رکعتیں نہیں پڑھی تھیں لہٰذا اب پڑھی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ یہ جواب سن کر خاموش ہو گئے (یعنی اس کی اجازت دے دی)۔ [أبو داؤد، كتاب التطوع، باب من فاتته متى يقضيها : ١٢٦٧]

سنت کی یہ تینوں قسمیں ایک ہی مرتبے کی ہیں اور شریعت میں حجت کا درجہ رکھتی ہیں، کیونکہ:

۱۔ دین کے معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کی اطاعت فرض ہے۔ (الأنفال : ۲۰۔ النور : ۵۶۔ النساء : ۸۰)

۲۔ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کامیابی کی ضمانت ہے۔ (النور : ۵۱،۵۲)

۳۔ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق کیے اعمال کا پورا پورا اجر وثواب ملے گا۔ (الحجرات : ۱۴)

۴۔ گناہوں کی مغفرت رسول اللہ ﷺ کی اتباع کے ساتھ مشروط ہے۔ (آل عمران : ۳۱)

۵۔ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے والے لوگ قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔ (النساء : ۶۹)

۶۔ اللہ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے باوجود بعض لوگ عملاً اللہ اور رسول ﷺ کا حکم نہیں مانتے، ایسے لوگ مومن نہیں۔ (النساء : ۶۱)

۷۔ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نہ کرنے کا نتیجہ باہمی انتشار اور لڑائی جھگڑے ہیں۔ (الأنفال : ۴۶)

۸۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی گمراہی ہے۔ (الأحزاب : ۳۶)

۹۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے والے اپنے عمل کے خود جواب دہ ہوں گے۔ (المائدۃ : ۹۲)

۱۰۔ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرنے کی سزا جہنم اور رسوا کن عذاب ہے۔ (الفتح : ۱۷)

۱۱۔ سنت کی اتباع کرنے والوں کو رسول اللہ ﷺ نے جنت کی خوشخبری دی ہے۔ [بخاری، كتاب الإعتصام بالكتاب والسنة، باب الإقتداء بسنن رسول الله ﷺ : ۷۲۸۰]

۱۲۔ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور فرماں برداری اللہ کی اطاعت اور فرماں برداری ہے۔ (النساء : ۶۴، ۸۰)

۱۳۔ امت میں اختلافات کے وقت آپ ﷺ کی سنت پر مضبوطی سے جمے رہنا ہی نجات کا باعث ہوگا۔ [أبو داوٗد، كتاب السنة، باب في لزوم السنة : ۴۶۰۷]

۱۴۔ وہ عمل قابل ثواب ہے جو سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہو۔ جس نے رسول اللہ ﷺ کی سنت سے منہ موڑا اس کا آپ ﷺ سے کوئی تعلق نہیں۔ [بخاری، کتاب النکاح، باب

الترغيب فی النکاح : ۵۰۶۳]

۱۵۔ سنت کا علم ہو جانے کے بعد اس پر عمل نہ کرنے والے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ نے نافرمان کہا۔[مسلم، کتاب الصیام، باب جواز الصوم والفطر فی شهر رمضان للمسافر فی غير معصية ...... الخ : ۱۱۱۴]

یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں : ۱۔ کیا توحید کے بغیر انسان مسلمان کہلا سکتا ہے؟ قرآن تو یہی کہتا ہے کہ جس کے پاس توحید نہیں وہ مسلمان نہیں ہے۔ ۲۔ کیا اطاعت رسول ﷺ کے بغیر محبتِ رسول ﷺ کے دعویٰ کے کوئی معنی ہیں؟ اطاعت رسول ﷺ کے بغیر محبت رسول ﷺ کا دعویٰ بے معنی ہے۔

بدعت کی حقیقت :

ان آثار و نصوص کی روشنی میں مندرجہ ذیل حقائق سامنے آتے ہیں :

۱۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں احکامات وضع کیے ہیں وہیں ان احکامات پر عمل کرنے کا طریقہ بھی متعین فرما دیا ہے، لوگوں کی اپنی مرضی پر نہیں چھوڑ دیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کو ہمارے لیے نمونہ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ [الأحزاب : ۲۱]

''یقیناً تمھارے لیے رسول اللہ (ﷺ) کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔''

اور ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم اس نمونہ کو اختیار کریں۔ ارشاد ربانی ہے :

﴿ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ﴾ [الحشر : ۷]

''جو رسول (ﷺ) تمھیں دیں اسے لے لو اور جس سے روک دیں رک جاؤ۔''

۲۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت اپنی خواہشات کے مطابق نہیں بلکہ جس طریقے سے اللہ تعالیٰ نے مشروع کی ہے اسی طرح کی جائے گی۔

۳۔ جو چیز کتاب و سنت سے ثابت ہو اس کو تقویٰ سمجھتے ہوئے ترک کر دینا گمراہی ہے۔ مثلاً نکاح جو کتاب و سنت سے ثابت ہے اگر کوئی زہد و تقویٰ سمجھتے ہوئے نکاح کو ترک کر دے تو وہ گمراہ ہے۔ اسی لیے نبی ﷺ نے ان تین آدمیوں کو جو زہد و تقویٰ میں آگے بڑھنا چاہتے

تھے، سختی سے منع فرما دیا۔ [بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح : ٥٠٦٣]

۴۔ بدعت اضافی بھی گمراہی ہے۔ بدعت اضافی اس بدعت کو کہتے ہیں جو اصل کے اعتبار سے تو مستند ہو لیکن کیفیت و ہیئت کے اعتبار سے ثابت نہ ہو۔ چنانچہ جو لوگ مسجد کوفہ میں بیٹھے ہوئے تسبیحات دانوں پر شمار کر رہے تھے وہ ذکر ہی کر رہے تھے جو مشروع عمل ہے لیکن چونکہ اس کی ہیئت و کیفیت رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ تھی اسی لیے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے انھیں اس سے منع کر دیا۔ [سنن الدارمی : ٢٨٦، ٢٨٧، ح : ٢١٠۔ و تاریخ واسط ص : ١٩٨، ١٩٩]

۵۔ بدعت سنت کو ختم کر دیتی ہے۔ چنانچہ مسجد کوفہ میں ذکر کرنے والوں نے ذکر کا جو طریقہ اختیار کیا، اس سے رسول اللہ ﷺ کی سنت پامال ہوگئی۔ [أیضًا]

اس حقیقت کو سلف صالحین نے اچھی طرح سمجھا تھا کہ بدعت اور سنت اکٹھے نہیں ہو سکتے، چنانچہ جلیل تابعی حسان بن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

” مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِيْ دِيْنِهِمْ إِلَّا نَزَعَ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا “

[سنن الدارمی، المقدمة، باب اتباع السنة : ح،٩٨]

”جب بھی کوئی قوم دین میں بدعت ایجاد کرتی ہے تو ان میں سے اس کے مثل سنت اٹھالی جاتی ہے۔“

٦۔ بدعت ہلاکت کا سبب ہے، کیونکہ اس سے سنت کا ترک لازم آتا ہے اور اس سے بڑھ کر ضلالت کیا ہو سکتی ہے؟ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

” وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ “

[مسلم، کتاب المساجد، باب صلاة الجماعة من سنن الهدیٰ : ٢٥٧/٦٥٤۔ نسائی: ٨٥٠۔ ابن ماجه : ٧٧٧]

”اگر تم اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔“

اور بدعت ضلالت و ہلاکت کا پیش خیمہ ہے۔اسی لیے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مسجد کوفہ میں ذکر کرنے والوں سے کہا تھا: ”اے امت محمد! تمھاری ہلاکت کتنی جلدی آ گئی۔“

[سنن الدارمی : ٢٨٦/١، ٢٨٧، ح : ٢١٠]

۷۔ بدعت کفر کا پیش خیمہ ہے، اس لیے کہ بدعتی اپنے آپ کو مشرع اور شریک کے مقام پر لا کھڑا کرتا ہے۔

۸۔ بدعت اختلاف کے دروازے کو پوری طرح کھول دیتی ہے اور یہ ضلالت و گمراہی کا دروازہ ہے۔

۹۔ بدعات کی پروا نہ کرنا انسان کو فسق و عصیان تک پہنچا دیتا ہے۔ جیسا کہ کوفہ کی مسجد والوں کا حشر ہوا کہ خوارج کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مصروف جنگ ہو گئے۔

۱۰۔ اعمال صالحہ کا دار و مدار نیت صالحہ پر ہے لیکن نیت کا اچھا ہونا کسی باطل کام کو صالح نہیں بنا سکتا۔ اس لیے کہ کسی عمل کے صالح ہونے کے لیے صرف نیت کافی نہیں بلکہ اتباع سنت اور شریعت کی پابندی بھی ضروری ہے۔ (مدارج السالکین لابن القیم الجوزیہ: ۸۵/۱)

۱۱۔ خیر میں زیادتی ہمیشہ خیر نہیں ہوتی بلکہ اکثر حالات میں شر میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ مثلاً شجاعت میں زیادتی جنون کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور کمی بزدلی قرار پاتی ہے۔ اسی طرح سخاوت اگر اپنی حد سے بڑھ جائے تو اسراف و تبذیر اور اگر کم ہو جائے تو بخالت قرار پاتی ہے، لہٰذا میانہ روی ہی بہتر چیز ہے۔

بدعات کی فہرست:

ذیل میں چند مشہور بدعات کی فہرست پیش کی جا رہی ہے، تاکہ ہمارے مسلمان بھائی جان سکیں کہ ان کے وہ کون سے اعمال ہیں جن کو وہ ثواب سمجھ کر انجام دیتے ہیں، لیکن درحقیقت ان کا ثواب سے دور کا بھی تعلق نہیں بلکہ ہمیں سنت کے اتباع سے دور کر دیتے ہیں اور بدعتی بنا دیتے ہیں:

۱۔ تقلید ائمہ اربعہ (کیونکہ یہ چار صدی ہجری کے بعد شروع ہوئی) تفصیل آگے آ رہی ہے۔

۲۔ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۳۔ آخری بدھ۔

۴۔ شب براءت۔

۵۔ شب معراج۔

۶۔ کونڈے۔

۷۔ رسومات محرم۔

۸۔ گیارھویں شریف۔

۹۔ مزارات پر عرس اور میلے۔

۱۰۔ نماز وحشت۔

۱۱۔ قرآن خوانی (مردے بخشوانے کے لیے)۔

۱۲۔ تیجہ، دسواں، چالیسواں (مردوں سے متعلق بدعات)۔

۱۳۔ عہد نامہ۔

۱۴۔ قبر پر اذان۔

۱۵۔ عرفہ۔

۱۶۔ تبرک کی روٹیاں اور شادی بیاہ سے متعلق رسومات اور بدعات۔

۱۷۔ شرع محمدی مہر۔

۱۸۔ چوتھی کھیلنا۔

۱۹۔ بی بی کی فاتحہ۔

۲۰۔ نو بیاہتا عورت کا محرم اور شعبان کا چاند میکے میں دیکھنا۔

۲۱۔ بی بی کی کہانی ماننا۔

۲۲۔ بی بی کی صحنک۔

۲۳۔ بارہ اماموں کے پیالے۔

۲۴۔ امام ضامن باندھنا۔

۲۵۔ منت کی بالی اور کڑے پہننا۔

۲۶۔ بڑے پیر صاحب کی ہنسلی پہننا۔

۲۷۔ سہاگنیں کھلانا۔

۲۸۔ محافل میلاد۔

۲۹۔ صلوٰۃ وسلام (خود ساختہ)۔

۳۰۔ شرکیہ نعتیں لکھنا۔
۳۱۔ شرکیہ نعت خوانی۔
۳۲۔ خود ساختہ درود پڑھنا۔
۳۳۔ انگوٹھے چومنا۔
۳۴۔ خود ساختہ دعائیں۔
۳۵۔ خود ساختہ وظائف۔
۳۶۔ دعاؤں میں اضافے۔
۳۷۔ نماز، روزے اور وضو کی زبان سے نیت کرنا۔
۳۸۔ ندالغیر اللہ۔
۳۹۔ ہرے اور کتھئی رنگ کا صافہ باندھنا۔
۴۰۔ سلسلہ ہائے طریقت۔
۴۱۔ قوالیاں۔
۴۲۔ تعویذ گنڈے۔
۴۳۔ ختم خواجگان۔
۴۴۔ شبینہ۔
۴۵۔ ''بسم اللہ'' کرنا۔
۴۶۔ آمین۔
۴۷۔ روزہ کشائی۔
۴۸۔ مساجد پر چراغاں کرنا۔
۴۹۔ مساجد میں ٹوپیاں رکھنا۔
۵۰۔ مزارات پر گنبد بنانا۔
۵۱۔ مزارات پر چراغاں کرنا۔
۵۲۔ مزارات کو غسل دینا۔
۵۳۔ قبروں پر پھول چڑھانا۔

۵۴۔ قبر پر اگر بتی جلانا۔
۵۵۔ بزرگوں کے ختم۔
۵۶۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد صدق اللہ العظیم کہنا۔
۵۷۔ فرض نماز کے بعد مروجہ اجتماعی دعا۔
۵۸۔ خانقاہیں تعمیر کرنا۔
۵۹۔ مساجد، مدارس اور گھروں میں مُردوں کی تدفین۔
۶۰۔ وضو میں گردن کا مسح کرنا۔
۶۱۔ وضو کے دوران کلمہ شہادت پڑھنا۔
۶۲۔ مساجد میں مینا کاری اور آرائش۔
۶۳۔ گھروں اور دکانوں پر تصاویر، مزارات کے طغرے لگانا۔
۶۴۔ قبر پر قرآن پڑھنا اور پڑھوانا۔
۶۵۔ برائے دفع بلیات اذان دینا۔
۶۶۔ بارش روکنے کے لیے اذان دینا۔
۶۷۔ علاوہ نماز کے قرآن پڑھتے ہاتھ باندھنا۔
۶۸۔ غیر اللہ کے لیے قیام تعظیمی کرنا۔
۶۹۔ نماز عید سے قبل تقریر کرنا۔
۷۰۔ چار ہاتھوں سے مصافحہ کرنا اور سینے پر ہاتھ رکھنا۔
۷۱۔ جمعہ کی نماز میں تین خطبے دینا۔
۷۲۔ خطبہ جمعہ سے قبل برائے ادائیگیٔ سنت وقفہ دینا۔
۷۳۔ بعد نماز جمعہ ظہر احتیاطی پڑھنا۔
۷۴۔ مردوں اور عورتوں کا جدا جدا طریقے سے نماز پڑھنا۔
۷۵۔ چھ کلمے پڑھنا اور پڑھوانا۔
۷۶۔ نماز پڑھ کر امام کا صرف شمال کی طرف ہی منہ کر کے بیٹھنا۔
۷۷۔ نماز غوثیہ۔

۷۸۔نماز غائب۔

۷۹۔نماز پڑھ کر ہتھیلیاں آسمان کی طرف کر کے سجدہ کرنا۔

۸۰۔ چلے لگانا اور چلہ کشی کرنا۔

۸۱۔عقیق کی انگوٹھی مؤثر سمجھ کر پہننا۔

۸۲۔نویت سنت الاعتکاف کہنا۔

۸۳۔قبرستان میں مساجد بنانا۔

۸۴۔مردے سے معافی مانگنا اور کہا سنا معاف کرنا۔

۸۵۔سوگ میں کالے کپڑے پہننا اور کالی پٹیاں باندھنا۔

بدعات کی فہرست میں دی گئی بدعات میں سے اکثر ظاہر و باہر ہیں لیکن کچھ بدعات کی وضاحت مندرجہ ذیل ہے۔اس کی غرض و غایت صرف یہ ہے کہ عوام بدعات سے آگاہ ہوں، دین کی سمجھ حاصل کریں،سنت سے آگاہی ہو، پھر بدعات سے اجتناب کرتے ہوئے سنتوں پر عمل پیرا ہوں۔

عرفہ:

شب براءت سے دو دن پہلے عرفے کے نام سے نئے اور پرانے مردوں کی فاتحہ بڑی دھوم دھام سے حلوے اور روٹی پر دلائی جاتی ہے۔ پرانے مردوں پر عرفے کی فاتحہ واجبی طور پر دی جاتی ہے لیکن نئے مردے کی عرفہ کی فاتحہ میں پورا خاندان اور برادری کو اکٹھا کیا جاتا ہے۔تقریب میں نہ آنے والوں پر طعن کیا جاتا ہے۔حلوہ اور روٹی نہ صرف کھلایا جاتا ہے بلکہ غریب غرباء میں تقسیم بھی کیا جاتا ہے اور یہ بدعت بھی نام نہاد اہل سنت ہی کے ہاں رائج ہے، باوجود یکہ وہ اس رسم کا احادیث صحیحہ اور سنت رسول ﷺ میں کوئی ثبوت نہیں پاتے ہیں۔

شرع محمدی مہر:

شرع محمدی مہر عوام میں اس قدر مشہور ہے کہ نہ صرف جاہل بلکہ پڑھے لکھے لوگ بھی یہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جتنے نکاح فرمائے سب میں اپنی ازاوج کا مہر ساڑھے بتیس روپیہ مقرر فرمایا، لہٰذا ہمیں بھی اتنا ہی مہر رکھنا چاہیے۔عوام کو جاننا چاہیے کہ یہ سب عورتوں کے حقوق سلب

کرنے والوں کے ڈھکوسلے اور بدعتی کام ہیں کہ ان ناجائز کاموں کو کرتے ہیں اور پھر سمجھتے ہیں شاید اب یہ ثواب کے مستحق بھی ہو گئے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے کسی زوجہ کا مہر ساڑھے بتیس روپیہ نہیں رکھا بلکہ ہر زوجہ کو بقدر استطاعت آپ ﷺ نے بڑھ چڑھ کر مہر عطا کیا۔ چنانچہ تاریخی روایات اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی درج ذیل ازواج مطہرات کو کتنا کتنا مہر دیا:

۱۔ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سونا تھا۔ (بحوالہ نور الیقین فی سیرۃ سید المرسلین)

۲۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سونا تھا۔

۳۔ سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سونا تھا۔

۴۔ سیدہ حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سونا تھا۔

۵۔ سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سونا تھا۔ [مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق و جواز کونه تعلیم...... الخ : ۱۴۲۶۔ بغیر أسماء أزواجه صلی الله علیه وسلم]

۶۔ سیدہ ام حبیبہ بنت ابو سفیان رضی اللہ عنہا کا مہر نجاشی شاہ حبشہ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے چار ہزار درہم دیا۔ [سنن أبی داوٗد، کتاب النکاح، باب الصداق : ۲۱۰۸]

۷۔ سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا غزوۂ خیبر میں قید ہوئی تھیں، آپ نے انھیں آزاد کر کے نکاح میں لے لیا تھا، یہی ان کا مہر تھا۔

۸۔ سیدہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کا مہر بارہ اوقیہ سونا و نصف اوقیہ تھا۔

۹۔ سیدہ جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا غزوۂ مریسیع میں قید ہو کر ثابت بن قیس اور ان کے بھائی کے حصہ میں آئی تھیں اور نو اوقیہ سونے پر مکاتب بنی تھیں جسے رسول اللہ ﷺ نے ادا کر کے ان سے نکاح کر لیا تھا، یہی ان کا مہر تھا۔

۱۰۔ سیدہ زینب بنت خزیمہ ام المساکین رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ نے ایک تولہ سونا اور دس تولہ چاندی مہر دیا تھا۔

۱۱۔ سیدہ ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سونا تھا۔

۱۲۔ سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کنیز تھیں، بطور ہدیہ مقوقس شاہ روم کی طرف سے ملی تھیں۔

علاوہ ازیں مہر کے سلسلے میں کچھ لوگ مبالغہ بھی کرنے لگے ہیں، شاید نام آوری کی خاطر آج کل لاکھ دو لاکھ کا مہر رکھنا ایک رواج بنتا جا رہا ہے جب کہ صحیح حدیث میں امیر المومنین جناب عمر بن خطاب کا یہ ارشاد موجود ہے کہ عورتوں کے حق مہر میں مبالغہ نہ کرو۔ اگر زیادہ حق مہر باندھنا دنیا میں عزت والی چیز ہوتی تو اللہ کے نزدیک اللہ کے نبی ﷺ زیادہ لائق تھے کہ زیادہ حق مہر مقرر کرتے۔ میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ نے ساڑھے بارہ اوقیہ سونے سے زائد پر اپنی بیویوں سے نکاح کیا ہو اور بیٹیوں کا نکاح کیا ہو۔

دعاؤں میں اضافے:

وہ تمام دعائیں جو احادیث صحیحہ میں مرقوم ہیں ہمارے لیے کافی و شافی ہیں لیکن ہمارے برصغیر کے نام نہاد اہل سنت جن میں بریلوی اور دیوبندی دونوں ہی شامل ہیں، انھوں نے ان مسنون دعاؤں میں بھی اپنی جانب سے کلمات بڑھا دیے ہیں۔ ان اضافوں کا یہی مطلب اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک زبان رسالت مآب ﷺ سے نکلی ہوئی دعائیں ناقص اور ادھوری ہیں، اسی لیے ان حضرات نے دعاؤں میں اضافے کیے ہیں۔ ان اضافوں کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

نماز کے بعد کے اذکار جو احادیث صحیحہ میں درج ہیں، ان میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سلام پھیرتے تو نہ بیٹھتے مگر اتنی مقدار کہ اس میں کہتے: ((اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْإِكْرَامِ)) [مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة و بيان صفته : ٥٩٢] لیکن یہ دعا ہمارے برادران ان کلمات کے اضافے کے ساتھ پڑھتے ہیں: ((اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَ اِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ حَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَ اَدْخِلْنَا دَارَالسَّلَامِ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَ تَعَالَيْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْإِكْرَامِ)) (مترجم نماز محمد شفیع اوکاڑوی)

علاوہ ازیں اذان کے بعد کی دعا احادیث شریفہ میں ان کلمات کے ساتھ وارد ہوئی ہے:
((اَللّٰھُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَ الْفَضِيْلَةَ وَبْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهُ)) [بخاری، كتاب الأذان، باب الدعاء عند الأذان:

٦١٤] جب کہ احناف کے دونوں گروہ اس دعا کو ان کلمات میں اضافوں کے ساتھ پڑھتے ہیں:
((اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَ الصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِالْوَسِيْلَةَ وَ الْفَضِيْلَةَ وَ دَرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَبْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِالَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّحِمِيْنَ)) (نماز مترجم اوکاڑوی)

مذکورہ بالا مثالوں کے علاوہ ایسی اور بھی بیسیوں مثالیں ہیں لیکن بخوف طوالت انھیں درج نہیں کر رہا، صرف انھی مثالوں کو بیان کیا ہے جو روزمرہ پڑھنے کی دعائیں کہلاتی ہیں۔

برادران اسلام!

انصاف سے کہیے کہ کیا ان دعاؤں میں اضافہ کرنا اس امر کی نشاندہی نہیں کر رہا کہ اضافہ کرنے والوں کے نزدیک یہ دعائیں ناقص اور ادھوری تھیں، جبھی تو یہ اضافے کیے گئے۔ اس طرح دانستہ طور پر رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کردہ دعاؤں میں تحریف اور اضافے کیے گئے۔ کیا ان حضرات پر وحی اتری تھی کہ انھوں نے اپنی جانب سے یہ کلمات بڑھائے یا پھر یہ لوگ تعلیمات رسول اللہ ﷺ کو ناقص و ادھورا سمجھتے ہیں کہ اپنے اضافوں سے اس کی تکمیل کر رہے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک) پھر یہ لوگ کس دیدہ دلیری سے اسی منہ سے عاشق رسول ﷺ بھی بنے پھرتے ہیں جس سے نبی ﷺ کی تعلیم کردہ دعاؤں کو پڑھنے کی بجائے اضافہ شدہ دعاؤں کو پڑھتے ہیں، جبکہ یہ اضافے بدعت ہیں اور بدعتی دعاؤں کا پڑھنا رسول کریم ﷺ کی تعلیم کردہ دعاؤں کو ناقص اور ادھورا سمجھنا ہے۔ اس سے زیادہ نبی ﷺ کی اور کیا گستاخی ہو سکتی ہے جو آج کل کے نام نہاد اہل سنت کر رہے ہیں۔

نماز، روزے اور وضو کی زبان سے نیت کرنا:

ہمارے نام نہاد سنی بھائیوں سے اگر کوئی یہ پوچھتا ہے کہ سنی کسے کہتے ہیں تو اکثریت یہ جواب دیتی ہے کہ جو لوگ سن کر مسلمان ہوئے ہیں، وہ سنی کہلاتے ہیں۔ اسی لیے ان بے چاروں کے ہاں قرآن و حدیث پر عمل کی بجائے ہمیشہ سنی سنائی باتوں پر عمل ہوتا ہے۔ جو باپ دادا سے سن لیا اور مولویوں اور ملاؤں سے سن لیا وہ عمل کے لیے کافی ہے۔ اس کی ایک مثال زبان سے نماز اور روزے کی نیت کرنا ہے۔ ہمارے یہ بھائی بہن جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو نماز

پڑھنے سے پہلے یہ کلمات زبان سے ادا کرتے ہیں: ''نیت کی میں نے چار رکعت فرض نماز ظہر واسطے اللہ تعالیٰ کے، منہ میرا کعبہ شریف کی طرف پیچھے اس امام کے.....'' اگر نماز کوئی اور ہو تو اس کی وضاحت بصورت الفاظ ان کلمات نیت میں کی جاتی ہے۔ میں نے احادیث شریفہ میں ایک ایک حدیث کو چھان مارا مگر صحیح تو کیا ضعیف سے ضعیف حدیث میں بھی مجھے یہ الفاظ یا ان سے ملتے جلتے الفاظ نہیں ملے۔ نہ کسی صحابی کے عمل سے ثابت ہے کہ وہ نماز سے قبل اس قسم کے الفاظ میں نیت باندھا کرتے تھے، صرف ان دو باتوں ہی سے ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ کلمات نیت جو زبان سے ادا کیے جاتے ہیں وہ سراسر بدعت ہیں اور یہ کلمات زبان سے ادا کرنے والے سو فیصد بدعتی اور غضب الٰہی کے مستحق ہیں۔ نیت درحقیقت دل کے ارادے کو کہتے ہیں اور اسی کے بارے میں حق تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴾ [سورة الملك : ١٢] ''بے شک وہ سینوں میں چھپی باتوں کو جانتا ہے۔'' جب یہ واضح ہے کہ وہ ہماری نیتوں سے باخبر ہے تو پھر ان کلمات کی ادائیگی عبث اور بے فائدہ ہے۔ اسی باعث رسول اللہ ﷺ نے نہ تو خود کبھی زبان مبارک سے اس قسم کے کلمات نیت ادا کیے اور نہ آپ نے اپنے پیروکاروں کو ایسی کوئی تعلیم دی۔

نماز کی اس نیت کی مانند ان نام نہاد اہل سنت نے ایک خود ساختہ روزے کی نیت بھی بنا لی ہے جو نہ تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور نہ کسی صحابی کے قول سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ الفاظ نیت یہ ہیں ''وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ'' ان کلمات کو بدعت کہنے میں مجھے کوئی باک نہیں، اس لیے کہ یہ خود ساختہ کلمات ہیں۔ افصح العرب ﷺ کی زبان مبارک سے ایسی گلابی عربی نہ تو کبھی سنی گئی اور نہ باسند صحیح و حسن نقل کی گئی۔

کچھ لوگ وضو کے موقع پر یہ کہتے سنے گئے ہیں کہ ''میں نیت کرتا ہوں واسطے نماز فلاں فلاں کے'' الغرض یہ تمام نیتوں کے کلمات مسنون نہیں ہیں، انھیں ان جاہلوں نے ایجاد کیا ہے جو عرف عام میں صوفیاء کہلاتے ہیں۔ وجہ ایجاد بدعت یہ ہے کہ صحیح حدیث میں ہے: ((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ)) [بخاري، كتاب الإيمان، باب ما جاء أن الأعمال بالنية والحسبة: ٥٤] یعنی ''اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔'' لہٰذا ہر عمل سے پہلے اس کی نیت کرنا واجب ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر تقاضائے حدیث یہی ہے تو صاحب حدیث نے ایسا عمل پیش کیوں نہیں کیا۔ حدیث شریف کے

معنی یہ ہیں کہ زبان سے اور ظاہری عمل سے جو کچھ کہا جائے اور کیا جائے وہ عند اللہ ماجور نہیں بلکہ ارادۂ قلب بوقت عمل باعث اجر وثواب ہے نہ کہ قول زبان۔ پس اس حدیث سے بھی اس امر کی تردید ثابت ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔

سلسلہ ہائے طریقت:

یہ حکایت بھی ہمارے برصغیر میں بہت مشہور ہے کہ شریعت اور طریقت دونوں سے مل کر اسلام بنتا ہے، گویا اسلام نہ ہوا بھان متی کا کنبہ ہوا کہ شریعت میں چار امام مقلدوں کے اور بارہ امام رافضیوں کے جب تک شامل نہ ہوں شریعت ادھوری ہے۔ اصطلاح میں شریعت اور طریقت تقریباً ہم معنی اور مترادف الفاظ ہیں مگر مذہبی جغادریوں نے ان دونوں کو جدا جدا کر دیا ہے۔ تقلید کے باب میں شریعت کے ناخداؤں کا ذکر آگے آئے گا۔ اس باب میں طریقت سے اور اس کے سلسلوں سے متعلق عرض کرنا مقصود ہے۔ اس وقت جو سلسلے ہمارے درمیان پائے جاتے ہیں ان میں سے چند مشہور سلسلوں کے نام یہ ہیں: نقش بندی، چشتی، قادری، سہروردی، نظامی، گولڑی، رضوی، اشرفی، قلندری، کچھوچھوی، صابری، گونڈلوی، الوری، راشدی، وارثی، واسطی، براری وغیرہ وغیرہ۔

ان سلسلوں سے تعلق رکھنے والے افراد کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ ان سلسلوں میں شامل ہونا اور کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کر کے مدارج روحانیت کا طے کرنا سنت ہے لیکن قرآن اور حدیث میں اس بات کا کوئی اشارہ تک نہیں ملتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کوئی حکم فرمایا ہو۔ کہا جاتا ہے ان تمام روحانی سلسلوں کی انتہا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر ہوتی ہے مگر احادیث شریفہ سے اس کا ثبوت بھی نہیں ملتا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تمام سلسلے بدعتی سلسلے ہیں، ان کے امام اور خلیفہ وغیرہ سب کے سب پکے بدعتی اور گمراہ لوگ ہیں۔ یہ سلسلے اولیاء اللہ سے بھی ثابت نہیں ہیں۔ مثلاً قادری سلسلہ کا کوئی ثبوت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ سے اور آپ کی سوانح مبارکہ سے نہیں ملتا۔ یہی حال دوسرے سلسلوں کا ہے۔ باقی جو روایات ہیں وہ سب جھوٹی ہیں اور حقیقت سے کوسوں دور۔ ان سلسلوں کے ذریعے بدعت کی تعلیم دی جاتی ہے، قوالیاں اور گانے وغیرہ کی تعلیم ساز وآواز کے ساتھ اس کے علاوہ ہے۔ جس خانقاہی سلسلہ میں یہ سلسلہ ہائے طریقت پھل پھول رہے ہیں یہ بھی ایک لعنت اور بدعت ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے امتیوں کی تعلیم

کے لیے خانقاہ نہیں بلکہ مسجد تعمیر فرمائی تھی، اسلام میں اصل مرکز مسجد ہے مگر خانقاہی سلسلوں نے عوام کو مساجد سے دور اور مقبروں سے قریب کر دیا ہے۔

برادرانِ اسلام!

یہ خانقاہی ڈاکو آپ کی دولت ایمانی پر شب و روز ڈاکے ڈال رہے ہیں، آپ کو اصل ایمان باللہ اور ایمان بالرسول سے دور کر کے شرک و بدعات کی ظلمتوں میں غرق کر رہے ہیں بلکہ ان میں سے کچھ دولت ایمانی پر ڈاکے ڈالنے کے ساتھ ساتھ دولت دنیاوی پر ہاتھ صاف کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ ابھی خانقاہ چشتیہ والے حاجی عثمان کو نہ بھولے ہوں گے جس نے الائنس موٹرز کے نام پر اہل کراچی کے اربوں روپے اپنے باپ کا مال سمجھ کر ہڑپ کر لیے۔ اب بھی اگر آپ نہ سمجھیں تو پھر اللہ ہی آپ کو سمجھائے اور آپ ان بدعتی پیروں اور ان کے سلسلوں سے جان چھڑائیں۔

تعویذ لٹکانا شرک ہے؟

۱۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا کہ ''دم (شرکیہ الفاظ و منتر وغیرہ) تعویذ اور تولہ (محبت کا تعویذ) سب شرک ہے۔'' [أبو داؤد، کتاب الطب، باب تعلیق التمائم : ۳۸۸۳] بعض قسم کے دم جن میں شرکیہ الفاظ نہیں تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رخصت دے دی مگر تعویذ گنڈے کی اجازت نہیں دی بلکہ اس کو شرک قرار دیا ہے اور اسی طرح تعویذ محبت وغیرہ کو بھی شرک فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے شرک کو ظلم عظیم فرمایا۔ (سورۂ لقمان : ۱۳) اور فرمایا کہ شرک کرنے والے کو کبھی معاف نہیں کیا جائے گا، وہ ابدی جہنمی ہوگا۔ (سورۃ النساء: ۴۸)

۲۔ عیسیٰ بن حمزہ فرماتے ہیں کہ میں سیدنا عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ کے پاس عیادت کے لیے گیا، وہ حمرہ (سرخ بخار) میں مبتلا تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ حمرہ کے لیے تعویذ کیوں نہیں لٹکا لیتے؟ انھوں نے کہا تعویذ سے اللہ کی پناہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کوئی بھی چیز لٹکائی تو وہ آدمی اسی کے سپرد کر دیا جائے گا۔'' [ترمذی، کتاب الطب، باب ما جاء فی کراهیة التعلیق : ۲۰۷۲] معلوم ہوا کہ بلاؤں سے بچنے، بیماری دور کرنے، محبت و بغض

ڈالنے اور فتح حاصل کرنے وغیرہ کے لیے جو تعویذ استعمال کرے گا، اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو کر اس سے کچھ مطلب نہ رکھے گا اور اس شخص کو اس تعویذ گنڈے کے سپرد کر دے گا۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔'' [مسند أحمد: ٤/ ١٥٦، ح: ١٧٥٥٨۔ مستدرك حاكم: ٤/٢١٩]

۴۔ وکیع سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے کسی آدمی کا تعویذ کاٹ دیا تو گویا اس نے ایک جان آزاد کرادی۔

۵۔ وکیع کہتے ہیں کہ ابراہیم نخعی مشہور تابعی (امام ابو حنیفہ کے استاد کے استاد) روایت کرتے ہیں: ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین عزام رحمہم اللہ ہر قسم کے تعویذوں کو ناجائز سمجھتے تھے۔ ان میں قرآن لکھا ہوتا یا غیر قرآن۔''

۶۔ قاضی ابو بکر فیصلہ فرماتے ہیں کہ قرآن کا لٹکانا سنت کا طریقہ نہیں ہے، سنت تو یہ ہے کہ قرآن سے نصیحت حاصل کی جائے، اسے لکھ کر لٹکایا نہ جائے۔ (عون المعبود: ۴/۶)

۷۔ عروہ روایت کرتے ہیں کہ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ایک مریض کی عیادت کو گئے اور اس کے بازو پر انھوں نے دھاگا بندھا ہوا دیکھا تو اس کو کاٹ کر الگ کر دیا اور قرآن کی یہ آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے: ''لوگوں کی اکثریت اللہ کو مانتی ضرور ہے مگر اس کے ساتھ دوسروں کو شریک بھی ٹھہراتی ہے۔'' (یوسف: ۱۰۶) وکیع کی روایت میں اضافہ بھی ہے کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس مریض سے کہا: ''اگر تو اس حالت میں مر جائے کہ تیرے ہاتھ پر دھاگا بندھا ہوا ہو تو میں تیری نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا۔'' (تفسیر ابن کثیر: ۲/۴۹۴)

معلوم ہوا کہ دھاگا، چینی، گھی، تیل، گھاس وغیرہ دم کرا کر استعمال کرنا، کھانا، لگانا، باندھنا سخت منع ہے۔

۸۔ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک صاحب کو ہاتھ میں پیتل کا کڑا پہنے ہوئے دیکھا، پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ پہننے والے نے جواب دیا کہ یہ داہنہ کی وجہ سے ہے (ہاتھ کی کمزوری اور بیماری دور کرنے کے لیے) نبی ﷺ نے رد فرمایا اور کہا: ''بلکہ یہ کڑا کمزوری اور بیماری کو اور بڑھائے گا اور اگر تو اسے پہنے ہوئے مر گیا تو کبھی کامیابی سے ہمکنار نہ ہو گا (یعنی جنت میں نہ جائے گا)۔'' [مسند أحمد: ٤/ ٤٤٥، ح: ٢٠٢٤٢۔

ابن حبان، ح : ٦٠٨٥۔ الحاکم : ٢١٦/٤]

نبی ﷺ کا فرمان یہ ہے اور آج امت محمدیہ میں جدھر نگاہ ڈالیے کڑے ہی کڑے، چھلے ہی چھلے نظر آتے ہیں، بلاؤں اور جنات سے بچنے کے لیے لوہے کے ٹکڑے بچوں کے پاس اور اپنے پاس رکھتے ہیں۔

۹۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ جن بھوت اتارنے کے عمل کے بارے (تعویذات وغیرہ سے) آپ کا کیا حکم ہے؟ ارشاد فرمایا: ''یہ شیطانی عمل ہے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الطب، باب فی النشرة : ٣٨٦٨]

بسم اللہ کرنا:

بچوں کو قرآن مجید پڑھانا ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ اس لیے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ نے اسی مقصد کے لیے نازل فرمایا ہے کہ ہم بھی اسے پڑھیں اور ہماری اولادیں بھی اور سبھی اس پر احادیث شریفہ کی تشریحات و توضیحات کی روشنی میں عمل کریں۔ ہمارے نام نہاد سنی احباب نے یہاں بھی ایک تقریب اور ایک بدعت ''بسم اللہ'' کے نام سے ایجاد کر رکھی ہے۔ وہ یہ کہ جب بچہ چار سال چار ماہ اور چار دن کا ہو جائے تو اس کی ''بسم اللہ'' کی جاتی ہے۔ کچھ فیشن ایبل گھرانوں میں سال و ماہ کا خیال نہیں رکھا جاتا لیکن نام نہاد سنی حضرات کے دیندار گھرانوں میں سال و ماہ و ایام کا نہایت شدت سے خیال رکھا جاتا ہے۔ بسم اللہ کی تقریب میں شرکت کرنا ثواب دارین کا حاصل کرنا ہوتا ہے، یہی دعوت ناموں پر لکھا جاتا ہے۔ کوئی مشہور قاری یا مولوی آکر بچے یا بچی کو بسم اللہ شریف پڑھاتا ہے اور ساتھ میں کوئی ایک آدھ آیت یا چھوٹی سی کوئی سورت پڑھاتا ہے پھر مبارک سلامت کا شور اور میلاد وغیرہ شروع ہو جاتی ہے۔ میں نے احادیث کی تمام کتابیں اور تاریخ کی بھی تمام ہی کتابیں تقریباً دیکھ ڈالیں مگر مجھے کہیں بھی یہ نظر نہیں آیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بڑے نواسے سیدنا علی بن زینب رضی اللہ عنہما اور نواسی امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہما کی بسم اللہ کروائی ہو، یا اپنی منجھلی صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہما کی بسم اللہ کروائی ہو، یا آپ ﷺ کی تیسری صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بڑے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ، بڑی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور چھوٹے بیٹے حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ جو آپ ﷺ کے نواسے نواسیاں تھے ان

کی بسم اللہ کروائی ہو۔ اسی طرح نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے تو پھر ہم کون ہوتے ہیں اپنی جانب سے بسم اللہ کی بدعت ایجاد کرنے والے۔

برادران اسلام!

یا تو صاف صاف کہہ دیں کہ ہم شریعت خود بناتے ہیں یا پھر ان بدعات کو پاؤں کی ٹھوکر پر رکھ دیں اور صرف وہی کریں جس کا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے۔

آمین:

ایک آمین تو وہ جسے اگر امام کے پیچھے کوئی با آواز بلند کہہ دے تو لوگ اسے مارنے پر تیار ہو جاتے ہیں، حالانکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ یہ آمین کہنا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہے لیکن جس آمین کا ثبوت نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اسے ہمارے نام نہاد سنیوں نے اپنے دل سے لگا رکھا ہے، وہ یہ کہ جب بچہ قرآن مجید پورا پڑھ لیتا ہے تو کوئی قاری یا مولوی بلوایا جاتا ہے، اہتمام تقریب ہوتا ہے، پھر قاری یا مولوی بچے کو سورۂ فاتحہ پڑھاتا ہے جس کے آخر میں بچہ آمین کہتا ہے، اس طرح یہ محفل ثواب دارین انعقاد پذیر ہوتی ہے، اس محفل میں بھی بسا اوقات اہتمام میلاد شریف ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ایک طریقہ یہ بھی جاہل گھرانوں میں ہے کہ لڑکی کی آمین اس کی شادی کے موقع پر کی جاتی ہے، قرآن ختم کرنے کے بعد نہیں کی جاتی، عین رخصتی کے موقع پر لڑکی کی استانی بلائی جاتی ہے، وہ لڑکی کو سورۂ فاتحہ پڑھاتی ہے اور آخر میں لڑکی آمین کہہ دیتی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ دونوں طریقے جہلاء اور پیٹ کے پجاریوں کے ایجاد کردہ ہیں، نہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اولاد کی آمین کی نہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کی تعلیم دی، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسے عمل ایجاد کیے، نہ مقلدوں کے خود ساختہ اماموں سے ایسے احکام ثابت ہیں، پھر کون ہے جس نے یہ ساری خرافات دین کے نام پر ایجاد کی ہیں؟

میرے دوستو!

یہ شیطان اور اس کے چیلوں کی ایجاد کردہ اور انھی کی پھیلائی ہوئی ہیں، کیا ان پر عمل کرنا شیطان کی فرماں برداری کرنا نہیں ہے؟

روزہ کشائی:

روزہ رکھنا ہر عاقل و بالغ مسلمان پر فرض ہے لیکن فسادات کے اس دور میں یہ عبادت بھی اب ریاکاری میں بدلتی جا رہی ہے۔ اپنی دولت اور شان وشوکت کے اظہار کے لیے دین کے نام پر لوگوں نے جو نت نئی رسومات اور بدعات نکالی ہیں ان میں سے ایک روزہ کشائی بھی ہے، جس کی تقریب بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے۔ روزہ کشائی کرنے والے اپنے زعم باطل میں بہت بڑی نیکی کرتے ہیں، اس لیے آنے والے مہمان روزہ رکھنے والے بچے کے لیے تحفے تحائف وغیرہ لاتے ہیں، اس کے والدین کو ہار پہناتے ہیں اور مبارک باد دیتے ہیں کہ ماشاء اللہ آج ان کے بچے نے روزہ رکھا۔ ہماری گنہگار آنکھوں نے بارہا ان محافل میں یہ مشاہدہ کیا کہ مبارک باد دینے والے اور وصول کرنے والے زیادہ تر بے روزہ دار ہی ہوتے ہیں، علاوہ ازیں نمازوں سے تو بالکل بیگانے ہوتے ہیں الا ماشاء اللہ۔ سوال یہ ہے کہ جب بچی یا بچہ پہلا روزہ رکھے تو اس کے لیے ایسی تقاریب لازمی ہیں؟ کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات یہی ہیں؟ جب بچہ پہلی بار کلمہ پڑھتا ہے تو پھر کلمہ کشائی، جب پہلی بار مسجد جائے تو مسجد کشائی، جب پہلی بار نماز پڑھتا ہے تو نماز کشائی، جب پڑھائی شروع کرتا ہے تو تعلیم کشائی، جب سکول جانا شروع کرتا ہے تو مدرسہ کشائی، جب پہلی بار زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو زکوٰۃ کشائی، جب پہلی بار جہاد کرتا ہے تو جہاد کشائی، جب پہلی بار عمرہ کرتا ہے تو عمرہ کشائی، جب پہلی بار حج کرتا ہے تو حج کشائی کیوں نہیں کی جاتی ہیں؟ کیا یہ کشائی صرف روزے ہی کے ساتھ لازم وملزوم ہے؟ اگر ہے تو کرنے والے قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت دیں، ورنہ اسے بدعت سمجھتے ہوئے فوراً ترک کر دیں۔

فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا:

جب بھی امام فرض نماز سے سلام پھیر کر فارغ ہوتا ہے تو وہ اور اکثر تمام نمازی مل کر دعا کرتے ہیں، امام دعا پڑھتا جاتا ہے اور مقتدی آمین آمین کہتے رہتے ہیں۔ یہ بات تقریباً تمام ہی مساجد میں نظر آتی ہے لیکن اس کا خصوصی اہتمام نام نہاد اہل سنت بالاستمرار اور بالتشدد کرتے ہیں۔

گویا اگر اجتماعی دعائے نہ ہو تو ان کی نماز نہیں ہوتی۔ میں کہتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد عادت بنا کر اجتماعی دعا معمولات نبی ﷺ میں شامل نہیں ہے۔ نماز کے بعد اذکار مسنونہ تو البتہ احادیث سے ثابت ہیں جنھیں اجتماعی دعا پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، اس لیے یہ بات کہنے میں مجھے کوئی باک نہیں کہ روزانہ ہر نماز کے بعد اجتماعی دعا ایک بدعت اور اس کے مرتکب بدعتی ہیں، خواہ ان کا تعلق کسی بھی مکتبۂ فکر سے ہو۔ اجتماعی دعا کے بارے میں چند لوگ احادیث ضعیفہ سے دلیل پکڑتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ان احادیث کی بنیاد پر کبھی کبھی اجتماعی دعا مانگی جا سکتی ہے، اسے بدعت نہیں کہا جا سکتا۔ اس لیے ان احادیث ضعیفہ سے کبھی کبھی اجتماعی دعا کا ثبوت ملتا ہے لیکن استمرار کا ثبوت نہیں ملتا اور میرا کہنا بھی یہی ہے کہ اجتماعی دعا پر ہمیشگی یعنی استمرار کرنا ہی بدعت ہے نہ کہ فی الذات اجتماعی دعا بدعت ہے۔

چھ کلمے پڑھنا اور پڑھانا:

نام نہاد سنی اپنے مدارس میں بچوں کو چھ کلموں کی تعلیم دیتے ہیں اور انھیں یہ چھ کلمے یاد کراتے ہیں۔ اول کلمہ طیب، دوسرا کلمہ شہادت، تیسرا کلمہ تمجید، چوتھا کلمہ توحید، پانچواں کلمہ استغفار اور چھٹا کلمہ ردِ کفر۔ نام نہاد سنی ان کلموں پر بڑا زور دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جس مسلمان کو یہ چھ کلمے یاد نہیں یا اس کا ان چھ کلموں پر ایمان نہیں اس کا یا تو ایمان نہیں یا پھر اس شخص کو کامل الایمان نہیں سمجھا جائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ ان چھ کلموں کی یہ خاص ترتیب و ترکیب کی ایجاد، ان کی لازمی تعلیم اور ایمان کا لازمی جزو سمجھ کر یاد کرنا بدعت ہے۔ کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ اللہ کے رسول جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے ان چھ کلموں کی اس طرح سے تعلیم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دی ہو۔ یہ چھ کے چھ کلمے اس ترتیب سے اپنے ان ناموں سمیت کسی بھی حدیث کی کتاب موجود نہیں۔

مردوں اور عورتوں کا جدا جدا طریقے سے نماز پڑھنا:

نام نہاد سنی جب نماز پڑھتے ہیں تو اپنے ہاتھ ناف کے نیچے باندھتے ہیں اور ان کی عورتیں اپنے ہاتھ سینے پر باندھتی ہیں۔ اسی طرح جب نام نہاد سنی مرد سجدہ کرتے ہیں تو ناک، پیشانی، ہتھیلیاں، گھٹنے اور قدموں کے کنارے یعنی انگلیاں زمین پر رکھتے ہیں اور بقیہ بدن کو زمین سے بلند رکھتے ہیں لیکن ان کی عورتیں جب سجدہ کرتی ہیں تو اعضائے سجدہ کو زمین پر رکھنے کے ساتھ

ساتھ بقیہ بدن کو زمین سے لگا لیتی ہیں اور بدن کو سکیڑ لیتی ہیں۔ نام نہاد سنی مرد اور عورتوں کی نماز میں یہ فرق بدعت ہے۔ اس لیے کہ نہ تو قرآن مجید میں ایسا کوئی حکم پایا جاتا ہے نہ احادیث شریفہ میں اس فرق کا ثبوت ملتا ہے، بلکہ احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت اور مرد کی نماز میں کوئی فرق نہیں سوائے لباس اور ستر پوشی کے۔ جن کے احکامات صاف الفاظ میں احادیث میں موجود ہیں۔ لہٰذا یہ بات ایک مضبوط دلیل کے طور پر کہی جا سکتی ہے کہ نام نہاد سنی مرد اور عورتوں کی نماز میں یہ فرق بدعت ہے اور اس فرق کے مطابق پڑھی جانے والی نماز خلاف سنت اور بدعت ہے نیز بدعت پر عمل پیرا لوگ بدعتی ہیں جن کی کوئی بھی عبادت عند اللہ ماجور و قبول نہیں۔

اگر آپ بدعات کی مکمل تفصیل معلوم کرنا چاہتے ہیں تو کتاب ''بدعات اور ان کا تعارف'' مصنفہ علامہ سعید بن عزیز یوسف زئی کا ضرور مطالعہ فرمائیں جو اردو بازار لاہور سے باآسانی دستیاب ہے۔ یہ کتاب ۱۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

لوگ آج کل عید میلاد النبی ﷺ بڑے زور شور سے مناتے ہیں، حالانکہ یہ ثابت نہیں ہے۔ مندرجہ ذیل نقشہ اسلام پنجاب (اسلام مکہ مدینہ نہیں) کی کچھ ضروری بدعات کے سن ایجاد بتاتا ہے۔ اب کچھ لوگوں نے ماہانہ محفل میلاد بھی منعقد کرنا شروع کر دی ہے، میرے سامنے اس وقت نوائے وقت لاہور مؤرخہ ۷ فروری ۲۰۰۵ء موجود ہے جس میں لکھا ہے کہ جامعہ مسجد قادریہ شیر ربانی میں ۱۷۳ ویں ماہانہ محفل میلاد آج ہو گی۔ (اس سے پہلے ہم نے ماہانہ محفل میلاد کا وجود کبھی نہ سنا تھا)

اسلام پنجاب کے ضروری ارکان

نمبر شمار	نام رکن	سن ایجاد	کیفیت
۱۔	قیام مجلس میلاد النبی ﷺ	۶۰۴ھ	تاریخ ابن خلکان میں ملاحظہ ہو
۲۔	گیارھویں شریف	۵۰۰ھ کے بعد	

۳۔ رسول اللہ ﷺ کو بشر کہنے والے کافر ہیں، یہ عقیدہ چودھویں صدی ہجری کی ایجاد معلوم ہوتی ہے۔

یاد رہے رسول اللہ ﷺ دس ہجری میں فوت ہوئے، ابوحنیفہ رحمہ اللہ ایک سو پچاس ہجری میں فوت ہوئے اور شیخ عبدالقادر جیلانی ۵۶۱ ہجری میں فوت ہوئے۔

حاصل بحث سنت و بدعت:

بدعت میں مبتلا ہونے کے بعد قلب کی نورانیت و صلاحیت زائل ہو جاتی ہے۔ آدمی حق و باطل (قرآن و حدیث اور بدعت) کی تمیز کھو بیٹھتا ہے۔ اس کی مثال اس اناڑی کی سی ہو جاتی ہے جس کو کسی نوسر باز نے روپیہ بڑھانے کا جھانسا دے کر اس سے اصلی نوٹ (قرآن و حدیث) چھین لیے ہوں اور جعلی نوٹوں (بدعات) کی گڈی اس کے ہاتھ میں تھما دی ہو۔ وہ احمق خوش ہے کہ اسے ایک کے بدلے میں سو مل گئے مگر یہ خوشی اسی وقت تک ہے جب تک وہ انھیں لے کر بازار کا رخ نہیں کرتا۔ بازار جاتے ہی اس کو نہ صرف کاغذ کے ان بے قیمت پرزوں کی حقیقت معلوم ہو جائے گی بلکہ جعلی کرنسی کے الزام میں اسے ہتھکڑی بھی لگا دی جائے گی۔

خوب سمجھ لیجیے کہ آخرت کے بازار میں صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کی سنت کا سکہ چلے گا اور جن لوگوں نے بدعتوں کی جعلی کرنسیوں کے انبار لگا رکھے ہیں وہاں ان کی قیمت ایک کوڑی بھی نہ ہوگی، بلکہ سرکاری مہر والے سکۂ محمدی کے مقابلے میں غیر سرکاری مہر والی جعلی کرنسی بنانے اور رکھنے کے الزام میں پابند سلاسل (دوزخ) کر دیے جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ کتب احادیث کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سختی سے سنت کے پابند تھے اور ہر نئی چیز سے سخت متنفر تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چند واقعات:

ایک دیہاتی صحابی رسول کائنات ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ”مجھے ایسا عمل بتائیے کہ میں اس کو کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔“ تو آپ ﷺ نے ارکان خمسہ کی تعلیم دی۔ سننے پر اس نے کہا: ”قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نہ اس سے زیادہ کروں گا اور نہ اس سے کم۔“ جب وہ واپس ہوا تو رسول کائنات ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ جنت والوں میں سے کسی آدمی کو دیکھے تو اس کو دیکھ لے۔“ [بخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ: ۱۳۹۷] اس سے معلوم ہوا کہ احکام دینی کو بلا کم و کاست قائم رکھ کر عمل کرنا بڑی سعادت اور وسیلۂ نجات ہے اور ان میں ذاتی تصرف یا تحریف کرنا بڑی شقاوت اور عذاب ابدی کا ذریعہ ہے، اسی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اتباع نبوی ﷺ کا پورا خیال اور کامل اہتمام تھا۔ چنانچہ فرائض و واجبات وغیرہ امور عظیمہ کا تو ذکر ہی کیا ہے خفیف خفیف باتوں بلکہ امور اتفاقیہ میں

بھی مخالفت روا نہ رکھتے تھے، جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعات سے اس کی تصدیق ہوتی ہے:

۱۔ آپ ﷺ نے ایک خاص ضرورت سے انگوٹھی بنوائی اور پہنی تو سب نے انگوٹھیاں بنوا لیں اور پہن لیں۔ جب آپ ﷺ نے اس کو اتار کر پھینک دیا تو سب نے اتار کر پھینک دیں۔
[بخاری، كتاب اللباس، باب من جعل فص الخاتم فی بطن كفه : ٥٨٧٦]

۲۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نعلین پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے تو آپ ﷺ نے نماز کے دوران کسی ضرورت سے نعلین اتار دیے تو صحابہ نے بھی آپ کو اتارتے دیکھ کر اتار دیے۔ [أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب الصلاة فی النعل : ٦٥٠]

۳۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے رسول کائنات ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ کے قمیص کا بٹن کھلا ہوا تھا تو انھوں نے عمر بھر بٹن کھلا رکھا۔ [أبو داؤد، كتاب اللباس، باب فی حل الأزار: ٤٠٨٢]

۴۔ ایک دفعہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہو کر ہنسے، وجہ دریافت کرنے پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس جگہ گھوڑے پر سوار ہو کر اسی طرح ہنستے دیکھا۔''
[مسند أحمد : ٩٧/١۔ المستدرك للحاكم : ٩٨/٢، ٩٩، صحیح ابن حبان، ح: ٢٦٩٨۔ ترمذی، ح : ٣٤٤٦۔ سنن أبی داؤد : ٢٦٠٢]

۵۔ ایک مرتبہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے وضو کے بعد کھڑے ہو کر پانی پیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا جیسا میں نے کیا۔ [نسائی، كتاب الطهارة، باب صفة الوضوء : ٩٥]

۶۔ ایک سفر میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک مقام پر راہ سے ہٹ کر چلنے لگے، ان سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔''
[سنن أبی داؤد، كتاب الأدب، باب كراهية الغناء والزمر : ٤٩٢٤]

۷۔ اسی طرح نافع کہتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے آثار کی اتباع کرتے تھے اور جہاں کہیں آپ ﷺ سفر میں اترے تھے وہیں اترتے تھے۔ آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے اترے تھے تو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس درخت کی آبیاری کرتے تھے، تاکہ سوکھ نہ جائے اور اسی درخت کے نیچے جا کر قیلولہ کرتے اور خبر دیتے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ [صحیح ابن حبان، ح : ٧٠٧٤]

۸۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے تھے میں نے تو اس کٹورے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی اتنی بار سے زیادہ پلایا ہے۔ عاصم نے کہا ابن سیرین کہتے تھے اس کٹورے میں ایک کنڈا لوہے کا لگا تھا سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اس کے بدلے سونے یا چاندی کا کنڈا لگا دیں۔ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کو سمجھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی چیز مت بدل۔ تب انس رضی اللہ عنہ نے اسی طرح رہنے دیا۔
[بخاری، کتاب الأشربة، باب الشرب من قدح النبی ﷺ و آنیته : ۵۶۳۸، ۳۱۰۹]

۹۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تو اپنی سونے کی جگہ آئے تو نماز کا سا وضو کر پھر داہنی کروٹ لیٹ اور یہ دعا پڑھ (ترجمہ): ''یا اللہ! میں نے اپنی جان تیرے سپرد کر دی اور اپنا سارا کام بھی تجھ کو سونپ دیا اور تجھی پر میں نے تیرے عذاب سے ڈر کر اور تیرے ثواب کی امید کر کے بھروسا کیا، تجھ سے بھاگ کر کہیں پناہ یا چھٹکارے کی جگہ تیرے سوا نہیں ہے، میں اس کتاب پر جو تو نے اتاری، ایمان لایا اور نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر جن کو تو نے بھیجا۔'' آپ نے فرمایا: ''جو شخص اس دعا کو پڑھ کر سو جائے اور پھر مر جائے تو اسلام پر مرے گا اور ایسا کر کہ یہ دعا سب باتوں کے اخیر میں پڑھ۔'' براء نے کہا: ''اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں اس کو یاد کرلوں، انھوں نے پڑھا تو یوں کہا: ((وَ بِرَسُوْلِكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ)) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں یوں پڑھ ((وَبِنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ)) [بخاری، کتاب الوضوء، باب فضل من بات علی الوضوء : ۲۴۷] کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی الفاظ سکھائے تھے۔

۱۰۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے ایک آدمی کو چھینک آئی تو اس نے : '' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ'' کہا یہ سن کر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمانے لگے : میں بھی ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ'' کہہ سکتا ہوں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ہمیں یہ تعلیم نہیں دی، بلکہ فرمایا کہ ''چھینک آنے پر'' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ'' پڑھا جائے۔ [ترمذی، کتاب الأدب، باب ما یقول العاطس إذا عطس: ۲۷۳۸۔ مستدرك حاکم : ۴/ ۶۲۵، ۲۶۶]

ثابت ہوا کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے الفاظ میں ایک لفظ بھی بدلنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ دین کے معاملہ میں آپ کے منہ مبارک سے نکلی ہوئی بات وحی ہے اور وحی میں رد و بدل نہیں ہو سکتا۔

حدیث نبوی ﷺ میں ارشاد ہے: ''میں حوض کوثر پر تم سے پہلے موجود ہوں گا، جو شخص میرے پاس آئے گا وہ اس کا پانی پیے گا اور جو ایک بار پی لے گا پھر اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ کچھ لوگ میرے پاس وہاں آئیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں گا(کیونکہ جہاں جہاں وضو کا پانی لگے گا وہ اعضا قیامت کے دن چمکتے ہوں گے اور حدیث کے مطابق یہ کسی اور امت کی خصوصیت نہ ہوگی) اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو قیامت کے دن حوض کوثر دینے کا قرآن میں وعدہ فرمایا) مگر میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ پیدا کر دی جائے گی، میں کہوں گا: ''یہ تو میرے امتی ہیں۔'' مجھے جواب ملے گا کہ آپ (ﷺ) نہیں جانتے، انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ یہ جواب سن کر میں کہوں گا: ''دور ہوں، دور ہوں وہ لوگ جنھوں نے میرے بعد میرا طریقہ بدل ڈالا۔'' [بخاری کتاب الرقاق، باب فی الحوض: ٦٥٨٣، ٦٥٨٤]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی سنت چھوڑ کر دین میں نئی نئی بدعتیں ایجاد کر لی ہیں وہ قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کے حوض کوثر سے محروم رہیں گے۔ ذرا سوچیے! کیا اس سے بڑی محرومی کوئی ہو سکتی ہے، حالانکہ وہ نمازی ہوں گے۔

تیسرا باب
تقلید ائمہ اربعہ
فصل اول: اصل امام کون؟
فصل دوم: ردِ تقلید
فصل سوم: تقلید کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ
فصل چہارم: فقہ حنفی کی حقیقت
فصل پنجم: مشرکین مکہ اور آج کے کچھ کلمہ گو
توحید و شرک
اہل سنت والجماعت کون...؟
تقلید ائمہ اربعہ
چند اہم امور کی وضاحت
شیعیت اور مرزائیت
متفرقات

رسول ہی وہ ہستی ہے جس کو اپنے تمام اختلافات میں فیصلہ کرنے والا ماننا اور اس کے فیصلہ کو بلا چون و چرا تسلیم کرنا حقیقی ایمان ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

(النساء : ٦٥)

''اے رسول! آپ کے رب کی قسم! لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تمام اختلافات میں آپ کا فیصلہ نہ مان لیں اور جو فیصلہ آپ کریں اس سے کسی قسم کی تنگی نہ محسوس کریں بلکہ اس کو برضاو رغبت تسلیم کر لیں۔''

فصل اول

اصل امام کون؟

امام سے مراد وہ امام نہیں جو نماز پڑھاتا ہو، امام سے مراد وہ امام نہیں جو کسی فن میں مہارت رکھنے کی وجہ سے اس فن میں امام کہلاتا ہو، امام سے مراد وہ امام نہیں جو امیر یا حکمران ہو، امام سے مراد وہ امام بھی نہیں جو کسی نیکی میں پہل کرنے کی وجہ سے دوسروں کے لیے پیش رو بن جائے...... بلکہ امام سے مراد وہ امام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے منصب امامت پر سرفراز فرمایا ہو۔ جس کا ہر حکم واجب الاتباع ہو، جس کا ہر فقرہ ضابطۂ حیات ہو، جس کا ہر فعل مشعل ہدایت ہو، جس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو، جس کی امامت عارضی نہ ہو بلکہ قیامت تک کے لیے دائمی ہو اور جو معصوم ہو، جس سے دینی بات میں غلطی کا صدور ناممکن ہو اور جس کی ہر دینی بات وحی ہو۔

حاکم صرف ایک ہے یعنی اللہ تعالیٰ، اس کے بندوں پر صرف اسی کا حکم چلتا ہے، دوسروں کا نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم ہر بندے کے پاس براہ راست نہیں پہنچتا بلکہ وہ اپنے بندوں میں سے کسی ایک بندے کو منتخب کر لیتا ہے اور اس بندے کو اپنے تمام احکام سے مطلع فرماتا ہے۔ وہ بندہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام سے دوسروں کو مطلع کر دیتا ہے۔ ایسے بندے کو نبی یا رسول کہتے ہیں۔

اطاعتِ رسول دراصل اطاعت الٰہی:

رسول بندوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہوتا ہے۔ اسی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوتی ہے۔ اس کی اطاعت عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے: ''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت کی۔'' (نساء: ۸۰)

رسول خود اپنی اطاعت نہیں کراتا بلکہ اس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی جاتی ہے۔ اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ ﴾ [نساء : ٦٤] ''کوئی رسول ہم نے نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔''

کیونکہ اطاعت (جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں) صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، لہٰذا بغیر اس کے حکم یا اجازت کے کسی دوسرے کی اطاعت نہیں کی جا سکتی۔ اگر کوئی شخص بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم یا اجازت کے دوسرے کی اطاعت کرتا ہے تو گویا اس نے اس دوسرے شخص کو اطاعت میں اللہ تعالیٰ کا شریک بنا لیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے کہ اپنے کسی بندے کی اطاعت کو انسانوں پر فرض قرار دے دے۔ اگر بندے خود کسی کو اطاعت کے لیے منتخب کر لیں تو گویا وہ خود اِلٰہ بن بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ کے حق عطائے رسالت پر خود قابض ہو گئے اور یہ شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسٰلَتَهٗ ؕ ﴾ [الأنعام : ١٢٤]

''اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کس کو عطا فرمائے۔''

امام بنانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے:

لہٰذا وہ جس کسی کو رسالت عطا فرماتا ہے اسے بنی نوع انسان کا امام و مطاع بنا دیتا ہے، امام بنانا لوگوں کا کام نہیں۔ جو لوگ رسول ﷺ کے علاوہ دوسروں کو اپنا مطاع اور امام بنا لیں پھر انھی کی اطاعت کریں، انھی کے فتووں کو سند آخر سمجھیں، وہ شرک فی الحکم کے مرتکب ہوں گے۔

صرف رسول ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام انسانوں کے لیے امام بنا کر بھیجا جاتا ہے۔ رسول کو رسالت یا امامت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنِّيۡ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ﴾ [البقرة : ١٢٤]

''(اے ابراہیم!) میں تمھیں لوگوں کے لیے امام بنا رہا ہوں۔''

ابراہیم علیہ السلام جانتے تھے کہ امام بنانا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے، لہٰذا وہ دعا فرماتے ہیں:

﴿ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِيۡ ﴾ [البقرة : ١٢٤]

''اے اللہ! میری اولاد میں سے بھی (امام بنانا)۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَا يَنَالُ عَهۡدِي الظّٰلِمِيۡنَ ﴾ [البقره : ١٢٤]

''ہاں! بناؤں گا لیکن یہ وعدہ گنہگاروں کے لیے نہیں ہو گا۔''

آیت بالا سے ثابت ہوا کہ امام بنانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے نہ کہ انسانوں کا۔ دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ امام گنہگار نہیں ہوتا بلکہ معصوم ہوتا ہے، لہٰذا جو معصوم ہو گا وہی امام ہو گا۔ جو معصوم نہیں وہ امام بھی نہیں اور معصوم سوائے نبی کے اور کوئی نہیں ہوتا، لہٰذا سوائے نبی کے اور کوئی امام نہیں ہوسکتا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور چند اور رسولوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ ﴾ [الأنبياء : ٧٣]

''ہم نے ان رسولوں کو امام بنایا تھا، وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ہم نے ان کو نیک کام کرنے کی وحی کی تھی۔''

اس آیت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے بہت سے نبیوں کا ذکر فرمایا ہے اور ان کے امام بنائے جانے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ان آیات سے ثابت ہوا کہ امام بنانا اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ امام صرف رسول ہی ہوتے ہیں۔ رسول کے علاوہ اگر کسی دوسرے کو امام بنالیا جائے تو یہ شرک فی الحکم ہے۔

رسول ہی حاکم ہوتا ہے:

رسول ہی وہ ہستی ہے جس کو اپنے تمام اختلافات میں فیصلہ کرنے والا ماننا اور اس کے فیصلہ کو بلا چون وچرا تسلیم کرنا حقیقی ایمان ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ [النساء : ٦٥]

''اے رسول! آپ کے رب کی قسم! لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تمام اختلافات میں آپ کا فیصلہ نہ مان لیں اور جو فیصلہ آپ کریں اس سے کسی قسم کی تنگی نہ محسوس کریں بلکہ اس کو برضا ورغبت تسلیم کرلیں۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام اختلافات میں رسول آخری سند ہیں۔ جو لوگ اپنے معاملات میں کسی غیر نبی کو سند مانتے ہیں، اس کے قول وفعل کو بلاچون وچرا اور بے دلیل تسلیم کرتے ہیں، وہ گویا اس کو نبی کا درجہ دے دیتے ہیں۔ آیت بالا کی رو سے ایسے لوگ مومن نہیں ہو سکتے۔

اطاعتِ رسول باعثِ محبت الٰہی:

رسول ﷺ ہی وہ ہستی ہے جس کی پیروی کرنے سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾

[آل عمران : ٣١]

"(اے رسول!) کہہ دیجیے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو (میری پیروی کرو گے تو) اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ اللہ معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔"

اطاعتِ رسول سبب ہدایت:

رسول ﷺ ہی وہ ہستی ہے جس کی اطاعت اور پیروی سے ہدایت ملتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ﴾ [النور : ٥٤]

"اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے، تو ہدایت یاب ہو جاؤ گے۔"

﴿ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴾ [الأعراف : ١٥٨]

"رسول کی پیروی کرو، تاکہ تمھیں ہدایت مل جائے۔"

کیا اللہ کی طرف سے ایسی سندیں رسول ﷺ کے علاوہ کسی اور کے حق میں بھی وارد ہوئی ہیں۔ اگر نہیں تو بے سند شخص کیسے امام ہو سکتا ہے اور کیسے اس کی اطاعت اور پیروی سے ہدایت مل سکتی ہے۔

رسول شریعت الٰہی کا شارح:

رسول ہی وہ ہستی ہے جو اپنے منصب کے لحاظ سے اس بات کی حقدار ہے کہ وہ منزل من اللہ شریعت کی تشریح و توضیح کر سکے، کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ تشریح و توضیح کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴾

[النحل : ٤٤]

"(اے رسول!) ہم نے یہ شریعت آپ پر (اس لیے) نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں

کے لیے نازل شدہ باتوں کی تشریح کر دیں اور لوگ (اپنی نجات کے متعلق) سوچ سکیں۔''

رسول کے قول وفعل کی مخالفت فتنۂ عظیم:

رسول ﷺ ہی وہ ہستی ہے جس کے قول وفعل کی مخالفت کرنا فتنۂ عظیم اور عذاب الیم کو دعوت دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

[النور : ٦٣]

''ان لوگوں کو جو رسول کے قول وفعل کے خلاف چلتے ہیں، ڈرتے رہنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں وہ کسی فتنہ میں مبتلا ہو جائیں یا ان پر کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے۔''

رسول کی زندگی اسوۂ حسنہ:

رسول ﷺ ہی وہ ہستی ہے جس کا طریقہ تمام مسلمانوں کے لیے ضابطۂ حیات ہے، یہی وہ نمونہ ہے جس کے مطابق بن کر لوگ اللہ تعالیٰ سے کوئی امید رکھ سکتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ٢١]

''بے شک تمھارے لیے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے، اس شخص کے لیے جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو۔''

یہ نمونہ اللہ تعالیٰ نے بھیجا، اللہ کے نمونہ کے علاوہ دوسرے نمونے بنانا خود کو اللہ تعالیٰ کے منصب پر فائز کرنا ہے اور یہ شرک ہے۔ رسول ﷺ ہی وہ ہستی ہے جس کی ہر بات وحی الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴾ [النجم : ٣، ٤]

''رسول اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا، وہ جو کچھ کہتا ہے وحی ہوتی ہے۔''

کیا یہ سند کسی اور کو حاصل ہے، اگر نہیں تو پھر کسی دوسرے کی بات کیسے سند ہو سکتی ہے۔ رسول ﷺ ہی کی وہ ذات گرامی ہے جس کی ہر بات حق ہے، جو معصوم ہے، جو کبھی غلطی پر قائم نہیں رہتا۔

ارشاد باری ہے:

﴿ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴾ [النمل : ۷۹]

"(اے رسول!) بے شک آپ درخشاں حق پر قائم ہیں۔"

کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سند کسی اور کو ملی ہے، اگر نہیں ملی تو وہ امام کیسے ہوسکتا ہے؟ امام وہی ہوسکتا ہے، جس کی ہر بات حق ہو۔

رسول ﷺ ہی وہ سراج منیر اور روشن چراغ ہے جس کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کا مطالعہ ہوسکتا ہے۔ اگر یہ روشن چراغ نہ ہو تو پھر تاریکی میں نہ شریعت الٰہی کا مطالعہ ہو سکتا ہے نہ صراط مستقیم مل سکتی ہے۔ ظلمت میں سوائے ضلالت کے اور کیا مل سکتا ہے۔ انسانوں میں رسول ﷺ ہی وہ ہستی ہے جس کا فیصلہ مل جانے کے بعد کسی مومن کو اختیار باقی نہیں رہتا کہ وہ اس معاملہ میں خود کوئی رائے دے یا کسی دوسرے کی رائے لے۔ مومن کو رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ ہی پر عمل کرنا ہوگا اور بس۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ [الأحزاب : ۳۶]

"مومن مرد اور عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ جب اللہ اور رسول کسی معاملہ میں فیصلہ صادر فرما دیں تو پھر بھی انھیں اس معاملہ میں کسی قسم کا اختیار باقی رہے (کہ اس فیصلہ کے مطابق کریں یا نہ کریں) اور جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا۔"

کیا یہ حق اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی اور انسان کو دیا گیا ہے، اگر نہیں دیا گیا تو پھر وہ امام کیسے ہوسکتا ہے، وہ واجب الاتباع کیسے ہوسکتا ہے؟ کسی مومن کو اختیار نہیں کہ رسول (ﷺ) کا فیصلہ سننے کے بعد کوئی اور بات کہے سوائے اس کے کہ "میں نے سنا اور میں اطاعت کروں گا۔"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [النور : ۵۱]

''جب مومنین کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تا کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے درمیان فیصلہ کریں تو ان کا قول سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہونا چاہیے کہ ''ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کی'' ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

کیا یہ منصب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی اور کو عطا ہوا ہے؟ یقیناً نہیں اور جب یہ منصب کسی کو عطا نہیں ہوا تو پھر وہ واجب الاتباع کیسے ہوسکتا ہے، وہ امام کیسے ہوسکتا ہے؟

رسول ہی منبع ہدایت:

رسول اللہ ﷺ ہی کے متعلق اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے کہ وہ سیدھے راستے پر ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [الزخرف : ٤٣]

''(اے رسول!) بے شک آپ (ﷺ) سیدھے راستے پر ہیں۔''

رسول ﷺ ہی کے متعلق اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے کہ وہ سیدھے راستے کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [المؤمنون : ٧٣]

''(اے رسول!) بے شک آپ سیدھے راستے کی طرف دعوت دیتے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ ہی کے متعلق اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے کہ اس کی پیروی سے سیدھا راستہ مل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ [الزخرف : ٦١]

''(اے رسول! کہہ دیجیے) میری پیروی کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔''

یہ آیات اس بات کی کھلی سند ہیں کہ رسول ﷺ صراط مستقیم پر ہیں، رسول ﷺ صراط مستقیم کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ رسول ﷺ کی پیروی صراط مستقیم ہے۔ بتائیے! یہ سندیں اور ضمانتیں کسی اور کے پاس ہیں۔ نہیں ہیں اور یقیناً نہیں ہیں تو پھر وہ امام کیسے ہو سکتے ہیں۔ ان کی بات آخری سند کیسے ہوسکتی ہے۔ ان کے فتوے اور قیاسیات دین مین کس طرح شامل ہو سکتے ہیں۔

رسول ﷺ ہی وہ ہستی ہے جس کی ہر دعوت اور ہر پکار حیات جاوداں بخشتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ذوالجلال والاکرام فرماتا ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱسۡتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمۡ لِمَا يُحۡيِيكُمۡ ﴾

[الأنفال : ٢٤]

''اے ایمان والو! جب اللہ اور رسول تمھیں ایسی بات کی طرف بلائیں جو تمھارے لیے حیات بخش ہو تو فوراً ان کی بات قبول کر لیا کرو۔''

رسول کی نافرمانی باعث حسرت و ندامت:

رسول ﷺ ہی وہ ہستی ہے جس کی پیروی نہ کرنا میدان محشر میں باعث حسرت و ندامت ہو گا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ وَيَوۡمَ يَعَضُّ ٱلظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيۡهِ يَقُولُ يَٰلَيۡتَنِي ٱتَّخَذۡتُ مَعَ ٱلرَّسُولِ سَبِيلًا ﴾

[الفرقان : ٢٧]

''روز محشر گنہگار اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا اور کہے گا اے کاش! میں نے رسول کی پیروی کی ہوتی۔''

اتباعِ رسول باعث رحمت:

رسول اللہ ﷺ ہی وہ ہستی ہے جس کی پیروی سے رحمت ملتی ہے۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ وَرَحۡمَتِي وَسِعَتۡ كُلَّ شَيۡءٍۚ فَسَأَكۡتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤۡتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَٱلَّذِينَ هُم بِـَٔايَٰتِنَا يُؤۡمِنُونَ ۝١٥٦ ٱلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ ٱلرَّسُولَ ﴾ [الأعراف : ١٥٦، ١٥٧]

''میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔ یہ رحمت میں ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں یعنی وہ لوگ جو رسول کی پیروی کرتے ہیں۔''

رسول صرف اللہ سے ڈرتا ہے:

رسول ہی وہ ہستی ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا، جو تقیہ نہیں کرتا، جو بے خوف و خطر حق بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ ٱلَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَٰلَٰتِ ٱللَّهِ وَيَخۡشَوۡنَهُۥ وَلَا يَخۡشَوۡنَ أَحَدًا إِلَّا ٱللَّهَ ﴾ [الأحزاب : ٣٩]

''جو لوگ اللہ کی رسالت کو پہنچاتے ہیں اور اللہ ہی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے علاوہ کسی

سے نہیں ڈرتے (وہی آپ کے لیے نمونہ ہیں)۔''

بھلا جو لوگ غیر اللہ سے ڈرتے ہوں، تقیہ کرتے ہوں، تقیہ کر کے حق کو چھپاتے ہوں وہ کیسے معصوم ہو سکتے ہیں؟ ان کی ہر بات کیسے حق ہو سکتی ہے؟ وہ کیسے امام ہو سکتے ہیں؟ امام تو درحقیقت وہ ہو سکتا ہے جو بے خوف وخطر اللہ کے احکام کی تبلیغ کرے اور کسی ملامت کرنے والے، طعنہ دینے والے کی پروا نہ کرے بلکہ اپنے مخالفین کو چیلنج دے کہ تم سب مل کر جو کچھ میرے خلاف کرنا چاہتے ہو کر گزرو اور مجھے ذرا سی بھی مہلت نہ دو۔ سیدنا نوح علیہ السلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں:

﴿ فَأَجْمِعُوٓا۟ أَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ ٱقْضُوٓا۟ إِلَىَّ وَلَا تُنظِرُونِ ﴾ [يونس : ٧١]

''تم اپنے تمام شرکاء کو جمع کرو پھر (میرے خلاف) جو کچھ کرنا چاہو سب مل کر اس کا فیصلہ کرو، تمھاری تدبیر کا کوئی گوشہ تم سے مخفی نہ رہ جائے۔ پھر میرے خلاف (جو چاہو) کر گزرو اور مجھے (ذرا سی بھی) مہلت نہ دو۔''

سیدنا ہود علیہ السلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں:

﴿ فَكِيدُونِى جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنظِرُونِ ﴾ [هود : ٥٥]

''تم سب مل کر میرے خلاف جو تدبیر کرنا چاہو کر لو پھر مجھے (ذرا سی بھی) مہلت نہ دو۔''

اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ قُلِ ٱدْعُوا۟ شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنظِرُونِ ﴾ [الأعراف : ١٩٥]

''(اے رسول!) آپ کہہ دیجیے کہ اپنے شریکوں کو بلاؤ اور (سب مل کر) میرے خلاف جو تدبیر کرنی چاہو کرو، پھر مجھے (ذرا سی بھی) مہلت نہ دو۔''

اس حکم الٰہی کی تعمیل میں رسول نے بھی اپنی قوم کو چیلنج دے دیا اور کسی قسم کا خوف نہیں کیا۔ الغرض رسولوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے کہ وہ کسی سے نہیں ڈرتے۔ وہ بے خوف وخطر ہر مسئلہ بیان کرتے ہیں۔ خواہ مخالفین اس مسئلہ کو سن کر کتنے ہی غیظ وغضب میں آئیں۔ اگر رسول ایسا نہ کریں تو حق رسالت ادا نہیں ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُۥ ﴾ [المائدة : ٦٧]

''اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنی رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔''

رسول تقیہ نہیں کرتے :

جن علماء کو لوگوں نے خود امام بنا لیا ہے اور ان کی اطاعت کو واجب قرار دے لیا ہے ان کے ایمان کے ثبوت میں بھی ان کے پاس کوئی یقینی ذریعہ نہیں۔ ہم صرف ان کے ظاہری عقائد و اعمال کی بنا پر حسن ظن رکھتے ہیں کہ وہ مومن ہیں لیکن ان کے مومن ہونے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ان کی تمام باتیں صحیح ہی ہوں گی، وہ تقیہ نہیں کریں گے، خوف و مصلحت کی خاطر حق کو نہیں چھپائیں گے۔ نہ ہمارے پاس ان کے متعلق وحی الٰہی کی ایسی کوئی سند ہے، نہ خود ان اماموں کے پاس وحی الٰہی کی ایسی کوئی سند ہے، نہ ان کے پاس وحی آتی ہے کہ ان کو غلطی سے بچائے، تو پھر بتائیے کہ ایسی صورت میں وہ امام کیسے ہو سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴾

[محمد : ٣٣]

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع مت کرو۔''

آیت بالا سے معلوم ہوا کہ اعمال کی قبولیت کا دار و مدار اطاعت رسول ﷺ پر ہے۔ تمام اعمال حسنہ جو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق نہ کیے جائیں باطل ہیں۔ کیا یہ حیثیت بھی کسی اور کو حاصل ہے۔ اگر نہیں تو وہ امام کیسے ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ [آل عمران : ١٦٤]

''یقیناً اللہ نے مومنین پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انھی میں سے ایک رسول معبوث کیا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔''

کیا ایسی سند اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی اور کو حاصل ہے، کیا کسی دوسرے کی اتباع سے تزکیہ نفس ہونا یقینی ہے، کیا کسی اور شخص کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ اس نے کتاب و حکمت کا جو مفہوم بتایا ہے

وہ یقیناً صحیح ہے، اگرنہیں تو وہ امام کیسے ہوسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ ﴾ [النساء : ٥٩]

''اگر تمھارا کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اس معاملہ میں اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔''

کیا آپس کے اختلافات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول (ﷺ) کے علاوہ بھی کسی اور کو آخری سند مقرر کیا گیا ہے۔ اگرنہیں تو پھر وہ امام کیسے ہوسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرٰىكَ اللَّهُ ﴾ [النساء : ١٠٥]

''(اے رسول!) ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے، تاکہ آپ لوگوں کے درمیان (اس طرح) فیصلہ کریں جس طرح اللہ آپ کو بتائے۔''

کیا کسی اور کے فیصلے بھی اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں صادر ہوتے ہیں، اگرنہیں تو ان کی بات کیسے سند ہوسکتی ہے؟

مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہوا کہ صرف ایک ہی ہستی ایسی ہے جس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، جس کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے، جس کا طریقہ واجب الاتباع ہے، جس کی ہر بات وحی ہے، جو خود ہدایت پر ہے اور ہدایت کی طرف دعوت دیتا ہے، جس کی اطاعت و اتباع سے ہدایت ملتی ہے، جس کی پیروی سے ولایت ملتی ہے، جس کے پاس ان تمام باتوں کے لیے وحی الٰہی کی سند ہے اور وہ ہستی صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے، تو پھر بتایئے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور کی اطاعت سے، کسی اور کو آخری سند یا امام بنانے سے سوائے نقصان کے اور کیا مل سکتا ہے۔ یہ نقصان دو قسم کا ہوگا: ایک شرک فی الحکم کا، دوسرا فرقہ بندی کا۔ شرک کسی قسم کا بھی ہو بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا، لہٰذا اس سے بچنا بڑا ضروری ہے، ورنہ نجات ناممکن ہے۔ فرقہ بندی اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ کہ صرف ایک متفق علیہ امام کو امام مانا جائے۔ ایسا امام سوائے رسول ﷺ کے اور کون ہوسکتا ہے۔ کوئی فرقہ ایسا نہیں جو رسول ﷺ کو واجب الاتباع نہ مانتا ہو، ان کی پیروی کو ذریعہ نجات نہ سمجھتا ہو۔ اتباع رسول ﷺ مقصد ہے، علماء اور فقہاء ذریعہ تو ہوسکتے ہیں، مقصد نہیں بن سکتے۔ علماء اور فقہاء امام کائنات ﷺ کی باتیں ہم تک پہنچانے والے ہیں، خود امام نہیں ہیں۔ امام ہمارا

صرف ایک ہے اور وہ وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارا امام بنایا ہے۔

آیئے! صرف اللہ کے بنائے ہوئے امام کو امام مانیے، فرقہ بندی ختم کر دیجیے، سب ایک مرکز پر جمع ہو جایئے اور ایک ہو جایئے۔ ((وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ))

فصل دوم

ردِ تقلید

تقلید کی تعریف:

غیر نبی کی بات بلا دلیل تسلیم کر لینے کا نام تقلید ہے۔

تقلید کی ابتدا:

ہم نے بدعات کی جو فہرست پیش کی ہے ان میں سرفہرست تقلید ائمہ اربعہ ہے۔ یاد رہے کہ امت مسلمہ کے اتحاد کو جن چیزوں نے سب سے زیادہ نقصان پہنچایا ان میں سرفہرست دو چیزیں ہیں:

۱۔ شیعہ صاحبان کا امت مسلمہ سے علیحدہ فرقہ بنانا۔

۲۔ تقلید ائمہ اربعہ۔

تقلید ائمہ اربعہ چوتھی صدی ہجری میں شروع ہوئی۔ حوالہ کے لیے دیکھیے ۱۔شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب حجۃ اللہ بالغہ۔ (مطبوعہ صدیقی بریلی ص: ۱۵۷) ۲۔ اعلام الموقعین (مطبوعہ اشرف المطالعہ۔ دہلی ۱/۱۲۲ از حافظ ابن قیم) ۳۔محمد یوسف لدھیانوی حنفی دیوبندی کی کتاب اختلاف امت اور صراط مستقیم (از مکتبہ مدینہ ۱۷ اردو بازار لاہور، حصہ اول: ص ۲۰ تا ۲۵)

کیا تقلید واجب ہے؟

یہ بات بہت زیادہ مشہور ہے کہ چار امام برحق ہیں اور عوام پر ان کی تقلید کرنا واجب ہے۔ چار اماموں سے مراد مالک بن انس، ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، محمد بن ادریس شافعی، احمد ابن

حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ چاروں صاحبان کا بہت بلند علمی مرتبہ ہے اور دین اسلام میں ان کی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں، لیکن ان کے درجۂ امامت پر فائز ہونے اور عوام پر ان کی تقلید کے واجب ہونے کی کوئی دلیل قرآن و حدیث سے نہیں ملتی۔ قرآن و حدیث ہی اصل دین ہے، جب یہاں سے ہم کسی بات کا ثبوت پالیں تو پھر تاویل کی گنجائش نہیں رہتی اور جب قرآن و حدیث میں ہمیں کسی بات کا ثبوت نہیں ملتا تو پھر اسے تسلیم کرنے کی کوئی گنجائش ہمارے پاس نہیں۔ اس لیے کہ ہم شریعت کے تابع ہیں، شریعت ساز نہیں۔ چند نادان قسم کے مقلد آیت قرآنی: ﴿ فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [النحل : ٤٣] سے یہ جواز نکالتے ہیں کہ اس آیت میں عوام کو ان کی تقلید کا حکم دیا گیا ہے، حالانکہ ان کا یہ قول اللہ تعالیٰ پر افترا ہے اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہوئے ذرہ برابر بھی نہیں شرماتے۔ سورۃ النحل کی اس آیت کا ماقبل اور مابعد اس بات کی صاف صاف وضاحت کر رہا ہے کہ یہاں اہل الذکر سے مراد اہل انجیل ہیں نہ کہ امت محمدیہ کے علماء۔ پھر یہ نادان مقلد جوازِ تقلید اپنے زعم باطل میں ثابت تو کر دیتے ہیں لیکن ہمارا سوال ابھی بھی خم ٹھونک کر کھڑا ہے کہ اس آیت سے اب اپنے چار مزعومہ ائمہ کی تقلید کا بھی ثبوت دو کہ ''اہل ذکر'' سے صرف یہی چار مراد ہیں اور یہاں یہ حوالہ بھی بے جا نہ ہوگا کہ مذکورہ بالا آیت سے مراد قرآن و حدیث کا حکم دریافت کرنا ہے، لوگوں کی باتیں مان لینے کا حکم نہیں ہے۔

یہود و نصاریٰ اپنے مولویوں اور درویشوں کا کہنا مانتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے مشرک فرمایا۔ مومنوں کو حکم دیا کہ لوگوں کے قول مت پوچھو بلکہ یہ پوچھو کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے۔ (مقدمہ عالمگیری: ۱۴۱)

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی حقیقی تعلیم سے لوگوں کو سب سے زیادہ برگشتہ کرنے والی بدعت یہی تقلید ائمہ اربعہ ہے کہ اس کے سبب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، احادیث وسنن مبارکہ ترک کر دیں اور ان لوگوں کے اقوال و افعال کی پیروی کرنے لگے ہیں جن کی تقلید کرنے کا حکم نہ اللہ تعالیٰ نے دیا اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کیونکہ وہ نبی نہیں تھے بلکہ امتی تھے۔

یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ تقلید چوتھی صدی ہجری میں شروع ہوئی تو وہ مسلمان جو اس تقلید کے شروع ہونے سے پہلے ہی تقلید پر عمل کیے بغیر اس دنیا سے رخصت ہو گئے ان کا کیا

بنے گا اور ان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین سب لوگ شامل ہیں جو قرون ثلاثہ کے لوگ ہیں کہ جن زمانوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر کی خبر دی اور یہ حدیث بخاری (۲۶۵۱) میں ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تقلید سراسر بدعت ہے۔

یہاں ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ شریعت مطہرہ کا بیشتر حصہ وہ ہے جس پر یہ چاروں امام متفق ہیں اور بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ان چاروں بزرگوں کا کسی مسئلہ پر اتفاق کرنا ''اجماع امت'' کی علامت ہے یعنی جس مسئلہ پر ائمہ اربعہ متفق ہوں، سمجھ لینا چاہیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک پوری امت اس پر متفق چلی آئی ہے۔ اس لیے ائمہ اربعہ کے اتفاقی مسئلہ سے باہر نکلنا جائز نہیں۔

جواباً عرض ہے کہ ائمہ اربعہ کسی مسئلہ پر متفق ہوں وہ اگر اجماع امت ہے تو سب سے پہلے ائمہ کے مقلدین خصوصاً حنفی اس کے مخالف ہیں۔ مثال کے طور پر دو مسئلے جس پر ائمہ اربعہ متفق ہیں لیکن مقلدین اس کے منکر ہیں۔ الا ماشاء اللہ!

۱۔ تقلید سے ائمہ اربعہ کی ممانعت:

(ا: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"حَرَامٌ عَلٰی مَنْ لَمْ یَعْرِفْ دَلِیْلِیْ اَنْ یُّفْتِیَ بِکَلَامِیْ" [میزان شعرانی : ۳۸]

''میری بات کی دلیل (قرآن وحدیث سے) جس کو معلوم نہ ہو، اس کے لیے میرے کلام پر فتویٰ دینا حرام ہے۔''

درمختار میں ہے:

" إِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَهُوَ مَذْهَبِیْ اَنْ تَوَجَّهَ لَکُمْ دَلِیْلٌ فَقُوْلُوْا بِهٖ" [درمختار : ۱/ ۵۰]

''صحیح حدیث سے جو مسئلہ ثابت ہو جائے وہی میرا مذہب ہے۔ اگر تم کو کوئی دلیل قرآن وحدیث میں مل جائے تو اسی پر عمل کرو اور اسی پر فتویٰ دیا کرو۔''

ب: امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اُخْطِئُ وَاُصِیْبُ فَانْظُرُوْا فِیْ رَأْیِیْ فَکُلُّ مَا وَافَقَ الْکِتَابَ وَ

السُّنَّةَ فَخُذُوْهُ وَكُلُّ مَا لَمْ يُوَافِقْ فَاتْرُكُوْهُ " [ایقاظ طبع ھند : ۱۰۲]

"اے لوگو! میں ایک انسان ہوں کبھی میری بات ٹھیک ہوتی ہے اور کبھی غلط، تم میری اس بات کو تو لے لو جو کتاب وسنت کے مطابق ہو اور جو اس کے خلاف ہو اس کو چھوڑ دو۔"

شاہ ولی اللہ صاحب امام مالک کا قول نقل فرماتے ہیں:

" مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَهُوَ مَأْخُوْذٌ مِنْ كَلَامِهِ وَمَرْدُوْدٌ عَلَيْهِ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " [الانصاف :۱۳۔ عقد الجید : ۸۰]

"دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں کہ اس کی تمام باتیں قبول کی جائیں سوائے رسول اللہ ﷺ کے۔"

یعنی دوسروں کی باتوں میں غلطی کا ہونا ممکن ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی باتیں سو فیصد سچی اور حق ہیں، لہٰذا ماننے کے قابل صرف آپ ﷺ ہی کی بات ہے۔

ج : امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" اِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ وَ اِذَا رَأَيْتُمْ كَلَامِيْ يُخَالِفُ الْحَدِيْثَ فَاعْمَلُوْا بِالْحَدِيْثِ وَاضْرِبُوْا كَلَامِي الْحَائِطَ" [عقد الجید : ۸۱]

"صحیح حدیث میں جو کچھ ہے وہی میرا مذہب ہے، جب تم میرے کلام کو حدیث کے خلاف پاؤ تو حدیث پر عمل کرو اور میرے قول کو دیوار پر دے مارو۔"

نیز آپ فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جب بھی کسی پر سنت رسول اللہ ﷺ ظاہر ہو جائے، اس شخص کے لیے اس سنت کو چھوڑ کر اوروں کے قول پر عمل کرنا حرام ہے۔ (اعلام: ۲/ ۱۶۱۔ایقاظ : ۸۵)

د : امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" لَيْسَ لِاَحَدٍ مَعَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ كَلَامٌ " [عقد الجید :۸۱]

"اللہ ورسول کے مقابلہ میں کسی کا کلام کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔"

شاہ ولی اللہ صاحب ہی مزید نقل فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا:

" لَا تُقَلِّدُوْنِيْ وَ لَا تُقَلِّدُنَّ مَالِكًا وَ لَا الْاَوْزَاعِيَّ وَ لَا الثَّوْرِيَّ وَ خُذُوْا

الْاَحْکَامَ مِنْ حَیْثُ اَخَذُوْا مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ " [عقد الجید :۸۱]

"خبردار! ہرگز ہرگز نہ میری تقلید کرنا، نہ امام مالک کی، نہ اوزاعی کی، نہ ثوری کی، بلکہ جہاں سے یہ بزرگ احکام لیا کرتے تھے وہیں سے تم بھی لیا کرو یعنی قرآن وحدیث سے۔"

یہ ائمہ اربعہ کے اقوال ہیں جو تقلید شخصی کی تردید کرتے ہیں۔ گویا ائمہ اربعہ اس بات پر متفق ہیں کہ تقلید حرام ہے اور بقول شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ یہ اجماع امت کی علامت ہے۔ اب مقلدین ہی اپنے گریبان میں منہ ڈال کر فرمائیں کہ اس اجماع کی وہ مخالفت کیوں کرتے ہیں۔ خصوصاً حنفیہ جب کہ ان کی مذہبی کتابوں میں بھی تقلید سے روکا گیا ہے۔ مثلاً شیخ ابن الہمام حنفی فتح القدیر (۲۴۷/۳) میں فرماتے ہیں:

" فَلَا دَلِیْلٌ عَلٰی وَجُوْبِ اِتِّبَاعِ الْمُجْتَهِدِ الْمُعَیَّنِ بِاِلْزَامِ نَفْسِهٖ ذٰلِكَ قَوْلًا اَوْ نِیَّةً "

"کسی ایک ہی مجتہد اور امام کی ہر ایک بات اپنے اوپر لازم اور واجب کر لینے کی قطعاً کوئی دلیل نہیں ہے۔"

۲۔ ائمہ اربعہ کا عقیدہ:

دوسرا مسئلہ جس پر ائمہ اربعہ متفق ہیں عقائد ہے، تمام عقائد کی کتابیں اس پر متفق ہیں کہ ائمہ اربعہ عقائد کے معاملہ میں تفویضی تھے لیکن امام احمد رحمہ اللہ کے مقلدین کے علاوہ ائمہ ثلاثہ کے مقلدین نے اپنے امام کا یہ عقیدہ چھوڑ کر تاویلی عقیدہ جو بعد میں آنے والے متکلمین جیسے اشعری و ماتریدی وغیرہ نے بیان کیا ہے، اختیار کیا ہے۔ اب ان ائمہ ثلاثہ کے مقلدین سے عموماً اور امام ابوحنیفہ کے مقلدین سے خصوصاً یہ سوال ہے کہ اس اجماعی عقیدہ کو کیوں چھوڑا گیا ہے؟ اور اس کو چھوڑنے کی وجہ سے آپ حضرات اجماع کے منکر ہوئے یا نہیں؟ آخر کچھ اختلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین بھی تھے لیکن ان میں یہ فرقہ بندی اور فقہی اختلافات کی شدت نہ تھی۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں رہتے تھے اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم مل جانے کے بعد وہ اس کی دوراز کار تاویلیں اور رکیک توجیہیں نہیں کرتے تھے بلکہ اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیتے تھے۔ آج بھی اگر مقلدین صدق دل سے احادیث کی وہ حیثیت و اہمیت تسلیم کر لیں جو عہد صحابہ و

تابعین میں تھی اور جس کو شریعت نے فی الواقع جو اہمیت وحیثیت دی ہے تو آج بھی اختلافات کی شدت میں معتد بہ کمی آسکتی ہے:

۱۔ قرآن کریم نے یہ بتایا کہ رسول اس لیے آئے کہ جاہلوں اور گمراہوں کو ہدایت پر لائیں۔

۲۔ قرآن کریم کو اللہ نے آسان اور عام فہم بنایا تا کہ اس سے ہر شخص فائدہ اٹھائے۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں آسان دین لے کر آیا ہوں۔

فصل سوم

تقلید کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ

اصلی سنی کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو کچھ فرمایا وہ حق ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ قرآن و حدیث کا سمجھنا مشکل ہے، تو گویا وہ اللہ و رسول ﷺ کو چیلنج کر رہا ہے، جس کا وہ بروز قیامت جواب دہ ہوگا اور جو کچھ اصلی سنی کہتے ہیں اس کا عملی ثبوت صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی میں موجود ہے کہ انھوں نے قرآن و حدیث کو رسول ﷺ کی زبان مبارک سے سنا اور سمجھ کر عمل کیا اور یہ تمام احکام عبادات ومعاملات پر رسول اللہ ﷺ کے شروع زمانے میں عمل ہوا اور وہ بتواتر نسلاً بعد نسلٍ ہم تک پہنچا اور یہی سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ گویا بشکل کتابت وبشکل عمل دونوں طریقوں سے ہمارے پاس وہ احکام من وعن موجود ہیں۔ اگر کبھی عمل میں بر بنائے ذہول و نسیان نقصان واقع ہو جائے تو مکتوبات سے اس کی تشریح کر لی جائے۔

اصلی سنی یہ بھی کہتے ہیں کہ پڑھے لکھے براہ راست قرآن و حدیث سے اس نقص کی تصحیح کر سکتے ہیں اور ان پڑھ کسی عالم سے جا کر سوال کرے گا کہ اس باب میں قرآن و حدیث میں کیا وارد ہے اور وہ عالم قرآن و حدیث کا حکم بتا دے گا جس سے اس نقص و خامی کی تصحیح ہو جائے گی اور اس سوال کے لیے کسی ایک ہی کو معین نہیں کیا جائے گا بلکہ جو بھی وقت پر مل جائے گا اس سے پوچھا جائے گا کیونکہ صحابہ کی روش یہی تھی۔ قرآن نے ﴿فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [النحل : ٤٣] فرمایا، جس کا مفہوم یہ ہے کہ زندہ و موجود عالم سے روبرو پوچھ لو، اور کیا پوچھ لو قرآن و حدیث کا یہ حکم نہیں کہ فلاں نے کیا کہا اور فلاں نے کیا کہا۔ گویا اصلی سنی ان پڑھ کسی پڑھے لکھے عالم سے مسئلہ قرآن و حدیث کا معلوم کرے گا اور یہ تحقیق ہے تقلید نہیں۔ آپ فقہ حنفی

میں دیکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے شاگردوں نے اپنے استاد کے ہزاروں استنباطات کو رد کر دیا اور یہی حال دوسرے ائمہ کا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا حقیقی دشمن کون؟

حنفی کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ اصلی سنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی توہین کو ''سرمایۂ سعادت'' سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اصلی سنی پر یہ ایسے ہی بہتان عظیم ہے جس طرح بریلوی اہل حدیث پر توہین اولیاء بلکہ گستاخیٔ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) تک کے الزام عائد کرتے ہیں۔ حالانکہ اہل حدیث کے نزدیک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کفر ہے۔ پھر اس الزام کی نوعیت کیا ہے؟ وہ یہ کہ اہل حدیث اولیاء اور انبیاء کو اس طرح نہیں مانتے جس طرح بریلوی مانتے ہیں۔ بریلوی اولیاء اور انبیاء علیہم السلام کو خدائی صفات میں شریک گردانتے ہیں۔ مثلاً وہ عالم الغیب، حاضر و ناظر، نافع و ضار، متصرف فی الامور وغیرہ وغیرہ ہیں، جو شخص بھی اولیاء اور انبیاء کی بابت یہ غالیانہ عقائد نہ رکھے وہ ان کے نزدیک گستاخ اولیاء اور گستاخ رسول ہے۔

ہم پوچھتے ہیں کہ کیا بریلویوں کا یہ الزام صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو اعلان کر دیجیے ہم بھی اعتراف کر لیں گے کہ اصلی سنی واقعی گستاخ ابوحنیفہ ہیں لیکن غلو عقیدت سے اجتناب گستاخی نہیں بلکہ عین مطلوب ہے۔ تو پھر بریلویوں کی طرح دیوبندیوں کی یہ رٹ کہ اصلی سنی ائمہ کرام بالخصوص امام ابوحنیفہ کے گستاخ ہیں، ایک ہذیان گوئی کے سوا کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

اگر ان کے فقہی اقوال سے اختلاف گستاخی ہے تو یہ گستاخی سب سے پہلے ان کے ارشد تلامذہ قاضی ابو یوسف اور امام محمد وغیرہ نے کی ہے، پہلے ان پر فرد جرم عائد کیجیے، اصلی سنی کا نمبر بعد میں آتا ہے۔ پھر ائمہ کے اقوال اور ان کے اجتہادات سے اختلاف اگر گستاخی ہے تو سارے حنفی گستاخ ہیں۔ جنھوں نے امام مالک رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ کے اقوال و اجتہادات سے اختلاف کیا ہے اور مسلسل کر رہے ہیں۔

دراصل امام ابوحنیفہ کے دشمن خود مقلدین حنفیہ ہی ہیں کہ انھوں نے اس امام عالی مقام کے نورانی چہرے پر اس قدر کیچڑ فرضی مسائل کے نام سے اچھالا ہے کہ کسی کے لیے ان کا صحیح چہرہ دیکھنا مشکل ہو گیا ہے۔ اس کے باوجود مجھے معلوم نہیں کہ کسی اصلی سنی نے انھیں برا بھلا کہا ہو یا

ان سے عداوت کا اظہار کیا ہو لیکن اگر حنفی صاحبان کے علم میں یہ بات ہو تو اس کے ذمہ دار بھی انھی کے اکابر ہیں یعنی مصنفین فقہ حنفیہ۔ باقی الزامات کے بارے میں مختصراً عرض ہے:

۱۔ اگر نقل صحیح سے ثابت ہو جائے تو ان کی تابعیت کے انکار کی ضرورت کیا ہے بلکہ بعض علمائے جماعت محمدی نے تو احناف ہی پر اعتبار کرتے ہوئے امام صاحب کو تابعی بھی لکھا ہے۔

۲۔ امام صاحب کی مرتب کردہ کتاب کہاں غائب ہوگئی، امام مالک کی مؤطا تو موجود ہے۔

۳۔ اگر یہ حضرت امام ہمام کے شاگرد ہیں تو یہ ان کے لیے ذخیرہ عاقبت ہوگا، لیکن اس سے آپ حضرات کو کیا ملا، حالانکہ تاریخ اور سیر سے اس کا ثبوت پیش کرنا بھی مشکل ہے۔ جن لوگوں کو امام ہمام کا شاگرد بتلایا گیا ہے ان سب کی روایتیں کتب صحاح و مسانید میں موجود ہیں، ان میں سے ان کی وہ روایات جمع کر دی جائیں جو امام صاحب سے مروی ہیں تا کہ عوام کو معلوم ہو جائے کہ امام صاحب کے شاگردوں نے ان سے کتنا استفادہ کیا ہے۔

۴۔ وہ اگر غلطی نہیں کر سکتے تھے تو کیا وجہ ہے کہ انھوں نے غلطیاں کیں۔ اگر ان سے غلطیاں نہ ہوتیں تو ان کے تلامذہ ان سے اختلاف نہ کرتے حالانکہ یہ واقعہ ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد نے ایک دو مسائل میں نہیں بیسیوں مسائل میں اپنے استاد (امام ابو حنیفہ) سے اختلاف کیا ہے۔

امام ابو یوسف امام ابوحنیفہ کے سب سے اہم شاگرد ہیں بلکہ ان کے بارے میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ اگر وہ نہ ہوتے تو امام ابوحنیفہ کا نام تک کوئی نہ جانتا:

" مَا كَانَ فِيْ اَصْحَابِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ مِثْلَ اَبِيْ يُوْسُفَ لَوْلَا اَبُوْ يُوْسُفَ مَا ذُكِرَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ " [وفيات الأعيان : ٥/ ٤٢٤ ـ الطبعة الاولىٰ]

"ابوحنیفہ کے شاگردوں میں ابو یوسف جیسا کوئی نہیں، اگر ابو یوسف نہ ہوتے تو ابوحنیفہ کا ذکر تک نہ ہوتا۔"

یہاں تک کہ ان دونوں نے اپنے استاد کی اصول میں بھی مخالفت کی ہے اور انھوں نے متعدد مسائل میں اپنے استاد امام ابو حنیفہ سے اختلاف کیا ہے: "وَخَالَفَهُ فِيْ مَوَاضِعِ كَثِيْرَةٍ "[حوالہ مذکور : ٤٢١] کہ انھوں نے بہت سے مسائل میں اختلاف کیا ہے۔ اسی طرح امام محمد ہیں، یہ بھی امام ابو یوسف کے بعد سب سے اہم شاگرد ہیں بلکہ انھی کی تصنیفات فقہ حنفی کی بنیاد

ہیں لیکن انھوں نے بھی بے شمار مسائل میں اپنے استاد سے اختلاف کیا ہے حتیٰ کہ یہاں تک کہا گیا ہے کہ یہ دونوں شاگرد (امام ابو یوسف اور امام محمد) اپنے استاد کی اصول تک میں مخالفت کرتے ہیں:

"فَاِنَّهُمَا يُخَالِفَانِ اُصُوْلَ صَاحِبِهِمَا" [طبقات الشافعية : ۲/ ۱۰۲ طبع جديد]

نیز کہا گیا ہے:

"اِسْتَنْكَفَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ وَ اَبُوْيُوْسُفَ عَنْ مُتَابَعَتِهِ فِيْ ثُلُثَيْ مَذْهَبِهِ وَ وَافَقَا الشَّافِعِيَّ فِيْ اَكْثَرِ الْمَسَائِلِ" [مغيث الخلق فى ترجيح القول الحق، لامام الجويني :٤٤]

"ان دونوں شاگردوں محمد بن حسن اور ابو یوسف نے اپنے امام سے دو تہائی مذہب میں اختلاف کیا ہے اور اکثر مسائل میں امام شافعی کی موافقت کی ہے۔"

اور مولانا عبدالحیٔ لکھنوی حنفی بھی اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" فَاِنَّ مُخَالِفَتَهُمَا لِاَبِيْ حَنِيْفَةَ فِي الْاُصُوْلِ غَيْرَ قَلِيْلَةٍ حَتّٰى قَالَ الْاِمَامُ الْغَزَالِيُّ فِيْ كِتَابِ الْمَنْخُوْلِ اِنَّهُمَا خَالَفَا اَبَاحَنِيْفَةَ فِيْ ثُلُثَيْ مَذْهَبِهِ"

[مقدمة عمدة الرعاية فى حل شرح الوقاية :۸۔ طبع مجتبائى دهلى]

"محمد اور ابو یوسف نے ابوحنیفہ کی اصول میں بھی جو مخالفت کی ہے وہ قلیل نہیں ہے، حتیٰ کہ امام غزالی نے "منخول" میں صراحت کی ہے کہ محمد اور ابو یوسف نے ابو حنیفہ کی دو تہائی مسائل میں مخالفت کی ہے۔"

تقلید اور تحقیق میں فرق:

ہم رسول کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق ہر عالم کی عزت کرتے ہیں لیکن مطاع کسی کو تسلیم نہیں کرتے، لہٰذا اس سے ہم پر حجت قائم کرنا لاعلمیت کی دلیل ہے۔ ہم پر حجت تو صرف قرآن و حدیث سے قائم کی جا سکتی ہے۔

یاد رہے کہ نصوص قرآن و حدیث کے مقابلے میں کسی کا قول اور قیاس کوئی اہمیت نہیں رکھتا اور ایسی صورت میں تقلید قطعاً حرام ہے۔

کیا رسول اللہ ﷺ نے ان صحابہ کو جو بدوی تھے یہ حکم دیا کہ تم قرآن یا میری سنت پر عمل

کرنے کے اہل نہیں، لہٰذا کسی مجتہد صحابی کے توسط سے عمل کرنا؟ عدم علم کی بنا پر کسی صاحب علم سے معلومات حاصل کرنے کو تقلید نہیں کہا جاتا بلکہ یہ عین تحقیق ہے، اس کو تقلید سے تعبیر کرنا خلط مبحث کی بدترین مثال ہے۔

ائمہ کی شان بہت بڑھا دینا:

اماموں کو ان کی شان سے بڑھانا بھی ان کی بے ادبی ہے۔ انسان کو گرانے کی دو صورتیں ہیں، ایک تو یہ کہ جس مرتبے کا وہ ہو اس سے کم مرتبہ اس کے لیے ہم ثابت کریں۔ مثلاً ایک بادشاہ کو وزیر کہہ دیں یا اس سے بھی کم، اسی طرح دوسری صورت اسے گرانے کی یہ بھی ہے کہ اس کے مرتبے سے اسے بڑھا دیں۔ مثلاً کسی پولیس والے کو ہم بادشاہ کہہ دیں۔ بزرگوں کی دشمنی کے بھی یہی دو درجے ہیں، کسی بزرگ کو ان کی حیثیت سے گرانا بھی ان کی بے ادبی اور خلاف شرع ہے۔ مثلاً ائمہ دین و مجتہدین شرع متین کو گستاخانہ لفظوں سے برائی سے یاد کرنا۔ اسی طرح ان کی بے ادبی کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ انھیں ان کے مرتبے سے بڑھا دیں، مثلاً کسی ولی اللہ کو اللہ کہہ دیں، کسی امام کو رسول اللہ ﷺ بتا دیں۔ جس طرح ان دونوں طریقوں سے بے ادبی ہوتی ہے اسی طرح خیالات بھی انھی دو طریق پر ہیں اور وہ بھی دونوں بے دینی کے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح ان کے ساتھ معاملہ جو برتا جائے وہ بھی انھی دو طریق کا ہوتا ہے۔ پس کسی امام دین کی جس طرح یہ توہین ہے کہ اسے سرے سے امام یا بزرگ ہی نہ مانا جائے اسی طرح ان کی یہ بھی توہین ہے کہ انھیں خدائی درجے یا نبوت کی کرسی پر بٹھا دیا جائے۔ تقلید شخصی میں امام کو گویا نبی ماننا ہے۔

چاروں مذہب برحق نہیں:

چاروں مذہب برحق نہیں، ارشاد باری ہے:

﴿ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ﴾ [الکھف: ۲۹]

''یہی وہ حق ہے جو اللہ کی طرف سے ہے، اب جو چاہے مانے جو چاہے انکار کر دے۔''

ہے کوئی جو اس امر کا انکاری ہو کہ حق ایک ہے، اس حق کے سوا جو ہے وہ باطل ہے۔ اس حقیقت کو مانتے ہوئے جو حضرات چاروں مذہبوں کو حق کہتے ہیں، وہ سوچیں کہ کیا کہہ رہے ہیں؟ اگر سارا حق ایک مذہب میں ہے تو ظاہر ہے کہ باقی تینوں مذہب حق نہ رہے، اگر چاروں میں سے

ہر ایک میں حق ہے تو زیادہ سے زیادہ ہر مذہب میں حق کا چوتھائی حصہ ہے نہ کہ پورا۔ جب ایک چوتھائی حق ہو تو یہ بھی مسلم ہے کہ ہر مذہب میں تین چوتھائی باطل ہے۔ آپ ایک روپے کے چار حصے کریں، چار ڈھیریاں ریت کی کریں اور اس ایک روپے کو ان چار میں رکھیں۔ تو ظاہر ہے کہ ہر ایک میں آپ ایک چوانی رکھ سکتے ہیں۔ جس جس ڈھیر پر جو جماعت قبضہ کر کے بیٹھے گی وہ بہت کچھ محنت کرنے کے بعد رول رول کر اس ڈھیر میں سے چوانی نکال سکتی ہے نہ کہ پورا روپیہ، پس اگر حق ان چاروں میں ہے تو زیادہ سے زیادہ ہر مذہب میں ایک چوتھائی حق ہے اور تین چوتھائیاں باطل کی ہیں۔ ہے کوئی جو اس کھلی حقیقت سے انکار کرے؟

جماعت محمدی کا حق پر ہونا:

ہاں وہ جماعت جو اس ایک حق کے ٹکڑے نہ کرے، اسے چار حصوں میں اور چار ڈھیروں میں اور چار مذہبوں میں تقسیم نہ کرے وہ بے شک پورے حق کی مالک رہ سکتی ہے، اس کے قبضہ میں پورا روپیہ رہ سکتا ہے، مندرجہ بالا چار جماعتیں چاروں مذہب والوں کی تھیں اور یہ ایک جماعت اصلی اہل سنت کی ہے، اسے آپ اس طرح بھی سمجھ سکتے ہیں کہ ہر ایک مذہب والا اسی آیت وحدیث پر عمل کر سکتا ہے، جو اس کے مذہب میں ہو، جس پر اس کے امام کی مہر لگی ہو، جو اس کے مذہب کی فقہ کی کتابوں میں قابل عمل قرار دی گئی ہو، جسے اس کے مذہب کے بانی نے مانا ہو اور قابل عمل قرار دیا ہو۔ پس ہر ایک کے لیے ایک روک ہے لیکن جماعت محمدی اس روک سے بالکل الگ ہے۔ اس لیے وہ ہر آیت وحدیث پر عملی عقیدہ رکھ سکتی ہے ؎

کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنج فغاں کیوں ہو
نہ ہو جب دل ہی پہلو میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

حنفی اور جماعت محمدی کی مثال:

اس کو آپ یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ ایک وسیع مکان ہے، جس کے چار حصے کر دیے گئے اور ہر حصے کو دیواریں بنا کر دوسرے سے بالکل الگ کر دیا گیا اور چاروں حصوں میں مختلف لوگوں نے رہائش شروع کر دی۔ ظاہر ہے کہ ہر قبیلے والوں کے لیے وہی وسعت رہی جو اس اصلی مکان کی وسعت کی چوتھائی ہے۔ پورے مکان کی وسعت ان چاروں قبیلوں میں سے کسی کو حاصل نہیں

لیکن جو قبیلہ اس وسیع مکان کے چار حصے نہ کرے، اسے اس کی اصلی وسعت وکشادگی پر رہنے دے۔ ظاہر ہے کہ اس کے لیے بہت وسیع میدان ہے۔ یہ قدرت کی وسیع فضا میں، کھلی ہوا میں اور صاف روشنی میں اپنا گزر کر سکتا ہے اور کر رہا ہے۔ جن لوگوں نے دین ربانی کے چار حصے کیے ہیں دراصل انھوں نے زیادہ سے زیادہ چوتھائی دین کو لیا ہے نہ کہ کامل دین کو۔ کامل دین ان کے ہاتھ میں ہے جو اس حصے سے الگ ہیں، جو اس بٹوارے سے ناراض ہیں۔

مقلد آزادی سے حدیث پر عمل نہیں کر سکتا:

آپ آزما لیں ایک صحیح حدیث ایک حنفی کے پاس رکھیں۔ اس کا صاف جواب ہو گا کہ میرا مذہب اس کے مطابق نہیں۔ میرے مذہب میں تو یوں ہے اور اس کی دلیل فلاں دوسری حدیث ہے۔ اب وہ دلیل ہو یا نہ ہو، مضبوط ہو یا ضعیف ہو، بہرصورت اس صحیح حدیث پر اس کا عمل و عقیدہ نہیں۔ یہی حالت آپ شافعیہ کی پائیں گے اور اسی حالت پر آپ حنبلیوں کو دیکھیں گے اور یہی نقشہ آپ مالکیوں کے ہاں پائیں گے لیکن بحمد اللہ جماعت محمدیہ کے سامنے جہاں آپ نے کوئی صحیح حدیث پیش کی، اس نے سر جھکا دیا اور کہہ دیا کہ ہر فرمان رسول ﷺ سر آنکھوں پر۔ صرف اس امر کے ثبوت کے لیے کہ بہت سی صاف، صریح اور صحیح حدیثیں ایسی ہیں جنھیں مذہب وتقلید کی آڑ عمل وعقیدے میں نہیں آنے دیتی۔ چونکہ ہم برصغیر کے اصلی سنیوں کا ساتھ حنفی بھائیوں ہی سے ہے، اس لیے ہم نے اپنے انھی پڑوسیوں سے خطاب رکھا ہے اور اس کتاب میں شمع محمدی (تصنیف محمد جونا گڑھی) کی ڈیڑھ سو حدیثیں وہ نقل کر دی ہیں جو صحیح ہیں، صریح ہیں لیکن حنفی حضرات کے نزدیک وہ متروک ہیں۔ لاکھوں حنفیوں میں سے ایک بھی نہیں جو ان پر عمل کرے۔

آؤ! اپنے نبی کی طرف:

دوستو! یا تو کہہ دو کہ ہم حدیث رسول پر عمل نہیں کرتے یا آؤ ان پر بھی عمل شروع کر دو، پروردگار تو خوب دانا و بینا ہے، میری یہی عرض ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث پر مسلمان عامل ہو جائیں۔

اے لوگو، جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لائے ہو! میری بات ذرا غور سے سنو!

❀ وہ رسول محترم (ﷺ) جن پر اللہ اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

- وہ رسول محترم (ﷺ) جن کے لیے فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں۔
- وہ رسول محترم (ﷺ) جن کی عمر کی قسم اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں اٹھائی ہے۔
- وہ رسول محترم (ﷺ) جن کی زندگی کو اللہ تعالیٰ نے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔
- وہ رسول محترم (ﷺ) جن پر ایمان لانے کا وعدہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے عالم ارواح میں لیا گیا۔
- وہ رسول محترم (ﷺ) جنھیں اللہ تعالیٰ نے معراج جسمانی کے شرف سے نوازا۔
- وہ رسول محترم (ﷺ) جن کے بعد قیامت تک اب کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں۔
- وہ رسول محترم (ﷺ) جن کے خوش ہونے سے اللہ خوش ہوتا ہے۔
- وہ رسول محترم (ﷺ) جن کے ناراض ہونے سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔
- وہ رسول محترم (ﷺ) جن کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔
- وہ رسول محترم (ﷺ) جن کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔
- وہ رسول محترم (ﷺ) جن کے کسی بھی فیصلے یا حکم سے روگردانی سارے نیک اعمال برباد کر دیتی ہے۔
- وہ رسول محترم (ﷺ) جن سے آگے بڑھنے کی کسی کو اجازت نہیں۔
- وہ رسول محترم (ﷺ) جن کے حضور اونچی آواز میں بات کرنا اپنی دنیا و آخرت برباد کرنا ہے۔
- وہ رسول محترم (ﷺ) جن کی اطاعت میں جنت اور نافرمانی میں جہنم ہے۔

ہم سب اسی رسول محترم (ﷺ) کی امت سے ہیں۔ ہم سب نے اسی رسول محترم (ﷺ) کا کلمہ پڑھا ہے۔ ہماری نسبت اسی رسول محترم (ﷺ) کے ساتھ ہے تو پھر یہ کیا کہ ہم نے علیحدہ علیحدہ نسبتیں قائم کر رکھی ہیں۔ علیحدہ علیحدہ فرقے اور مسلک بنا لیے ہیں۔ علیحدہ علیحدہ نام رکھ لیے ہیں اور پھر اپنی اپنی نسبت، اپنے اپنے فرقے، اپنے اپنے مسلک اور اپنے اپنے نام پر فخر جتانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔

اے لوگو جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لانے کا دعویٰ رکھتے ہو! کیا ہمارے دل اپنے اپنے پسندیدہ مسلکوں اور طور طریقوں پر پتھروں سے بھی زیادہ سختی سے جمے ہوئے ہیں کہ

سنت رسول ﷺ جان لینے کے باوجود ہم انھیں چھوڑنے کو تیار نہیں۔

اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لانے والو! ذرا کان لگا کر میری بات تو سنو، صحابیٔ رسول سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ)) [بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح : ٥٠٦٣۔ مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح ...... الخ : ١٤٠١]

''جس نے میرے طریقے سے منہ موڑا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔''

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ہم سب نے اپنے رسول محترم ﷺ کا ارشاد مبارک سن لیا، آیئے! ذرا غور کریں کہ ہمارے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

جماعت محمدی اور اہل سنت رسول اللہ ﷺ کے پیروکاروں کا نام ہے۔ قرآن مجید سچی کتاب ہے، سب مسلمان اس کو مانتے ہیں۔ اگر کوئی آیت آپ کو ناگوار گزرے تو سمجھ لو کہ ایمان مفقود ہے اور اگر غصے سے کوئی شخص قرآن مجید کی کوئی آیت پھاڑ دے تو سمجھ لو کہ وہ مسلمان نہیں۔ قرآن کریم کو مان کر اس کی آیات کا احترام کرو............ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ﴾ [الأنعام : ١٥٩]

''جن لوگوں نے دین کو فرقوں میں تقسیم کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، (اے رسول!) تمھارا ان سے کوئی تعلق نہیں۔''

تقلید چوتھی صدی میں شروع ہوئی، اس سے پہلے کوئی حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی نہ تھا۔ مدرسہ دیوبند ١٨٦٧ء میں بنا؟ اس سے پہلے کوئی دیوبندی نہ تھا۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی ١٩١١ء میں فوت ہوئے اس سے پہلے کوئی بریلوی نہ تھا۔ یہ سب فرقے جدید ہیں۔ اہل سنت ہی صرف ''جماعت'' ہے، باقی سب فرقے ہیں۔ ہم کو صرف رسول اللہ ﷺ کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے فرامین کو حدیث کہتے ہیں۔ حدیث رسول ﷺ کو مان کر محمدی بنو۔ پھر ان کے بتائے ہوئے طریقے پر چل کر اہل سنت بنو، یہی نبی ﷺ کی سنت پر چلنے والی جماعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ خَرَجَ مِنَ الْجَمَاعَةِ قِيْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ))

[مسند أحمد : ۱۳۰/٤ ـ المستدرك للحاکم : ۱۱۸/۱ ـ صحیح ابن حبان : ٦٢٣٣]

''جو جماعت سے بالشت بھر پیچھے ہٹا، اس نے ایمان کا حلقہ اپنی گردن سے اتار دیا۔''

اہل سنت نبی ﷺ کے فرماں برداروں کا نام ہے اور سب فرقے امتیوں کے نام پر نئے بنے ہیں۔ نبی ﷺ کے مقابلے میں کسی امتی کی کوئی حیثیت نہیں، اپنی نسبت نبی ﷺ کی طرف کرو، امتی کی طرف نہ کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات جیسی کسی کی ذات نہیں اور ان کی بات جیسی کسی کی بات نہیں ؎

چھوڑ کر راہ سنت کی مگن بیٹھے ہو
اپنے فرقوں کی لگائے لگن بیٹھے ہو
جب محمد (ﷺ) کا کسی فرقے سے تعلق ہی نہیں
کیوں مانتے اور چھوڑتے فرقوں کو نہیں

بریلوی حضرات کی مزید دورخی :

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات (جو دونوں وحی ہیں، دیکھیے ترجمۂ قرآن از احمد رضا : الأنعام : ۱۴۵، ف ۲۹۷) کے بارے میں نعیم مراد آبادی صاحب نے اپنی تفسیر الأنعام (۵۶، ف ۱۲۴) میں لکھا : ''یعنی تمھارا طریقہ اتباع نفس وخواہش ہوا ہے نہ کہ اتباع دلیل، اس لیے اختیار کرنے کے قابل نہیں۔'' الأنعام (۱۲۱، ف ۲۴۲) میں لکھا : ''کیونکہ دین میں حکم الٰہی کو چھوڑنا اور دوسرے کے حکم کو ماننا اللہ کے سوا اور کو حاکم قرار دینا شرک ہے۔'' اور الاعراف (۱۲، ف ۱۷) میں لکھا : ''نص کے موجود ہوتے ہوئے اس کے مقابل قیاس کیا اور جو قیاس کہ نص کے خلاف ہو، وہ ضرور مردود۔''

اور اس کے باوجود کہ دین مکمل ہو چکا (المائدۃ : ۳) اور اس کے باوجود کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دنیا میں جنت کی خوش خبری دی گئی انھوں نے صرف قرآن و حدیث پر عمل کر کے یہ اعزاز حاصل کیا کیونکہ امام صاحبان تو بعد میں پیدا ہوئے۔

اور اس کے باوجود کہ احمد رضا خان صاحب کے قرآنی ترجمہ مع تفسیر میں حدیث کی کتابوں کا کافی ذکر ہے۔ بخاری و مسلم کی متفق علیہ احادیث کا ذکر (۴۵) بار ہے اور ان دونوں کتب احادیث

کو صحیحین کہا ہے۔ (الأنفال: ۶۹، ف ۱۲۸) صرف بخاری کا ذکر بائیس (۲۲) بار، صرف مسلم کا ذکر (۲۹) بار، ترمذی (۴۶) بار، ابو داوٗد (۱۲) بار، نسائی دو بار اور ان سب کو پانچ بار صحاح لکھا ہے۔ دارمی اور موطا امام مالک کا ذکر بھی موجود ہے۔ یعنی قرآن وحدیث کا مکمل مطالعہ کیا لیکن اسے کافی نہ سمجھا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور فقہ حنفی کا ذکر بار بار کیا اور فقہ حنفی کی کتابوں ہدایہ، عالمگیری، درمختار کا ذکر کیا۔

مندرجہ بالا صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے یہ باتیں سامنے آئیں جو کہ عظیم دورخی ہے:

۱۔ وحی والا دین یعنی قرآن وحدیث اپنے پاس موجود ہوتے ہوئے بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور فقہ حنفی کی طرف رخ کیا، حالانکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے، تقلید ۴۰۰ھ کے بعد شروع ہوئی، تقریباً ۲۰۰ سال فقہ حنفی کو امت مسلمہ نے تسلیم نہ کیا۔ تقلید کے پودے کا پھل یہ نکلا کہ خانہ کعبہ میں پانچ مصلے رکھے گئے اور امت میں فرقہ بندی ہوگئی۔ یاد رہے کہ ائمہ اربعہ کی تقلید کے بعد رفتہ رفتہ ان کے مقلدین بھی بڑھ گئے اور سلاطین کا میلان بھی تقلید ہی کی طرف ہوگیا۔ ہر بادشاہ اپنے ہم مذہب کو قاضی مقرر کرتا۔ ہر فرقہ اپنے مذہب کو فروغ اور دوسرے مذہب کو زیر کرنے کی تدبیریں اور کوشش کرتا اور ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتا، کبھی کوئی غالب ہو جاتا اور کبھی کوئی مغلوب۔ بالآخر شاہ بیبرس کے زمانے میں ۶۶۵ھ ہجری میں چار مذہبوں کے چار قاضی مقرر ہوئے۔ گویا سرکاری طور پر چاروں مذاہب تسلیم کر لیے گئے۔ آخر سلطان فرح بن برقوق نے اول نویں صدی میں کعبہ شریف کے اندر مصلیٰ ابراہیم کے علاوہ چار مصلے قائم کر دیے، اس طرح رسول اللہ ﷺ کے دین کے چار ٹکڑے کر دیے گئے۔ ایک مصلے پر نماز ہوتی تو تینوں مصلے والے بیٹھے ہوئے دیکھا کرتے تھے اور اسی طرح یکے بعد دیگرے چاروں مصلوں پر نماز ہوتی تھی۔ یہ سلسلہ تقریباً ۵۰۰ سال تک چلتا رہا۔ اب سعودی عرب کے موجودہ حکمرانوں نے چاروں مصلوں کو ختم کر کے امتِ مسلمہ کو ایک مصلیٰ پر جمع کر دیا ہے۔ آپ پاکستان میں یہی فرقہ بندی دیکھ سکتے ہیں۔ یہاں ہم خیر القرون کے سلف صالحین کے نہایت ہی اہم اقوال نقل کرنا چاہتے ہیں جو مخلص کلمہ گو بھائیوں کے لیے کافی ہونے چاہییں:

۱۔ مشہور ثقہ امام عامر بن شراحیل الشعبی التابعی (المتوفی ۱۰۴ھ) فرماتے ہیں:
" مَا حَدَّثُوكَ هٰؤُلَآءِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخُذْ بِهِ وَمَا قَالُوْهُ بِرَأْيِهِمْ فَأَلْقِهِ فِي الْحُشِّ" [سنن الدارمی : ۶۷/۱ ح : ۲۰۶ و إسنادهٗ صحيح]
"یہ لوگ تجھے رسول اللہ ﷺ کی جو حدیث بیان کریں اسے (مضبوطی سے) پکڑ لو اور جو بات وہ اپنی رائے سے (خلاف قرآن و حدیث اور اجماع ثابت) کہیں اسے بیت الخلا میں پھینک دو۔"

۲۔ ثقہ محدث امام عبدالعزیز بن رفیع (المتوفی ۱۳۰ھ) فرماتے ہیں:
"امام عطاء ابن ابی رباح رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۴ھ علی المشہور) سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: "لَا أَدْرِيْ" (مجھے اس کے متعلق علم نہیں) امام عبدالعزیز بن رفیع فرماتے ہیں کہ امام عطاء ابن ابی رباح سے کہا گیا: " أَلَا تَقُوْلُ فِيْهَا بِرَأْيِكَ؟" "آپ نے اپنی رائے سے جواب کیوں نہیں دیا؟" اس کے جواب میں امام عطاء ابن ابی رباح نے فرمایا: " إِنِّيْ اَسْتَحْيِ مِنَ اللّٰهِ أَنْ يُّدَانَ فِي الْأَرْضِ بِرَأْيِيْ"
[سنن الدارمی : ۴۷/۱، ح : ۱۰۸، و إسناده صحيح و أخرج عنه ابن عساكر في تاريخ دمشق : ۲۶/۴۳، ۲۷ و إسناده صحيح] "میں اللہ سے اس بات میں حیا کرتا ہوں کہ زمین میں میری رائے کو دین بنایا جائے۔"

۳۔ تابعی صغیر مشہور ثقہ و ثبت امام الحکم بن عتیبۃ (المتوفی ۱۱۵ھ) فرماتے ہیں:
" لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ إِلَّا يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَ يُتْرَكُ اِلَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " [جامع بيان العلم و فضله : ۹۱/۲، إسناده حسن لذاته۔ الأحكام لابن حزم : ۲۹۳/۶ وإسنادهٗ حسن لذاته]
"نبی اکرم ﷺ (فداہ ابی وامی وروحی) کے علاوہ اللہ کی مخلوق میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے کہ جس کی بات لی اور چھوڑی نہ جا سکتی ہو۔ صرف آپ ﷺ ہی ایسی بابرکت اور پاکیزہ) شخصیت ہیں جن کی ہر بات لی جائے گی۔"

۴۔ مشہور و معروف ثقہ و متقن محدث ابراہیم بن یزید النخعی کے سامنے کسی نے امام سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ کا قول پیش کیا تو آپ نے فرمایا:

" مَا تَصُنَعُ بِحَدِيُثِ سَعِيُدِ بُنِ جُبَيُرٍ مَعَ قَوُلِ رَسُوُلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ ؟ " [الأحكام لابن حزم : ٢٩٣/٦ و إسنادهٗ صحيح]

''رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مقابلے میں تم سعید بن جبیر کی بات کو کیا کرو گے؟''

۵۔ امام الائمہ الحافظ الکبیر ثقہ ومتقن محدث محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری (المتوفی : ۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

" لَيُسَ لِأَحَدٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ قَوُلٌ إِذَا صَحَّ الُخَبَرُ عَنُهُ "

''جب نبی کریم ﷺ (فداہ ابی و امی و روحی) کی صحیح حدیث آجائے گی اس کے مقابلے میں کسی بھی شخص کی کوئی بات قابل التفات و اتباع نہیں ہو گی۔''[معرفة علوم للحاكم نيشاپوری، ص : ٨٤، دوسرا نسخة، ص : ٢٨٦، ح : ١٩٠ و إسناده صحيح]

۶۔ اہل رائے کے مشہور امام جناب ابوحنیفہ نے ایک دن اپنے شاگرد قاضی ابو یوسف سے فرمایا:

" وَيُحَكَ يَا يَعُقُوبُ! لَا تَكُتُبُ كُلَّ مَا تَسُمَعُ مِنِّيُ فَإِنِّيُ قَدُ أَرَى الرَّأْيَ الْيَوُمَ وَ أَتُرُكُهٗ غَدًا وَّ أَرَى الرَّأْيَ غَدًا وَّ أَتُرُكُهٗ بَعُدَ غَدٍ "[تاريخ يحيى بن معين : ٦٠٧/٢، ت: ٢٤٦١ و إسنادهٗ صحيح، تاريخ بغداد: ٤٢٤/١٣]

''اے یعقوب! (قاضی ابو یوسف) تیرا ستیاناس ہو! میری ہر بات نہ لکھا کر، میری آج ایک رائے ہوتی ہے اور کل بدل جاتی ہے، کل دوسری رائے ہوتی ہے تو پھر پرسوں وہ بھی بدل جاتی ہے۔''

تنبیہ:

اس موضوع پر ایک روایت پیش کی جاتی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے تورات پڑھنے پر رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ اقدس پر ناراضگی کے آثار دیکھے گئے...... اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو میری اتباع کے بغیر کوئی راہ نہ پاتے۔ یہ روایت مجالد بن سعید، جابر بن یزید الجعفی، ابو شیبہ عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی کے سخت ضعیف اور ابو عامر القاسم بن محمد الاسدی کے غیر معروف ہونے کی وجہ سے تمام اسانید کے ساتھ ضعیف ہے۔

[دیکھیے : مجمع الزوائد : ١/١٧٣، ١٧٤، ١٨٢]

ان آثار سلف صالحین اور امام ابو حنیفہ کے قول کو پیش نظر رکھ کر غور فرمائیں کہ سلف صالحین اتباع سنت کو کس قدر مضبوطی سے تھامنے کی تلقین و نصیحت فرماتے اور خلاف قرآن و سنت آراء کو بیت الخلا میں پھینکنے کی نصیحت کرتے اور اپنی رائے سے فتویٰ دینا اللہ کی زمین پر ایک نیا دین کھڑا کرنے کے مترادف گردانتے تھے، ان عمدہ اقوال سلف صالحین سے اہل رائے کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو اپنے اندھے مقلدین کو قیل و قال، رُوِیَ، یُقَالُ اور خلاف قرآن و سنت اور اجماع مسائل سے بھری کتابوں پر عمل کرنے اور ان کے نفاذ پر ابھارتے ہیں۔

فصل چہارم

فقہ حنفی کی حقیقت

فقہ حنفی کی حالت زار سب کے سامنے ہے۔ جیسا کہ آپ نے گزشتہ فصل میں ملاحظہ فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کا مقام اور آپ ﷺ کی عظمت ظاہر و باہر ہے، جیسا کہ نعیم مراد آبادی صاحب کی تفسیر میں بار بار اس بات کا تذکرہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے قریب ترین بندے اور رسول ہیں اور آپ ﷺ مخلوق میں سب سے افضل ہیں۔ اس کے بعد امام ابو حنیفہ کی تقلید کا کیا جواز بنتا ہے، حالانکہ اس تفسیر میں لکھا ہے: ''ولی کو نبی سے افضل جاننا انتہائی خطرناک ہے۔'' (الکہف، ف ۱۷۸)

پتا ہے اس دو رخی کا قیامت کے دن کیا نتیجہ نکلے گا۔ قیامت کے دن لوگوں کو ان اماموں کے نام پر بلایا جائے گا جن کی وہ اطاعت کرتے تھے۔ ظاہر ہے حنفیوں کو امام ابو حنیفہ کے نام پر پکارا جائے گا اور جو کلمہ گو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں ان کو رسول اللہ ﷺ کے نام پر بلایا جائے گا۔ (دیکھیے تفسیر مراد آبادی، بنی إسرائیل: ۱۷، ف ۱۵۹۔ المؤمن: ۳۲، ف ۱۷)

موجودہ فقہ حنفی کی حالت زار:

ہمارے ملک میں چونکہ حنفی بھائیوں کی غالب اکثریت ہے، اس لیے ہم صرف حنفی فقہ کے بارے میں اس کتاب میں بحث کریں گے، تاکہ معاملہ بالکل صاف ہو جائے۔ اس وقت حنفی فقہ کی جو معتبر کتابیں دستیاب ہیں ان کی فہرست پہلے ہی دی جا چکی ہے۔ ان کتابوں کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ فقہ کی ان کتابوں میں دو قسم کے مسائل درج ہیں:

ا: وہ مسائل جو قرآن و حدیث اور اخلاق و تہذیب کے سراسر خلاف ہیں۔

ب: وہ مسائل جو قرآن و حدیث کے مطابق ہیں۔

پہلے فقہ کی ان کتابوں سے وہ مسائل درج کیے جاتے ہیں قرآن و حدیث اور اخلاق و تہذیب کے سراسر خلاف ہیں۔

حصہ اول:

اس میں کتب فقہ حنفی کے وہ مسائل درج ہیں جو خلاف شرع ہیں، ایسے مسائل چھ سو سے زائد ہیں، اختصار کی خاطر یہاں کم درج کیے جا رہے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ سب حنفی فقہ کی کتابیں ہیں جو بریلویوں اور دیو بندیوں کے نزدیک قابل تسلیم ہیں کیونکہ دونوں امام ابوحنیفہ کو اپنا امام اعظم مانتے ہیں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابوحنیفہ میری امت کا چراغ ہے۔ (درمختار: ۱/۳۱)

⌘ مشہور حنفی عالم ملا علی قاری نے اپنی کتاب موضوعات کبیر میں لکھا ہے کہ یہ حدیث باتفاق محدثین موضوع ہے یعنی من گھڑت ہے۔

۲۔ امام ابوحنیفہ نے سو بار اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ (درمختار: ۱/۲۹)

⌘ اور فتاویٰ قاضی خاں جلد چہارم میں لکھا ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو وہ شخص اور بتوں کی پوجا کرنے والا برابر ہیں۔

۳۔ امام نے اپنے آخری حج میں کعبہ شریف کے خادموں سے ایک رات اندر داخل ہونے کی اجازت لی۔ ایک رکعت میں ایک ٹانگ پر آدھا قرآن شریف ختم کیا پھر رکوع اور سجدہ کیا پھر دوسری رکعت میں کھڑے ہوئے، یہاں تک کہ دوسری ٹانگ پر باقی آدھا قرآن ختم کیا۔ (درمختار: ۱/۳۰)

⌘ حدیث شریف میں ہے کہ قرآن مجید کو تین دن سے کم میں ختم نہ کیا جائے۔ [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فی کم یقرأ القرآن : ٥٠٥٤] (اور فقہ حنفی)

۴۔ امام صاحب کے والد گرامی ثابت رحمہ اللہ اپنے بیٹے امام ابوحنیفہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے اور دعا کروائی۔ (درمختار: ۱/۳۶)

⌘ یہ امر کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا چالیس ہجری میں وفات پانا اور امام ابوحنیفہ کا ۸۰ ہجری میں پیدا ہونا مسلمہ ہے مگر یہ مؤلف صاحب کی تاریخ دانی اور صحت روایت کا نمونہ ہے۔

۵۔ امام ابو یوسف قاضی تھے بعضوں نے آپ کو سخت سست لکھا ہے۔ (مقدمہ فتاویٰ عالمگیری: ۱/۵۳)

⌘ یاد رہے کہ امام ابو یوسف حنفیوں کے مشہور امام ہیں۔

۶۔ معتزلہ (شیعہ) فروع میں حنفی ہیں۔ (درمختار: ۱/۱۰۸) سنی کا نکاح معتزلی سے جائز نہیں، اس لیے کہ وہ کافر ہیں۔ (درمختار: ۲/۲۲)

⌘ غور کی ضرورت ہے۔

۷۔ لعنت ہو ہمارے رب کی بقدر شمار ریت کے ذرات کے اس شخص پر جو ابو حنیفہ کے قول کو رد کر کے یعنی قبول نہ کرے۔ (درمختار: ۱/۳۶) صاحبین یعنی امام ابو حنیفہ کے شاگردوں امام محمد وابو یوسف نے دوثلث سے زیادہ مسائل میں امام ابو حنیفہ کا خلاف کیا ہے۔ (درمختار: ۱/ص ۳۳)

⌘ قابل غور بات ہے۔ پھر اور لوگ جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اختلاف کرتے ہیں ان پر غصہ کیوں؟ جب کہ ان کے شاگردوں نے ان سے اتنا اختلاف کیا۔

۸۔ امام ابو حنیفہ کا کوئی قول اس قسم کا نہیں کہ جس کی دلیل قرآن وحدیث سے نہ ہو۔ (شرح وقایہ: ۱/۱۱)

⌘ اس بات کی صداقت ہی کا اس باب میں جائزہ لیا جا رہا ہے۔

۹۔ امام ابو حنیفہ و صاحبین کا قول صحیح حدیث کے خلاف ہو تو اپنے ائمہ کے قول پر عمل ہو گا، حدیث پر نہیں۔ (مقدمہ ہدایہ: ۱/۱۱۰)

⌘ کیا ہی انصاف ہے!! یہ بات سراسر قرآن و حدیث کے خلاف ہے، کیا حنفی ائمہ صاحب وحی تھے؟ (النساء: ۶۵، ۸۰)

۱۰۔ فتویٰ طلب کرنے والا پوچھے کہ اس مسئلہ میں شافعی رحمہ اللہ کا کیا قول ہے تو مفتی جواب میں ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول بیان کر دے۔ (درمختار: ۴/۲۷۲)

⌘ دیانتداری کا تقاضا بھی یہی ہے۔

۱۱۔ ہمارا مذہب حق ہے اور دوسرے کا مذہب خطا۔ (درمختار: ۱/ص ۲۶)

⌘ یہ سارے کرشمے تقلید کے ہیں، حق اور خطا کا پتا اسی باب میں چل جائے گا۔

۱۲۔ اگرچہ مفتی نے خطا کی ہو جب بھی عامی کو اس کی تقلید لازم ہے۔ (شرح وقایہ: ۱۳)

⌘ دلیل کیا ہے۔

۱۳۔ اجماع ہے عوام کے لیے کہ تقلید صحابہ کی، ائمہ کے مقابلہ میں نہ کی جائے۔ (شرح وقایہ: ۱۳)

⌘ قرآن کے خلاف ہے۔ (النساء: ۱۱۵، البقرۃ: ۱۳۷)

۱۴۔ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کی تقلید نہیں کر سکتا بلکہ اس کو حرام ہے۔ (در مختار: ۱/۳۳، مقدمہ عالمگیری: ۱/۴۷)۔

⌘ اگر حرام ہے تو سب کے لیے حرام ہے اور اگر تقلید محمود ہے تو سب کے لیے ہے۔

فقہ کے متعلق:

۱۵۔ فقہ کا سیکھنا افضل ہے باقی قرآن سیکھنے سے۔ (در مختار: ۱/۱۹ اور عالمگیری: ۹/۱۲۹)

۱۶۔ پورا قرآن پڑھنے سے فقہ پڑھنا افضل ہے۔ (عالمگیری: ۹/۱۲۹ ایضاً)

۱۷۔ کتاب در مختار باذن نبوی تالیف ہوئی۔ (در مختار: ۱/۱۱)

⌘ در مختار کی بابت لکھا ہے بوجہ ایجاز قابل افتاء نہیں۔ (مقدمہ ہدایہ: ۱/۱۰۷)

۱۸۔ مصنف در مختار کے استاد کا نام عبد النبی تھا۔ (در مختار: ۱/۱۳)

⌘ عبد النبی وغیرہ نام رکھنا ظاہراً کفر ہے۔ (مقدمہ ہدایہ: ۱/۸۶)

عقائد کے متعلق:

۱۹۔ ایمان اہل آسمان و اہل زمین کا نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے۔ (مقدمہ ہدیہ: ۱/۲۱)

⌘ قرآن کی بہت سی آیات کے خلاف ہے اور دیکھیے صحیح بخاری [كتاب الإيمان، باب قول النبي ﷺ ((بني الإسلام على خمس))]

ایمان کے متعلق:

۲۰۔ مومن ایمان اور توحید میں برابر ہیں۔ (مقدمہ ہدایہ: ۱/۲۱)

⌘ معاذ اللہ! انبیاء اور ادنیٰ درجہ کے ایمان والے کا ایمان اور توحید کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔

۲۱۔ جو اہل قبلہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دینا جائز سمجھے وہ کافر نہیں۔ (در مختار: ۱/۲۹۲)

⌘ انصاف کی دہائی ہے۔

۲۲۔ جو اللہ کی صفت اور دیدار کے منکر ہیں، وہ کافر نہیں۔ (در مختار: ۱/۲۹۲)

⌘ نہ معلوم پھر کون کافر ہوں گے؟

۲۳۔ حدیث مشہور کا منکر بقول صحیح کافر نہیں۔ (درمختار: ۵۹۲/۲)

وضو کے متعلق:

۲۴۔ بے ترتیب وضو کرے (پہلے پاؤں دھوئے پھر منہ پھر کلی وغیرہ) تو جائز ہے۔ (ہدایہ: ۱/ ۳۲، ۳۳)

⌘ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ کدھر گیا؟

۲۵۔ اعضائے وضو پر مکھیوں کا اخراج لگا ہو اور پانی اس کے نیچے نہ پہنچے تو وضو جائز ہے۔ (عالمگیری: ۵/۱)

۲۶۔ وضو میں کوئی عضو دھونا بھول جائے تو بایاں پیر دھولے تو وضو درست ہے۔ (ہدایہ: ۶۶/۱)

۲۷۔ مستحب ہے سورۃ "إنا أنزلنا" کا پڑھنا وضو کے بعد۔ (درمختار: ۷۴/۱)

۲۸۔ بلانیت وضو سے نماز ادا ہو جائے گی۔ (درمختار: ۶۱/۱ ومنیۃ: ۲۲)

⌘ "اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے" (بخاری: ۵۴) والی مشہور حدیث کدھر گئی؟

۲۹۔ بھیگے ہوئے چھوارے کا پانی (نبیذ تمر) جو شیریں ہو گیا ہو تو اس سے وضو جائز ہے۔ (عالمگیری: ۳۲/۱)

مسواک کے متعلق:

۳۰۔ مسواک لیٹ کر کرنے سے تلی بڑھ جاتی ہے اور مسواک کو مٹھی بھر پکڑنے سے بواسیر پیدا ہوتی ہے اور مسواک کو چوسنے سے آدمی اندھا ہو جاتا ہے اور مسواک کر کے نہ دھونے سے شیطان مسواک کرتا ہے اور مسواک ایک بالشت سے زیادہ لمبی رکھنے سے شیطان سوار ہوتا ہے اور مسواک پڑی رکھنے سے جنون کا خوف ہے۔ (درمختار: ۶۵/۱، ۶۶)

جن چیزوں سے وضو نہیں ٹوٹتا:

۳۱۔ اپنے ذکر کو یا دوسرے کے ذکر کو پکڑنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (عالمگیری: ۱۸/۱)

۳۲۔ زندہ یا مردہ جانور یا کم عمر لڑکی سے جماع کیا تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ (عالمگیری: ۲۲/۱ اور درمختار: ۹۵/۱، ۹۶)

⌘ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

جن چیزوں سے غسل لازم نہیں آتا:

۳۳۔ بوجھ اٹھانے سے منی بلاشہوت نکلے تو غسل فرض نہیں۔ (درمختار: ۱/۹۱)

۳۴۔ منی شہوت سے جدا ہو تو ذکر پکڑ لے، پکڑے بعد دور ہونے شہوت کے منی نکلے تو غسل فرض نہیں۔ (ابو یوسف) (درمختار: ۱/۹۲۔ عالمگیری: ۱/۲۰۔ شرح وقایہ: ۱/۳۳)

۳۵۔ شہوت کے بغیر منی نکلی تو غسل واجب نہیں۔ (ابو یوسف) (درمختار: ۱/۹۲)

۳۶۔ جانور یا مردہ یا کم عمر لڑکی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو غسل فرض نہیں۔ (درمختار: ۱/۹۵ عالمگیری: ۱/۲۲۔ ہدایہ: ۱/۸۷)

۳۷۔ کسی جانور کا ذکر فرج یا دبر میں داخل کرے تو غسل لازم نہیں۔ (درمختار: ۱/۹۵)

۳۸۔ باکرہ سے جماع کرے اور بکارت قائم رہے تو غسل لازم نہیں۔ (درمختار: ۱/۹۶)

⌘ کیا یہ ممکن ہے؟

۳۹۔ حیض کے دن پورے ہونے پر بغیر غسل صحبت جائز ہے۔ (قول ابوحنیفہ۔ ہدایہ: ۱/۸۸۔ شرح وقایہ: ۶۵۔ قدوری: ۲۴)

⌘ خلاف قرآن وحدیث ہے۔ [البقرة : ۱۲۲ ۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي: ۱ / ٤٦٢]

۴۰۔ نفاس والی کے چالیس دن گزرنے کے بعد بغیر غسل کے صحبت جائز ہے۔ (شرح وقایہ: ۶۵)

پانی کے بیان میں:

۴۱۔ دہ در دہ حوض میں آدمی کا پیشاب یا نجاست پڑ جائے تو وہ پاک ہے۔ (درمختار: ۱/۱۰۸) اور ایسے حوض میں شیرہ انگور بھرا ہو اور پیشاب پڑ گیا تو وہ پاک ہے۔ (ہدایہ: ۱/۱۳۹، ۱۴۰) ایسے حوض میں کتا مرا پڑا ہو تو اس کی دوسری طرف وضو جائز ہے۔ (بہشتی زیور: ۱/۴۷)

۴۲۔ حوض میں کتا گر کر مر گیا، اگر تہ میں بیٹھ گیا تو وضو جائز ہے۔ (درمختار: ۱/۱۱۲)

۴۳۔ سوائے سؤر کے سب کے بال اگر پانی میں گر جائیں تو پانی پاک ہے۔ (درمختار: ۱/۱۱۸)

پیشاب کے متعلق:

۴۴۔ پتلی نجاست (آدمی کا پیشاب) ہتھیلی کی گہرائی کے برابر معاف ہے۔ (درمختار: ۱/۱۶۷۔

عالمگیری : ۱/۱۷۔ ہدایہ : ۱/۲۸۸) جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کے پیشاب میں چوتھائی سے کم کپڑا بھر جائے تو معاف ہے۔ (درمختار ج۱ص ۱۶۸۔ عالمگیری ۱/۱۷۔ شرح وقایہ: ۶۹۔ کنز: ۲۵)

۴۵۔ مغلظ نجاست یعنی پاخانہ، منی، مذی بمقدار ۳.۵ ماشے کپڑے کو لگ جائے تو کپڑا پاک ہے۔ (عالمگیری: ۱/۱۷۔ قدوری: ۸۲)

۴۶۔ سینکڑوں پیشاب کے چھینٹے سوئی کی نوک کے برابر پڑیں تو پاک ہے۔ (عالمگیری : ۱/۱۷۔ درمختار: ۱/۱۶۹)

۴۷۔ پیشاب اور خون پینا اور مردار کھانا بیمار کو جائز ہے حکیم حاذق کے کہنے سے۔ (درمختار : ۴/ ۲۴۹۔ شرح وقایہ: ۴/۶۲)

۴۸۔ جو گیہوں پیشاب میں پھول گیا وہ بھگو کر تین بار خشک کیا جائے تو پاک ہے۔ (درمختار: ۱/۱۷۲)

عام نجاستوں کے متعلق:

۴۹۔ نجاست بھرا کپڑا اس قدر چاٹے کہ نجاست کا اثر جاتا رہے تو پاک ہے۔ (ہدایہ: ۱/۲۷۸۔ عالمگیری: ۱/۷۰)

۵۰۔ جس عضو پر نجاست لگی ہو وہ تین بار چاٹنے سے پاک ہو جاتا ہے۔ (عالمگیری: ۱/۷۰)

⌘ منہ ناپاک ہو جائے تو بلا سے۔

۵۱۔ چھری پر نجاست لگے تو چاٹنے سے پاک ہے۔ (عالمگیری: ۱/۷۰۔ ہدایہ: ۱/۲۸۲)

۵۲۔ جو انگلی یا پستان ناپاک ہو جائے چاٹنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ (درمختار: ۱/۱۶۴)

۵۳۔ نجس دودھ تین بار جوش دینے سے پاک ہے۔ (درمختار: ۱/۱۷۲)

۵۴۔ نجس شہد تین بار جوش دینے سے پاک ہے۔ اسی طرح نجس تیل، شیر، خورما تینوں کو تین بار جوش دینے سے پاک ہیں۔ اسی طرح گوشت کا شوربہ جس میں نجاست پڑی ہو تین بار جوش دینے سے پاک ہے۔ (ایضاً)

۵۵۔ حرام چیز سے دوا کرنا اگر شفا کا یقین ہو تو جائز ہے۔ (ہدایہ: ۱/۱۳۹)

شراب کے متعلق:

۵۶۔ جو گوشت شراب میں پکایا گیا ہو وہ تین بار جوش دینے اور خشک کرنے سے پاک ہے۔
(درمختار: ۱/۱۷۲)

۵۷۔ جو گیہوں شراب میں پکایا گیا وہ کئی بار جوش دے کر سکھانے سے پاک ہو جاتا ہے۔ [ایضاً]

۵۸۔ شراب میں گوندھے ہوئے آٹے کی روٹی پکائی گئی ہو، اگر اس قدر سرکہ ڈالا جائے کہ شراب کا اثر جاتا رہے تو پاک ہے۔ (ایضاً)

۵۹۔ سور نمک سار میں گر کر نمک ہو جائے تو پاک ہے۔ (عالمگیری: ۱/۶۹۔ درمختار: ۱۷۰)

کتے کے متعلق:

۶۰۔ کتا نجس العین نہیں، کتے کی بیع جائز ہے۔ (درمختار: ۱۱۹، ۱۱۸)

۶۱۔ مٹی کے برتن میں کتا منہ ڈالے تو تین بار دھونے سے پاک ہو جاتا ہے۔ (بہشتی زیور: ۱/۵۱)

⌘ حدیث میں سات بار دھونے کا حکم ہے۔

۶۲۔ کتے کے بالوں کا تکما بنانے میں مضائقہ نہیں۔ (ہدایہ: ۱/۲۹۲)

۶۳۔ کتے کی ہڈی اور بال اور پٹھے پاک ہیں اور کتے کی کھال کا ڈول اور جائے نماز بنانا جائز ہے۔ (درمختار: ۱/۱۱۹، ۱۱۸۔ ہدایہ: ۱/۱۳۵) سور کی کھال کے سوا ہر جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ (درمختار: ۱/۱۱۷) سور کی کھال بھی دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ (منیہ: ۴۷) آدمی کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ کتے اور ہاتھی کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ (درمختار: ۱/۱۱۷)

متفرق نجاستیں:

۶۴۔ سوائے سور کے حرام جانوروں پر بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا گیا تو اس کے کل اجزاء چربی اور گوشت پاک ہیں۔ (ہدایہ: ۴/۱۷۳۔۱۷۴)

۶۵۔ سوائے سور کے سب کے بال پاک ہیں۔ (درمختار: ۱/۱۱۸)

۶۶۔ مردار کا چستہ اور دودھ پاک ہے۔ (درمختار: ۱/۱۱۸)

تیمّم کا بیان:

۶۷۔ تیمّم میں ترتیب شرط نہیں۔ (شرح وقایہ: ۵۴/۱)

۶۸۔ کیچڑ سے تیمّم جائز ہے۔ (ہدایہ: ۱۷۹/۱)

⌘ ﴿فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ [النساء: ٤٣] کا حکم کدھر گیا؟

۶۹۔ سور یا کتے کی پیٹھ پر غبار ہو تو تیمّم جائز ہے۔ (ابوحنیفہ) (ہدایہ: ۱۸۲/۱)

اذان کا بیان:

۷۰۔ اذان فارسی وغیرہ ہر زبان میں جائز ہے، اگر لوگ یہ سمجھ لیں کہ اذان ہوئی ہے۔ (درمختار: ۱/ ۲۴۷۔ ہدایہ: ۴۴۹/۱)

نماز کی کیفیت کا بیان:

۷۱۔ شروع کرنا نماز کا سوائے عربی کے درست ہے۔ بجائے اللہ اکبر کے اللہ کبیر یا اللہ کبار کہنا جائز ہے۔ بجائے اللہ اکبر کے الحمد للہ یا تبارک اللہ کہے تو جائز ہے۔ بجائے اللہ اکبر کے سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کہے تو جائز ہے۔ اللہ اکبر کا ترجمہ فارسی میں پڑھے تو بھی جائز ہے۔ نماز کے سب اذکار اور خطبہ وثنا وغیرہ ہر زبان میں درست ہیں۔ (درمختار، عالمگیری) سب اذکار سوائے قراءت کے باوجود عربی جاننے کے غیر زبان میں جائز ہیں۔ (قول ابوحنیفہ) (درمختار: ۲۴۷/۱۔ ہدایہ: ۴۴۹/۱)

۷۲۔ نماز کے سب اذکار اور خطبہ وغیرہ ہر زبان میں درست ہے۔ (درمختار: ۲۴۶/۱، ہدایہ: ۴۴۶/۱)

۷۳۔ عورت سینے پر ہاتھ باندھے۔ (درمختار، عالمگیری، ہدایہ: ۴۵۱/۱۔ شرح وقایہ: ۸۴/۱)

۷۴۔ امام قراءت شروع کرلے تو مقتدی سبحانك اللهم پڑھ لے۔ (عالمگیری: ۱۴۱/۱)

⌘ اب آیت: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ﴾ [الأعراف: ٢٠٤] کا حکم کہاں گیا؟

۷۵۔ بسم اللہ کا منکر کافر نہیں۔ (درمختار: ۲۵۱/۱)

⌘ حالانکہ یہ قرآن ہے۔ (النمل: ۳۰)

۷۶۔ درود پڑھنا ہمارے نزدیک فرض نہیں۔ (ہدایہ۔ شرح وقایہ: ۹۶)

۷۷۔سلام کے وقت قصداً حدث کرے (ہوا خارج کرے) تو نماز فاسد نہیں ہوگی، سلام پھیرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ (درمختار، ہدایہ: ۶۲۰۔شرح وقایہ: ۱۰۴)

۷۸۔سلام کے وقت عمداً قہقہہ کرے تو نماز نہیں ٹوٹتی۔ (ہدایہ: ۶۲۰/۱)

۷۹۔امام نے بعد تشہد کے باتیں کیں یا مسجد سے نکل گیا تو نماز جائز ہے۔(شرح وقایہ: ۱۰۵)

وہ امور جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی:

۸۰۔نمازی جنبی آدمی یا کتا منہ بندھا لے کر نماز پڑھے تو جائز ہے۔(درمختار: ۱۱۹/۱)

۸۱۔پیشاب کی جگہ یا دبر پر نجاست لگی ہو، گو بکثرت ہو تو نماز جائز ہے۔ (درمختار: ۱۷۳/۱)

۸۲۔کتے بلی کو بلائے یا گدھے کو ہانکنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (درمختار: ۳۲۲/۱۔ہدایہ ۶۲۴/۱)

۸۳۔امام کی قراءت مقتدی کو اچھی معلوم ہو اور رو کر کہے کیوں نہیں یا ہاں یا البتہ تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (درمختار: ۳۲۵/۱)

۸۴۔نماز میں قبلہ سے منہ پھیر لینے سے، اگرچہ سارا پھیر لے، نماز فاسد نہیں ہوگی۔ (درمختار: ۳۳۰/۱)

۸۵۔مرد نماز پڑھ رہا ہے اور عورت نے بوسہ دیا تو نماز فاسد نہیں ہوتی، ہاں اگر مرد نمازی عورت کو بوسہ دے تو نماز فاسد ہوگی۔ (درمختار: ۳۰/۱، ۳۲۹۔ عالمگیری: ۱۶۴/۱)

۸۶۔فقہ حنفی کے مطابق حنفی صاحبان کی نماز کا ایک نادر نمونہ، کتاب حیاۃ الحیوان الکبریٰ، مطبوعہ مصر (۲۱۴/۲) میں ہے کہ بادشاہ سلطان محمود رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب پر تھا اور علم حدیث کی حرص رکھتا تھا اور مشائخ سے حدیث سنتا اور استفسار کیا کرتا تھا۔ اکثر احادیث کو اس نے شافعی مذہب کے موافق پایا۔ اس نے فقہاء کو جمع کیا اور ان سے ایک مذہب کے دوسرے مذہب پر ترجیح کا مطالبہ کیا تو اس بات پر سب کا اتفاق ہوا کہ دونوں مذہب کے موافق دو دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے۔ پس اس نماز میں نظر و فکر کرنے سے جو مذہب اچھا معلوم ہو اس کو اختیار کرنا چاہیے۔ پس قفال مروزی نے نماز پڑھنی شروع کی تو وضو کو پوری شرطوں سے ادا کیا اور لباس اور استقبال قبلہ بھی بخوبی کیا اور نماز کے ارکان فرض اور سنتیں اور آداب کو بدرجۂ کمال ادا کیا اور ایسی نماز پڑھی جس سے کمی کرنا امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک درست نہیں۔ پھر اور دو رکعت اس طور سے ادا کیں کہ جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز

ہوں۔ کتے کی کھال دباغت دی ہوئی کو پہن لیا اور اس کو چوتھائی نجاست سے آلودہ کیا اور نبیذ کھجور سے وضو کیا، چونکہ گرمی کا موسم تھا، اس لیے مکھیاں اور مچھر اس پر جمع ہو گئے اور بے نیت کے وضو کیا اور وضو بھی الٹا کیا، یعنی پہلے بایاں پاؤں دھویا پھر داہنا پاؤں پھر چوتھائی سر کا الٹا مسح کیا۔ پھر الٹا منہ دھویا پھر تین بار ناک میں پانی دیا پھر تین بار کلی کی پھر ہاتھ دھوئے۔ پھر نماز میں داخل ہوا تو بجائے تکبیر کے فارسی زبان میں کہا خدائے بزرگ است۔ پھر قراءت کی تو بجائے: ﴿مُدْهَامَّتَانِ﴾ کے فارسی میں کہا برگ سبز، پھر بجائے سجود کی جگہ مرغ کی طرح ٹھونگیں مارتے رہے اور آخر پر تشہد میں گوز مار کر نماز سے بغیر سلام کے نکلا اور کہا اے بادشاہ! یہ نماز امام ابوحنیفہ کی ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر اس طرح کی نماز ابوحنیفہ کی نہ ہوئی تو میں تجھ کو قتل کر ڈالوں گا، اس لیے کہ ایسی نماز تو کوئی صاحب دین جائز نہ رکھے گا۔ پس حنفیوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی اس طرح نماز ہونے سے انکار کر دیا۔ (جیسے اب کر جاتے ہیں) تو قفال مروزی نے حنفی مذہب کی کتابیں طلب کیں۔ بادشاہ نے منگوا دیں اور ایک نصرانی عالم کو بلایا اور اس کو شافعی اور حنفی مذہب کی کتابوں کے پڑھنے کا حکم دیا تو ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی نماز ویسی ہی پائی گئی جیسی کہ قفال مروزی نے پڑھ کر دکھائی تھی، تو بادشاہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کو چھوڑ دیا اور امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کو اختیار کر لیا۔

اے میرے مکرم احناف! اگر آپ کو بھی قفال مروزی کی نماز کے متعلق تسلی و تشفی کرنا ہے تو مسائل بحوالہ مندرجہ بالا نمبر ۶۳، ۴۴، ۲۹، ۲۴، ۷۱، ۷۷ بغور ملاحظہ فرمائیں اور بعد اس کے چاہیں تو مثل سلطان محمود کے اس مذہب کو خیر باد کہہ دیں، ورنہ کم از کم اس کی تصدیق کر دیں۔

متعلقات نماز:

۸۷۔ افعال نماز میں ترتیب شرط نہیں ہے۔ (ہدایہ: ۶۱۹/۱)

۸۸۔ جو چاہے کہ فجر سے پہلے سنت پڑھے اس کا حیلہ یہ ہے کہ پہلے فرض سے سنت پڑھے پھر اسے توڑ ڈالے، اب بعد فرض سنت پڑھ لے۔ (عالمگیری: ۳۳۴/۱۰۔ ہدایہ: ۹۳۲/۴)

۸۹۔ مستحق امامت وہ ہے جس کی بیوی زیادہ اچھی ہو۔ (درمختار: ۲۹۰/۱)

۹۰۔ عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی اور بدعت ہے۔ (ہدایہ: ۱/۵۷۴)

⌘ خلاف حدیث ہے۔ [سنن الدارقطني : ۱/۲۷۹ ح : ۱۰۷۱ إسنادهٗ حسن لذاته۔ سنن أبي داوٗد، كتاب الصلاة، باب إمامة النساء: ۵۹۲۔ صحيح ابن خزيمة : ۱۶۷۶۔ المنتقى ابن الجارود : ۳۳۳]

۹۱۔ سجدۂ تلاوت محض رکوع سے بھی ہو جاتا ہے۔ (درمختار: ۱/۳۹۸)

۹۲۔ قنوت میں درود نہ پڑھے۔ (عالمگیری: ۱/۷۷)

⌘ یہ موقوف حدیث کے خلاف ہے۔ [ابن خزيمة: ۲/۱۵۶، ح : ۱۱۰۰ و إسنادهٗ صحيح۔ فضل الصلاة على النبي للقاضي اسماعيل: ۱۰۷]

۹۳۔ فوت شدہ نماز کے بدلے کفارہ دینا جائز ہے۔ (درمختار: ۱/۳۷۹)

۹۴۔ قضا نمازوں کے کفارے کا طریقہ یہ ہے کہ دو سیر گیہوں فقیر کو دے پھر اس سے بطور ہبہ مانگ لے، روزانہ ایسا کرے جب تک کہ سب نمازوں کا فدیہ نہ ہو جائے۔ (عالمگیری: ۱۰/ ۳۳۷۔ ہدایہ: ۴/۹۳۴، ۹۳۵)

۹۵۔ قنوت نہ پڑھے کسی نماز میں سوائے وتر کے۔ (ہدایہ: ۱/ص ۶۸۵)

⌘ آگے جا کر لکھا ہے۔ نماز فجر میں قنوت پڑھنا چاروں خلفائے راشدین اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ (ہدایہ: ۱/۶۸۳) دونوں قول قابل غور ہیں۔

متعلقات جمعہ:

۹۶۔ جمعہ کی شرطوں میں سے یہ ہے کہ شہر ہو، جہاں حدود شرعیہ قائم ہوں۔ (درمختار، عالمگیری، ہدایہ: ۱/ ۸۲۱۔ شرح وقایہ: ۱/۱۳۴)

⌘ یہ شرط دنیا بھر میں مفقود ہے، لہٰذا جمعہ ناجائز ہے۔

۹۷۔ جمعہ کی شرطوں میں بادشاہ یا نائب کا ہونا بھی ہے۔ (ہدایہ: ۱/۸۲۳۔ شرح وقایہ: ۱/۱۳۹)

⌘ اکثر جگہ یہ بھی مفقود ہے۔

۹۸۔ جمعہ کا خطبہ بیٹھ کر بھی پڑھنا جائز ہے۔ (ہدایہ: ۱/ص ۸۲۷ قدوری: ۱/۱۴۵)

⌘ خلاف قرآن ہے۔ (سورۃ الجمعہ: ۱۱)

۹۹۔ جمعہ کے روز روحیں اکٹھی ہوتی ہیں۔ (درمختار: ۱/۴۲۷)

⌘ محض بے اصل ہے۔ البزازیہ میں ہے کہ ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ جو یہ کہے کہ مشائخ کی روحیں حاضر ہوتی ہیں اور تعلیم بھی دیتی ہیں یا ان کو علم بھی ہوتا ہے، ایسے شخص کی تکفیر کی جائے گی یعنی وہ کافر ہو جائے گا۔ (عکس و ترجمہ بحرالرائق شرح کنز الدقائق لابن نجیم: ۵/۱۲۴)

۱۰۰۔ جو شرطیں جمعہ میں ہیں وہی عیدین میں بھی واجب ہیں۔ (شرح وقایہ: ۱/۱۳۷ و کنز)

۱۰۱۔ تکبیراتِ عیدالاضحیٰ جہر سے کہنا بدعت ہے۔ (ہدایہ: ۱/۸۴۶۔ درمختار)

⌘ ہدایہ اور شرح وقایہ (۱/۱۳۹) میں یہ ہے کہ عیدین میں تکبیر جہر سے کہے، یہی سنت ہے (راستے اور عیدگاہ میں)۔

زکوٰۃ کا بیان:

۱۰۲۔ کسی کو انعام کا نام لے کر زکوٰۃ دی، دل میں نیت کر لی تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ (بہشتی زیور: ۳/۲۴)

۱۰۳۔ زکوٰۃ نہ دینے کا حیلہ یہ ہے کہ جس کے پاس مال ہو بقدر نصاب سال گزرنے سے پہلے ایک درہم خیرات کر دے یا بعض درہم اپنی اولاد کو ہبہ کر دے تاکہ مال نصاب سے کم ہو جائے تو زکوٰۃ واجب نہ ہو گی۔ (ابو یوسف) (درمختار: ۱/۵۰۵۔ عالمگیری: ۱۰/۳۳۴۔ ہدایہ: ۴/۹۳۲)

۱۰۴۔ جو شخص زکوٰۃ اپنے قرضہ میں وصول کرنا چاہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ اپنے رشتہ دار محتاج کو زکوٰۃ حوالہ کرے پھر اس سے واپس اپنے قرضہ میں وصول کر لے، اگر وہ نہ دے تو چھین لے۔ (درمختار، عالمگیری: ۱۰/۳۳۶۔ ہدایہ: ۴، ۹۳۳)

۱۰۵۔ دوسرا حیلہ یہ ہے کہ قرضہ دار سے کہے کہ میرے خادم کو اپنا وکیل کر لے کہ وہ مجھ سے زکوٰۃ وصول کر کے واپس تیرے قرضہ میں مجھ کو دے دے۔ (عالمگیری: ۱۰/۳۳۶۔ ہدایہ: ۴/۹۳۳)

۱۰۶۔ جو شخص زکوٰۃ مسجد کی تعمیر میں لگانا چاہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کسی کو دے دے اور وہ مسجد میں لگا دے۔ (درمختار: ۱/۴۸۷)

روزوں کے متعلق:

۱۰۷۔ شک کے دن کا روزہ خاص رکھیں، اس طرح کہ عوام کو نہ معلوم ہو۔ شک کے دن نفل کی نیت سے روزہ رکھنا بالاتفاق افضل ہے۔ (درمختار: ۵۵۳/۱)

⌘ افضل نہیں بلکہ خلاف حدیث ہے، ایسا کرنے والا رسول اللہ ﷺ کا نافرمان ہے۔[سنن ترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء فی کراهیة صوم یوم الشك : ٦٨٦۔ أبوداؤد، کتاب الصیام، باب کراهیة صوم یوم الشك : ٢٣٣٤۔ نسائی، کتاب الصیام، صیام یوم الشك : ٢١٩٠]

وہ چیزیں جن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا:

۱۰۸۔ روزہ میں ہاتھ سے منی نکالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (درمختار: ۵۶۴/۱۔ ہدایہ: ۱۱۱۲/۱)

۱۰۹۔ اگر زنا کے خوف سے جلق لگا کر منی نکال دے تو توقع ہے کہ وبال نہ ہو۔ (درمختار: ۵۶۴/۱۔ ہدایہ: ۱۱۱۲/۱)

۱۱۰۔ جانور کی فرج کے ہاتھ لگایا یا منہ چوما اور انزال ہو تو روزہ فاسد نہیں۔ (درمختار: ۵۶۴/۱۔ عالمگیری: ۱۹/۲۔ ہدایہ: ۱۱۱۶/۱)

۱۱۱۔ مردہ عورت سے وطی کی تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔ (درمختار: ۵۶۷/۱)

۱۱۲۔ عورت کو کپڑے کے اوپر سے مساس کیا اور انزال ہوا اگر حرارت معلوم نہ ہوئی ہو تو روزہ فاسد نہیں۔ (عالمگیری: ۱۹/۲)

۱۱۳۔ ران وغیرہ میں جماع کرے اور انزال ہو جائے تو روزہ کا کفارہ نہیں۔ (القدوری: ۱۸۹)

۱۱۴۔ روزہ کی حالت میں بوسہ دینے سے منی نکل پڑے تو کفارہ نہیں۔ (القدوری: ۱۸۹)

حج کا بیان:

۱۱۵۔ مدینہ حرم نہیں۔ (درمختار: ۶۷۶/۱)

⌘ سراسر حدیث کے خلاف ہے۔[مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینة......الخ : ١٣٦٠۔ أبو داؤد، کتاب المناسك، باب تحریم المدینة : ٢٠٣٤]

نکاح کا بیان:

۱۱۶۔ شب کو جگانے میں مرد کا ہاتھ اپنی بیٹی پر گیا یا عورت کا ہاتھ اپنے بیٹے پر لگا تو میاں بیوی باہم حرام ہیں۔ (درمختار:۲/۱۸۔ عالمگیری:۲/۱۴۰)

۱۱۷۔ اپنی بیٹی کی شرم گاہ شہوت سے دیکھنے سے جورو حرام ہو جاتی ہے۔ (درمختار:۲/۱۹۔ عالمگیری:۲/۱۳۹)

۱۱۸۔ عورت نے جھوٹے گواہ پیش کر کے دعویٰ کیا کہ میرا فلاں مرد سے نکاح ہو گیا اور قاضی نے تسلیم کرلیا تو مرد کو اس سے وطی کرنا جائز ہے۔(ابوحنیفہ) (درمختار:۲/۲۶۔ عالمگیری:۲/۱۵۵)

۱۱۹۔ اسی طرح مرد عورت پر جھوٹا دعویٰ کر کے ڈگری حاصل کر لے تو مرد کو اس عورت سے وطی کرنی جائز ہے۔ (ابوحنیفہ) (عالمگیری:۲/۱۵۵)

۱۲۰۔ نکاح متعہ منعقد ہو گا جب کہ اس کی مدت اس قدر دراز ہو کہ آدمی اس مدت تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ (ابوحنیفہ) (عالمگیری:۲/۱۵۵)

۱۲۱۔ متعہ درست ہے۔ (امام زفر) (شرح وقایہ:۲/۱۱)

رضاعت کا بیان:

۱۲۲۔ رضاعت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اڑھائی برس ہے۔ (درمختار:۲/۸۸۔ شرح وقایہ:۲/۳۱۔ قدوری:۴۱۰)

⌘ صریح نص قرآنی کے خلاف ہے۔ (البقرۃ:۲۳۳)

نسب کا بیان:

۱۲۳۔ مرد انتہائے مغرب میں ہو اور عورت انتہائے مشرق میں، اتنے فاصلہ پر کہ دونوں کے درمیان سال بھر کی راہ ہو، کسی طرح ان کا نکاح کر دیا گیا، اگر بعد تاریخ نکاح کے عورت چھ مہینے میں بچہ جنے تو یہ بچہ ثابت النسب ہو گا، حرامی نہ ہو گا بلکہ اس مرد کی کرامت تصور کی جائے گی۔ (درمختار:۲/۲۶۸، ۲۶۹)

⌘ اللہ کی پناہ۔

۱۲۴۔ کسی نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی، دو برس سے کم میں لڑکا پیدا ہوا تو لڑکا اسی شوہر کا ہے،

حرامی نہیں۔ (بہشتی زیور: ۲۹/۴)

۱۲۵۔ نکاح ہو گیا اور رخصتی نہ ہوئی، لڑکا پیدا ہو گیا تو شوہر ہی کا ہے، حرامی نہیں ہے۔
(بہشتی زیور: ۳۰/۴)

۱۲۶۔ میاں پردیس میں ہے، برسوں گزر گئے، یہاں لڑکا پیدا ہو گیا تو شوہر کا ہے، حرامی نہیں۔
(بہشتی زیور: ۶۰/۴)

حدود کا بیان:

۱۲۷۔ جو عورتیں ہمیشہ کے لیے حرام ہیں (ماں، بہن، بیٹی، خالہ، پھوپھی وغیرہ) ان سے نکاح کر کے اور حلال جان کر صحبت کرے تو حد نہیں۔ (ابوحنیفہ) (درمختار: ۴۷۲/۲۔ عالمگیری: ۲۶۴/۳۔ ہدایہ: ۲۔ شرح وقایہ: ۹۵/۲۔ کنز: ۴۱۱۔ قدوری: ۴۹۵)

⌘ یاد رہے کہ قرآن میں ان عورتوں کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ (النساء: ۲۲، ۲۳)

۱۲۸۔ محرمات (جو عورتیں ہمیشہ کے لیے حرام ہیں) سے حرام جان کر بھی نکاح کر لے تو حد نہیں۔ (ابوحنیفہ) (درمختار: ۴۷۲/۲)

۱۲۹۔ جس عورت کو اجارہ پر لیا ہو (خرچی دے کر) زنا کرے تو حد نہیں۔ (درمختار: ۴۷۴/۲۔ عالمگیری: ۳، ۲۶۵)

⌘ زانی کیوں نہ خوش ہوں گے۔

۱۳۰۔ خلیفہ اور امام اور بادشاہ زنا کرے تو حد نہیں۔ (درمختار: ۴۷۶/۲۔ عالمگیری: ۲۷۰/۳۔ ہدایہ: ۴۶۳/۲۔ شرح وقایہ: ۹۶/۲۔ کنز: ۴۱۱)

⌘ ہمارا چیلنج ہے کہ قرآن و حدیث سے ثابت کریں۔

۱۳۱۔ جانور سے جماع کرنے پر حد نہیں آتی۔ (درمختار: ۴۷۲/۲۔ عالمگیری: ۲۶۸/۳۔ ہدایہ: ۵۴۵/۲۔ شرح وقایہ: ۹۵/۲، ۹۶)

⌘ حدیث میں ہے کہ اس شخص اور جانور کو قتل کر دیا جائے۔ [ترمذی، کتاب الحدود، باب ما جاء فیمن یقع علی البهیمة : ١٤٥٥]

۱۳۲۔ کفن چور پر حد نہیں۔ (درمختار: ۵۱۷/۲۔ عالمگیری: ۳۱۶/۳)

۱۳۳۔کسی کا دودھ یا گوشت چرالے تو حد نہیں، کسی کی لکڑیاں یا گھاس یا میوہ یا کھڑی کھیتی چرالے، مسجد کا دروازہ چرالے، قرآن چرالے، کسی کا لڑکا چرالے، مال لوٹ لے، شاہی خزانے میں سے چرالے تو حد نہیں۔ (شرح وقایہ: ۲/ ۱۰۱ تا ۱۰۳)

⌘ سراسر قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔

گم شدہ کا بیان:

۱۳۴۔ زوجہ مفقود الخبر نوے برس انتظار کرے۔ (عالمگیری: ۳/ ۵۱۰، ۵۱۱۔ ہدایہ: ۴/ ۹۳۶۔ شرح وقایہ: ۲/ ۱۲۲، کنز: ۴۶۰)

⌘ عقل سے کام لیں، کیا یہ ممکن ہے؟

ذبح کا بیان:

۱۳۵۔ آگ سے ذبح کرنا جائز ہے۔ (درمختار: ۴/ ۱۸۴)

۱۳۶۔ بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھنا مکروہ ہے۔ (درمختار: ۴/ ۱۸۸۔ عالمگیری)

⌘ خلاف حدیث ہے۔[مسلم، كتاب الأضاحي، باب استحباب استحسان الضحية...... الخ : ۱۹٦٦]

۱۳۷۔ جو جانور کھائے جاتے ہیں ان کو شراب پلائی گئی پھر اسی وقت ذبح کر دیا گیا تو حلال ہے۔ (درمختار: ۴/ ۲۱۷ اور ہدایہ: ۴/ ۳۰۳)

۱۳۸۔ جو کوا مردار اور دانہ دونوں کھاتا ہو وہ حلال ہے۔ (ابوحنیفہ) (عالمگیری: ۸/ ۴۳۹۔ درمختار: ۴/ ۱۹۳)

۱۳۹۔ سانڈا کھانا مکروہ ہے۔ (ہدایہ: ۴/ ۱۸۱)

⌘ صحیح بخاری کی حدیث کے خلاف ہے۔[بخاری، كتاب الأطعمة باب ما كان النبي ﷺ لا يأكل حتى يسمى له فيعلم ما هو: ۵۳۹۱، ۵۵۳۷]

قربانی کا بیان:

۱۴۰۔ غصب کے جانور کی قربانی جائز ہے۔ (شرح وقایہ: ۴/ ۵۳)

۱۴۱۔ گاؤں میں عیدالاضحیٰ سے پہلے اور صبح کی نماز کے بعد قربانی درست ہے۔ (کنز: ۲/ ۳۲۸۔ بہشتی زیور: ۳/ ۲۸)

⌘ خلاف حدیث ہے۔[بخاری، کتاب الأضاحی، باب من ذبح قبل الصلاة أعاد : ٥٥٦١]

حلال وحرام کا بیان:

۱۴۲۔ سؤر کے بال سے موزہ سینا جائز ہے۔ (ہدایہ:۴/۳۲۲)

۱۴۳۔ کتے کی ہڈی سے دوا کرنا جائز ہے۔ (عالمگیری:۹/۸۸۔ ہدایہ:۴/۳۲۲)

۱۴۴۔ زمین غصب کر کے مسجد بنا وے توڑ نہیں۔ (عالمگیری:۹/۲۶)

مشروب کا بیان:

۱۴۵۔ ابو یوسف نے ایک قسم کی انگوری شراب خلیفہ ہارون الرشید کے واسطے تیار کی تھی، اس شراب کو ابا یوسفی کہتے تھے۔ (درمختار:۴/۲۹۰، عالمگیری:۹/۱۸۱)

۱۴۶۔ شراب گیہوں، جو، شہد اور جوار کی حلال ہے۔ (ہدایہ:۴/۴۳۵)

⌘ خلاف حدیث ہے۔[أبو داوٗد، کتاب الأشربة، باب تحریم الخمر : ٣٦٦٩۔ مسلم، کتاب الأشربة، باب تحریم الخمر و بیان...... الخ : ١٩٨٠]

۱۴۷۔ شراب چھوہارے اور منقیٰ کی حلال ہے۔ (قدوری:۵۰۸)

۱۴۸۔ جس نے شراب کے نو پیالے پیے اور نشہ نہ ہوا پھر دسواں پیالہ پیا تو نشہ ہوا تو یہ دسواں پیالہ حرام، پہلے کے نو نہیں۔ (درمختار:۴/۲۹۴)

⌘ قرآن کے خلاف ہے۔ (المائدۃ:۹۰)

۱۴۹۔ سوا شراب کے دیگر مسکرات میں جب تک نشہ نہ ہو پینا حرام نہیں۔ (ہدایہ:۲/۵۶۶)

۱۵۰۔ تحقیق یہ ہے کہ بھنگ مباح ہے۔ (ہدایہ:۲/۵۶۷)

⌘ خلاف حدیث ہے کیونکہ جو چیز نشہ کرے حدیث کی رو سے حرام ہے۔

فقہ حنفی میں حیلہ سازی:

فقہ حنفی میں حیلہ سازی کے متعلق ہم نے گزشتہ صفحات میں بھی کچھ باتوں کا تذکرہ کیا ہے اور اب ہم امام ابوحنیفہ کے استاذ الاستاذ ابراہیم نخعی کے حیلوں کے بارے میں بیان کریں گے:

۱۔ آپ جب سونے جاتے تو خادم سے فرماتے کہ جو شخص گھر میں آنے کی اجازت مانگے تو کہنا کہ یہاں نہیں ہیں اور یہ مراد لینا کہ جہاں تو کھڑا ہے وہاں کھڑے نہیں ہیں۔ (عالمگیری:

۴۰۵/۱۰۔ ہدایہ: ۹۴۳/۴)

۲۔ جو شخص آپ سے ملنا چاہتا اور آپ کو ملنا منظور نہ ہوتا تو تکیہ وغیرہ پر سوار ہو جاتے اور خادم سے کہتے کہ کہہ دے وہ تو سوار ہو گئے۔(ایضاً)

۳۔ جو شخص آپ سے کوئی چیز مستعار مانگتا اور آپ کو دینی نہ ہوتی تو ہاتھ زمین پر رکھ کر فرماتے کہ یہاں نہیں ہے۔[ایضاً]

⌘ قرآن کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔(الماعون: ۷)

فقہ کی حقیقت:

حنفی مذہب کی فقہی کتابیں دراصل امام ابو حنیفہ کی اپنی لکھی ہوئی نہیں ہیں بلکہ یہ تو بعد کے لوگوں نے کئی صدیوں بعد مرتب کی ہیں۔کیا یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ان میں ان کی طرف منسوب سب اقوال و آراء صحیح ہیں۔

کتب احناف اور کتب احادیث دنیا میں موجود و متداول اور تقریباً ہر جگہ دستیاب ہیں، اگر کسی کو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت ہے اور ان کا عمل قابل قبول ہے تو فقہ حنفی کے ہر مسئلے کو کتب احادیث پر رکھ کر دیکھ لیا جائے اور اس کام کو بہت جلد انجام دینے کی ضرورت ہے۔اگر واقعی رمق ایمانی ہو تو آج ہی سے کام شروع کر دینا چاہیے، تاکہ فقہ حنفی کی حیثیت کھل کر سامنے آ جائے اور عوام کو بھی معلوم ہو جائے کہ فقہ حنفی میں جو گھناؤنے مسئلے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے تعامل پر ہیں یا نہیں، مثلاً زانیہ کی اجرت کا جواز، جھوٹا دعویٰ دائر کر کے ڈگری کرانے پر عورت سے وطی جائز۔جانوروں سے بدفعلی پر کوئی حد نہیں بلکہ محرمات ابدیہ (ماں بہن) وغیرہ سے منہ کالا کرنے پر بھی حد نہیں۔ان مسائل کے لیے شرح وقایہ، ہدایہ اور فتاویٰ عالمگیری وغیرہ سے رجوع کیا جائے۔ رہی بات اکابر فقہائے احناف کی جیسے امام ابو حنیفہ، قاضی ابو یوسف وغیرہ کی تصانیف، تو ان کی جو تصانیف اس وقت دنیا میں موجود ہیں خود حنفیہ بھی غالباً ان پر عمل کرنے کو تیار نہ ہوں جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

من وسلویٰ کے بدلے لہسن و پیاز:

الغرض مسلمانوں نے منہ کا ذائقہ بدلنے کے لیے من و سلویٰ (یعنی قرآن و حدیث) کے

بدلے لہسن و پیاز لیا۔ من وسلویٰ ان سے چھین لیا گیا اور ان کے پاس صرف لہسن و پیاز ہی رہ گیا۔ حوالہ جات کے لیے دیکھیے: (البقرة : ٦١، ٤٢، ٧٩۔ الأنعام : ١٥٣۔ الزخرف : ٤٣)

فقہ حنفی کا باب دوم:

اس باب میں وہ مسائل درج ہیں جو قرآن اور صحیح حدیث کے مطابق ہیں اور حنفی فقہ کی کتابوں میں درج ہیں، ان کی تعداد چھ سو سے اوپر ہے، اختصار کی خاطر یہاں کم درج کیے جا رہے ہیں۔

قرآن و حدیث ایک مکمل دین:

۱۔ کتاب وسنت میں سب کچھ موجود ہے۔ (مقدمہ عالمگیری: ۱/۱۱۷)

۲۔ ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ﴾ [المائدة :۳] سے دین قرآن و حدیث میں مکمل ہو چکا ہے۔ (مقدمہ عالمگیری: ۱/۳۴)

۳۔ کتاب وسنت کے موافق عمل کرے اور تعصب، باطل اور کجروی سے بچے اور یہ مراد نہیں کہ جو کہے میں حنفی ہوں اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ (درمختار: ۱/۳۰)

۴۔ فتویٰ میں یہ نہ لکھا کرو کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں بلکہ یوں لکھا کرو کہ اس واقعہ میں اللہ و رسول کا حکم تم کو کیونکر معلوم ہے؟ (مقدمہ عالمگیری: ۱/۱۴)

۵۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول خلاف کتاب وسنت کے معتبر نہ ہوگا۔ (درمختار: ۲/۷۰۹)

حجیت حدیث:

۶۔ حدیث وحی خفی ہے۔ (مقدمہ ہدایہ: ۱/۱۱۰)

۷۔ حدیث حجت ہے۔ (درمختار: ۱/۴۵)

۸۔ حدیث بھی قطعی ہے، اس لیے کہ موزہ کا مسح حدیث سے ہے، بلا تامل اس کا منکر کافر ہے۔ (ہدایہ: ۱/۲۰۱)

۹۔ حدیث کا رد کرنے والا گمراہ ہے۔ (مقدمہ ہدایہ: ۱/۳۰)

۱۰۔ جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال برابر خلاف ہو اس کو ترک کرے۔ (مالا بد: ۱۰)

۱۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت محض زبان کے کہنے سے نہیں ہوتی بلکہ اتباع سے ہوتی ہے۔ (شرح وقایہ: ۹۷)

۱۲۔ حدیث امام کے قول پر مقدم ہے۔ (ہدایہ:۵۰۲/۱)

۱۳۔ موضوع حدیث سے استدلال کرنا حرام ہے اور عمل کرنا بھی حرام ہے۔ (درمختار:۷۳/۱۔ مقدمہ ہدایہ:۱۱۶/۱)

اقوال امام ابوحنیفہ اور مقام حدیث:

۱۴۔ فرمایا جب حدیث صحیح مل جاوے وہی میرا مذہب ہے۔ (مقدمہ عالمگیری:۱۲۹/۱)

۱۵۔ فرمایا چھوڑ دو میرے قول کو حدیث کے سامنے۔ (شرح وقایہ:۱۰)

کتب احادیث کے متعلق:

۱۶۔ اجماع ہے کہ بعد قرآن کے بخاری پھر مسلم۔ (مقدمہ ہدایہ:۱۱۳/۱) بخاری و مسلم دونوں میں موجود حدیث متفق علیہ کہلاتی ہے۔ یہ حدیث سب سے مقدم ہے۔ پھر جو تنہا صحیح بخاری میں پھر جو تنہا صحیح مسلم میں۔ (مقدمہ ہدایہ:۱۱۵/۱۔ شرح وقایہ:۵)

۱۷۔ طبقہ اول میں بخاری، مسلم اور مؤطا امام مالک ہیں۔ طبقہ ثانی میں ترمذی، نسائی اور ابو داؤد ہیں۔ ان کا مرتبہ بخاری و مسلم سے کم ہے۔ طبقہ ثالث میں مسند شافعی، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، سنن ابن ماجہ، دارقطنی، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، کتب بیہقی، کتب طحاوی، کتب طبرانی۔ ان کتابوں کی احادیث بغیر تنقید اعتبار کے قابل نہیں ہیں۔ طبقہ رابعہ میں باقی حدیث کی کتابیں آتی ہیں۔ (مقدمہ ہدایہ:۱۱۴/۱، ۱۱۵)

حیرانی کی بات ہے کہ صاحب ہدایہ نے حنفی فقہ کی کتابوں کا اس درجہ بندی میں کہیں ذکر تک نہیں کیا۔ شاید یہ کتابیں اس قابل نہیں تھیں کہ کسی طبقہ میں آسکیں۔

کتب فقہ کتب حدیث کے مقابل:

۱۸۔ فقہ کے لیے اصل کتاب وسنت ہے۔ (مقدمہ عالمگیری:۲۶/۱)

۱۹۔ ہدایہ کے مصنف کا شغل حدیث سے کم تر رہا ہے۔ (مقدمہ عالمگیری:۱۴۰/۱)

۲۰۔ درمختار بوجہ ایجاز قابل افتاء نہیں۔ (مقدمہ ہدایہ:۱۰۷)

۲۱۔ فقہ میں جو احادیث ہیں ان پر اعتماد کلی نہیں ہوسکتا (جب تک کہ کتب حدیث سے تصحیح نہ کرلی

جائے) حالانکہ فقہ میں احادیث موضوع بھی ہیں۔ (مقدمہ ہدایہ: ۱/ ۱۰۷)

اجماع:

۲۲۔ اسی واسطے بعض اکابرین نے ہر ایسے قول وفعل سے انکار کر دیا ہے جو عہد اول میں نہ تھا۔ (مقدمہ عالمگیری: ۱/ ۳۰)

اہل سنت کی تعریف:

۲۳۔ افضل جاننا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو، محبت رکھنا عثمان و علی رضی اللہ عنہما سے، موزوں پر مسح کرنا۔ (ابو حنیفہ) (درمختار: ۱/ ۱۴۴)

تقلید اور کتب فقہ:

۲۴۔ ائمہ اربعہ آپس میں کسی کے مقلد نہ تھے۔ (درمختار: ۱/ ۴۳)

۲۵۔ آفت تقلید سے پڑی ہے۔ (درمختار: ۱/ ۶۲۔ ہدایہ: ۱/ ۱۴)

۲۶۔ ﴿فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [النحل: ٤٣] سے مراد قرآن و حدیث کا حکم دریافت کرنا ہے، لوگوں کی باتیں مان لینے کا حکم نہیں ہے۔ (مقدمہ عالمگیری: ۱/ ۱۴)

۲۷۔ یہود ونصاریٰ اپنے مولویوں اور درویشوں کا کہنا مانتے تھے، اس لیے اللہ نے مشرک فرمایا۔ مومنوں کو حکم کیا کہ لوگوں کے قول مت پوچھو بلکہ پوچھو اللہ و رسول کا کیا حکم ہے۔ (عالمگیری: ۱/ ۱۴)

بدعت اور اہل بدعت:

۲۸۔ تعریف اہل بدعت یہ ہے جو لوگ دین میں خواہ اصول میں ہو یا فروع میں بدون دلیل شرعی کے کوئی نئی بات پیدا کرے ان کو اہل ہوا بھی کہتے ہیں۔ (عالمگیری: ۱/ ۱۹۶، ۱۹۷)

۲۹۔ اہل ہوا وہ ہے کہ مخالف سنت ہو۔ (درمختار: ۳/ ۳۱۷)

عقائد کا بیان:

۳۰۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کفر پر مرے۔ (فقہ اکبر) (ہدایہ: ۱/ ۲۸)

۳۱۔ ابوطالب کفر پر مرے۔ (فقہ اکبر) (مقدمہ ہدایہ: ۱/ ۲۸)

۳۲۔ آیت ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا ﴾ [التوبة : ١١٣] اور آیت : ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ ﴾ [القصص : ٥٦] ابوطالب کے حق میں ہیں۔ (ہدایہ: ۱/۲۹۔ شرح وقایہ: ۱/۱۴۶) (فقہ اکبر) اس کے لیے احمد رضا صاحب کا قرآنی ترجمہ مع تفسیر دیکھیں۔

۳۳۔ سوائے انبیاء اور عشرہ مبشرہ کے اولیاء صاحب کرامات اور علماء اصفیاء کو قطعی جنتی نہیں کہہ سکتے۔ (مقدمہ ہدایہ: ۱/۲۸)

علم غیب کا بیان:

۳۴۔ علم غیب سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی مخلوق کو نہیں ہے۔ (درمختار: ۱/۲۵۔ ہدایہ: ۱/۵۹)

۳۵۔ عقائد و اعمال کفریہ کے لیے سابقہ ابواب دیکھیں۔

مسائل متفرقہ:

۳۶۔ سلف صالحین سے مراد خصوصاً صحابہ ہیں اور عموماً صحابہ و تابعین۔ (مقدمہ عالمگیری: ۱/۹۲)

۳۷۔ معجزہ وہ ہے جو نبی کے ہاتھ پر ہو، کرامت وہ ہے جو متقی کے ہاتھ پر ہو، استدراج وہ ہے جو فاسق کے ہاتھ پر ہو۔ (درمختار: ۱/۲۶۹)

۳۸۔ پیران پیر عبدالقادر جیلانی حنبلی تھے۔ (ہدایہ: ۱/۳، ۵۷، ۶۹۰)

وضو کے متعلق:

۳۹۔ نیت دل کے ارادہ کو کہتے ہیں نہ کہ زبان کے بولنے کو۔ (درمختار: ۱/۴۶۔ ہدایہ: ۲۹۔ درمختار: ۱/۶۹)

۴۰۔ نیت زبان سے کرنا بدعت ہے۔ (درمختار: ۱/۶۱۔ ہدایہ: ۱/۲۶)

۴۱۔ سر کے مسح میں ہاتھ آگے سے پیچھے اور پیچھے سے آگے لے جانا چاہیے۔ (ہدایہ: ۱/۲۹، درمختار: ۱/۶۹)

۴۲۔ گردن کا مسح بدعت ہے۔ (ہدایہ: ۱/۲۰، ۲۱)

مسح کے متعلق:

۴۳۔ گاڑھی جرابوں پر مسح جائز ہے۔ (درمختار، عالمگیری، شرح وقایہ: ۱/۶۰۔ قدوری: ۱/۶۹)

پانی کے متعلق:

۴۴۔ مسئلہ دہ دردہ کی اصل مذہب میں نہیں ہے۔ (عالمگیری: ۱/۱۰۳۔ مقدمہ ہدایہ: ۱/۱۰۰)

اوقات نماز کے متعلق:

۴۵۔ ظہر کا وقت ایک مثل تک ہے۔ (صاحبین) امام ابو حنیفہ سے بھی ایک روایت ہے۔ یہی مذہب زفر اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد کا ہے۔ (درمختار، کنز، عالمگیری: ۱/۸۰۔ ہدایہ: ۱/۳۲۹۔ شرح وقایہ: ۷۳)

۴۶۔ عصر کا وقت ایک مثل سے شروع ہوتا ہے۔ (مذہب صاحبین) (درمختار: ۱/۱۸۲۔ ہدایہ ۱/۳۲۹)

اذان و نماز کے متعلق:

۴۷۔ صحیح حدیث سے اذان کے کلمے دو دو بار اور تکبیر کے ایک ایک بار ہیں۔ (شرح وقایہ: ۱/۷۹)

۴۸۔ جب منہ کعبہ کی طرف ہے تو کعبہ کی نیت کرنی جائز نہیں۔ (منیہ: ۶۶)

۴۹۔ نماز فرض میں نیت تعداد رکعات کی فرض نہیں۔ (شرح وقایہ: ۸۲)

۵۰۔ قیام فرض ہے۔ (شرح وقایہ: ۱/۸۳۔ قدوری: ۱/۱۰۱)

۵۱۔ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین ضعیف ہے۔ (ہدایہ: ۱/۴۵۰، ۴۴۹)

۵۲۔ مرزا مظہر جان جاناں مجددی حنفی سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو بسبب قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے اور خود سینے پر ہاتھ باندھتے تھے۔ (ہدایہ: ۱/۴۵۰)

۵۳۔ ((لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ)) یہ حدیث بسند صحیح صحاح ستہ و ابن حبان و سنن دارقطنی وغیرہ میں مروی ہے۔ (ہدایہ: ۱/۴۶۴)

۵۴۔ ابن ہمام نے ((ثقلت القرآن)) والی حدیث کے راوی کو ثقہ بتا کر کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہری نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھے۔ (ہدایہ: ۱/۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۵)

۵۵۔ امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کی احادیث ضعیف ہیں۔ (شرح وقایہ: ۹۸۔۹۹)

۵۶۔ فاتحہ خلف الامام مقتدی کو مستحسن ہے، بطور احتیاط کے۔ (محمد رحمہ اللہ) (ہدایہ: ۱/۵۵۰)

۵۷۔ رفع الیدین کرنے کی حدیثیں بہ نسبت ترک رفع کے قوی ہیں۔ (ہدایہ: ۱/۴۹۹)

۵۸۔ حق یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے رفع الیدین ثابت ہے۔ (ہدایہ: ۱/۴۹۶)

۵۹۔ رفع الیدین اکثر فقہاء اور محدثین اس کو سنت ثابت کرتے ہیں۔ (مالا بد: ۴۳)

۶۰۔ عصام ابن یوسف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردان شاگرد ہیں، رفع الیدین کرتے تھے۔ (عالمگیری: ۱/۵۴)

۶۱۔ امیر کاتب العمید متعصب حنفی تھا، جس کو رفع الیدین کرتا دیکھتا نماز باطل ہونے کا فتویٰ دیتا۔ فاضل لکھنوی نے تردید کر کے کہا کہ رفع الیدین کی روایات صحیح بکثرت موجود ہیں، اس میں امام ابوحنیفہ سے کچھ مروی نہیں۔ (مقدمہ عالمگیری: ۱/۸۷)

۶۲۔ انکساری کے لیے سر کھول کر نماز پڑھنا درست ہے۔ (درمختار: ۱/۳۳۷۔ عالمگیری: ۱/۱۶۹۔ ہدایہ: ۱/۱۵۵)

۶۳۔ سات جگہوں میں نماز مکروہ ہے: حمام، راستہ، اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ، قبرستان، نجاست ڈالنے کی جگہ، کمیلہ وغیرہ۔ (درمختار: ۱/۱۹۲)

۶۴۔ چار رکعت قبل عشاء کے مستحب ہیں نہ سنت۔ (ہدایہ: ۱/۲۹۶)

۶۵۔ تین میل تک کی مسافت میں قصر جائز ہے۔ (شرح وقایہ: ۱۳۲)

امامت کے متعلق:

۶۶۔ جو امامت مزدوری لے کر کرے تو اس کی امامت مکروہ ہے۔ (درمختار: ۱/۲۹۳)

۶۷۔ اجرت پر حافظ مقرر کرنا مکروہ ہے۔ (ہدایہ: ۱/۷۲۵)

۶۸۔ بدعتی کی امامت مکروہ ہے۔ (درمختار: ۲۹۲۔ شرح وقایہ: ۱/۱۰۱)

۶۹۔ امام مقتدیوں کو حکم کرے کہ ایک دوسرے سے ملے رہیں اور بیچ کی جگہ بند کر دیں۔ (درمختار: ۱/۲۹۶۔ شرح وقایہ: ۱/۱۰۳)

۷۰۔ صف میں جگہ چھوڑنا ثواب فوت کرنا ہے۔ (درمختار: ۱/۲۹۶)

وتر کا بیان:

۷۱۔ وتر ایک رکعت بھی ہے، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے۔ (ہدایہ: ۱/۶۷۵، ۶۷۶)

۷۲۔ سجدہ سہو دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد کرے اور سلام سے پہلے بھی جائز ہے۔ (درمختار: ۱/۳۸۱۔ ہدایہ: ۱/۷۵۰)

۷۳۔ سجدہ سہو میں ایک سلام پھیرنے والا بدعتی ہے۔ (ہدایہ: ۱/۷۵۰)

نماز کے متعلق:

۷۴۔ نماز کا منکر کافر ہے، بے نمازی کو نزدیک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ قید رکھنا واجب ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک قتل کیا جائے۔ امام شافعی و امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک ایک نماز ترک

کرنے والا کافر ہے۔ (درمختار: ۱/۱۸۰، ہدایہ: ۱/۳۲۴۔ مالا بد: ۱۴)

۷۵۔ صبح کی فرض کے بعد سنت پڑھ سکتا ہے۔ (ہدایہ: ۱/۱۹۴)

۷۶۔ التحیات میں مٹھی باندھ کر انگلی اٹھاوے۔ (ہدایہ: ۱/۵۰۲۔ شرح وقایہ)

۷۷۔ جلسۂ استراحت میں مضائقہ نہیں۔ (درمختار: ۱/۲۵۹)

۷۸۔ صبح کی سنت پڑھنے کے بعد داہنی کروٹ پر لیٹے۔ (درمختار: ۱/۵۵۔ ہدایہ: ۱/۱۹۴)

۷۹۔ ظہر احتیاطی نہ پڑھنا بہتر ہے۔ (درمختار: ۱/۴۱۲)

۸۰۔ جس نے نماز فجر یا مغرب تنہا شروع کی اور پھر تکبیر کہی گئی تو نماز توڑ دے، اگر چہ ایک رکعت پڑھ چکا ہو۔ (شرح وقایہ: ۱۲۳۔ ہدایہ: ۱/۲۸۷۔ کنز: ۱۵۹)

۸۱۔ حدیث صحیح ہے کہ اقامت ہونے کے بعد سوا فرض کے کوئی نماز نہیں۔ (ہدایہ: ۱/۱۹۴)

۸۲۔ سنت کو جماعت کے درمیان پڑھنا مکروہ ہے اور مغرب سے پہلے دو رکعت ثابت ہیں۔ نماز تحیۃ المسجد بیٹھنے سے پہلے پڑھے اور مستحب ہے وضو کے بعد دو رکعت کا پڑھنا سوائے وقت کراہت کے۔ (درمختار: ۱/۳۵۲ تا ۳۵۶)

۸۳۔ بعد نماز فجر وعصر قضا نماز پڑھ سکتا ہے۔ (ہدایہ: ۱/۳۶۷)

تراویح کے متعلق:

۸۴۔ تراویح بیس رکعت کی حدیث ضعیف ہے۔ (ہدایہ: ۱/۲۲۷۔ درمختار: ۱/۳۶۷۔ شرح وقایہ: ۱۲۱)

۸۵۔ تراویح آٹھ رکعت کی حدیث صحیح ہے۔ (شرح وقایہ: ۱۲۱)

۸۶۔ تراویح صحیح حدیث سے مع وتر کے گیارہ رکعت ثابت ہیں۔ (ہدایہ: ۱/۲۲۷۔ شرح وقایہ: ۱۲۲)

۸۷۔ مع وتر کے تراویح گیارہ رکعت سنت رسول اللہ ﷺ ہیں اور بیس سنت خلفائے راشدین۔ (ایضاً)

جمعہ کے متعلق:

۸۸۔ جمعہ کو زوال کے وقت نفل پڑھنے جائز ہیں۔ (درمختار: ۱/۴۲۷، شرح وقایہ)

۸۹۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا قبل زوال کے خطبہ پڑھنا ثابت ہے۔ (شرح وقایہ)

۹۰۔ جمعہ کو ایک اذان رسول اللہ ﷺ، ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تھی اور دوسری اذان

عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شروع ہوئی۔ (درمختار: ۱/۴۲۴ اور ہدایہ)

۹۱۔خطیب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر اپنے جی میں درود پڑھے۔ (درمختار: ۱/۴۲۴)

۹۲۔خطبہ کے وقت نہ کلام ہے نہ سبحان اللہ، یہ سب سامع کو حرام ہے۔ (درمختار: ۱/۴۲۳)

عیدین کے متعلق:

۹۳۔عیدین میں تکبیر جہر سے کہے یہی سنت ہے، راستہ میں اور عید گاہ میں۔ (درمختار، ہدایہ)

۹۴۔نماز عیدین میں بارہ تکبیروں کی حدیث صحیح ہے۔ (ہدایہ: ۱/۸۵۰۔شرح وقایہ: ۱۳۸)

۹۵۔مصافحہ بعد عید کے مکروہ ہے، یہ طریقہ رافضیوں کا ہے۔معانقہ بھی بعد عید کے بے اصل اور مکروہ ہے۔ (درمختار: ۱/۴۳۰)

دفن کے متعلق:

۹۶۔قبروں پر قرآن پڑھنا مکروہ اور بدعت ہے۔ (عالمگیری: ۹/۸۱۔ہدایہ: ۴/۳۱۴)

۹۷۔پختہ قبر نہ بنائی جائے۔ (درمختار: ۱/۴۶۸، ۴۶۹۔کنز: ۱۹۲)

۹۸۔عمارت بنانا قبر پر زینت کے لیے حرام ہے۔ (درمختار: ۱/۴۶۹)

۹۹۔اولیاء اللہ کی قبروں پر بلند مکان بنانا اور چراغ جلانا بدعت ہے، حرام ہے۔ (ہدایہ: ۴/۳۱۵۔درمختار: ۴/۲۷۰۔مالابد: ۷۸)

۱۰۰۔انبیاء اور اولیاء کی قبروں کو سجدہ کرنا اور طواف کرنا اور مراد مانگنا اور نذریں چڑھانا حرام ہیں اور کفر ہیں۔ (مالابد: ۸۲)

۱۰۱۔قبر پر اذان دینا بدعت ہے۔ (بہشتی گوہر: ۱۲۶)

۱۰۲۔قبر کو بوسہ دینا جائز نہیں کہ نصاریٰ کی عادت ہے۔ (درمختار: ۴/۲۷۰)

۱۰۳۔تین دن سے زیادہ سوگ حرام ہے۔ (مالابد: ۸۰)

۱۰۴۔اہل مصیبت کے گھر سے کھانا کھانا حرام ہے۔ (ہدایہ: ۱/۹۲۵)

۱۰۵۔فرش بچھانا یعنی موت پر دریاں وغیرہ زمین پر بچھانا بری حرکت ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: ۱/۲۶۵۔ہدایہ: ۱/۹۲۳)

۱۰۶۔ سنت سے قبر کی زیارت اور صاحب قبر کے لیے دعا کے علاوہ کچھ ثابت نہیں۔ (عالمگیری: ۱/ ۲۶۴)

۱۰۷۔ تیجا، دسواں، چالیسواں نہایت مذموم اور بدعت ہے۔ (بہشتی زیور: ۶/ ۸۹)

۱۰۸۔ فاتحہ مروجہ بدعت ہے۔ (بہشتی زیور حصہ: ۶/ ۸۰)

روزوں کے متعلق:

۱۰۹۔ شک کے دن کا روزہ نہ رکھے۔ (درمختار: ۱/ ۵۵۳۔ شرح وقایہ: ۱/ ۱۶۷)

۱۱۰۔ شک کے دن کا روزہ مکروہ تحریمی ہے، اہل کتاب کی مشابہت ہے۔ (درمختار: ۱/ ۵۵۳)

نکاح کے متعلق:

۱۱۱۔ جو اللہ اور رسول ﷺ کو نکاح میں گواہ کرے تو نکاح درست نہیں بلکہ وہ کافر ہے۔ (درمختار: ۲/ ۱۴۔ مالابد: ۱۳۹)

طلاق کے متعلق:

۱۱۲۔ بعضوں کے نزدیک تین طلاق ایک جلسہ میں ایک طلاق ہوگی۔ (شرح وقایہ: ۲/ ۳۴)

گم شدہ کے متعلق:

۱۱۳۔ زوجہ مفقود الخبر کو قاضی چار برس کے بعد تفریق کرا دے، عمر، علی اور عثمان رضی اللہ عنہم کا یہی فیصلہ ہے، بلکہ اس پر اجماع صحابہ ہے۔ (ہدایہ: ۲/ ۲۳۶)

ذبح کے متعلق:

۱۱۴۔ جس جانور پر نام غیر اللہ کا پکارا گیا ہو اگرچہ وقت ذبح کے بسم اللہ اللہ اکبر کہا ہو، ذبیحہ حرام ہے۔ (درمختار: ۴/ ۱۹۵)

۱۱۵۔ سید احمد کبیر کی گائے، شیخ سدو کا بکرا اور اجالا شاہ کا مرغا حرام ہے۔ (درمختار: ۴/ ۱۹۶، شرح وقایہ: ۴/ ۴۹)

۱۱۶۔ نبی اور ولی کے نام سے ذبح کرنا حرام ہے۔ (شرح وقایہ: ۴/ ۴۶)

قربانی کے متعلق:

۱۱۷۔ میت کی طرف سے قربانی جائز ہے۔ (درمختار، بہشتی زیور)

۱۱۸۔ ابوحنیفہ رحمہ اللہ گھوڑے کو حرام جانتے تھے، مرنے سے پہلے آپ نے رجوع کیا۔ (درمختار: ۱۹۱/۴)

شہادت کے متعلق:

۱۱۹۔ تارک جمعہ کی گواہی قبول نہیں، زکوٰۃ نہ دینے والے، یتیم کا مال کھانے والے، گانے والی عورت، راگ سننے والے، نشہ باز، چوسر کھیلنے والے، رنڈی باز، لونڈے باز، کبوتر باز، مرغ باز، شطرنج کھیلنے والا، سود خور، صحابہ کی بدگوئی کرنے والا ان سب کی گواہی قبول نہیں۔ (ہدایہ: ۴۰۲/۳۔ درمختار: ۳۲۶/۳ تا ۳۳۴۔ عالمگیری: ۲۷۲/۵)

قاضی کے متعلق:

۱۲۰۔ نص قرآنی کے خلاف جو مسئلہ ہو قاضی اس کو باطل کر دے اور نص حدیث کے خلاف جو مسئلہ ہو قاضی اس کو باطل کر دے۔ (درمختار: ۷۰۹/۲۔ ۷۱۰)

حلال وحرام کے متعلق:

۱۲۱۔ علم راگ حرام ہے۔ (درمختار: ۲۵/۱۔ مالابد: ۱۲۵)

۱۲۲۔ نے کا راگ، باجوں اور بانسری کی آواز سننا حرام ہے۔ (درمختار: ۲۲۲/۴۔ ہدایہ: ۲۴۶/۴۔ مالابد: ۱۲۶)

۱۲۳۔ پہلا گانے والا شیطان ہے۔ (درمختار: ۲۲۲/۴۔ ہدایہ: ۲۴۶/۴)

۱۲۴۔ گانا نفاق اگاتا ہے۔ (درمختار: ۲۲۲/۴۔ ہدایہ: ۲۴۶/۴)

۱۲۵۔ گانا حرام ہے اور سننا معصیت، اسی طرح قوالی۔ (عالمگیری: ۸۳/۹۔ ہدایہ: ۳۱۶/۴)

۱۲۶۔ گانا، قوالی، رقص جو ہمارے زمانہ کے صوفی لوگ کرتے ہیں، حرام ہے۔ (عالمگیری: ۸۴/۹۔ ہدایہ: ۳۱۶/۴)

۱۲۷۔ اس زمانے میں عورتوں کا ڈھول بجانا امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ (عالمگیری: ۸۴/۹)

۱۲۸۔ دعوت ولیمہ میں ناچ گانا اگر دستر خوان کے پاس ہو تو ہر ایک کو واپس آنا چاہیے۔ (درمختار:

۲۲۱/۴۔ ہدایہ: ۲۴۵/۴۔ شرح وقایہ: ۵۵/۴۔ کنز: ۳۷۹۔ ما الابد: ۱۲۵)

۱۲۹۔ اگر جانے سے پہلے ناچ گانے کا علم ہو جائے تو وہاں نہ جائے۔ (درمختار: ۲۲۱/۴ ہدایہ: ۲۴۵/۴)

۱۳۰۔ مولود میں راگنی سے اشعار سننا اور پڑھنا حرام ہے۔ (ہدایہ: ۲۴۷/۴)

۱۳۱۔ لحن و ٹنکری کے ساتھ قرآن سننا معصیت اور پڑھنے و سننے والا دونوں گنہگار ہیں۔ (ہدایہ: ۲۴۶/۴)

۱۳۲۔ قرآن سے فال نکالنا حرام ہے۔ (مقدمہ ہدایہ: ۵۷/۱)

۱۳۳۔ نقش اور طلسم حرام ہیں۔ (درمختار: ۲۵/۱)

۱۳۴۔ تعویذ بیچنا حلال نہیں۔ (ہدایہ: ۳۱۳/۴)

۱۳۵۔ تعویذ قرآن یا حدیث یا عربی زبان میں ہو اور اس کو متاثر حقیقی نہ جانا جائے تو جائز ہے اور جس کے معنی معلوم نہ ہوں تو جائز نہیں۔ فرشتہ یا ولی یا مخلوقات عرش کے نام ہوں تو ترک کرنا بہتر ہے۔ (درمختار: ۱۰۳/۱)

۱۳۶۔ قرآن اگر گر جائے تو اس کے برابر اناج تولنا کوئی شرح کا حکم نہیں ہے۔ (بہشتی زیور: ۷۹/۱۰)

۱۳۷۔ قرآن اونچی جگہ پر ہو تو اس کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ نہیں۔ (درمختار: ۳۴۴/۱)

۱۳۸۔ مصحف (قرآن) بوسیدہ ہو جائے تو دفن کیا جائے۔ (درمختار: ۱۰۲/۱)

۱۳۹۔ قرآن اگر دور رکھا ہو تو اس طرف پاؤں پھیلانا مکروہ نہیں۔ (درمختار: ۳۴۴/۱)

۱۴۰۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دعائے استعاذہ اپنی اولاد کو سکھاتے اور صغیر کے گلے میں لکھ کر ڈال دیتے تھے۔ (ہدایہ: ۳۲۳/۴)

۱۴۱۔ ایک روز میں قرآن ختم کرنا مکروہ ہے اور قرآن کی تعظیم کے واسطے تین روز سے کم میں ختم نہ کرے۔ (عالمگیری: ۲۱/۹)

۱۴۲۔ تین دن سے کم قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔ (شرح وقایہ: ۱۰۲)

۱۴۳۔ ادیب کا شعر پڑھنا جس میں ذکر فسق و شراب و امرد کا ہے مکروہ ہے۔ (ہدایہ: ۳۱۶/۴)

۱۴۴۔ حکمت یونان (فلسفہ) رمل، نجوم، شعبدہ، کہانت سیکھنا حرام ہے۔ (درمختار: ۲۵/۱)

۱۴۵۔ منطق سیکھنا حرام ہے (مگر مخالفین کے جواب کے لیے)۔ (درمختار: ۲۵/۱)

۱۴۶۔ کیمیا حرام ہے۔ (درمختار: ۱/۲۵)

۱۴۷۔ ریشمی کپڑا اور زیور بچے کو پہنانا حرام ہے۔ (درمختار: ۱/۳۴۳)

۱۴۸۔ نوحہ کرنا اور پیٹنا اور کپڑے پھاڑنا حرام ہے۔ (مالا بد: ۸۰)

۱۴۹۔ سلام کے وقت جھکنا مکروہ ہے، اس کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ (ہدایہ: ۴/۳۲۰)

۱۵۰۔ سلطان وغیرہ کے سامنے جھکنا ممنوع ہے کہ یہ مجوس کے ساتھ مشابہت ہے۔ (عالمگیری: ۹/ ۱۱۲۔ ہدایہ: ۴/۳۲۰)

۱۵۱۔ مصافحہ داہنے ہاتھ سے کرنے پر اتفاق ہے۔ (ہدایہ: ۴/۳۲۰)

۱۵۲۔ مصافحہ ایک ہاتھ سے کرنا اکثر روایات صحیحہ سے ثابت ہے۔ (ہدایہ: ۴/۳۲۰)

۱۵۳۔ بیعت میں عورت سے مصافحہ کرنا جائز نہیں۔ (ہدایہ: ۴/۲۶۷)

۱۵۴۔ دوست سے ملاقات کے وقت اپنا ہاتھ چومنا، جیسا جاہل لوگ کیا کرتے ہیں، بالاجماع مکروہ ہے۔ (عالمگیری: ۹/۱۱۳)

۱۵۵۔ انگلیوں اور رکابی کا چاٹنا سنت ہے۔ (درمختار: ۴/۲۱۶)

۱۵۶۔ برہنہ سر کھانے میں مضائقہ نہیں۔ (درمختار: ۴/۲۱۶)

۱۵۷۔ شطرنج حرام ہے اور گنجفہ اور چوسر بالاجماع حرام ہے۔ (ہدایہ: ۴/۳۱۸)

۱۵۸۔ کبوتر بازی اور مرغ بازی حرام ہے۔ (شرح وقایہ: ۴/۶۴۔ مالا بد: ۱۲۹)

۱۵۹۔ کشتی کرنا حصول قوت اور جہاد جائز ہے اور بقصد بازی مکروہ۔ (شرح وقایہ: ۴/۶۴)

۱۶۰۔ ننگے ہوکر نہانا اگر پردہ ہو، خواہ کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر، غسل خانہ کی چھت پڑی ہو یا نہیں، جائز ہے۔ (بہشتی زیور: ۱/۴۴)

۱۶۱۔ خشک منی رگڑ ڈالنے سے پاک ہے۔ (بہشتی زیور: ۲/۵۱)

۱۶۲۔ طاعون و ہیضہ وغیرہ میں اذان دینا بے وقوفی ہے۔ (ہدایہ: ۴/۳۷۵)

۱۶۳۔ فجر کی اذان آدھی رات سے دینی درست ہے۔ (شرح وقایہ: ۷۸)

۱۶۴۔ اذان اور اقامت پر اور تعلیم فقہ اور دیگر عبادات پر مزدوری لینی جائز نہیں۔ (ابوحنیفہ) (درمختار: ۴/۳۸۔ ہدایہ: ۱/۳/۵۷۔ شرح وقایہ: ۲/۲۰)

۱۶۵۔ چغل خوروں کی امامت مکروہ ہے۔ (شرح وقایہ: ۱/۱۰)

۱۶۶۔ اصل ہر شے میں اباحت ہے۔ (درمختار: ۱/۶۰)

۱۶۷۔ تمباکو کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں لیکن ترک اولیٰ ہے۔ (مقدمہ عالمگیری: ۱/۱۲۶)

۱۶۸۔ بلی کا جوٹھا مکروہ نہیں۔ (ابو یوسف رحمہ اللہ۔ ہدایہ: ۱/۱۵۸)

۱۶۹۔ جوان مرد اپنی بیوی کا دودھ پی لے تو بیوی حرام نہیں ہوتی۔ (بہشتی زیور: ۴/۱۴)

۱۷۰۔ خواجہ سرا سے عورت کو پردہ کرنا چاہیے۔ (درمختار: ۴/۲۳۴)

۱۷۱۔ چھینکنے والا ((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ)) کہے تو سننے والا ((یَرْحَمُكَ اللّٰهُ)) کہے اگرچہ دس دفعہ۔ (درمختار: ۱/۴۰۱)

۱۷۲۔ فطرت کی دس چیزوں میں سے داڑھی بڑھانا اور مونچھیں کترانا ہے۔ (ہدایہ: ۱/۱۷)

۱۷۳۔ مونچھیں کترانا سنت ہے۔ (درمختار: ۴/۲۶۲)

۱۷۴۔ داڑھی منڈوانا اور کتروانا حرام ہے، کفار اور مجوس کی رسم ہے، عورتوں سے تشبیہ ہے۔ (درمختار: ۴/۲۶۲)

۱۷۵۔ داڑھی ایک مشت سے کم کتروانی حرام ہے اور بڑھانی سنت ہے۔ (مالا بد: ۱۳۰)

۱۷۶۔ کسی نے عمداً یا خطأً داڑھی مونڈی اگر پوری مونڈی ہو تو پوری دیت اور آدھی مونڈی تو آدھی دیت لی جائے۔ (عالمگیری: ۹/۳۴۳) (ضرور لی جائے تاکہ نائیوں کو عبرت ہو)

۱۷۷۔ سر کچھ منڈانا اور کچھ چھوڑنا مکروہ ہے۔ (ہدایہ: ۴/۳۲۵)

۱۷۸۔ لنگوری بال جو پیشانی پر بڑھائے جاتے ہیں جائز نہیں۔ (بہشتی گوہر: ۱۰۹)

۱۷۹۔ ازار آدھی پنڈلی سے لے کر ٹخنوں تک جائز ہے، ٹخنوں سے نیچے حرام ہے۔ (مالا بد: ۱۱۰)

۱۸۰۔ دعا بحق ولی مانگنا مکروہ ہے، اس لیے کہ مخلوق کا کچھ حق اللہ پر نہیں ہے۔ (درمختار: ۴/۲۵۵۔ عالمگیری: ۹/۲۳۔ ہدایہ: ۴/۳۵۷)

۱۸۱۔ شرعی احکام کا مدار خواب پر نہیں ہو سکتا۔ (درمختار: ۱/۴۷۲)

۱۸۲۔ شرط یک طرفہ درست ہے۔ (درمختار: ۴/۵۱۵)

۱۸۳۔ مردہ بدعتی کی برائی کرنا درست ہے تاکہ اور لوگ بدعت سے باز رہیں۔ (درمختار: ۱/۴۷۰)

۱۸۴۔ اعلانیہ گناہ کرنے والے اور بدعقیدہ کی غیبت جائز ہے۔ (درمختار: ۲۶۳/۴)

۱۸۵۔ رات کے وقت درخت سوتے ہیں، یہ بات غلط ہے۔ (بہشتی زیور: ۸۹/۱۰)

۱۸۶۔ جو بھنگ کو حلال جانے وہ ملحد اور بدعتی ہے، اس کا قتل مباح ہے۔ (درمختار: ۲۹۸/۴)

۱۸۷۔ جس نے مولود پڑھوانے یا مزار پر چادر چڑھوانے یا عبدالحق کا توشہ یا سید کبیر کی گائے یا مسجد میں گلگے چڑھانے یا اللہ میاں کے طاق بھرنے یا بڑے پیر کی گیارھویں، مولا مشکل کشا کا روزہ، یا آس بی بی کا کونڈا کرنے کی منت مانی ہوتو اس کو پورا کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ سب واہیات وخرافات ہیں اور روزہ ماننا تو شرک ہے۔ (بہشتی زیور: ۳۷/۳)

۱۸۸۔ مولود مروجہ بدعت ہے۔ (بہشتی زیور: ۶۱/۶)

۱۸۹۔ بسم اللہ کی رسم بے اصل اور لغو ہے۔ (بہشتی زیور: ۱۵/۶)

۱۹۰۔ شب برأت کا حلوہ اور دیگر رسومات اور رسومات محرم سب بدعت ہیں۔ (بہشتی زیور: ۶۸/۶)

۱۹۱۔ غیر اللہ کی قسم کھانا قسم نہیں بلکہ شرک ہے۔ (بہشتی زیور: ۳۸/۳)

۱۹۲۔ غیر اللہ کی منت ماننا شرک ہے اور اس چیز کا کھانا حرام ہے۔ (بہشتی زیور: ۳۷/۳)

حاصل بحث فقہ حنفی:

پچھلی دو بحثوں کا ماحصل یہ ہے کہ فقہ حنفی میں حق (آسمانی ہدایت یعنی قرآن وحدیث) میں باطل (یعنی خود ساختہ مسائل) شامل کر دیے گئے ہیں۔ یہ خطرناک بات ہے۔ تحقیق کی ضرورت ہے، احتیاط کی ضرورت ہے۔ کتاب حقیقۃ الفقہ کا تحقیق کے لیے ضرور مطالعہ فرمائیں، جو حافظ محمد یوسف صاحب جے پوری کی تحریر ہے اور ۱۳۴۰ ہجری میں لکھی گئی ہے، اب ۱۴۲۴ ھ ہے آج تک کوئی حنفی بریلوی یا حنفی دیوبندی اس کتاب کا جواب نہیں دے سکا، حالانکہ ۸۷ سال گزر گئے ہیں۔

تقلید کے گڑھ ''دارالعلوم دیوبند'' کے مہتمم کی حقیقت بیانی:

جامع مسجد منصورہ میں قاضی حسین احمد اور نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ کی موجودگی میں مولانا محمد قاسم کے پڑپوتے قاری محمد طیب صاحب کے بیٹے، مرکزی دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری محمد سالم نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر کے اندر اختلافات کی وجہ یہ ہے

کہ ہم نے دین کی تبلیغ کی بجائے مذہب ومسلک کی تبلیغ شروع کر دی ہے۔فطری بات یہ ہے کہ ہر خطے اور ہر طبقے کے اہل فکر اور اہل علم کی سوچ کا انداز مختلف ہوتا ہے۔ یہ اجتہادی رائے قابل ترجیح تو ہوسکتی ہے قابل تبلیغ نہیں ہوتی۔ حجت صرف اللہ کا دین ہوسکتا ہے۔ مذہب وفقہ اور مسلک حجت نہیں بن سکتا۔ اسے قبول کرنے کا حق بھی ہے اور رد کرنے کا بھی۔''(ہدایہ عوام کی عدالت میں، ص ۷۱، بحوالہ روز نامہ جنگ لاہور ص ۴، مؤرخہ ۱۹۸۷۔۱۱۔۲۵)

کیا تقلید کے شیدائی، دیوبندیت کے دعویدار اپنے مرکزی رہنما کا مشورہ مان لیں گے؟ یا خلاف کر کے تعلق دیوبندیت کو مشکوک بنا دیں گے؟ دیکھا جائے گا۔

یہود ونصاریٰ قرآن وحدیث اور حنفی فقہ کی روشنی میں:

یاد رہے کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا ذکر قرآن مجید میں کئی مقامات پر آیا ہے اور ان کے باطل عقائد کی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بار بار تردید فرمائی ہے:

۱۔ سورۂ بقرہ، آیات ۴۰۔ ۱۴۷۔

۲۔ سورۃ آل عمران، آیات ۱ تا ۸۳۔ ۱۰۷۔

۳۔ سورۃ النساء، آیات ۴۴ تا ۵۷۔ ۱۵۳ تا ۱۷۵۔

۴۔ سورۃ المائدۃ، آیات ۱۲ تا ۲۶۔ ۴۱ تا ۱۲۰۔

۵۔ سورۃ الأعراف، آیات ۱۶۰ تا ۱۷۹۔

۶۔ سورۃ التوبہ، آیات ۳، ۷، ۹۔ ۲۹ تا ۳۵۔

۷۔ سورۃ بنی اسرائیل: ۵۷، ۱۱۱۔

۸۔ سورۃ مریم، آیات: ۳۰ تا ۶۰۔

قبروں کے بارے میں احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ یہودیوں اور نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔'' آپ یہ فرما کر (اپنی امت کو) ایسے کام سے ڈراتے تھے۔ [بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب: ۴۳۵۔ مسلم، کتاب المساجد، باب النھی عن بناء المسجد علی القبور......الخ: ۵۲۹ تا ۵۳۲] تو کیا امت مسلمہ ڈری؟

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمانوں کو اہل کتاب کا طرز عمل اختیار کرنے سے

منع فرمایا:

﴿ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ [الحديد : ١٦]

"کیا ایمان والوں کے لیے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی نصیحت اور جو دین حق نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جائیں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنھیں ان سے پہلے کتاب (آسمانی) ملی تھی، پھر ان پر مدت لمبی ہو گئی اور ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔"

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم اپنے سے پہلی امتوں کی ایک ایک بالشت اور ایک ایک گز میں اتباع کرو گے یہاں تک کہ وہ اگر کسی سانڈے کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم اس میں بھی ان کی اتباع کرو گے۔" صحابہ نے پوچھا: "یا رسول اللہ! کیا یہود و نصاریٰ مراد ہیں؟" فرمایا: "پھر اور کون؟" [بخاری، كتاب الإعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ: ((لتتبعن سنن من كان قبلكم)) : ٧٣٢٠۔ مسلم، كتاب العلم، باب اتباع سنن اليهود و النصارىٰ : ٢٦٦٩]

اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کو قرآن مجید میں گمراہ قرار دیا اور یہود کو مغضوب (جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا) قرار دیا اور قرآن میں ان کو جگہ جگہ مختلف جرائم میں ملوث مجرم قرار دیا اور مسلمانوں کو ان کے طرز عمل اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے اور حکم دیا کہ دین کا علم تمھارے پاس آنے کے بعد تم ان کی پیروی نہ کرنا ورنہ نہ کوئی تمھارا حمایتی ہو گا اور نہ کوئی بچانے والا:

﴿ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾

[البقرة : ١٤٥]

"اور اگر آپ ان کی خواہشوں کی پیروی کریں گے، اس کے بعد کہ آپ کے پاس علم آ چکا تو بے شک آپ بھی ظالموں میں سے ہوں گے۔"

مقصد امت کو متنبہ کرنا ہے کہ قرآن و حدیث کا علم آ جانے کے بعد یہود و نصاریٰ اور اہل بدعت کے پیچھے لگنا اپنے اوپر ظلم ہے اور یہ سرا سر گمراہی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے مندرجہ بالا حدیث میں فرمایا کہ تم ان کی اتباع کرو گے۔

لہٰذا ہم یہاں قرآن وحدیث کی روشنی میں یہود ونصاریٰ کے جرائم کی ایک فہرست مرتب کریں گے اور موجودہ کلمہ گو صاحبان کے طریقوں کا یہود ونصاریٰ کے طریقوں سے تقابلی جائزہ پیش کریں گے، تاکہ اگر ہم یہود ونصاریٰ کا کوئی طرزِ عمل اختیار کر رہے ہیں تو اس سے دور رہیں۔ یہ سب کچھ ہمدردی اور احساس کی خاطر کیا جا رہا ہے، تنقید کی خاطر نہیں۔

قرآن نے یہود ونصاریٰ کو مشرک قرار دیا:

انھیں شرک فی الحکم کا مرتکب قرار دیا۔ (التوبہ: ۳۱) اور فرمایا انھوں نے اپنے مولویوں اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات ماننے کی بجائے اپنے مولویوں اور درویشوں کے احکامات مانے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو مشرک قرار دیا، جیسا کہ فقہ کی مشہور کتاب میں ہے کہ یہود ونصاریٰ اپنے مولویوں اور درویشوں کا کہنا مانتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے مشرک فرمایا، مومنوں کو حکم دیا کہ لوگوں کے قول مت پوچھو بلکہ یہ پوچھو کہ اللہ و رسول ﷺ کا کیا حکم ہے؟ (مقدمہ عالمگیری: ۱/۱۴)

اب ہمیں دیکھنا چاہیے کہ کیا ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی کا حکم مان رہے ہیں یا اور لوگوں کا بھی حکم مان رہے ہیں۔ (مزید تشریح کے لیے فصل توحید فی الحکم اور شرک فی الحکم دیکھیے۔

انھیں شرک فی الذات کا مرتکب قرار دیا:

انھیں شرک فی الذات کا مرتکب قرار دیا نیز فرمایا:

"اور یہودی کہتے ہیں کہ عزیر (علیہ السلام) اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں، لگے اگلے کافروں کی سی باتیں بنانے۔ اللہ ان کو غارت کرے، کہاں بہک گئے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے مولویوں اور درویشوں اور مسیح مریم کے بیٹے کو اللہ کے سوا اپنے رب بنا لیا ہے، حالانکہ ان کو یہی حکم ہوا تھا کہ ایک اللہ کی پرستش کریں، اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک ہے۔" (التوبہ: ۳۰، ۳۱)

اور فرمایا:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴾ [الشوریٰ: ۱۱]

''اس جیسا کوئی نہیں اور وہ سنتا جانتا ہے۔''

اور فرمایا: ''وہ کافر اور مشرک ہیں جنھوں نے کہا مریم کا بیٹا مسیح ہی اللہ ہے۔''

(المائدۃ: ۱۷،۷۲ تا ۷۷)

اور فرمایا:

﴿ وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا ۚ إِنَّ الْإِنسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ ﴾ [الزخرف : ١٥]

''اور انھوں نے اللہ کے بندوں کو اسی کا جزو قرار دیا، بے شک آدمی کھلم کھلا کافر ہو گیا۔''

اور فرمایا مریم اور عیسیٰ علیہما السلام کس طرح اللہ ہو سکتے ہیں، وہ تو کھانا کھاتے تھے اور عیسیٰ مریم کا بیٹا تھا اور مریم کے شکم میں رہے۔ [المائدة : ٧٥۔ آل عمران : ٤٥ تا ٦٠۔ مريم : ٢٠ تا ٣٢]

اور فرمایا: ''اللہ کو موت نہیں باقی سب کو موت ہے۔'' (الانبیاء: ۳۴، ۳۵)

مزید تفصیل کے لیے توحید فی الذات اور شرک فی الذات کی بحث دیکھیے۔

انھیں شرک فی العبادت کا مرتکب قرار دیا۔ (التوبہ: ۲۹ تا ۳۳۔ المائدۃ: ۷۲ تا ۷۷) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کو مشرک قرار دیا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کر رہے ہیں اور المائدۃ (۱۱۶ تا ۱۲۰) میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان گفتگو کا ذکر ہے جو قابل غور ہے۔ آج کل امت مسلمہ کے کچھ لوگ بھی بزرگوں کی عبادت کر رہے ہیں۔

اور فرمایا کہ نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو پکارتے ہیں۔ (بنی إسرائیل: ۵۷۔ الجن: ۱۸ تا ۲۰۔ الأعراف: ۳۵ تا ۴۲) دیکھیے قرآن کا ترجمہ مع تفسیر از احمد رضا خاں صاحب اور یہاں لفظ "یدعون" وغیرہ ہیں۔

مزید تفصیل کے لیے توحید فی العبادت اور شرک فی العبادت کی بحث ملاحظہ فرمائیں۔

انھیں شرک فی التصرف اور شرک فی العلم کا مرتکب قرار دیا۔ (المائدۃ: ۷۶، ۱۱۶، ۱۱۷) یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے گا کہ کیا تو نے نصاریٰ کو کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو معبود بنانا؟ تو عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے کہ جب تک میں ان میں رہا ان کا حال دیکھتا رہا پھر جب تو نے مجھے اپنے پاس اٹھا لیا تو تو ہی ان کا نگہبان رہا اور سب چیزیں تیرے سامنے ہیں (یعنی جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھا لیا تو عیسیٰ علیہ السلام کو پتا نہیں کہ ان کی امت کیا کر رہی ہے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میرے کچھ ساتھی قیامت کے دن پکڑے

جائیں گے تو میں بھی عیسیٰ علیہ السلام والا جواب دوں گا۔ [بخاري، كتاب التفسير (سورة الأنبياء) باب ﴿كما بدأنا أوّل خلق نعيده وعدا علينا﴾ : ٤٧٤٠] مزید تفصیل کے لیے توحید فی العلم کی بحث دیکھیں۔ چونکہ اہل کتاب مشرک ہیں اس لیے ان کا اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں۔ (التوبہ: ۲۹) اور ہر مشرک کا یہی حکم ہے جیسے مشرکین مکہ (الانعام : ۱۵۰) حالانکہ وہ اللہ کو مانتے تھے۔ (یونس : ۱۸ تا ۲۳، ۳۱) اہل کتاب کے مولوی اور درویش لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ (التوبہ: ۳۴) غور کریں آج کیا ہو رہا ہے۔ آج کل بھی اکثر مولوی اور درویش جاہل ہیں اور لوگوں کو قرآن و حدیث سنانے کی بجائے ''اللہ ہو'' ''اللہ ہو'' کی تعلیم دیتے ہیں حالانکہ اس کا معنی کوئی نہیں ہے۔

اہل کتاب کا غلو:

غلو کا مطلب ہے اعتدال کا راستہ چھوڑ دینا، یہ افراط و تفریط دونوں صورتوں میں ہے۔ غلو کے لیے دیکھیے (النساء : ۱۷۱ تا ۱۷۵۔ المائدۃ: ۷۲ تا ۷۷) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے اہل کتاب! غلو نہ کرو اور اللہ پر وہی بات کہو جو سچ ہو، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس کا وہی مالک ہے اور وہی کافی ہے کارساز اور سب اس کے عبادت گزار ہیں اور اللہ کے سوا نہ کوئی تمھارا ولی ہے نہ کوئی مددگار۔ (النساء : ۱۷۱ تا ۱۷۳) اور فرمایا کہ مسیح (علیہ السلام) نے کہا اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا اور تمھارا رب ہے اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اللہ نے اس پر جنت کو حرام قرار دیا۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو اللہ سے استغفار کرو۔ اللہ کے سوا ایسے کی بندگی نہ کرو (عیسیٰ علیہ السلام) جو تمھارے نفع و نقصان کا مالک نہیں۔ اے اہل کتاب! غلو نہ کرو اور ان لوگوں کے خیال پر مت چلو جو پہلے گمراہ ہو چکے اور بہتوں کو گمراہ کر گئے اور سیدھے راستے سے بہک گئے۔ (المائدۃ: ۷۲ تا ۷۷)

قرآن مجید کے مندرجہ بالا مقامات پر اگر تھوڑا سا بھی غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ اہل کتاب غلو کی وجہ سے مشرک ہوئے، اسی لیے ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس قسم کے رویہ سے سختی سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ تم مجھے نصاریٰ کی طرح نہ بڑھانا جیسا کہ انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں کیا۔ میں تو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب : ٣٤٤٥] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ ان سے کمتر بزرگوں کے معاملے میں بھی ہمیں امت مسلمہ

میں لاؤڈ سپیکروں پر ہر طرف غلو سنائی دے رہا ہے، یہ معاملہ انتہائی خطرناک ہے، اس طرز عمل کو بد لنے کی ضرورت ہے۔

ہم نے احمد رضا خان کا ترجمہ مع تفسیر گہری نظر سے کئی ماہ لگا کر پڑھا۔اس میں ہر طرف غلو ہی غلو نظر آیا۔(غلو کے معنی ہیں کسی ہستی کو اس کے جائز مقام سے بڑھانا یا گھٹانا) رسول اللہ ﷺ کو حاضر و ناظر لکھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ بھی ناظر ہیں، یعنی رسول اللہ ﷺ کو بلکہ تمام انبیاء کو اس صفت میں اللہ کے برابر قرار دیا۔ انبیائے کرام علیہم السلام کو بشر کہنا کفار کا شیوہ قرار دیا، یہ غلو کی انتہا ہے۔غیر اللہ کو پکارنے کے اپنے عقیدہ کو درست ثابت کرنے کے لیے قرآنی ترجمہ مع تفسیر میں بار بار تحریف کی۔ صرف اپنا عقیدہ غلو ثابت کرنے کے لیے امام ابو حنیفہ کو امام اعظم لکھا، حالانکہ امام اعظم ہمارے پیارے رسول ﷺ ہیں۔

اور حد تو یہ ہے کہ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کو سورۂ مریم (۹۶، ف۱۵۶) میں غوث اعظم لکھا، حالانکہ غوث اعظم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ (النمل : ۶۲۔ الأنفال : ۹اور الأحقاف: ۱۷) یہ ظاہر غلو اور شرک ہے۔ غیر اللہ کو پکارنے والے باب میں ہم اس کا بڑی تفصیل کے ساتھ قرآنی حوالوں کے ساتھ ذکر کر چکے ہیں۔ ان ساری باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، اختیارات اور حقوق میں اس کا کوئی شریک نہیں، اللہ جیسا کوئی نہیں، اللہ کے برابر کوئی نہیں، کیونکہ وہ خالق ہے اور باقی سب مخلوق۔ رسول اللہ ﷺ ایسی ہستی ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا صحابی، کوئی بڑے سے بڑا امام، کوئی بڑے سے بڑا بزرگ، کوئی بڑے سے بڑا نبی ان کی برابری نہیں کرسکتا۔صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنی چاہیے۔

شرک کے علاوہ قرآن نے اہل کتاب کو مندرجہ ذیل جرائم کا مرتکب قرار دیا ہے:

۱۔ یعنی ﴿ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ﴾ کے اقرار سے پھر گئے، وعدہ یہ کیا تھا کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی لیکن ایسا نہ کیا اور دوسرا اقرار یہ تھا کہ اللہ نے عالم ارواح میں ہر انسان سے سوال کیا کہ کیا میں تمھارا رب یعنی داتا نہیں ہوں؟ تو روحوں نے جواب دیا کہ ہاں! تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن یہ نہ کہنا کہ شرک تو ہمارے باپ دادا نے کیا، کیا تو ہم کو ہلاک کرتا ہے؟ اس بات سے اہل کتاب پھر گئے یعنی صرف اللہ کو رب یعنی داتا ماننے کی بجائے

پیغمبروں کو داتا بنا لیا اور یہی حال آج کل کے کلمہ گو صاحبان کا ہے، بلکہ انھوں نے تو ہزاروں داتا بنا لیے۔ اگر لاہور والا داتا ہے تو سب صحابہ داتا ہو گئے کیونکہ وہ ان سے افضل ہیں۔ اگر صحابی داتا ہو گئے تو سب انبیاء داتا ہو گئے کیونکہ وہ صحابہ سے افضل ہیں۔ اس طرح لاکھوں داتا بن گئے تو اللہ کی توحید کدھر گئی؟

۲۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات یاد نہ رکھے۔ (البقرۃ: ۴۷) آسمانی ہدایت کو یاد نہ رکھا، اس سے پھر گئے تو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی انعامات بھی چھین لیے۔ یہی کچھ امت مسلمہ نے کیا، یہی کچھ ان کے ساتھ ہوا۔

۳۔ حق کو باطل کے ساتھ ملا دیا، حق کو چھپا لیا (البقرۃ: ۴۲، ۴۶، ۱۵۹، ۱۷۴) اور آسمانی ہدایت کے ساتھ اور لوگوں کے احکامات بھی ملا دیے، یہی کچھ امت مسلمہ نے کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج امت مسلمہ ذلیل و خوار ہو رہی ہے۔

۴۔ اہل کتاب کے مزید جرائم کے لیے البقرۃ (۴۰ تا ۱۴۷) اور آل عمران (۱ تا ۸۳) دیکھیں اور فرمایا اللہ سے ملاقات یاد رکھو۔ (البقرۃ: ۴۶) اور فرمایا شرک نہ کرو۔ (البقرۃ: ۵۱، ۶۲) اور فرمایا اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ (البقرۃ: ۵۲) اور فرمایا اللہ تعالیٰ کے حکم نہ بدلو۔ (البقرۃ: ۵۹) اور فرمایا اللہ کی آیتوں کا انکار نہ کرو۔ (البقرۃ: ۶۱، ۹۴) اور فرمایا کہ ہمارا یہ امی نبی اہل کتاب سے وہ بوجھ اور پھندے اتارتا ہے جو ان کے علماء نے خود ساختہ دین کے ذریعے پیدا کر لیے تھے۔ (الأعراف: ۱۵۷، ۱۵۸) یہود و نصاریٰ کے مندرجہ بالا طرز عمل کو سامنے رکھ کر ہر کلمہ گو کو اپنے طرز عمل کا جائزہ لینا چاہیے کہ کہیں ہمارے علماء نے بھی خود ساختہ بوجھ اور پھندے ہمارے گلے میں تو نہیں ڈال دیے۔ یہ وہ بوجھ اور پھندے ہیں جن کا اصل دین میں وجود تک نہیں (یعنی شرک اور بدعات کے بوجھ اور پھندے) اور پھر اپنا طرز عمل درست کرنا چاہیے اور سب سے بڑا جرم اہل کتاب نے یہ کیا کہ اللہ کی کتاب کے کچھ حصے کو مان لیا اور کچھ کو نہ مانا۔ (البقرۃ: ۸۵) اور اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا کہ جو ایسا کرے گا اس کو ہم دنیا میں بھی ذلیل کریں گے اور قیامت کے دن بھی اور یہی کچھ آج کل امت مسلمہ کر رہی ہے کہ قرآن کے کچھ حصے کو مانتی ہے اور کچھ کا انکار کرتی ہے بلکہ پاکستان میں اکثر لوگ تو قرآن کو سمجھ کر پڑھتے ہی نہیں۔

تبلیغی جماعت:

تبلیغی جماعت رائے ونڈ کے متعلق بھی بحث ضروری ہے، اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل نکات قابل توجہ ہیں:

۱۔ یاد رہے یہ حنفی دیو بندی ہیں۔ تبلیغی جماعت کے لوگوں سے تبادلہ خیال اکثر ہوتا رہتا ہے، جن میں عالم پڑھا لکھا طبقہ اور عام اراکان تبلیغی جماعت شامل ہیں۔ جب ان سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اس وقت امت مسلمہ میں کتنی قسم کا شرک ہو رہا ہے اور عبادت کتنی قسم کی ہو رہی ہے تو آج تک تبلیغی جماعت کا کوئی بھی رکن ایسا نہیں ملا جو ان باتوں کو جانتا ہو۔ یہ بہت افسوسناک بات ہے، توحید و شرک اور ان باتوں کی اقسام اور عبادت کی اقسام کا قرآن و حدیث کی روشنی میں مکمل علم تبلیغی جماعت والوں کو ہونا چاہیے، اگر اسلام کے ان بنیادی عقائد کا بھی کسی شخص کو علم نہ ہو تو وہ تبلیغ کس چیز کی کرے گا۔ اس کی مثال تو ایسی ہے کہ کوئی جہاد کے لیے نکلے، جب میدان گرم ہو تو وہ کہے کہ میرے پاس تو اسلحہ ہی کوئی نہیں۔ یہ بات انتہائی حیران کن ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تیرہ سالہ مکی زندگی میں اسلام کے انھی بنیادی عقائد کی تبلیغ فرمائی، قرآن و حدیث اس پر گواہ ہیں۔

۲۔ تبلیغی جماعت کی تین کتابیں فضائل اعمال، فضائل صدقات اور خاص طور پر فضائل درود فوت شدگان اور اہل دنیا کے زندہ افراد کے درمیان رابطہ سے بھری پڑی ہیں۔ یہ باتیں شرک فی العلم اور شرک فی التصرف میں آتی ہیں جیسا کہ پہلے شرک فی العلم، توحید فی العلم اور شرک فی التصرف اور توحید فی التصرف کے تحت بیان ہو چکا ہے، یہ امور غور طلب ہیں۔

۳۔ تبلیغی جماعت کی مندرجہ بالا کتابوں میں کثرت سے ایسی باتیں لکھی ہیں اور بزرگوں کے ایسے اعمال لکھے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی سنت کے براہ راست خلاف ہیں، ان باتوں پر غور کی ضرورت ہے۔ مثلاً: (۱) فضائل اعمال میں لکھا ہے کہ اس کتاب کا آغاز مولانا زکریا نے اس وقت کیا جب وہ دماغی کام کرنے کے قابل نہ تھے۔ (۲) تلاوت قرآن پاک سے جن مرنے لگے۔ (۳) رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع ہر شخص کو نہ کرنا چاہیے۔ (فضائل اعمال کی تلقین) (۴) صحابی شافعی المذہب۔ (عجیب منطق) (۵) شہید کی بیوہ

سے بغیر عدت دوسرا نکاح۔ (فضائل اعمال کا کارنامہ) (۶) حسن رضی اللہ عنہم کو سات سال کی عمر میں چند احادیث یاد تھیں۔ (۷) حسین رضی اللہ عنہ کو چھ برس میں صرف آٹھ احادیث یاد تھیں (۸) مولوی زکریا کے والد نے صرف دو سال کی عمر میں پاؤ پارہ حفظ کر لیا تھا۔

قرآن جیسی عظیم کتاب سے ہدایت اور رہنمائی لینے سے منع کرنا، فضائل اعمال کو پڑھنے کی تلقین کرنا، اجتماع میں اس کو پھیلانے کی بیعت لینا وغیرہ۔ یہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے جبکہ عملی طور پر محبت اپنے بزرگوں کے طریقے سے ہے جن کو پھیلا رہے ہیں۔ لہٰذا عام مسلمانوں کو اس حقیقت سے آگاہ کرنا ضروری تھا جس کے لیے اپنی استطاعت کے مطابق کوشش کی گئی ہے، اسی طرح تبلیغی جماعت کے اکابرین اور عقیدت مندوں سے بھی درخواست ہے کہ دین کے معاملے کو اپنی انا وضد اور عزت کا مسئلہ نہ بنائیں اور فضائل اعمال کی اصلاح کر لیں یا پھر اس کو تبلیغ کے لیے پیش نہ کریں اور اس سے بہتر کتاب قرآن کریم کو دعوت و تبلیغ کے لیے پڑھیں اور سنائیں۔ اسی طرح تبلیغی اجتماعات میں بعض رسومات اور بدعات پر قائم رہنے کی بجائے ان کی اصلاح کر لیں:

۱۔ آیات قرآنی کی تحریف کا دھندہ ترک کر کے قرآن کریم کو اسی طرح پیش کریں جس طرح اللہ نے اتارا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو سمجھایا۔

۲۔ جہاد کی مخالفت چھوڑ دیں اور لوگوں کو کفر کے خلاف لڑنے کے لیے تیار کریں، تاکہ زمین سے فتنے ختم ہوں، اسلام غالب ہو، مسلمان آزادی کے ساتھ اللہ کے دین پر عمل کر سکیں اور دنیا میں امن قائم ہو۔ اللہ ہمیں دین اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور خاتمہ ایمان پر کرے اور موت شہادت کی نصیب فرمائے۔ آمین!!

۳۔ ہم نے کئی دفعہ عملی طور پر آزمایا کہ تبلیغی جماعت رائے ونڈ والے نہ قرآن سناتے ہیں اور نہ سنتے ہیں، نہ احادیث کی کتابیں سنتے ہیں اور نہ سناتے ہیں۔ آزمائش شرط ہے۔

۴۔ اور آج کل امت مسلمہ میں جو شرک وکفر اور بدعات کی بھرمار ہے اس کا ذکر تک نہیں کرتے۔ اہل باطل سے اس قسم کی معرکہ آرائی اور مناظرے ہمیشہ اہل حق کا سرمایۂ عمل رہے ہیں اور یہ بات کہ ان مناظروں میں کسی نے کفر والحاد سے کھلی توبہ نہ کی، آئندہ مناظروں کی راہ میں کبھی رکاوٹ نہ بن سکی۔ یہ سب انبیاء کی سنت ہے۔ عمل بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر کی

تو یہ سنت انبیاء تو نہیں ہو سکتی بلکہ یہ تو طریقۂ یہود تھا جس پر قرآن نے یوں تنقید کی ہے:
"کیا تم کتاب کے بعض حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے بعض کا انکار کرتے ہو۔"
[البقرة : ٨٥]

رسول اللہ ﷺ نے تو نہی عن المنکر کے ساتھ اہل باطل کے فتنوں کا توڑ کرنے کا بھی بڑی صراحت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ دیکھیے مسلم [كتاب الايمان، باب بيان كون النهى عن المنكر من الايمان......الخ : ٨٠/ ٥٠، ٧٨/ ٤٩]

۵۔ نیز دیکھیے صفحہ ۵۹۹، ۶۱۹۔

فضائل اعمال کے سات مختلف ایڈیشنوں کے حوالہ جات

نمبر شمار	مضامین حکایات صحابہ	کتب خانہ رحمانیہ صفحہ نمبر	کتب خانہ فیضی لاہور صفحہ نمبر	قدیمی کتب خانہ صفحہ نمبر	محمد عبدالرحیم صفحہ نمبر	خواجہ محمد اسلام لاہور صفحہ نمبر	مکتبہ مدینہ لاہور صفحہ نمبر	کتب خانہ مدینہ صفحہ نمبر
۱	اس کتاب کا آغاز مولانا زکریا نے اس وقت کیا جب وہ دماغی کام کرنے کے قابل نہ تھے۔	۷	۶	۸	۵	۷	۶	۷
۲	تلاوت قرآن سے جن مرنے لگے۔ (انوکھا انداز)	۴۲	۴۲	۴۰	۳۶	۳۸	۴۰	۳۸
۳	نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع ہر شخص کو نہ کرنا چاہیے۔ (فضائل اعمال کی تلقین)	۵۰	۵۰	۴۷	۴۲	۴۴	۴۷	۴۵
۴	صحابی شافعی المذہب۔ (عجیب منطق)	۶۶	۶۷	۴۲	۵۶	۵۸	۵۲	۵۹

۵۔ شہید کی بیوہ سے بغیر عدت دوسرا نکاح۔ (فضائل اعمال کا کارنامہ)

۱۲۷	۱۳۳	۱۲۵	۱۲۳	۱۳۳	۱۴۲	۱۳۹		

۶۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو سات سال کی عمر میں چند احادیث یاد تھیں۔

۱۶۲	۱۴۹	۱۵۸	۱۵۶	۱۶۹	۱۷۸	۱۵۷		

۷۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو چھ برس میں صرف آٹھ احادیث یاد تھیں۔

۱۶۳	۱۷۰	۱۵۹	۱۵۷	۱۷۰	۱۷۹	۱۷۶		

۸۔ مولوی زکریا کے والد نے صرف دو سال کی عمر میں پاؤ پارہ حفظ کر لیا تھا۔

۱۶۴	۱۷۱	۱۶۰		۱۷۱	۱۸۰	۱۷۷		

۹۔ قوائد وضوابط سے بالاتر۔

۵	۵۴۷	۵	۴۷۳	۵۴۷	۲۰۹	۲۴۱		

۱۰۔ پندرہ علوم پر مہارت کے بغیر قرآن کا بیان ممنوع ہے۔

۱۵	۵۵۹	۱۵	۴۸۲	۵۵۹	۲۲۰	۲۵۳		

۱۱۔ عشق۔

۶	۵۴۸	۶	۴۷۳	۵۴۸	۲۱۰	۲۴۲		

۱۲۔ پندرھواں علم وہی ہے جس کا شاید کوئی دعوے دار نہ ہو۔

۱۶	۵۶۱	۱۶	۴۶۳	۵۶۱	۲۲۱	۲۵۳		

۱۳۔ عشق کی ممانعت بھی اور دوسرے مقامات پر فضیلت بھی۔

۲۷	۵۶۸_۸۷	۲۷	۵۰۴	۵۴۷	۲۴۵	۲۷۶		

۱۴۔ روزانہ آٹھ قرآن ختم۔ (فضائل اعمال کا ریکارڈ)

۴۵	۵۹۷	۴۵	۵۱۲	۵۷۹	۲۵۴	۲۸۴_۸۵		

۱۵۔ قرآن سے مذاق۔ (سارا قرآن ایک نقطہ میں)

۵۰	۶۰۳	۵۰	۵۱۷	۶۰۳	۲۶۰	۲۹۰		

۱۶۔ عشق پیدا کرنے کی تدبیر۔ عشق مبارک دولت ہے۔

۵۸	۶۱۴	۵۸	۵۲۵	۶۱۴	۲۷۰ تا ۲۷۲	۲۹۹_۳۰۰		

۱۷۔ محبوبہ برقع میں، آنکھیں اوپر ہی سے ٹھنڈی کرے گا۔

۶۶	۶۲۳	۶۶	۵۳۳	۶۲۳	۲۷۹			

۱۸۔ محبوب کی ہر ادا بھاتی ہے۔

۸	۲۰۰	۷	۱۸۱	۲۰۰	۲۹۷	۳۲۴		

۱۹۔ گرتے پانی سے جھڑتے گناہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ دیکھ لیتے تھے۔ (فضائل اعمال کا دعویٰ)

۱۵	۲۰۸	۱۴	۱۸۸	۲۰۸	۲۰۴	۳۰۴		

۲۰۔ نبی پر موت مگر اپنے بزرگ مرتے نہیں۔ (فضائل اعمال کی دو رخی)

۲۲	۲۶۱	۲۱	۱۹۵	۲۱۶	۳۱۲	۳۳۸		

۲۱۔ صحابی دو رکعت نماز نہ پڑھ سکا۔

۲۳	۲۱۸	۲۱	۱۹۶	۲۱۷	۳۱۳	۳۳۸_۳۹۳		

۲۲۔ زندوں کا عمل مردوں پر پیش ہوتا ہے۔ (ایمان شکن دعویٰ)

۲۴	۲۱۸	۶۲	۱۹۶	۲۱۸	۳۱۳	۳۳۹		

۲۳۔ ایمان اور کفر کے درمیان فرق۔

۲۶	۲۲۰	۲۴	۱۹۸	۲۲۰	۳۱۶	۳۴۲		

۲۴۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت سے قبل جہادی ذوق۔ (مگر تبلیغی اس کے مخالف ہیں)

۳۰	۲۲۵	۲۸	۲۰۲	۲۲۵	۳۲۰	۳۴۶		

۲۵۔ سفیان ثوری پر دورہ غلبہ حال۔

۴۲	۲۳۹	۴۰	۲۱۴	۲۳۹	۲۳۲	۳۵۸		

۲۶۔ شیطان سے دھوکا۔ (بزرگ کا کمال)

۳۷	۲۳۲	۳۵	۲۰۹	۲۳۲	۳۲۷	۳۵۳		

۲۷۔ تین کروڑ نماز کا ثواب۔ (مبالغہ کی حد)

۴۵	۲۴۲	۴۳	۲۱۷	۲۴۲	۳۳۷	۳۶۲		

۲۸۔ دو سو رکعات روزانہ یا تین سو۔

۴۶	۲۴۳	۴۴	۲۱۸	۲۴۳	۳۳۷	۳۶۲		

۲۹۔ جاہل صوفی۔

۵۶	۲۶۴	۵۴	۲۲۸	۲۵۴	۲۴۳	۳۴۱	۳۷۱	

۳۰۔ دن بھر روزہ رات بھر تہجد۔ (بڑا بزرگ)

۶۳	۲۶۱	۶۲	۲۳۶	۲۶۱	۳۵۷	۳۸۱		

۳۱۔ چیخ ماری اور مر گئی۔

۶۳	۲۶۲	۲۶	۲۳۶	۲۶۴	۳۵۷	۳۸۱		

۳۲۔ چالیس سال تک بے قراری۔

۶۲	۲۶۱	۶۱	۲۳۵	۲۶۱	۳۵۶	۳۸۰		

۳۳۔ قصہ مچھلی کا۔

۶۴	۲۶۳	۶۳	۲۳۷	۲۶۳	۳۵۸	۳۸۲		

۳۴۔ ایک وضو سے بارہ دن ساری نمازیں۔

۶۵	۲۶۴	۶۴	۲۳۸	۲۶۴	۳۶۰	۳۸۴		

۳۵۔ مردہ قبر میں کھڑا ہو گیا۔

۶۷	۲۶۶	۶۶	۲۴۰	۲۶۶	۳۶۱	۳۸۵		

۳۶۔ ایک بزرگ کی بیوی روتی رہی اور وہ عبادت میں مشغول رہا۔

۶۸	۲۶۷	۶۷	۲۴۱	۲۶۶	۳۶۲	۳۸۶		

۳۷۔ پچاس برس تک ایک وضو سے عشاء اور صبح کی نماز پڑھی۔

۲۸	۲۶۷	۶۷	۲۴۱	۲۶۷	۳۶۲	۳۸۶		

۳۸۔ ہمیشہ روزہ سے رہے۔ (خلاف حدیث)

۶۸	۲۶۷	۶۷	۲۴۱	۲۶۷	۳۶۳	۳۸۷		

۳۹۔ نماز میں بارہ ہزار چیزیں۔

۸۰	۲۸۰	۷۹	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]		

۴۰۔رسی سے باندھ لیتے۔(نبی ﷺ پر بہتان)

۷۸	۲۷۸	۷۸	۲۵۲	۲۷۸	۳۸۴	۳۹۸		

۴۱۔ایک ہزار رکعات روزانہ۔(ریکارڈ)

۸۳	۲۸۳	۸۲	۲۵۲	۲۸۳	۳۷۸	۴۰۲		

۴۲۔نماز، ڈھول اور بزرگ۔

۸۵	۲۸۵	۸۵	۲۵۹	۲۸۵	۳۸۱	۴۰۵		

۴۳۔ظہر سے اگلے دن تک انتظار، بزرگ اور مہمان۔

۸۶	۲۸۶	۸۶	۲۶۰	۲۸۶	۳۸۲	۴۰۶		

۴۴۔عبادت کا انوکھا انداز۔

۴۵۔عشق۔

۱۸	۳۰۷	۱۸	۲۷۹	۳۰۷	۴۰۸	۵۰۱		

۴۶۔ستو پھانک رہے تھے۔(بزرگ کا کمال)

۲۴	۳۱۳	۲۴	۲۸۵	۳۱۴	۴۱۴	۵۰۷		

۴۷۔قصہ بادشاہ کا۔

۳۰	۳۲۲	۳۰	۲۹۱	۳۲۲	۴۲۲	۵۱۴		

۴۸۔شیطان اور عابد۔

۳۰	۳۲۲	۳۰	۲۹۱	۳۲۲	۴۲۲	۵۱۴		

۴۹۔حرم میں لوڈشیڈنگ۔

۳۵	۳۲۸	۳۵	۲۹۶	۳۲۸	۴۲۷	۵۲۰		

۵۰۔عشق۔

۴۳	۲۳۹	۴۳	۳۰۴	۳۳۹	۴۳۷	۵۲۹		

۵۱۔شیطان سے ملاقات۔

۴۳	۳۳۹	۴۳	۳۰۴	۳۳۹	۴۳۷	۵۲۹		

۵۲۔ درس قرآن کی ممانعت۔

۶۸	۳۶۰	۶۸	۳۲۹	۳۶۱	۴۶۵	۵۵۷		

۵۳۔ چیخ ماری اور مرگئی۔

۷۷	۳۸۰	۷۷	۳۳۸	۳۸۰	۴۷۶	۵۶۹		

۵۴۔ جوتیاں سیدھی کرنا پڑتی ہیں۔

۸۱	۳۸۶	۸۳	۳۴۴	۳۸۶	۴۸۲	۵۷۴		

۵۵۔ پچیس ہزار روزانہ۔

۸۳	۳۸۸	۸۴	۳۴۵	۳۸۸	۴۸۴	۵۷۶		

۵۶۔ دوسو مرتبہ ایک سانس میں۔

۸۳	۳۸۸	۸۴	۳۴۵	۳۸۸	۴۸۴	۵۷۶		

۵۷۔ قصہ ایک کافر بادشاہ کا۔

۸۹	۳۹۵	۹۰	۳۵۱	۳۹۵	۴۹۱	۵۸۳		

۵۸۔ بزرگ، سپاہی اور گدھا۔

۹۸	۴۰۵	۹۹	۳۶۰	۴۰۵	۵۰۱	۵۹۲		

۵۹۔ جھڑتے گناہوں کا نظارہ۔

۱۴۹	۴۶۶	۱۵۰	۴۱۱	۴۶۶	۵۶۱	۶۴۸		

۶۰۔ استنجے سے اجتناب۔

۱۴۹	۴۶۶	۱۵۰	۴۱۱	۴۶۶	۵۶۱	۶۴۹		

۶۱۔ بزرگی میں اضافے کے خطرے کے پیش نظر اور ذکر کی ممانعت۔

۱۴۹	۴۶۵	۱۵۰	۴۱۱	۴۶۵	۵۶۱	۶۴۸		

۶۲۔ جمادات وحیوانات کی تسبیح۔

۱۵۰	۴۶۶	۱۴۹	۴۱۰	۴۶۵	۵۶۱	۶۴۸		

۱۶۱	۴۸۰	۱۶۱	۴۲۲	۴۸۰	۵۷۴	۴۶۱		

۶۴۔ جنت اپنے سازوسامان کے ساتھ۔

۱۶۲	۴۸۱	۱۶۲	۴۲۳	۴۸۱	۵۷۵	۴۶۲		

۶۵۔ حدیث تسبیح۔

۱۶۵	۴۸۵	۱۶۴	۴۲۶	۴۸۵	۵۷۹	۶۶۶		

۶۶۔ جسے اچھا سمجھتا ہے ان کے قول پر عمل کرے۔

۲۸	۵۳۵	۲۸	۴۶۴	۵۳۵	۶۳۸	۴۲۹		

۶۷۔ پیشہ کرنے کا حکم کرتے۔ (پیشہ کریں)

۳۱	۵۳۸	۳۰	۴۶۶	۵۳۸	۶۳۱	۴۳۴		

۶۸۔ جنت دوزخ کا نظارہ۔

۸۳	۳۸۸	۸۴	۳۴۵	۳۸۸	۴۸۴	۵۷۶		

۶۹۔ تراویح چھوڑنے پر مقاتلہ۔

۶	۶۳۸	۵	۵۴۲	۶۳۸	۶۳۸	۴۱۴		

۷۰۔ بزرگوں کی اتباع کی تلقین۔

۵	۶۴۱	۷	۵۴۴	۶۴۱	۶۴۰	۴۱۶		

۷۱۔ گھر کی عورتوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہوں۔

۲۰	۶۵۶	۲۰	۵۵۷	۶۵۶	۶۵۳	۴۲۹		

۷۲۔ کوئی جماعت جس نے کئی حاکم ہلاک کیے۔

۲۳	۶۶۰	۲۳	۵۶۰	۶۶۰	۶۵۷	۴۳۳		

۷۳۔ پندرہ روز میں ایک مرتبہ کھانا کھایا۔

۲۵	۶۶۳	۲۵	۵۶۲	۶۶۳	۶۵۹	۴۳۵		

۷۴۔ جنت کا لطف حاصل ہو رہا ہے۔

۳۰	۶۶۹	۳۱	۵۶۸	۶۶۱	۶۶۵	۴۴۱		

۷۵۔ عمر بھر نہ روزہ رکھا نہ نماز پڑھی۔ (کرامت)

۳۳	۶۷۳	۳۳	۵۷۰	۶۷۳	۶۶۸	۴۴۴		

۷۶۔ ایک رات میں پورا قرآن پڑھ دیا۔

۳۹	۶۸۰	۳۸	۵۷۶	۶۸۰	۶۷۴	۴۵۰		

۷۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صحابی کو جگایا۔

۴۴	۶۸۶	۴۴،۴۳	۵۸۰	۶۸۶	۶۷۹	۴۵۵		

۷۸۔ پچاس برس تک ایک وضو سے عشاء اور صبح کی نمازیں پڑھیں۔

۳۹	۶۸۰	۳۹	۵۷۶	۶۸۰	۶۷۴	۴۵۰		

۷۹۔ قبر سے سلام کا جواب سنا۔

۱۹	۷۳۱	۱۹	۶۴۱	۷۳۱		۶۹۸		

۸۰۔ بیس جہادوں سے زیادہ ثواب۔ (نئی دریافت)

۲۸	۷۴۲	۳۰	۶۵۳	۷۴۲		۷۱۰		

۸۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں بوڑھا دیکھا یا جوان۔

۵۱	۷۶۹	۵۳	۶۷۵	۷۲۹		۷۳۶		

۸۲۔ شراب پی۔ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان)

۵۱	۷۷۰	۵۵	۶۷۷	۷۷۰		۷۳۶		

۸۳۔ عمر بھر میں درود ایک بار فرض ہے۔

۸۱	۸۰۷	۸۶	۷۰۸	۸۰۷		۷۷۰		

۸۴۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داڑھی کے بالوں کی تقسیم۔

۹۳	۸۲۱	۹۹	۷۲۱	۸۲۱				

۸۵۔ مردوں سے ملاقات کا طریقہ (۷۰) ہزار بخشے گئے۔

۹۵	۸۲۳	۱۰۰	۷۲۲	۸۲۳		۷۸۵		

۸۶۔ ایک بڑا گناہ گار پورے قبرستان کی بخشش کا ذریعہ بن گیا۔

۹۵	۸۲۳	۱۰۰	۷۲۲	۸۲۳		۷۸۵		

۸۷۔ کثرت درود سے نبی ﷺ گھبرا گئے۔

۹۷	۸۲۵	۱۰۳	۷۲۵	۸۲۵		۷۸۸		

۸۸۔ شبلی پاگل اور یا محمد (ﷺ) کی پکار۔

۹۸	۸۲۶	۱۰۴	۷۲۶	۸۲۶		۷۸۷		

۸۹۔ منہ کالا۔

۹۹	۸۲۷	۱۰۵	۷۲۷	۸۲۷		۷۹۰		

۹۰۔ سود خور سور بن گیا۔

۹۹	۸۲۸	۱۰۵	۷۲۸	۸۲۸				

۹۱۔ منہ کالی کے پیٹ پر نبی ﷺ نے ہاتھ پھیرا۔ (نعوذ باللہ!)

۱۰۲	۸۳۱	۱۰۸	۷۳۰	۸۳۱		۷۹۳		

۹۲۔ نبیٔ اکرم ﷺ کی روح آسمان سے اتری، روٹی ساتھ تھی۔

۱۰۶	۸۳۵	۱۱۲	۷۳۴	۸۳۵		۷۹۷		

۹۳۔ نبی ﷺ کی توجہات۔

۱۰۶	۸۳۵	۱۱۲	۷۳۴	۸۳۵		۷۹۷		

۹۴۔ داڑھی کے بال ہاتھ میں تھے۔

۱۰۶	۸۳۵	۱۱۲	۷۳۴	۸۳۵		۷۹۸		

۹۵۔ روٹی اور عثمان (رضی اللہ عنہ) کی گستاخی۔

۱۰۶	۸۳۵	۱۱۳	۷۳۴	۸۳۵		۷۹۸		

۹۶۔ زعفران کی خوشبو۔

۱۰۷	۸۳۶	۱۱۳	۸۳۵	۸۳۶		۷۹۹		

۹۷۔ قبر سے مصافحہ کے لیے ہاتھ نکلے گا جس میں فتنہ ہوگا۔

۱۱۱	۸۴۱	۱۱۷	۷۳۹	۸۴۱		۸۰۳		

۹۸۔ نبی ﷺ کا سایہ نہ تھا۔

				۸۴۴	۷۴۲	۱۲۰	۸۴۴	۱۱۴

یہاں تبلیغی جماعت کی کتاب ''فضائل اعمال'' کے کچھ مسائل پر تبصرہ کریں گے:

۱۔ اس کتاب کا آغاز مولانا زکریا نے اس وقت کیا جب وہ دماغی کام کرنے کے قابل نہ تھے۔

⌘ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں حق و باطل کو گڈ مڈ کر دیا گیا ہے۔

۳۔ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اتباع ہر شخص کو نہ کرنی چاہیے۔ (فضائل اعمال کی تلقین)

⌘ آیت سورۃ النساء (۱۱۵) کے صریحاً خلاف ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے طریقے پر چلنے کی سختی سے تاکید فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو اس راستے سے ہٹ جائے گا وہ دوزخی ہے۔ (نیز البقرہ: ۱۳۷)

۴۔ صحابی شافعی المذہب۔ (عجیب منطق)

یاد رہے امام شافعی ۱۵۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور تقلید چوتھی صدی ہجری میں شروع ہوئی۔

۵۔ شہید کی بیوہ سے بغیر عدت دوسرا نکاح۔ (فضائل اعمال کا کارنامہ)

⌘ کوئی صحابی رضی اللہ عنہ ایسا نہیں کر سکتا، لہٰذا یہ جھوٹ ہے۔

۸۔ مولوی زکریا کے والد نے صرف دو سال کی عمر میں پاؤ پارہ حفظ کر لیا تھا۔

⌘ کیا یہ ممکن ہے؟

۱۰۔۱۲۔ پندرہ علوم میں مہارت کے بغیر قرآن کا بیان ممنوع ہے اور پندرھواں علم وہبی ہے، جس کا شاید کوئی دعویدار نہ ہو۔

⌘ نص قرآنی کے خلاف ہے۔ (القمر: ۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰) جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے قرآن کو سمجھنے میں آسان کر دیا ہے۔

۱۴۔ آٹھ قرآن روزانہ ختم۔ (فضائل اعمال کا ریکارڈ)

⌘ ناممکن بھی اور حدیث بخاری (۵۰۵۲، ۵۰۵۴) کے خلاف بھی۔ نیز دیکھیے یہ کتاب ص ۴۴۲ سے نمبر شمار ۱۴۲، ۱۴۳۔

۱۹۔ گرتے پانی سے جھڑتے گناہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ دیکھ لیتے تھے۔ (فضائل اعمال کا دعویٰ)

⌘ یہ صریحاً غلو ہے، رسول کائنات ﷺ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان دیکھیے :

﴿ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۭ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴾

[التوبة : ۱۰۱]

''اور تمھارے گرد ونواح کے بعض منافق ہیں اور بعض مدینہ والے بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں، تم انھیں نہیں جانتے، ہم انھیں جانتے ہیں، ہم انھیں دوگنی سزا دیں گے، پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔''

حالانکہ منافق آپ (ﷺ) کے سامنے نمازیں پڑھتے، آپ کے ساتھ سفر کرتے، آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے اور آپ کو معلوم نہ تھا کہ یہ منافق ہیں۔ یاد رہے کہ یہ سورت ''التوبہ'' فتح مکہ کے بعد ۹ ہجری میں نازل ہوئی اور آپ کی وفات ۱۰ ہجری میں ہوئی۔

۲۲۔ زندوں کا عمل مردوں پر پیش ہوتا ہے۔ (ایمان شکن دعویٰ)

⌘ محض باطل ہے۔ دیکھیے یہ کتاب، صفحہ ۱۴۹۔

۳۰۔ دن بھر روزہ رات بھر تہجد۔ (بڑا بزرگ)

⌘ کیا ایسا عمل کرنے والا شخص امت محمدیہ سے خارج نہ ہوا؟ کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے عمل اور فرمان کے سراسر خلاف ہے۔

۳۴، ۸، ۷۔ ایک وضو سے بارہ دن ساری نمازیں۔

⌘ کیا ایسا عمل کرنے والا شخص امت محمدیہ سے خارج نہ ہوا؟ یہ عملی طور پر ناممکن ہے۔

۳۷، ۳۸، ۳۷۔ پچاس برس تک ایک وضو سے عشاء اور صبح کی نماز۔

کیا ایسا عمل کرنے والا شخص امت محمدیہ سے خارج نہ ہوا؟

۳۵، ۷۹، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۶، ۸۵، ۸۶، ۹۴، ۹۵، ۹۷۔ مردہ قبر میں کھڑا ہو گیا۔

⌘ یہ سب قبر پرستی کی باتیں ہیں۔ نیز دیکھیں یہ کتاب، صفحہ ۱۴۹۔

۴۱۔ ۱۰۰۰ ہزار رکعت روزانہ۔ (ریکارڈ)

⌘ ہر پڑھا لکھا نمازی جانتا ہے کہ نماز کی ایک رکعت پر اوسطاً سوا منٹ لگتا ہے۔ ایک ہزار

رکعت پر بارہ سو پچاس منٹ یعنی اکیس گھنٹے صرف ہوئے، اس طرح باقی لوازمات کے لیے صرف تین گھنٹے بچے۔ کیا روزانہ کا یہ معمول ممکن ہے؟ کیا یہ سنت رسول ﷺ یا طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہے؟

۶۳۔ اللہ کو دیکھنے کا جھوٹا دعویٰ۔

⌘ محض باطل ہے۔ دیکھیے یہ کتاب صفحہ ۴۱۴ سے نمبر شمار ۲۔

۶۶، ۷۰۔ بزرگوں کی اتباع کی تلقین۔

⌘ یاد رہے علماء اور بزرگوں کی غیر مشروط اطاعت حرام ہے۔ دیکھیں یہ کتاب صفحہ ۶۲۲، ۶۲۳۔

۸۸۔ شبلی پاگل اور یا محمد ﷺ کی پکار۔

⌘ پھر بریلوی صاحبان اور تبلیغی جماعت کی تعلیمات میں کیا فرق رہ گیا؟

۹۸۔ نبی ﷺ کا سایہ نہ تھا۔

⌘ پھر بریلوی صاحبان اور تبلیغی جماعت کی تعلیمات میں کیا فرق رہ گیا؟

رسول اللہ ﷺ کا سایہ مبارک:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ بشر نہیں بلکہ صرف نور ہیں، اسی لیے آپ کا سایہ نہیں، یہ بھی جھوٹ ہے۔ آؤ میں قرآن وسنت سے ثابت کرتا ہوں کہ آپ ﷺ کا سایہ تھا:

پہلی دلیل:

﴿ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴾

[الرعد : ۱۵]

”اور اللہ کو ہر وہ چیز سجدہ کرتی ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں، خوشی سے اور ناخوشی سے اور ان سب کے سائے بھی سجدہ کرتے ہیں، صبح و شام۔“

اس آیت میں فرمایا جو آسمان اور زمین میں ہے، تو رسول اللہ ﷺ بھی زمین ہی میں ہیں، لہٰذا آپ بھی اللہ کو سجدہ کرتے تھے اور آپ کا سایہ بھی تھا۔ قرآن سے آپ ﷺ کا سایہ ثابت ہوا۔

دوسری دلیل:

﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا

لِلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴾ [النحل : ٤٨]

''کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی چیز پیدا کی ہے سب کے سائے دائیں بائیں پھرتے ہوئے نہایت عاجزی سے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہیں۔''

تمام مخلوقات کے سائے اس آیت میں ثابت ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ بھی مخلوق ہیں، لہٰذا آپ ﷺ کا سایہ بھی ہوا۔

تیسری دلیل :

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھیں کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس زائد اونٹ موجود تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''زینب! یہ اونٹ سواری کے لیے صفیہ کو دے دو۔'' سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: ''میں اس یہودیہ کو دوں۔'' (سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا یہودی خاندان سے مسلمان ہوئی تھیں) رسول اللہ ﷺ یہ سن کر ناراض ہو گئے اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے کلام ترک کر دیا۔ ذوالحجہ کے چند دن، ماہ محرم، ماہ صفر اور ربیع الاول کے کچھ دن گزر گئے، طویل بائیکاٹ سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے خیال کیا کہ اب رسول اللہ ﷺ کو میری حاجت نہیں رہی۔ اپنا سامان اور چارپائی کو اٹھانا چاہا اور فرماتی ہیں: ((فَبَيْنَمَا أَنَا يَوْمًا بِنِصْفِ النَّهَارِ إِذَا أَنَا بِظِلِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُقْبِلٌ)) کہ میں اسی سوچ بچار میں بیٹھی تھی، دوپہر کا وقت تھا اچانک میں نے رسول اللہ ﷺ کا سایہ دیکھ لیا۔ [مسند أحمد : ١٣٢/٦، ٢٦١، ح : ٢٥٥١٦، ٢٦٧٨٠ و سنده صحيح في إسناده شميسة و ثقها يحيىٰ بن معين تاريخ عثمان بن سعيد الدارمي ص : ١٣١، ت ٤١٨۔ ومجمع الزوائد : ٣٢٣/٤]

احمد رضا خانی ترجمہ میں رسول اللہ ﷺ کے سایۂ مبارک کا ذکر موجود ہے لیکن حسب عادت تھوڑی سی گڑ بڑ کے ساتھ۔ (دیکھیے ان کا ترجمہ مع تفسیر (النور : ۱۱، ف ۱۵)

چوتھی دلیل :

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم کو نبی ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی،

نماز کے دوران آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا پھر پیچھے کر لیا۔ جب آپ ﷺ سلام پھیر کر فارغ ہوئے تو آپ ﷺ سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کے بارے میں پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے نماز کے دوران (کشفی حالت میں) جنت کو اپنے سامنے دیکھا تو اس کے میوے قریب ہی جھک رہے تھے۔ میں نے ارادہ کیا کہ ان میں سے کچھ میوے توڑ لوں تو جنت بحکم الٰہی غائب کر دی گئی۔ پھر میں نے جہنم کو دیکھا: ((ثُمَّ عُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ، بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ حَتّٰى رَأَيْتُ ظِلِّيْ وَ ظِلَّكُمْ)) ''پھر مجھ پر جہنم کو میرے اور تمھارے درمیان پیش کیا گیا، یہاں تک کہ اس آگ کی روشنی میں میں نے اپنا سایہ اور تمھارا سایہ دیکھ لیا۔'' [صحيح ابن خزيمة : ۲/ ۵۰، ۵۱، ح : ۸۹۲ و إسنادهٔ صحيح۔ المستدرك للحاكم : ۴/ ۴۵۶ و فی النسخة الجديدة : ۴/ ۵۰۳، ح : ۸۴۰۸ و إسنادهٔ حسن لذاته]

قرآن وسنت کے دلائل سے میں نے ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ ہے۔

۹۱۔ منہ کالی کے پیٹ پر نبی ﷺ نے ہاتھ پھیرا۔ (استغفر اللہ)

⌘ یہ عصمت رسول (ﷺ) پر کھلا حملہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غیر محرم عورت کے پیٹ پر ہاتھ پھیرا۔ (نعوذ باللّٰه من ذٰلك!)

آخر میں تبلیغی جماعت کے ایک بہت بڑے عالم اور مبلغ کی کیسٹ کا حوالہ دینا بے جا نہ ہوگا۔ یہ کیسٹ وسیع پیمانے پر ملک میں تقسیم کی گئی ہے اور اس میں ان (ط۔ج) کی ایک لمبی چوڑی تقریر ہے۔ جس میں وہ اور بہت سی چیزوں کے علاوہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے رب کے پاس گئے تو نور کے سب پردے ہٹ گئے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ آمنے سامنے موجود تھے اور رسول اللہ (ﷺ) نے اپنے رب کا دیدار کیا۔ حالانکہ یہ بات قرآن مجید کے صریحاً خلاف ہے (الأنعام: ۱۰۱ تا ۱۰۳) اور حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھی خلاف ہے، جس میں انھوں نے فرمایا کہ ''جو شخص کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا وہ شخص جھوٹا ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسير، سورة والنجم : ۴۸۵۵]

ہم تبلیغی جماعت والوں سے دست بستہ عرض کریں گے کہ قرآن کو بغور پڑھیں، بخاری و مسلم اور دیگر کتب احادیث بغور پڑھیں، حنفی فقہ کی مشہور کتابیں بغور پڑھیے، حقیقۃ الفقہ کتاب پڑھیے،

علماء کا ایک بورڈ بنائیے جو قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں عقائد کی کتابیں لکھے۔ پھر تبلیغ کیجیے، شوق سے کیجیے، تبلیغی جماعت کے ہر رکن کو عقائد کی تعلیم دیں، تاکہ وہ عوام کو بتا سکیں۔

نیز دیکھیں یہ کتاب صفحہ ۵۹۹، ۶۰۰۔ ۶۱۸، ۶۱۹ اور ۶۲۲، ۶۲۳۔

اور مندرجہ بالا مسائل کی مکمل تحقیق کے لیے کتاب ''تبلیغی جماعت کا تحقیقی جائزہ'' کاوش عبیدالرحمٰن محمدی کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

فصل پنجم

مشرکین مکہ اور آج کے کچھ کلمہ گو

یاد رہے کہ جو صفات یہود و نصاریٰ و مشرکین مکہ وغیرہ کے لیے بری تھیں وہی صفات اسلام کے دعویداروں میں اگر آجائیں تو بھی بری ہوں گی۔قرآن و حدیث میں ان قوموں کے حالات سے آگاہ کرنے کا مقصد دراصل ان کی بری صفات و عادات سے بچنا ہوتا ہے کیونکہ قرآن کے نزول کا مقصد صرف ان امتوں اور اشخاص کی تاریخ بیان کرنا ہی نہیں ہوتا بلکہ تاریخ کے واقعات سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔یاد رہے کہ وہ لا الہ الا اللہ کا مطلب سمجھتے تھے، اس لیے انھوں نے کلمہ نہ پڑھا یعنی وہ غیر اللہ کی عبادت کو چھوڑنے کو تیار نہ تھے اور آج کل کچھ کلمہ گو حضرات کلمہ تو پڑھ چکے لیکن اس کا مطلب نہ سمجھ سکے یعنی کلمہ پڑھنے کے باوجود بھی غیر اللہ کی عبادت کر رہے ہیں۔

اس باب میں قرآن کی روشنی میں مشرکین مکہ کے متعلق بحث کریں گے، تاکہ ہمیں ان کے عقائد کا پتا چل سکے اور ان کے غلط عقائد سے ہم پرہیز کر سکیں۔ یاد رہے رسول اللہ ﷺ نے ان کے غلط عقائد یعنی شرک کی وجہ سے ان سے جنگیں لڑیں، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے۔سب سے پہلی بات یہ ہے کہ مشرکین مکہ کا ذکر اور جگہوں کے علاوہ قرآن میں مندرجہ ذیل مقامات پر آیا ہے۔سورۃ الانعام اور سورۃ یونس (مکمل)، الانفال (۳۲ تا ۳۵)، النحل (۲۰،۲۱،۳۵، ۵۵)، سورۃ بنی اسرائیل (۱۷)، العنکبوت (۶۱، ۶۳، ۶۵، ۶۶)، المؤمنون (۸۴ تا ۸۹)، لقمان (۲۵،۳۱،۳۲)، الزمر (۳۸) اور الزخرف (۹ تا ۱۵،۸۷)، ساری مکی سورتیں۔

قرآن مجید میں جہاں جہاں مشرکین مکہ کا ذکر ہے وہاں وہاں ان کے عقائد بیان کیے گئے

ہیں ۔ یہاں ہم چند کا ذکر کریں گے:

۱۔ پہلی بات یہ ہے کہ مشرکین مکہ اللہ کو مانتے تھے، اپنے طریقے سے نماز پڑھتے تھے، حج کرتے تھے، لیکن یہ سب کچھ اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نہیں تھا بلکہ ان میں کافی بگاڑ پیدا ہو چکا تھا (مثلاً الانعام: ۱۳۰ تا ۱۴۰۔ یونس: ۱۵ تا ۲۳، ۳۱، ۳۲۔ الانفال: ۳۲ تا ۳۵) اور کہتے تھے کہ ہم دین ابراہیمی پر ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم مشرک ہو، تمھارا دین ابراہیمی سے کوئی تعلق نہیں، قرآن اس بات پر گواہ ہے (دیکھیے تفسیر مراد آبادی الانعام: ۱۶۱۔ النحل: ۱۲۰ تا ۱۲۳)

۲۔ وہ اپنے کچھ مویشی اور کھیتی اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کے لیے مخصوص کر دیتے اور کچھ مویشی اور کھیتی غیر اللہ کے لیے مخصوص کر دیتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو مشرک فرمایا۔ سورۃ الانعام (۱ تا ۱۴۰) میں مشرکین مکہ کے جاہلانہ نظریات کا ذکر ہے۔

۳۔ جب یہ لوگ زمین پر یا سمندر میں کسی مصیبت میں پھنس جاتے تھے تو غیر اللہ کو چھوڑ کر صرف اللہ کو پکارتے تھے، جیسا کہ قرآن میں بار بار اس کا ذکر ہے۔ (یونس: ۱۸ تا ۲۳۔ بنی اسرائیل: ۶۷ تا ۶۹۔ العنکبوت: ۶۱ تا ۶۶۔ الروم: ۳۳، ۳۴۔ الانعام: ۴۰، ۴۱، ۶۳، ۶۴ تا ۶۶۔ الزمر: ۱ تا ۱۵، ۴۹۔ النحل: ۵۳ تا ۵۵، ۲۰، ۲۱۔ ۲۵ تا ۳۲) دیکھیے ان تمام آیات کے لیے احمد رضا خان صاحب کا ترجمہ مع تفسیر مراد آبادی۔

اور کمال کی بات یہ ہے کہ ان مقامات پر احمد رضا صاحب نے بھی پکارنا ہی ترجمہ کیا ہے سوائے ایک جگہ کے۔ اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ آج کل کے کچھ کلمہ گو صاحبان کا طرزِ عمل مشرکین مکہ سے زیادہ خطرناک ہے وہ اس طرح:

۱۔ مشرکین مکہ سکھ کے وقت غیر اللہ کو پکارتے تھے اور مصیبت کے وقت صرف خالص اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے، باقی سب کو چھوڑ دیتے تھے۔ (حوالہ جات کے لیے دیکھیے یونس: ۱۸ تا ۲۳۔ العنکبوت: ۶۱ تا ۶۶۔ الروم: ۳۳، ۳۴۔ الانعام: ۴۰، ۴۱، ۶۳، ۶۴۔ لقمان: ۲۵ تا ۳۲۔ ترجمہ احمد رضا خاں صاحب وتفسیر مراد آبادی) لیکن آج کل کے کچھ کلمہ گو صاحبان مصیبت کے وقت بھی غیر اللہ کو پکارتے نظر آتے ہیں یعنی ان اہل عرب سے چند قدم آگے جا چکے ہیں۔

۲۔ آج کل یہ لوگ بھی غیر اللہ کے نام پر مال خرچ کرتے نظر آتے ہیں۔

۳۔ اہل عرب غیر اللہ کو اللہ کے ہاں سفارشی کے طور پر پکارتے اور ان کی عبادت کرتے تھے

(الزمر : ۳ اور یونس : ۱۸) لیکن آج کل یہ لوگ براہ راست اپنے شریکوں کو داتا، گنج بخش، مشکل کشا، حاجت روا اور غوث اعظم سمجھ کر پکارتے ہیں یعنی اہل عرب سے آگے جا چکے ہیں۔

۴۔ یہاں ہم مشرکین مکہ کا حج کے وقت کے تلبیہ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں، تا کہ ان کا غلط عقیدہ صاف ظاہر ہو جائے۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مشرکین مکہ کہتے تھے : ((لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ)) (ہم حاضر ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ خرابی ہو تمھاری، یہیں تک رہنے دو، یہیں تک رہنے دو (یعنی آگے نہ کہو) اور وہ اس کے آگے کہتے تھے کہ مگر وہ تیرا شریک ہے کہ یا اللہ! تو اس کا مالک ہے اور وہ کسی شے کا مالک نہیں۔ غرض یہی کہتے جاتے تھے اور بیت اللہ کا طواف کرتے جاتے تھے۔ [مسلم، كتاب الحج، باب التلبية و صفتها و وقتها : ۱۱۸۵/۲۲]

اس سے یہ معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ بھی اپنے شریکوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کو ہر شے کا مالک جانتے تھے اور ان کو کسی شے کا مالک نہ جانتے تھے، تاہم ان کو پکارنا اور اپنا سفارشی اور وکیل قرار دینا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے مشرک ہونے کو اور ہمیشہ کے لیے دوزخ میں جھونکے جانے کو کافی تھا، جیسا کہ آج کل لوگ قبروں پر جا کر کہتے ہیں۔

اب ہم مفتی احمد یار خان مشہور حنفی بریلوی عالم کا ترجمہ مشکوٰۃ مع شرح کی تیسری جلد سے کچھ اقتباسات نقل کرنا چاہتے ہیں، تا کہ ان لوگوں کی توحید کے معیار کا اندازہ لگایا جا سکے :

۱: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مچھلی والے پیغمبر کی دعا جب انھوں نے مچھلی کے پیٹ میں اپنے رب سے کی، یہ ہے: ''تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، میں ظالموں میں سے ہوں۔'' کوئی مسلمان آدمی حاجت میں یہ دعا مانگے گا مگر قبول ہو گی۔'' [أحمد : ۱۷۰/۱۔ ترمذی، كتاب الدعوات، باب في دعوة ذي النون : ۳۵۰۵]

اپنی تفسیر میں احمد یار فرماتے ہیں کہ علماء فرماتے ہیں کہ اس مچھلی کا پیٹ عرش عظیم سے افضل ہے کہ ایک پیغمبر کا کچھ دن تجلی گاہ رہا، جب مچھلی کا پیٹ عرش عظیم سے افضل ہو گیا تو آمنہ خاتون کا شکم پاک جس میں سید الانبیاء نو ماہ تک جلوہ افروز رہے وہ تو عرش سے کہیں افضل ہے۔ (مشکوٰۃ : ۳۴۴/۳ از احمد یار گجراتی)

آپ خود غور فرمائیں کہ غلو کی یہ انتہا ہے یا نہیں کہ اللہ تعالیٰ تو عرش پر ہے جیسا کہ قرآن میں بار بار مذکور ہے اور ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی والدہ کے پیٹ کو اللہ کے عرش عظیم سے بھی کہیں افضل قرار دے دیا ہے تو پھر شرک کس چیز کا نام ہے؟

ب: اسی کتاب کے صفحہ (۳۰۱) پر ایک حدیث بیان کر کے لکھا گیا ہے کہ اس حدیث کی روشنی میں سب حاجتیں اپنے رب سے مانگو حتیٰ کہ جوتی کا تسمہ اور نمک بھی اور اسی کتاب کے صفحہ (۱۴۲) پر لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مال، اعمال، کمال، رب کی رضا و جنت، دوزخ سے پناہ، ایمان پر خاتمہ سب کچھ مانگا جاتا ہے۔ تو پھر دینے والے دو ہو گئے تو توحید کدھر گئی۔

قرآن و حدیث میں ہے کہ دعا عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت شرک ہے: ((اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ)) یعنی "دعا عبادت ہے۔" [ترمذی، كتاب الدعوات، باب منه: ۳۳۷۲، ۲۹۶۹، ۳۲۴۷۔ أبو داؤد، كتاب الوتر، باب الدعاء: ۱۴۷۹] دیکھیے احمد رضا خان صاحب کا ترجمہ مع تفسیر سورۃ المومن آیت (۶۰) کے تحت۔

حیات النبی ﷺ:

۱۔ کچھ کلمہ گو بھائیوں کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ حاضر و ناظر ہیں حالانکہ قرآن مجید میں جگہ جگہ یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے لیکن اپنے علم کی بنا پر سب کچھ دیکھ رہا ہے، سن رہا ہے یعنی حاضر و ناظر ہے تو رسول اللہ ﷺ کو حاضر و ناظر جاننا گویا ان کو اللہ تعالیٰ کے برابر کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کو اللہ کے برابر قرار دینے کو کفر و شرک قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے برابر کوئی نہیں۔ (البقرۃ: ۲۲، ۱۶۵۔ الأنعام: ۱، ۱۵۰۔ ابراہیم: ۳۰۔ الشعراء: ۹۸۔ سباء: ۳۳۔ مریم: ۶۵۔ الزمر: ۸ اور حم السجدۃ: ۹) اس سارے معاملے کا ذکر توحید فی العلم اور شرک فی العلم کی بحث میں تفصیل سے آ چکا ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۔ کچھ کلمہ گو بھائیوں کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر تو نہیں البتہ اپنے روضۂ اطہر میں جسم اور جان سے زندہ ہیں اور اگر کوئی آپ ﷺ کے روضۂ اطہر کے پاس درود شریف پڑھے یا کوئی عرض کرے تو آپ ﷺ سنتے ہیں۔ اس عقیدے کا ابطال بھی توحید فی العلم اور شرک فی العلم میں آ چکا ہے۔

۳۔ قرآن و حدیث میں آپ ﷺ کے فوت ہونے کا ذکر موجود ہے۔ صحیح بخاری (کتاب الجنائز: ۱۲۴۱،۱۲۴۲) میں آپ ﷺ کے بیمار ہونے اور فوت ہونے اور دفن ہونے کا تفصیل سے ذکر موجود ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ جب آپ ﷺ فوت ہو گئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو کہے گا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے تو میں اس کا سر تلوار سے قلم کر دوں گا۔ بعد میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس اجتماع میں تشریف لائے اور وعظ فرمایا اور قرآنی آیات کا حوالہ دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو ایک موت کا مزہ چکھا چکا، دوسری موت کا مزہ آپ نہ چکھیں گے اور فرمایا آپ ﷺ فوت ہو چکے ہیں اور سب صحابہ نے اس بات سے اتفاق کیا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو چکے ہیں اور خلفائے راشدین کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن کسی خلیفۂ راشد نے مصیبت کے وقت رسول اللہ ﷺ کے روضۂ اطہر پر جا کر آپ ﷺ سے رابطہ نہیں کیا۔ یہ ساری باتیں اس کتاب میں مذکور ہو چکیں اور یہ بھی بیان ہو چکا کہ یہ حدیث کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے روضۂ اطہر کے قریب درود شریف پڑھا جائے تو آپ ﷺ سنتے ہیں، پہلے اس کتاب میں بیان ہو چکا ہے کہ یہ موضوع حدیث ہے یعنی من گھڑت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ کا جسم اطہر تو آپ ﷺ کی مدینہ منورہ والی قبر مبارک میں ہے اور آپ ﷺ کی روح مبارک جنت کے اعلیٰ ترین مقام پر عرش کے نیچے ہے اور آپ ﷺ نے روح مبارک کے قبض ہونے سے چند لمحے پہلے دعا مانگی تھی: ((اللهم بالرفيق الأعلى)) کہ یا اللہ! مجھے اعلیٰ رفیقوں یعنی انبیاء اور فرشتوں کے پاس پہنچا دے اور اس کتاب میں صحیح بخاری کی روایت سے یہ بھی ثابت کیا جا چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس وقت معلوم نہیں کہ ان کی امت کیا کر رہی ہے۔ [بخاری، کتاب الرقاق، باب في الحوض : ٦٥٨٦]

کچھ کلمہ گو صاحبان کی گوہر افشانیاں:

اب ہم کچھ کلمہ گو صاحبان کے قرآنی ترجمہ سے ان کی ذہن پرستی کے ثبوت فراہم کریں گے:

۱۔ ذہن پرستی یہ ہے کہ قرآن پاک کی تفسیر قرآن پاک کے ساتھ یا صحیح حدیث کے ساتھ یا اقوال صحابہ کے ساتھ یا پھر لغت عرب کے استعمالات کی روشنی میں کرنے کی بجائے اپنی رائے کے

ساتھ کی جائے، یہی بات فرقہ پرستی کی جڑ ہے۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ قرآن پاک کا ایسا ترجمہ کیا جائے جو مندرجہ بالا چاروں طریقوں سے ہٹ کر ہو بلکہ ان طریقوں کے خلاف ہو۔ مثلاً، جناب اشرف علی تھانوی صاحب اپنے قرآنی ترجمہ وتفسیر میں فرماتے ہیں، آیت:

﴿ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴾ [الجن : ١٨]

اس کا احمد رضا صاحب بریلوی ترجمہ کرتے ہیں:

''اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔''

آیت میں لفظ ((تدعوا)) ہے، جس پر مفصل بحث دعا کے باب میں ہے ((تدعوا)) کا معنی پکارنا ہے، دوسرا لفظ ((مع)) ہے جس کا معنی ساتھ ہے اور تیسرا لفظ ((أحدًا)) ہے جس کا معنی ہے ایک، یعنی مندرجہ بالا آیت کا ترجمہ یہ ہوگا: ''مسجدیں سب اللہ کی ہیں، سو اللہ کے ساتھ کسی ایک کو بھی نہ پکارو۔'' مطلب یہ کہ مشرکین مکہ اور یہود و نصاریٰ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو بھی مسجدوں میں پکارتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے منع فرمایا لیکن احمد رضا صاحب اس آیت کا اپنی رائے سے ترجمہ فرما رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ کا یہاں حوالہ دینا نہایت مناسب ہوگا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے قرآن پاک کی تفسیر اپنی رائے کے ساتھ کی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔'' [ترمذی، أبواب التفسير القرآن عن رسول اللهﷺ، باب ما جاء فى الذى يفسر القرآن برأية : ٢٩٥١]

اور ایک روایت میں ہے: ''جس شخص نے قرآن پاک کی تفسیر بلا دلیل کی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔'' [ترمذی، أبواب التفسير القرآن عن رسول اللهﷺ، باب ما جاء فى الذى يفسر القرآن برأية : ٢٩٥٠]

مزید حوالہ جات کے لیے ان کے قرآنی ترجمہ میں مندرجہ ذیل مقامات پر دیکھیے، وہاں بندگی ترجمہ کیا ہے۔ (الأعراف: ٣٧۔ النحل: ٢٠۔ الأحقاف: ٤٦) اور لطف یہ ہے کہ ''دعو'' سے نکلے ہوئے انھی الفاظ کا قرآن میں کافی جگہ انھوں نے پکارنا، بلانا یا مانگنا ترجمہ کیا ہے۔

احمد رضا صاحب اپنا ایک عقیدہ بنا لیتے ہیں اور پھر قرآن کا ترجمہ اپنی رائے سے اپنے عقیدے کے مطابق کرتے چلے جاتے ہیں، قرآن مجید کے الفاظ کا کوئی خیال نہیں رکھتے مثلاً لفظ ''اَخٌ'' کا ترجمہ آل عمران (١٥٦، ١٦٨) النساء (١١، ١٢، ١٧٦) اور یوسف (١٢) میں ہر جگہ ''بھائیوں'' کیا ہے،

یاد رہے کہ سورۂ یوسف میں یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا بار بار ذکر ہے، اسی طرح یونس (۸۷) میں ''بھائی'' کیا ہے۔ لیکن سورۃ الأعراف (۶۵، ۷۳، ۸۵) میں "أخاھم" کا ترجمہ برادری کیا، ان کا بھائی نہیں کیا۔ مطلب یہ کہ انبیائے کرام بشر نہیں، یہ ثابت کرنے کے لیے اپنی رائے سے ترجمہ کیا۔ یہی کچھ سورۂ ھود (۵۰، ۶۱، ۸۴) اور سورۃ الشعراء (۱۰۶، ۱۲۴، ۱۴۲، ۱۶۱) میں کیا۔ اس کی ایک اور مثال ان کے قرآنی ترجمہ وتفسیر (لقمان: ۳۴) میں ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں اور بخاری (۵۰) میں ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ پانچ باتیں غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔'' اور حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا گزر چکی کہ جو کوئی کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل کی بات جانتے تھے وہ جھوٹا ہے اور یہ حدیث بھی گزر چکی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے ایک ماہ قبل فرمایا کہ ''قیامت کے وقت کا مجھے علم نہیں۔'' اور یہ حدیث بھی گزر چکی کہ ''جب بادل آتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہو جاتے، شاید کہ ان میں عذاب نہ ہو۔'' لیکن نعیم الدین مراد آبادی کی اس جگہ تفسیر ان سب باتوں کے بالکل الٹ ہے یعنی چونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ بزرگوں کو غیب کا علم ہوتا ہے، اس لیے قرآن و حدیث کی ایک بھی نہ مانی اور دونوں اپنی رائے سے ترجمہ وتفسیر کرتے چلے گئے۔ ہم توحید فی الحکم اور شرک فی الحکم میں اور سنت وبدعت کی بحثوں میں تفصیل کے ساتھ ذکر کر چکے ہیں کہ آسمانی وحی (قرآن و حدیث) کے علاوہ نہ کوئی عقیدہ اختیار کرنا چاہیے اور نہ کوئی عمل اختیار کرنا چاہیے لیکن نعیم الدین مراد آبادی قرآن وحدیث کے سارے احکامات کو نظر انداز کرتے ہوئے سورۃ الحدید کی آیت (۲۷) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ کام جن میں لوگ طاعات وعبادات میں ذوق وشوق کے ساتھ مشغول رہتے ہیں ایسے امور کو بدعت بتانا قرآن مجید کی اس آیت کے صریح خلاف ہے۔ حالانکہ نعیم الدین مراد آبادی کا ایسا فرمانا سورۃ البقرۃ کی آیت (۱۲۰، ۱۴۵)، الرعد کی (۳۷) اور الحدید کی آیت (۱۶) کے صریحاً خلاف ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے صرف آسمانی وحی کی پیروی کرنے اور یہود ونصاریٰ کی پیروی نہ کرنے کا حکم دیا۔ یعنی انھوں نے اپنے پیروکاروں کو قرآن و حدیث کی لگام دینے کی بجائے قطعی طور پر بے لگام کر دیا، یہی وجہ ہے کہ حنفی بریلوی صاحبان عقیدہ اور عمل کے معاملے میں بالکل آسمانی وحی (قرآن و حدیث) کی حدود سے باہر نکل چکے ہیں اور جو عقائد واعمال قرآن وحدیث سے ثابت ہیں ان صاحبان کے نہ وہ عقائد ہیں نہ وہ اعمال یعنی نہ

ان کے پاس توحید رہی اور نہ رسول اللہ ﷺ کی سنت۔ ہر معاملہ میں شرک و بدعت ان میں مکمل طور پر سرایت کر چکے ہیں۔ پھر بھی یہ پکے اہل سنت و الجماعت ہیں۔ اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات ماننے کی بجائے دوسروں کے احکامات مانتے ہیں، اللہ کی ذات وصفات میں دوسروں کو اللہ کے برابر جانتے ہیں، بزرگوں کو عالم الغیب مانتے ہیں، اللہ کے علاوہ دوسروں کی عبادت کرتے ہیں، جیسے قبروں پر سجدے کرنا، چڑھاوے چڑھانا اور غیر اللہ کو پکارنا وغیرہ اور اللہ کے علاوہ بزرگوں کو نفع و نقصان کا مالک سمجھتے ہیں جیسے کسی کو داتا، کسی کو گنج بخش، کسی کو مشکل کشا، کسی کو حاجت روا، کسی کو غریب نواز، کسی کو غوث الاعظم، کسی کو دستگیر وغیرہ مانتے اور کہتے ہیں، پھر بھی ان کی توحید کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ زندگی کے ہر شعبے میں سنت سے ہٹ کر عمل کرتے ہیں پھر بھی پکے سنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

ہم اس کتاب میں احمد رضا خان صاحب کی دورخی کا کئی بار ذکر کر چکے ہیں، اب مزید ایسی ہی باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ ہم قرآن مجید میں ان آیات کا تذکرہ کریں گے جن میں اللہ تعالیٰ نے پہلے کافروں اور مشرکین (مشرکین مکہ، یہودی، عیسائی) سے فرمایا کہ میرے بندوں کو بچانے والا، کام بنانے والا، والی، کارساز، بااختیار، آقا اور مولا نہ بناؤ کیونکہ ان صفات کا مالک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور کوئی نہیں اور فرمایا ایسے عقیدے کا مالک انسان (جو غیر اللہ کو کارساز سمجھے) کافر اور مشرک ہے اور مندرجہ بالا جو معنی لکھے گئے ہیں یہ احمد رضا خانی ترجمہ میں ولی اور اس سے نکلے ہوئے الفاظ یعنی ولیا، ولینا اور اولیاء وغیرہ کے معنی قرآنی ترجمہ احمد رضا خانی میں کیے گئے ہیں اور مولا سے نکلے الفاظ یعنی مولا کم، مولانا وغیرہ کے بھی۔

ولی اور اس سے متعلقہ الفاظ کے مندرجہ بالا ترجموں کے لیے دیکھیے اس قرآنی ترجمہ مع فوائد میں (۱) بچانے والا (البقرۃ: ۱۲۰) (۲) کام بنانے والا۔ (العنکبوت: ۲۲۔ الشوریٰ: ۲۸۔ یوسف ۱۰۱) (۳) والی۔ البقرۃ: ۲۵۸۔ آل عمران: ۶۸۔ التوبہ: ۱۱۶۔ الکھف: ۲۶۔ الشوریٰ: ۸، ۹۔ النساء: ۴۵۔ الانعام: ۲۴۔ الاعراف: ۱۹۶۔ الزمر: ۳۔ الشوریٰ: ۶، ۹) (۴) کارساز۔ النساء (۴۵) میں معنی والی لکھا اور اس کے ف ۱۳۸ میں کارساز لکھا یعنی لکھا ہے کہ والی کا مطلب کارساز ہے۔

اور اب وہ آیات درج ہیں جن میں اللہ کے بندوں کو کارساز بنانے سے منع فرمایا گیا ہے، جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا، لیکن بعض جگہ حسب عادت معنوں میں دو رخی اختیار کی گئی اور تفسیر میں بھی تحریف کی گئی۔ ملاحظہ فرمائیں (الأنعام: ۱۱ تا ۱۹۔ یوسف: ۱۰۱ تا ۱۰۳۔ الشوریٰ: ۱ تا ۱۲۔ الکہف: ۳۲ تا ۴۴ اور ۱۰۲ تا ۱۱۰۔ الفرقان: ۱۲ تا ۲۰۔ العنکبوت: ۱۹ تا ۲۲۔ ۴۱ تا ۴۴۔ الزمر: ۱ تا ۸)

۲۔ یہ ایک اور دو رخی ہے، احمد رضا خانی ترجمہ وتفسیر میں لکھا ہے کہ سورۃ محمد اترنے کے بعد رسول اللہ ﷺ منافقوں کو ان کی صورتوں اور ان کی باتوں سے پہچان لیتے تھے (دیکھیے محمد: ۳۰، ف ۷۸، ۷۹) لیکن سورۃ التوبہ (۱۰۱) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور تمھارے آس پاس کے کچھ گنوار منافق ہیں اور کچھ مدینہ والے، ان کی خو ہو گئی ہے نفاق، تم انھیں نہیں جانتے ہم انھیں جانتے ہیں۔'' یہ عجیب دو رخی ہے، حالانکہ اسی تفسیر میں لکھا ہے کہ سورۃ التوبہ قرآن کریم کی سورتوں میں سب سے آخر میں نازل ہوئی۔

۳۔ ایک اور عجیب دو رخی نوٹ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار فرمایا کہ یہود اور نصاریٰ کے طریقے نہ اختیار کرنا بلکہ نازل شدہ اسلام کی پیروی کرنا، احمد رضا خانی ترجمہ مع تفسیر میں یہ بھی لکھا گیا کہ یہود و نصاریٰ کا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہیے لیکن یہ بھی کہا گیا کہ انھوں نے اپنے نازل شدہ دین کو چھوڑ کر جو بھی بدعات شروع کی تھیں ان میں کوئی حرج نہ تھا اور کلمہ گو مسلمانوں کو اس تفسیر میں بار بار بدعات کی ترغیب دی گئی۔ دیکھیے ان کا ترجمہ مع تفسیر: (الحدید: ۱۶، ف ۴۸، ۲۷، ف ۹۰، ۹۱۔ البقرہ: ۱۲۰، ف ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ المجادلۃ: ۴، ف ۱۷، ۱۸، ۸ تا ۱۰، ف ۳۳، ۳۶، ۳۷)

۴۔ الأنعام (۱۴، ف ۳۸) میں ﴿ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ ﴾ یعنی سب سے پہلے گردن رکھوں کی تفسیر میں لکھا کہ نبی اپنی امت سے دین میں سابق ہوتے ہیں لیکن الأنعام (۱۶۱ تا ۱۶۴، ف ۳۳۸ تا ۳۴۱) کے (ف ۳۴۰) میں لکھا: ''اولیت یا تو اس اعتبار سے ہے کہ انبیاء کا اسلام ان کی امت پر مقدم ہوتا ہے یا اس اعتبار سے کہ سید العالم ﷺ اول مخلوقات ہیں تو ضرور اول المسلمین ہوئے۔ یہ واضح دو رخی اور تضاد ہے کیونکہ قرآن کریم میں ہے: ''اے نبی (ﷺ)! قرآن اترنے سے پہلے تجھے قرآن اور ایمان کی خبر نہ تھی۔'' الشوریٰ (۵۲) اور البقرۃ (۲۸۵) میں ہے کہ رسول ﷺ اور مومن اللہ کی نازل کردہ وحی پر ایمان لائے۔ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ

شریعت اترنے کے بعد اس پر ایمان لائے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں انھی کی تفسیر میں لکھا ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں سے اول المومنین ہیں۔ (دیکھیے الأعراف: ۱۴۳، ف ۲۶۶) اور انھی کی تفسیر میں لکھا ہے کہ فرعون کے جادوگر جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر ایمان لے آئے وہ رعیت فرعون میں سے یا اس مجمع کے حاضرین میں سے اول المومنین تھے۔ ان باتوں سے ان کی دو رخی صاف ظاہر ہے۔

۵۔ انھوں نے اپنی تفسیر میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور تکریم کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" کہہ کر نہیں خطاب کیا حالانکہ باقی انبیائے کرام علیہم السلام کو نام لے کر خطاب کیا۔ (الأحزاب: ۱، ف ۲) اور اسی تفسیر میں لکھا ہے کہ مومنوں کو چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ادب سے خطاب کریں اور نام لے کر آپ سے خطاب نہیں کرنا چاہیے (الحجرات: ۲، ف ۴) لیکن اسی تفسیر میں لکھا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" کہہ کر خطاب کیا۔ (المدثر ۱، ف ۲) یہ عجیب دو رخی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" کہنا پسند نہ فرمائیں لیکن جبرئیل "یا محمد" کہہ کر خطاب کرے۔

۶۔ اس تفسیر میں لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک آپ کے سب آباؤ اجداد مومن ہیں۔ (الشعراء: ۲۱۹، ف ۱۸۳)

لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اگر تجھے عرب کی جہالت معلوم کرنا اچھا لگے تو سورۂ انعام کی ۱۳۰ آیتوں سے زیادہ پڑھ لے۔ وہ لوگ تباہ ہوئے جنھوں نے نادانی سے اپنی اولاد کو مار ڈالا، گمراہ ہیں، راہ پانے والے نہیں، اس آیت تک۔ [بخاری، کتاب المناقب، باب قصة زمزم و جهل العرب : ۳۵۲٤]

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ عزت دار، عزت دار کا بیٹا، عزت دار کا پوتا اور عزت دار کا پڑپوتا یوسف علیہ السلام پیغمبر تھے جو یعقوب علیہ السلام کے بیٹے اسحاق علیہ السلام کے پوتے اور ابراہیم علیہ السلام کے پڑپوتے تھے اور براء نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں ہوں بیٹا عبدالمطلب کا۔" [بخاری، کتاب المناقب، باب من انتسب إلى آبائه في الإسلام والجاهلية، تعليقا، فوق الحديث: ۳۵۲۵۔ نیز دیکھیے: ۲۸٦٤، ۳۳۹۰] اور صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ابوطالب نے مرتے وقت کہا

کہ عبدالمطلب کے دین پر مر رہا ہوں اور اس وقت رسول اللہ ﷺ وہاں موجود تھے۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب إذا قال المشرك عند الموت لا إله إلا الله : ١٣٦٠، ٣٨٨٤]

اور رسول اللہ ﷺ کے والدین کفر پر مرے۔ (فقہ اکبر)(مقدمہ ہدایہ: ۱/ ۲۸)

الاحزاب (۳۳، ف ۸۴) میں کی تفسیر میں مراد آبادی صاحب نے لکھا ہے کہ اگلی جاہلیت سے مراد قبل اسلام کا زمانہ ہے......اور پچھلی جاہلیت سے آخیر زمانہ مراد ہے جس میں لوگوں کے افعال پہلوں کی مثل ہوجائیں گے اور المجادلہ : (۴،ف ۱۷) میں لکھا ہے کہ خدا اور رسول ﷺ کی فرماں برداری کرو اور جاہلیت کے طریقے چھوڑو اور البقرۃ (۱۹۸، ف ۳۸۳) میں ہے کہ بے شک اس سے پہلے تم بھکے ہوئے تھے یعنی طریق ذکر وعبادت کچھ نہ جانتے تھے اور الشوریٰ (۵۲) میں ہے کہ شریعت اترنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ قرآن اور ایمان کے متعلق نہ جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے قرآن مجید میں فرمایا: ﴿ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ﴾ ''اور تم ایک غار دوزخ کے کنارے پر تھے (ف ۱۸۹) تو اس نے تمھیں اس سے بچا دیا (ف ۱۸۹) (یعنی حالت کفر میں کہ اگر اسی حال پر مر جاتے تو دوزخ میں پہنچتے)۔ (از احمد رضا خاں صاحب، آل عمران: ۱۰۳)

تفصیل ہم نے اوپر لکھ دی ہے تو احمد رضا خان صاحب اور مراد آبادی صاحب نے معاملہ زیرغور میں نہ قرآن کی مانی نہ حدیث کی مانی، نہ فقہ کی مانی اور نہ اپنی ہی تفسیر مانی تو پھر انھوں نے کس چیز کو مانا، حیرت کا مقام ہے۔

۷۔ ﴿ علیك البلاغ ﴾ قرآن مجید میں بار بار اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے ذمے دین پہنچا دینا ہے اور آپ اپنے یا کسی کے نفع ونقصان کے مالک نہیں۔ (دیکھیے احمد رضا خانی ترجمہ مع تفسیر البقرۃ: ۲۷۲، ف ۵۷۷۔ المائدۃ: ۹۲، ۹۹، ف ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۴۰، التغابن: ۱۱ تا ۱۳، ف ۱۸ تا ۲۱۔ آل عمران: ۱۸ تا ۲۰۔ الرعد: ۳۷ تا ۴۱۔ النحل: ۸۱ تا ۸۳۔ الشوریٰ: ۴۶ تا ۵۳)

تو پھر مندرجہ بالا صورت حال کے باوجود آپ ﷺ اور دوسرے بزرگوں کو پکارنا اور ان کو تصرف کے اختیار کا مالک سمجھنا دورخی نہیں تو اور کیا ہے۔

۸۔ احمد رضا خاں صاحب کے قرآنی ترجمہ مع تفسیر میں بار بار حدیث کی معتبر کتابوں کا ذکر ہے

لیکن ہم نے اپنی اس کتاب میں حدیث کی ان معتبر کتابوں اور فقہ کی کتابوں کے جو حوالے ہر باب میں دیے ہیں ان کا احمد رضا خاں صاحب کے ترجمہ مع تفسیر میں کہیں ذکر تک نہیں، یعنی اپنے عقیدہ کی یکطرفہ ٹریفک چلاتے رہے اور حدیث کی کتابوں اور فقہ کی کتابوں میں جو حوالے ان کے عقیدہ کے خلاف ہیں ان کا ذکر تک نہیں کیا۔ یہ واضح دو رخی ہے اور بار بار شرک اور بدعات کی ترغیب بھی دیتے رہے اور حق بھی لکھتے رہے، دونوں کام ساتھ ساتھ چلاتے رہے۔ (دیکھیے ان کا ترجمہ مع تفسیر النساء: ۶۴، ف ۱۷۷۔ النحل: ۱۱۶، ف ۲۶۸۔ مریم: ۹۶، ف ۱۵۶۔ طٰہٰ: ۸۵، ف ۱۲۲۔ البقرہ: ۳، ف ۷۔ آیت ۸، ف ۱۲، بہت اہم۔ آیت ۳۷، ف ۶۷۔ آیت ۵۰، ف ۸۶، آیت ۵۸، ف ۹۶۔ آیت ۶۱، ف ۱۰۶، بہت اہم۔ آیت ۷۸، ف ۱۲۹ بہت اہم۔ آیت ۸۳، ف ۱۳۴ و ف ۱۳۸، بہت اہم۔ آیت ۸۷، ف ۱۴۳ ف ۱۴۷، بہت اہم۔ آیت ۲۴۸، ف ۵۰۴۔ آیت ۲۶۱، ف ۵۴۷۔ النساء: فوائد ۲۰۔ ۲۴۔ ۴۱۵۔ المائدہ: فوائد ۱۵، ۶۶، ۱۹۸، ۲۱۱، ۲۸۲۔ الأنعام: ۵۶، ف ۱۲۴، بہت اہم۔ التوبہ: ۸۹، ف ۲۲۵۔ آیت ۱۰۳، ف ۲۳۸۔ آیت ۱۱۵، ف ۲۷۰، بہت اہم۔ آیت ۱۲۸، ف ۳۰۷)

۹۔ ان کا بار بار تفسیر میں یہ لکھنا کہ وہ کام نہیں کرنا چاہیے جس کے کرنے سے سنت اٹھ جائے اور اس کے علاوہ جو چاہے کرو، ان کی یہ بات بے معنی ہے کیونکہ جو شخص یا جماعت بدعات پر عمل کرے گی زندگی کے اس موقع کی سنت خود بخود اٹھ جائے گی مثلاً اگر کوئی مؤذن اذان سے پہلے صلوٰۃ پڑھتا ہے تو اذان سے پہلے صلوٰۃ نہ پڑھنے کی سنت خود بخود ختم ہو جائے گی۔ اگر کوئی جماعت رسم قل، رسم چالیسواں ادا کرتی ہے تو رسول اللہ ﷺ کی سنت کہ آپ نے یہ کام نہیں کیے خود بخود ختم ہو جائے گی۔ اگر کوئی جماعت زیارت قبور اور قبروں والوں کے لیے دعا کے علاوہ قبر پر کوئی اور کام کرتی ہے جیسے پکی قبر بنانا، قبروں پر پھول چڑھانا، قبروں پر چراغ جلانا، قبروں کو غسل دینا، عرس کرنا، قبر والوں کو پکارنا، وہاں محفل موسیقی منعقد کرنا، وہاں چڑھاوے چڑھانا تو رسول اللہ ﷺ کی یہ کام نہ کرنے کی سنت خود بخود اٹھ جائے گی۔ اگر کوئی آدمی گیارھویں دیتا ہے تو رسول اللہ ﷺ کی گیارھویں نہ دینے کی سنت خود بخود اٹھ جائے گی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص ایسا کام کرے جس کے لیے ہمارا حکم نہ ہو تو وہ مردود ہے۔''

[بخاری، كتاب البیوع، باب النجش و من قال، یجوز ذلك البيع تعليقًا قبل الحديث: ٢١٤٢، موصولاً : ٢٦٩٧۔ مسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة و رد محدثات الأمور : ١٨/ ١٧١٨]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ جو چیز تمھیں دیں اسے پکڑ لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے باز رہو۔'' (الحشر: ۷۔ احمد رضا، ف۲۲ تا ۲۴)

۱۰۔ ایک اور مسئلے سے ان لوگوں نے شرک کا دروازہ کھولا ہے، میں بفضل اللہ عزوجل ان کے صحیح معنی کی تحقیق اور غلط سمجھے ہوئے معنی کی تردید کرتا ہوں، تاکہ مسلمان ٹھوکر نہ کھائیں، برادران بھی ذہن کو دوڑائیں اور حق کو قبول فرمانے میں تامل نہ کریں۔ اے رب العالمین! تو اپنی توحید کی طرف ہماری صحیح رہنمائی فرما اور ہم میں سے جو تیرے در سے بھٹک گئے ہیں انھیں پھر اپنے در پر جھکا لے۔ آمین۔ کہتے ہیں قرآن کریم میں ہے: ''وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کرتے، اگر تیرے پاس آتے، پھر اللہ سے استغفار کرتے اور رسول ان کے لیے استغفار کرتا تو یہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔'' یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت جیسے آپ ﷺ کی حیات میں تھی ایسے ہی اب بھی ہے۔ آپ ﷺ کے روضہ پر جا کر آپ سے کہنا چاہیے کہ آپ ہمارے لیے استغفار کریں وغیرہ۔

لیکن یہ مفہوم صحیح نہیں، کیونکہ (۱) اس آیت میں لفظ ''جاؤُوكَ'' ہے یعنی وہ تیرے پاس آتے، یہ لفظ صاف بتلا رہا ہے کہ یہ آیت آپ ﷺ کی حیات کے ساتھ مخصوص ہے، بعد از وفات آپ ﷺ کے پاس کسی کا جانا ممکن ہی نہیں، آپ اس وقت اعلیٰ علیین میں ہیں ۔(۲) دوسرے یہ کہ خود آپ ﷺ کا صحیح فرمان موجود ہے: ((اِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُهُ)) [مسلم، كتاب الوصية، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته: ١٦٣١] ''ہر انسان کا عمل اس کی موت کے ساتھ منقطع ہو جاتا ہے'' پس یہ آیت آپ کی حیات کے ساتھ مخصوص تھی۔ (۳) آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم ہزارہا کی تعداد میں تھے، نئے لوگ اسلام قبول کرتے جاتے تھے لیکن آپ کہیں بھی یہ نہ پائیں گے کہ ان میں سے کوئی بھی روضۂ رسول ﷺ پر آیا اور آپ ﷺ سے استغفار طلب کیا، حالانکہ یہ آیت ان کے سامنے تھی، قرآن میں موجود و مکتوب تھی، جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس آیت کو وہ جملہ صاحبان آپ کی حیات کے ساتھ مختص مانتے تھے۔

(۴) یہاں تک کہ جب بوقت خلافت فاروقی قحط سالی پڑتی ہے، اس وقت بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین روضۂ رسول ﷺ پر جا کر آپ سے طلب استغفار نہیں کرتے، بلکہ مسنون طریقے کے مطابق جنگل میں جا کر نماز استسقا ادا کرتے ہیں اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو آگے کر کے ان سے دعا کراتے ہیں، وہ مسلمانوں کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ استغفار رسول ﷺ مخصوص تھا بحیات رسول ﷺ۔ (۵) ہاں یہ اور بات ہے کہ کوئی صاحب اس بات کا دعویٰ کرے کہ ہم آیات قرآنیہ کا مطلب بنسبت صحابہ رضی اللہ عنہم کے زیادہ جانتے ہیں۔ (۶) یا انھوں نے نہ اس آیت کو سمجھا نہ اس پر عمل کیا بلکہ غیر مقلد اور منکر رسول (ﷺ) ہونے کا فتویٰ صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی چسپاں کر دیں۔ حقیقت یہی ہے کہ یہ آیت آپ ﷺ کی زندگی کے لیے تھی، ورنہ صحابہ رضی اللہ عنہم قبر شریف پر آتے، لیکن انھوں نے ایسا نہ کیا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے چچا کو آگے کر کے ان سے استغفار کرایا اور خود بھی کیا اور مسلمانوں پر اس آیت کی تفسیر عملی طریقہ سے بھی واضح کر دی۔ فالحمد للہ۔ (۷) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہاں اس آیت کی تفسیر اپنے عمل سے کر دکھائی اپنی زبان سے بھی کہہ سنائی۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے:

((إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قَحَطُوْا اِسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتُسْقِيْنَا وَ إِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا)) [بخاری، کتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء إذا قحطوا: ۱۰۱۰]

یعنی بوقت قحط سالی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے طلب باراں کراتے اور اپنی دعا میں کہتے کہ ''الٰہی! پہلے ہم تجھ سے طلب باراں تیرے نبی ﷺ سے کراتے تھے (اب چونکہ آپ ﷺ وفات فرما چکے اس لیے) ہم اپنے نبی (ﷺ) کے چچا کے ذریعہ تجھ سے طلب باراں کرتے ہیں، پس تو ہم پر بارش برسا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر جو دعا کی تھی اس کے الفاظ بھی سن لیجیے: ((اَللّٰهُمَّ لَمْ يُنْزَلْ بَلَاءٌ اِلَّا بِذَنْبٍ وَلَمْ يُكْشَفْ إِلَّا بِتَوْبَةٍ وَهٰذِهِ أَيْدِيْنَا إِلَيْكَ بِالذُّنُوْبِ لَوَاصِيْلَنَا إِلَيْكَ بِالتَّوْبَةِ فَاسْقِنَا الْغَيْثَ)) [فتح الباری: ۲/۶۴۱]

''الٰہی! گناہوں کی وجہ سے بلائیں نازل کی جاتی ہیں اور سوائے توبہ کے وہ ہٹائی نہیں جاتیں، اس لیے یہ ہمارے گنہگار ہاتھ تیری رحمتوں اور بخششوں کے طلب کرنے کے

لیے تیری طرف اٹھے ہوئے ہیں اور یہ ہیں ہماری خطا کار پیشانیاں جو توبہ طلبی کے لیے تیرے سامنے جھکی ہوئی ہیں، پس تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہم پر اپنی رحمت سے بارشیں برسا۔" چنانچہ بفضلہ تعالیٰ بارش ہوئی۔

اور (۸) سنیے! بے شک آپ ﷺ کا وجود اقدس امت کے لیے باعث امن تھا، کفار سے خطاب کرتے ہوئے جناب باری ارحم الراحمین فرماتے ہیں:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ [الأنفال: ۳۳]

"جب تک آپ (ﷺ) ان میں ہیں اور جب تک ان میں وہ لوگ ہیں جو اللہ سے استغفار کرتے ہیں، اللہ انھیں عذاب نہیں دے گا۔"

پس ان دونوں امن میں سے ایک امن اٹھ گیا، اب ایک باقی ہے، یہ آیت بھی گویا اس آیت کی تفسیر ہے اور صاف بتلا رہی ہے کہ حضور ﷺ کا استغفار کرنا آپ کی حیات تک تھا نہ کہ بعد از ممات بھی۔ اب آپ اعلیٰ علیین میں ہیں، اعمال امت سے بے خبر، استغفار امت سے سبکدوش ہیں۔ صلی اللہ علیٰ روحہ فی الارواح وعلیٰ جسدہ فی الاجساد۔

پھر (۹) کسی کے لیے آپ ﷺ کا اپنے روضہ مطہرہ سے استغفار کرنے کا عقیدہ رکھنا تب ہی صحیح و اسلامی عقیدہ ہو سکتا ہے جب اس پر قرآن، صحیح احادیث اور ثابت اجماع امت سے خیر القرون کے سلف صالحین (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ثقہ وصدوق تابعین ومحدثین عظام) کے فہم پر واضح اور ٹھوس دلائل صحیح وحسن سندوں کے ساتھ موجود ہوں جبکہ بکثرت دلائل اس کے خلاف موجود ہیں، جو بتلا رہے ہیں کہ آپ ﷺ فوت ہو چکے ہیں اور آپ ﷺ کی روح اقدس واطیب جنت (الفردوس) میں ہے (بخاری: ۱۳۸۶) اور جسم اطہر و اقدس مدینہ والی قبر میں ہے۔ (بخاری: ۴۴۶۲۔ ترمذی: ۳۶۱۸ وإسنادہ حسن لذاتہ) نیز بخاری ومسلم کی احادیث میں مقام دفن کو بھی روضۃ من ریاض الجنۃ کہا گیا ہے۔ (بخاری: ۱۱۹۵۔ مسلم: ۱۳۹۰، ۱۳۹۱) جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا جسد اطہر واقدس بھی جنت میں ہے۔

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لِأَنَّهُ بَعْدَ مَوْتِهِ وَ إِنْ كَانَ حَيًّا فَهِيَ حَيَاةٌ أُخْرَوِيَّةٌ لَا تَشْبَهُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا،

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ" (فتح الباری: ٧/٣٤٩، تحت ح: ٤٠٤٢)

"بے شک آپ ﷺ اپنی وفات کے بعد اگرچہ زندہ ہیں لیکن یہ اخروی زندگی ہے، دنیاوی زندگی کے مشابہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم"

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں لیکن آپ کی یہ زندگی اخروی و برزخی ہے، دنیاوی نہیں کہ آپ ﷺ امت کے حالات سے واقف ہوں۔

چنانچہ صحیح احادیث میں آتا ہے کہ جب بعض امتیوں کو فرشتے حوض کوثر سے روکیں گے اور آپ ﷺ فرمائیں گے کہ یہ میرے امتی ہیں، انھیں آنے دو تو فرشتے کہیں گے: ((إِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ)) [بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض: ٦٥٨٣، ٦٥٨٤۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبینا ﷺ و صفاته: ٢٣٠٤] "آپ (ﷺ) نہیں جانتے کہ آپ (ﷺ) کے بعد ان لوگوں نے کیا کیا بدعتیں ایجاد کر لی تھیں؟"

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴾ [المائدة: ١٠٩]

"(یعنی قیامت والے دن) اللہ تبارک وتعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا اور ان سے پوچھے گا کہ تمھیں تمھاری امتوں کی طرف سے کیا جواب دیا گیا؟ وہ سب کہیں گے کہ الٰہی! ہمیں اس کا کوئی علم نہیں، غیبوں کا جاننے والا تو ہی ہے۔"

اگر نبیوں کو اپنی امت کے اعمال کا علم ہوتا تو پھر نعوذ باللہ ان کا یہ جواب کہ ہمیں کوئی علم نہیں جھوٹا اور غلط ٹھہرتا ہے، انھیں تو برابر علم ہے، امت کے گنہگار ان کے پاس آتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ فلاں نے یہ کہا، فلاں نے یوں کہا، پھر کیسے کہتے ہیں کہ ہمیں علم نہیں؟ ثابت ہوا کہ یہ عقیدہ اور یہ قول غلط بلکہ اغلط ہے۔

(١٠) یہ بھی یاد رہے کہ دراصل یہ آیت منافقوں کے بارے میں ہے، شروع رکوع کی آیت: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ ﴾ سے یہ مضمون شروع ہے، تفسیر کبیر اور تفاسیر اہل سنت وغیرہ میں مرقوم ہے: ((نُزِلَتْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ)) یعنی یہ آیتیں منافقوں کے بارے میں اتری ہیں اور

(۱۱) خالص اس آیت کی بابت بھی صاف لفظ ہیں: ((اَلَمْ اَدَبَّهُ مَنْ تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ))
یعنی مراد اس سے وہی منافق ہیں جن کا ذکر اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ تو آپ حضرات سچے
مسلمانوں کو منافقوں کے حکم میں کیوں گنتے ہیں؟ (۱۲) اس سے ایک آیت پہلے بھی یہی لفظ ہیں،
فرمان ہے: ﴿ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ﴾[النساء: ٦٢] پھر وہ تیرے پاس آ کر اللہ کی قسمیں کھاتے
ہیں کہ ہمارا ارادہ احسان توفیق کا ہی تھا، تو ان سے منہ پھیر لے اور انھیں وعظ و نصیحت کر اور ان کے دلوں
میں گھپ جانے والی مؤثر بات ان سے کہہ۔ پس آیت ﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ ﴾
[النساء: ٦٤] کو آپ ﷺ کی قبر شریف پر بھی چسپاں کرنے والو! کیا آپ ﷺ کے وعظ کو
آپ ﷺ کے منہ پھیر لینے کو، آپ ﷺ کی مؤثر تلقین کو بھی یہیں تک پہنچاؤ گے، کیا کہو گے کہ
اب بھی آپ ﷺ وعظ کرنے میں، منہ موڑنے میں اور مؤثر باتوں کی تلقین کرنے میں مصروف
ہیں۔ ((وَ هَلْ يَقُوْلُ هٰذَا اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ)) (۱۳) ہاں کیا میں یہ بھی کہہ دوں کہ اگر روضۂ
رسول ﷺ پر جا کر آپ ﷺ سے استغفار طلب کرنا لازمی ہے تو وہ کروڑوں مسلمان جنھوں نے
مدینہ شریف دیکھا ہی نہیں ان کی نسبت ان مفتی صاحبان کا کیا فتویٰ ہے؟ (۱۴) کسی گنہگار
کا صرف اللہ تعالیٰ سے استغفار کر لینا کافی ہے، جیسے کہ قرآن کریم کی بیسیوں آیتوں میں ہے:
﴿ اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴾[نوح: ١٠] وغیرہ۔ ان منافقین کو جو آپ ﷺ کے پاس
حاضر ہو کر استغفار کرنے اور آپ ﷺ سے استغفار طلب کرنے کا حکم ہوا اس کی وجہ یہ تھی کہ انھوں
نے آپ ﷺ کا بھی قصور کیا تھا، آپ کے سوا اوروں کی طرف اپنے جھگڑے چکانے کے لیے
گئے تھے، آپ کے حکم اور فیصلے سے رضامند نہ تھے تو ان سے کہا گیا کہ اب اپنی اس روش کی
مکافات کرو، آپ کے پاس جاؤ، توبہ کرو، معافی چاہو۔ چنانچہ تفسیر کبیر وغیرہ میں ہے کہ آپ ﷺ
نے انھیں وعظ سنایا، فرمایا: ((فَلْيَقُوْمُوْا وَ يَسْتَغْفِرُوْا اللّٰهَ)) ''یہ لوگ کھڑے ہو جائیں، اللہ سے
استغفار کریں۔'' مگر ان منافقوں نے اب بھی سرتابی کی اور نہ کھڑے ہوئے، پس ان کی اس روش
نے رسول اللہ ﷺ کو مغموم کیا تھا۔ ان کی روش نے آپ ﷺ کا حق سلب کیا تھا، اس لیے انھیں

حکم ہوا کہ خود آپ ﷺ سے عذر خواہی کریں اور آپ ﷺ کو خوش کریں، تاکہ آپ ﷺ خود ہی ان کے لیے استغفار کریں۔ (۱۵) مسلمانوں میں سے کوئی اس بات کا قائل نہیں کہ انسان کا اللہ سے استغفار کرنا کافی نہیں، ہاں! ان منافقوں کے لیے ان کی سرتابی کے بدلے یہ خاص حکم اس حیثیت سے اور اس حیثیت سے کہ اس کا امکان ہی آپ کے وصال کے بعد نہ رہا، مخصوص ہے۔ اب اس سے دلیل پکڑنا ڈوبتے ہوئے کا تنکے کا سہارا لینے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اور (۱۶) فرض کرو کہ اسے مان لیا جائے تو یہ خاص ہوگا ذات رسول ﷺ کے ساتھ، لیکن حالت یہ ہے کہ آج کوئی کچا پکا ٹیلا، اونچی نیچی قبر بلکہ کاغذ، ابرک اور بانس بھی نہیں چھوڑے جاتے۔ (۱۷) پھر یہ مخصوص ہوگا صرف طلب استغفار کے لیے لیکن یہاں تو اولاد، روزی، بارش، برکت اور شفا غرض کل کام طلب کیے جاتے ہیں۔ (۱۸) پھر طلب دراصل اللہ سے تھی لیکن یہاں تو براہ راست صاحب قبر سے طلب ہوتی ہے۔ ان وجوہ سے یہ دلیل مطابق دعویٰ اور قول مطابق فعل نہیں۔ (۱۹) مسلمانو! قرآن کی ایک تفسیر اس چودھویں صدی کا کوئی شخص بیان کرے اور قرآن کی ایک تفسیر رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی، آپ ﷺ کے صحابی جن کے لیے آپ ﷺ دعا کریں کہ یا اللہ! اسے اپنی کتاب کا علم سکھا دے، جنھیں آپ ﷺ نے اپنے سینۂ پرنور سے لگا کر علم کتاب اللہ اور تفسیر کلام اللہ سکھائی، وہ بیان کریں، ایمان سے بتلاؤ کہ کس کا بیان معتبر ہوگا اور کس کا بیان غیر معتبر ہوگا؟ چنانچہ ثقہ وصدوق محدث امام عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی (المتوفی ۱۵۷ھ) فرماتے ہیں:

"عَلَيْكَ بِآثَارِ مَنْ سَلَفَ وَ إِنْ رَفَضَكَ النَّاسُ وَ إِيَّاكَ وَ آرَاءَ الرِّجَالِ وَ إِنْ زَخْرَفُوْا لَكَ بِالْقَوْلِ" [كتاب الشريعة للإمام الآجری، ص: ۵۸ ح: ۱۲۷ وإسنادهٔ صحيح]

"اسلاف (سلف صالحین) کے آثار کو لازم پکڑو، اگرچہ لوگ آپ کو چھوڑ دیں اور لوگوں کی (قرآن وسنت، اجماع اور سلف صالحین کے خلاف) آراء (وقیاس زنی) سے بچو، اگرچہ وہ اپنی بات کو ملمع سازی، مرچ مسالا لگا کر ہی کیوں نہ بیان کریں۔"

ثقہ ومتقن محدث امام محمد بن سیرین التابعی (المتوفی ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں:

"كَانُوْا يَرَوْنَ أَنَّهٗ عَلَى الطَّرِيْقِ مَا كَانَ عَلَى الْأَثَرِ" [سنن الدارمی: ۵۳/۱،

٥٤، ح : ١٤٢ و إسنادهٔ صحيح]

''اگلے علماء (یعنی صحابہ کرام اور کبار تابعین عظام) یہ سمجھتے تھے کہ جو شخص متبع آثار ہو (یعنی قرآن وسنت اور متفقہ آثار سلف صالحین پر قائم ہو) وہ شخص صراط مستقیم پر گامزن ہے۔''

پس ایک تو آپ کے زمانے کے کوئی صاحب ہیں، وہ تو آپ سے کہتے ہیں کہ اب بھی روضۂ رسول ﷺ پر جا کر طلب استغفار کرو اور ایک وہ بزرگ ہیں جن کا نام نامی اسم گرامی جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہے، ان کا فرمان سنیے، فرماتے ہیں:

((كَانَ فِيهِمْ أَمَانَانِ نَبِيُّ اللهِ وَ الِاسْتِغْفَارُ، فَذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ بَقِيَ الِاسْتِغْفَارُ)) [تفسير الطبرى : ٢٣٣/٦، ح : ١٦٠١٤ و إسناده حسن لذاته۔ سنن الكبرىٰ للبيهقى : ٤٥/٥، ٤٦، ح : ٩٠٣٧ و إسنادهٔ حسن لذاته۔ شعب الإيمان : ١٨٢/٢، ح : ١٤٩١]

''اس امت میں دو امن تھے ایک تو نبی ﷺ دوسرا استغفار، پس نبی ﷺ تو تشریف لے گئے (وہ امن تو اٹھ گیا) اب ایک امن باقی ہے اور وہ استغفار ہے۔''

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كَانَ فِيكُمْ أَمَانَانِ مَضَتْ إِحْدَاهُمَا وَ بَقِيَتِ الْأُخْرَى، ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ أَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴾))

[مستدرك حاكم : ٥٤٢/١، النسخة الجديدة : ٧٢٦/١ ح : ١٩٨٨ و إسنادهٔ صحيح۔ شعب الإيمان للبيهقى : ٤٤٢/١، ح : ٦٥٤ و إسنادهٔ صحيح]

''(پہلے) تم میں دو امان نامے تھے، ایک تو گزر چکا ہے یعنی (رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس) اور ایک باقی ہے یعنی توبہ و استغفار کرنا (پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی) اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا آپ ﷺ کی موجودگی میں اور نہیں اللہ عذاب دینے والا اس حال میں کہ وہ استغفار کرنے والے ہوں۔''

ممکن ہے کہ بعض حضرات شاید اس سے زیادہ طویل بحث سے اکتا جائیں گے، اس لیے میں اس بحث کو بادل ناخواستہ ختم کرتے ہوئے فریق مخالف کے نام نہاد محقق و مناظر محترم عباس رضوی

صاحب سے ایک ایسی دلیل پیش کرتا ہوں جس کے بعد فریق مخالف کو اس مسئلہ میں کوئی کلام باقی نہیں رہنا چاہیے۔ چنانچہ عباس رضوی صاحب ''مصنف ابن ابی شیبہ اور تاریخ وتفسیر طبری سے ایک ضعیف روایت (من اجل سفیان وابی اسحاق وھما مدلسان وقد عنعنا) نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بظاہر موقوف ہے، لیکن حکماً مرفوع ہے، کیونکہ یہ اصول ہے کہ صحابی کی تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتی ہے۔'' [آپ صلی اللہ علیہ وسلم زنده هيں والله: ص ۳۸۲، ۳۰۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے بارے میں امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" وَ قَدِ اتَّفَقَا عَلٰى أَنَّ تَفْسِيْرَ الصَّحَابِيِّ حَدِيْثٌ مُسْنَدٌ "

''اور تحقیق امام بخاری اور امام مسلم اس بات پر متفق ہیں کہ صحابی کی تفسیر مسند (مرفوع) حدیث کے حکم میں ہے۔'' (المستدرك : ۱/ ۵٤۲)

یعنی فریق مخالف کے مناظر ومحقق عباس رضوی صاحب کے نزدیک بھی صحابی کی تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابوہریرہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم نے ان آیات کی تفسیر محض اپنے اجتہاد سے نہیں کی تھی بلکہ یہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔

پس معلوم ہوا کہ آپ سے طلب استغفار کرنا یہ آپ کی زندگی کے ساتھ مخصوص تھا، جب آپ نہ رہے تو وہ چیز ہی نہ رہی، اب انسان خود اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کریں۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جناب باری کا وعدہ ہے: ((لَا أَزَالُ أَغْفِرُ لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِيْ)) [مسند أحمد: ۳/ ۲۹، ح : ۱۱۲۳۷] ''جب تک میرے بندے مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے میں بھی انھیں بخشتا رہوں گا۔''

ایک اور حدیث سنیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((اَلْعَبْدُ آمِنٌ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مَا اسْتَغْفَرَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ)) [مسند أحمد : ٦/ ۲۰، ح: ۲۳۹۵۳]

''بندہ اللہ کے عذاب سے امن میں ہے جب تک وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہے۔''

ان جوابات کے بعد غالباً آپ کی تسلی ہوگئی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سب کے دروازوں سے ہٹا

کر اپنے در پر جھکا لے۔ آمین!!

۱۱۔ منت، نذر اور صدقہ عبادات ہیں۔ (احمد رضاخانی ترجمہ مع تفسیر البقرۃ: ۲۷۰، ۲۷۱، ف ۵۷۴ تا ۵۷۶) لیکن عادت کے مطابق گڑبڑ کے ساتھ۔ (الدھر: ۷، ۸ ف ۱۵ تا ۱۸)

۱۲۔ ایک اور تحریف ملاحظہ فرمائیں قرآن مجید میں ہے ''یعنی تم پر حرام ہے مردار، خون، سور کا گوشت اور وہ جس کو ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔'' ف ۲۶۵، النحل: ۱۱۵ اور ف ۲۶۵ میں لکھا ہے یعنی اس کو بتوں کے نام ذبح کیا گیا ہو۔ آپ نے دھاندلی نوٹ فرمائی آیت میں غیر اللہ کے الفاظ وارد ہوئے یعنی اللہ کے علاوہ اور کوئی بھی ہستی لیکن یہاں صرف بتوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ مزید وضاحت کے لیے دیکھیے یہی تفسیر الکوثر (۲، ف ۳۔۴) ان آیات سے ثابت ہوا ذبح مالی عبادت ہے اور عبادت غیر اللہ کی نہیں ہوسکتی، صرف بتوں کی بات نہیں۔ (دیکھیے یہی تفسیر الاعراف: ۵۹، ۶۵، ۷۳، ۸۵۔ ھود: ۵۰، ۶۱، ۸۴)

اللہ تعالیٰ کے ساتھ تین وعدے:

یاد رہے کہ ہر کلمہ گو نے اللہ تعالیٰ سے تین وعدے کیے ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ ہمارا رب (یعنی داتا) ہے۔ (الأعراف: ۱۷۲ تا ۱۷۴)

لیکن اب امت مسلمہ کے کچھ لوگ بہت سے دوسرے بزرگوں کو بھی اپنا داتا مانتے ہیں یعنی اس وعدے سے پھر چکے ہیں۔ (مزید دیکھیے الأنعام: ۱۶۱ تا ۱۶۵۔ الکہف: ۳۷ تا ۴۴) ہم اس مسئلہ پر توحید فی التصرف اور شرک فی التصرف کی بحث میں تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں۔

۲۔ دوسرا وعدہ لا الہ الا اللہ کا یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں لیکن اب کچھ لوگ غیر اللہ کی عبادت بھی کرتے نظر آتے ہیں یعنی اس وعدے سے بھی پھر گئے۔ غیر اللہ کو پکارتے ہیں حالانکہ پکارنا عبادت ہے۔

۳۔ تیسرا وعدہ تھا ((سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا)) یعنی ہم نے سنا، ہم نے اطاعت کا وعدہ کیا۔ (البقرۃ: ۲۸۵) لیکن اب آسمانی وحی کی اطاعت سے منحرف نظر آتے ہیں، یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانی وحی کی پیروی کرنے کا حکم دیا، لوگوں نے تقلید اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ نے توحید کا حکم دیا، لوگوں نے شرک اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سنت رسول ﷺ کو اختیار کرنے کا حکم دیا، لوگوں

نے سنت سے ہٹ کر بدعات اختیار کیں۔ غور وفکر اور اصلاح کی ضرورت ہے، ورنہ خطرہ ہی خطرہ۔ (الاعراف: ۱۰۲) اس سلسلہ میں ایک اور مثال بھی ضروری ہے، جو حسب ذیل ہے

قطعی نصوص قرآن اور احناف کی دیدہ دلیری:

قرآن مجید میں ماں کا بچے کو دودھ پلانے کا ذکر تین مقامات پر ہے البقرۃ (۲۳۳)۔ لقمان (۱۴) اور الاَحقاف (۱۵) ان آیات مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ماں بچے کو زیادہ سے زیادہ دو سال دودھ پلائے اور حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے، قرآن مجید کی اس قطعی نص کے مقابلے میں ان کی گوہر افشانی ملاحظہ ہو۔

مولوی نعیم الدین مراد آبادی بریلوی (جس نے احمد رضا صاحب کے قرآنی ترجمہ کی تفسیر لکھی) سورۃ الاحقاف کی آیت (۱۵) کی تفسیر حاشیہ (۳۷) پر لکھتے ہیں کہ مسئلہ اسی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اقل مدت حمل چھ ماہ، کیونکہ جب دودھ چھڑانے کی مدت دو سال ہوئی (البقرۃ: ۲۳۳) تو حمل کے لیے چھ ماہ باقی رہے۔ یہی قول ہے امام محمد رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس آیت سے رضاعت کی مدت اڑھائی سال ثابت ہوتی ہے۔

اسی طرح ایک اور صاحب فرماتے ہیں: ''امام ابوحنیفہ جو اکثر مدت رضاعت اڑھائی سال بتاتے ہیں ان کے پاس کوئی اور دلیل ہوگی، جمہور کے نزدیک دو سال ہی ہے۔'' (تفسیر عثمانی: ۵۴۸)

یہ سب تقلید کی کارفرمائیاں ہیں، بہرحال ہمیں ان سب معاملات میں ((سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا)) کا رویہ اختیار کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان جو سورۂ یونس (۶۰) اور سورۂ حم السجدۃ (۴۰) میں ہیں ان کو قطعاً نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، ان مقامات پر ایسے لوگوں کے لیے سخت وعید ہے۔

چوتھا باب

چند اہم امور کی وضاحت
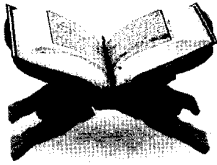
فصل اول: اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ وناپسندیدہ کام

فصل دوم: متنازعہ امور پر چند اہم قرآنی فیصلے

فصل سوم: موت کا بیان اور قرآنی فیصلے

فصل چہارم: چند دیگر امور

• توحید وشرک
• اہل سنت والجماعت کون...؟
• تقلید ائمہ اربعہ
• چند اہم امور کی وضاحت
• شیعیت اور مرزائیت
• متفرقات

اللہ تعالیٰ دین میں اتحاد کی تلقین کرتے ہوئے فرماتا ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ (الشوریٰ:۱۳)

''اس نے تمھارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر کیا جس (کے اختیار کرنے) کا نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی ہم نے تمھاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا گیا تھا (وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔''

فصل اول

اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ و ناپسندیدہ کام

اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ کاموں اور پسندیدہ کاموں کے لیے دیکھیے البقرة (٦ تا ٢٠، ١٦٥ تا ١٦٧، ٢١٩)، الأنعام (١٥١، ١٥٢)، الأعراف (٣٣)، المدثر (٤٢، ٤٨)، لقمان (٦، ٣٣)، الحاقة (٣٣۔ ٤٢ تا ٤٨)، الفجر (١٧ تا ٢٠) اور سورة الماعون مکمل۔ ان کی مکمل فہرست قرآن و حدیث کی روشنی میں درج ذیل ہے:

ناپسندیدہ کام:

١۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔
٢۔ سحر یعنی جادو۔
٣۔ اللہ نے جو حکم نازل کیا اس کے خلاف فیصلہ کرنا اور شریعت الٰہیہ کے خلاف چلنا۔
٤۔ کافر و مشرک یہودیوں، عیسائیوں اور ملحدوں سے دوستی کرنا اور جو لوگ اللہ کی پرستش کے ساتھ ساتھ نبیوں اور صالحین کی پرستش کر کے شرک کرتے ہیں ان کی ہم نوائی کرنا۔
٥۔ بدفالی اور بدشگونی لینا شرک ہے۔
٦۔ قبر کو سجدہ گاہ بنانا۔
٧۔ ان پر چراغ جلانا۔
٨۔ اللہ کو چھوڑ کر مزاروں کو بت بنا کر انھیں پکڑے رہنا۔
٩۔ ان کے گرد پھیرے لگانا۔
١٠۔ ان کو چومنا چاٹنا۔

۱۱۔ ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا۔
۱۲۔ غیر اللہ کی قسم کھانا۔
۱۳۔ جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینا۔
۱۴۔ بلا عذر نماز کو وقت سے ٹال کر پڑھنا۔
۱۵۔ بلا عذر جمعہ کی نماز ترک کر دینا۔
۱۶۔ زکوٰۃ روک لینا۔
۱۷۔ ماہ رمضان میں روزے ترک کرنا۔
۱۸۔ قدرت رکھنے کے باوجود حج نہ کرنا۔
۱۹۔ مقابلہ کے دن دشمن کے سامنے سے راہ فرار اختیار کرنا۔
۲۰۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرنا۔
۲۱۔ ترک سنت اور اس پر مصر رہنا۔
۲۲۔ بدعت، ماتم، عرس، میلاد۔
۲۳۔ پیشاب کے وقت پردہ نہ کرنا اور پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا۔
۲۴۔ جس شخص کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا اس کو ناحق قتل کرنا۔
۲۵۔ خودکشی کرنا۔
۲۶۔ قتل کرنا اور اس سے زیادہ بدترین گناہ نسل کشی ہے۔
۲۷۔ زنا کاری اور بدترین زنا کاری اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا ہے۔
۲۸۔ اغلام بازی۔
۲۹۔ نشہ آور چیزوں کا استعمال، شراب اور جملہ مسکرات کے حرام ہونے کی حکمت۔
۳۰۔ قمار یعنی جوا بازی۔
۳۱۔ ایماندار، بھولی بھالی، پاکدامن عورتوں پر جھوٹی تہمت لگانا۔
۳۲۔ چوری کرنا۔
۳۳۔ جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا۔
۳۴۔ حرام کھانا۔

۳۵۔ سودخوری۔

۳۶۔ یتیم کا مال کھانا۔

۳۷۔ مزدوری نہ دینا۔

۳۸۔ ورثاء کو ستانا۔

۳۹۔ سودا سلف میں دھوکا دہی۔

۴۰۔ ناپ تول اور پیمائش میں کمی کرنا۔

۴۱۔ ظلم وستم کرنا۔

۴۲۔ رشوت کا لین دین کرنا۔

۴۳۔ رشوت لینے اور دینے والے کے درمیان دوڑ دھوپ کرنا۔

۴۴۔ جھوٹی گواہی دینا۔

۴۵۔ والدین کی نافرمانی کرنا۔

۴۶۔ والدین کو گالی دینا، والدین کے ساتھ نیکی نہ کرنا۔

۴۷۔ رسول اللہ ﷺ یا آپ کی آل یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کی تصویر کشی کرنا، آل رسول ﷺ کی زندگی کا فلمانا یا اسٹیج کرنا۔

۴۸۔ کسی جاندار جیسے انسان، چرند، پرند وغیرہ کی تصویر بنانا اور انھیں گھروں یا دکانوں میں لٹکانا۔

۴۹۔ امانت میں خیانت۔

۵۰۔ نقص عہد، لڑائی جھگڑا اور فسق وفجور۔

۵۱۔ بات چیت میں جھوٹ بولنا۔

۵۲۔ غداری اور وعدہ خلافی کرنا۔

۵۳۔ لڑائی جھگڑے میں جھوٹ بولنا۔

۵۴۔ مذاق اور ٹھٹھا کرنا۔

۵۵۔ عیب جوئی کرنا، طعن کرنا، غیبت کرنا۔

۵۶۔ چغل خوری کرنا۔

۵۷۔ غرور اور تکبر کرنا۔
۵۸۔ پڑوسی کو ستانا۔
۵۹۔ مسلمان کو گالی دینا۔
۶۰۔ اس کی عزت و آبرو میں دست درازی کرنا۔
۶۱۔ اپنے والدین کو خود تو گالی نہ دینا لیکن اس کا سبب بننا کہ کوئی دوسرا اس کے والدین کو گالی دے۔
۶۲۔ مسلمان کو لعن طعن کرنا۔
۶۳۔ دو رخا ہونا۔
۶۴۔ علم کا چھپانا۔
۶۵۔ قطع رحمی کرنا۔
۶۶۔ اپنے ماں باپ یا قبیلہ کے علاوہ کسی اور کی طرف خود کو منسوب کرنا۔
۶۷۔ کافروں کی پیروی کرنا۔
۶۸۔ مردوں کا عورتوں اور عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا۔
۶۹۔ عورتوں کا بے پردہ اور بن سنور کر نکلنا۔
۷۰۔ شرعی نکاح کی بجائے زنا اور فحش کاری کا رجحان۔
۷۱۔ خاندانی اور عائلی نظام میں بگاڑ اور طلاق کا عام ہونا۔
۷۲۔ فحش کاری اور شہوت رانی کا پھیل جانا۔
۷۳۔ نوع انسانی کی نسل کشی۔
۷۴۔ بالوں کو جوڑنا۔
۷۵۔ جسموں کو گودنا۔
۷۶۔ دانتوں کو الگ الگ کرنا۔
۷۷۔ حسین بننے کے لیے بھوؤں کو نوچنا۔
۷۸۔ اجنبی عورت کو شہوت کے ساتھ دیکھنا۔
۷۹۔ اجنبیہ کے ساتھ خلوت کرنا، اس کو چھونا۔

۸۰۔ نگاہ نیچی رکھنے کے فوائد اور نظر بازی کے مفاسد۔

۸۱۔ شوہر کے خلاف بیوی کو بھڑکانا۔

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کام:

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کام مندرجہ ذیل ہیں، سورۂ بقرہ کی کچھ آیات میں درج ذیل باتوں پر زور دیا گیا ہے:

۱۔ غیب کی باتوں (اللہ تعالیٰ کی ذات، وحی، عذاب قبر اور جملہ امور آخرت) پر ایمان لانا۔

۲۔ نماز پڑھنا۔

۳۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔

۴۔ وحی پر ایمان لانا۔

۵۔ آخرت پر یقین رکھنا۔

۶۔ اللہ، یوم آخرت، فرشتوں، اللہ کی کتابوں اور نبیوں پر ایمان لانا، وعدہ پورا کرنا۔

۷۔ صبر کرنا۔

۸۔ ((سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا)) (ہم نے سنا، ہم نے مانا) کا رویہ اختیار کرنا۔

۹۔ تقویٰ اختیار کرنا۔

۱۰۔ ایمان لانا اور اللہ سے گناہوں کی معافی مانگنا۔

آل عمران کی (۱۵ تا ۱۸، ۱۳۴ تا ۱۳۶) آیات میں درج ذیل احکامات کا ذکر ہے:

۱۱۔ صبر کرنا، سچ بولنا، فرماں برداری کرنا اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور پچھلی رات کو اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگنا اور اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ سمجھنا۔

۱۲۔ تنگی اور فراخی میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنا، غصہ کو پی جانا، لوگوں کو معاف کر دینا، لوگوں پر احسان کرنا، اگر گناہ کر بیٹھے تو استغفار کرنا۔

۱۳۔ صرف اللہ کی عبادت کرنا، شرک نہ کرنا، ماں باپ، رشتہ داروں، یتیموں، ہمسایوں، مسافروں، لونڈیوں اور غلاموں سے اچھا سلوک کرنا۔

۱۴۔ سچی گواہی دینا، خواہ کسی کے بھی خلاف ہو، عدل کرنا۔

۱۵۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا۔

۱۶۔ اللہ سے ڈرنا، اللہ پر توکل کرنا۔

۱۷۔ نیکی کا حکم دینا، برائی سے منع کرنا۔

۱۸۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، توبہ کرنا، اللہ کی عبادت کرنا، اللہ کی حمد بیان کرنا، رکوع وسجود کرنا، نیکی کا حکم کرنا، برائی سے منع کرنا، اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت کرنا (ایسے لوگوں کے لیے خوشخبری ہے)۔

۱۹۔ اللہ تعالیٰ کی وحی کو حق جاننا، برے حساب سے ڈرنا، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، ایمان لانا اور نیک عمل کرنا، اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ سمجھنا، اس پر توکل کرنا، اس کے آگے توبہ کرنا۔

اسی طرح مندرجہ ذیل مقامات پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کردہ اس کے پسندیدہ کاموں کا قرآن مجید سے مطالعہ کرنا چاہیے اور اس کے مطابق عقیدہ رکھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔

ان (حوالہ جات کے لیے دیکھیے سورۃ ابراہیم :۳۱۔ سورۃ النحل :۴۱،۴۲۔ ۹۱ تا ۱۰۰، ۱۵۱ تا ۱۵۳۔ سورۃ بنی اسرائیل :۱۷ تا ۴۴۔ سورۃ الشعراء :۳۰۔ سورۃ المومنون :۱ تا ۱۱، ۵۷ تا ۶۱۔ سورۃ النور :۳۷، ۳۸۔ سورۃ الفرقان :۶۳ تا ۷۶)

فصل دوم

متنازعہ امور پر چند اہم قرآنی فیصلے

درج ذیل باتیں انتہائی غور طلب ہیں، ان کو سمجھیں اور ان باطل عقیدوں سے بچیں۔ قرآن نازل ہوتے وقت جو جھگڑے والے امور تھے اور ان کا فیصلہ وحی کے ذریعے کیا گیا، وہ حسب ذیل ہیں:

ا۔ شرک:

اہل جاہلیت اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس سے دعا کرتے وقت صالحین کو اس میں شریک کر لیا کرتے تھے، معنی یہ کہ یہ صالحین اللہ کے ہاں ہماری سفارش کریں گے۔ اس شرکیہ عقیدہ کی قرآن کریم یوں وضاحت کرتا ہے:

﴿وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ﴾ [یونس : ۱۸]

''اور یہ لوگ اللہ (کی توحید) کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ تو ان کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔''

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ﴾

[الزمر : ۳]

''اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور دوست بنائے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کو اس لیے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا دیں۔''

یہی وہ اہم اور عظیم مسئلہ ہے جس میں رسول مکرم ﷺ نے ان کی مخالفت کی اور اخلاص عمل کا درس دیا یعنی خالص اللہ کو پکارو اور بتایا کہ یہی وہ دین الٰہی ہے جس کی تبلیغ کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو معبوث فرمایا اور یہ کہ وہ خالص عمل ہی کو شرف قبولیت بخشتا ہے اور آپ نے یہ بھی بتایا کہ جو شخص وہ برے اعمال کرے گا جن کو مشرکین استحسان کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس کا بہشت میں داخلہ حرام اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ یہی وہ اہم مسئلہ ہے جس سے مسلمان اور کافر میں فرق ہوتا ہے، یہیں سے محبت اور عداوت کی راہیں الگ ہوتی ہیں اور یہیں سے جہاد کی ابتدا ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ﴾ [الأنفال : ٣٩]

''اور ان لوگوں سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ (یعنی کفر کا فساد) باقی نہ رہے اور دین سب اللہ ہی کا ہو جائے۔''

۲۔ فرقہ بندی:

دین و دنیا میں اہل جاہلیت کی راہیں الگ الگ تھیں اور وہ اسی کو درست اور صحیح سمجھتے تھے۔ رب کریم ان کے افتراق کو یوں آشکار کرتا ہے:

﴿ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴾ [المؤمنون : ٥٣]

''جو چیزیں جس فرقے کے پاس ہیں وہ اسی سے خوش ہو رہا ہے۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ دین میں اتحاد کی تلقین کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ﴾ [الشوریٰ : ١٣]

''اس نے تمھارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر کیا جس (کے اختیار کرنے) کا نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی ہم نے تمھاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا گیا تھا (وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔''

﴿ إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ﴾ [الأنعام : ١٥٩]

''ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہو گئے اور احکام دین آنے کے بعد ایک دوسرے

سے اختلاف کرنے لگے۔''

دین میں فرقہ بندی کو ختم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ [آل عمران: ۱۰۳]

''اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا۔''

یہ تبھی ممکن ہے کہ سب فرقے سب کچھ چھوڑ کر صرف قرآن وحدیث کو اختیار کریں۔

۳۔ بغاوت:

مشرکین حاکم وقت کی مخالفت اور عدم اطاعت کو اپنے لیے بڑی خوبی اور اطاعت وفرماں برداری کو ذلت ورسوائی سمجھتے تھے لیکن رحمۃ للعالمین ﷺ نے ان کی مخالفت کی اور حکم دیا کہ اگر حاکم وقت ظلم کرے تو بھی صبر کیا جائے اور اطاعت وفرماں برداری کرتے ہوئے اسے نصیحت کی جائے۔ مسند احمد کی صحیح روایت کے مطابق مندرجہ بالا تینوں امور کو رسول اکرم ﷺ نے ایک ہی حدیث میں جمع کر دیا ہے۔ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَّ جَلَّ رَضِىَ لَكُمْ ثَلَاثًا وَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا، رَضِىَ لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوْهُ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا وَ اَنْ تَنْصَحُوْا لِمَنْ وَلَّاهُ اللّٰهُ اَمْرَكُمْ وَ اَنْ تَعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا)) [مسند أحمد: ۲/۳٦۰]

''بے شک اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے تین چیزوں کو پسند کیا ہے اور تین کو نہ پسند کیا ہے، اس نے تمھارے لیے پسند کیا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور جسے اللہ تعالیٰ تمھارا حاکم بنائے اسے نصیحت کرو اور تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقوں میں نہ بٹو۔''

مندرجہ بالا تینوں امور سے جب تک لوگ بچتے رہے امن وسکون سے زندگی بسر کرتے رہے اور جب گناہوں میں ملوث ہوئے تو جہاں ان کا دین برباد ہوا وہاں دنیاوی امور میں بھی ترقی کی راہیں بند ہو گئیں۔

۴۔ تقلید:

مشرکین نے اپنے مذہب کے کئی ایک اصول بنا رکھے تھے جن میں سرفہرست تقلید تھی،

مشرکین عالم کا سب سے بڑا اور اہم قاعدہ اپنے پیش روصلحاء کی تقلید کرنا تھا، ان کے اسی عقیدۂ بد کی قرآن کریم یوں وضاحت کرتا ہے:

﴿ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴾ [الزخرف : ٢٣]

''اور اسی طرح ہم نے تم سے پہلے کسی بستی میں کوئی ہدایت کرنے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راہ پر پایا ہے اور ہم قدم بقدم انھی کے پیچھے چلتے ہیں۔''

﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴾ [لقمان : ٢١]

''اور جب ان سے کہا جاتا کہ جو (کتاب) اللہ نے نازل فرمائی ہے اس کی پیروی کرو۔ تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔ بھلا اگرچہ شیطان ان کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو (تب بھی!)۔''

رب کریم ترک تقلید پر ان کو یوں متنبہ فرماتا ہے:

﴿ قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۣ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ﴾ [سبا : ٤٦]

''کہہ دو کہ میں تمھیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لیے دو دو اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ پھر غور کرو، تمھارے رفیق کو جنون نہیں ہے۔''

﴿ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾

[الأعراف : ٣]

''لوگو! (جو کتاب) تم پر تمھارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوئی ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور رفیقوں کی پیروی نہ کرو اور تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔''

۵۔ جمہوریت کا بت:

مشرکین کا ایک اہم اصول یہ بھی تھا کہ وہ اپنی کثرت پر نازاں تھے، کسی چیز کے صحیح یا غلط

ہونے کو وہ قلت و کثرت کے ترازو میں تولا کرتے تھے، حالانکہ کسی بات کا فیصلہ دلائل سے ہوتا ہے، لوگوں کی کثرت سے نہیں۔ رب کریم نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر اس معیار کو غلط اور بے ہودہ قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک علیحدہ بحث اسی کتاب میں آرہی ہے۔

٦۔ آباؤ اجداد کی تقلید:

اہل جاہلیت اپنے آباؤ اجداد کے طرز زندگی کو بطور حجت پیش کیا کرتے تھے۔ رب کریم ان کے اس عقیدہ کو یوں بیان کرتا ہے:

﴿ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴾ [طٰهٰ: ٥١]

''اچھا تو پہلے لوگوں کا کیا حال ہوا۔''

﴿ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴾ [المؤمنون : ٢٤]

''ہم نے اپنے اگلے باپ دادا میں تو یہ بات کبھی نہیں سنی تھی۔''

٧۔ ملوک اور صاحب ثروت:

مشرکین اپنے حق میں ان افراد کو بھی بطور استدلال پیش کیا کرتے تھے جنھیں ذہنی اور علمی صلاحیتیں دی گئی تھیں اور ان لوگوں کو بھی اپنا پیشوا سمجھتے تھے جو یا تو بادشاہ تھے یا جن کے پاس مال و دولت کی فراوانی تھی اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ رب ذوالجلال ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ ﴾ [الأحقاف : ٢٦]

''اور ہم نے ان کو ایسے مقدور دیے تھے جو تم لوگوں کو نہیں دیے۔''

﴿ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾

''اور پہلے (ہمیشہ) کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے تو جس چیز کو وہ خوب پہچانتے تھے جب ان کے پاس آ پہنچی تو اس سے کافر ہو گئے، پس کافروں پر اللہ کی لعنت۔''

﴿ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ﴾ [البقرة : ١٤٦]

''وہ اسے (رسول کو) اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔''

۸۔غرباء ومساکین سے بے التفاتی:

مشرکین کی یہ بھی ایک عادت بد تھی کہ وہ کسی چیز کے غلط ہونے کے لیے یہ کہتے کہ اس کو تسلیم کرنے والے کمزور اور غریب لوگ ہیں۔قرآن کریم نے ان کی اس عادت بد سے یوں پردہ اٹھایا ہے:

﴿ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴾ [الشعراء : ۱۱۱]

''وہ بولے کہ کیا ہم تم کو مان لیں اور تمھارے پیروکار تو رذیل لوگ ہوئے ہیں۔''

﴿ اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ﴾ [الأنعام : ۵۳]

''کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہم میں سے فضل کیا ہے۔''

اللہ کریم اس عادت بد کی تردید فرماتا ہے:

﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۵۳]

''بھلا اللہ شکر کرنے والوں سے واقف نہیں۔''

۹۔علمائے سوء کی قیادت:

اہل جاہلیت اور مشرکین فاسق وفاجر اور علمائے سوء کو اپنا رہبر سمجھا کرتے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی یوں رہنمائی فرمائی:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ [التوبة : ۳۴]

''مومنو! بہت سے عالم اور مشائخ لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔''

مشرکین کو ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمایا:

﴿ تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴾ [المائدة : ۷۷]

''کہو کہ اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق مبالغہ نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلو جو (خود) پہلے گمراہ ہوئے اور اکثروں کو بھی گمراہ کر گئے اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔''

۱۰۔ قلت فہم:

مشرکین دین حق کو اس لیے بھی تسلیم نہ کرتے کہ ان کے نزدیک اس کو ان لوگوں نے مانا ہے جو فہم و فراست سے عاری اور قوت حافظہ سے محروم ہیں۔ قرآن کریم ان کی اس کج روی کو یوں واضح کرتا ہے:

﴿ وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ﴾ [ھود : ۲۷]

''اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تمھارے پیروکار وہی لوگ ہوئے ہیں جو ہم میں ادنیٰ درجے کے ہیں اور وہ بھی رائے ظاہر سے۔''

۱۱۔ قیاس فاسد:

مشرکین کے ہاں غلط قیاس سے استدلال کا عام رواج تھا، جیسے:

﴿ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ﴾ [إبراهيم : ۱۰]

''تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو۔''

۱۲۔ قیاس صحیح سے انکار کرنا:

قیاس صحیح سے انکار کرنا بھی مشرکین کی عادت تھی، قیاس فاسد سے استدلال اور قیاس صحیح سے انکار کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے دونوں میں وجہ امتیاز کو نہ سمجھا۔

۱۳۔ غلو:

اہل جاہلیت کا اپنے علماء اور صالحین امت کی تعظیم و تکریم میں مبالغہ اور ان کی شان میں غلو کرنا عام شیوہ تھا۔ رب کریم نے مبالغہ آرائی سے یوں روکا:

﴿ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ﴾ [النساء : ۱۷۱]

''اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں حق کے سوا کچھ بھی نہ کہو۔''

۱۴۔نفی و اثبات:

مشرکین کے مندرجہ بالا نمبر(۱۳) میں افعال بد کی بنیاد ایک اصول پر مبنی تھی اور وہ تھا نفی و اثبات یعنی اللہ کی نازل کردہ ہدایات سے اعراض کرنا اور اپنے ظن وتخمین کی پیروی۔

۱۵۔ہٹ دھرمی:

مشرکین کی خوئے بد ایک یہ بھی تھی کہ وہ احکام الٰہیہ کو یہ کہہ کر مسترد کر دیتے تھے کہ یہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں، جیسے:

﴿ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ﴾ [البقرة : ۸۸]

''اور کہتے کہ ہمارے دل پردے میں ہیں۔''

﴿ يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ ﴾ [هود : ۹۱]

''اے شعیب! تمھاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹا قرار دیا اور فرمایا کہ ان کی یہ ہٹ دھرمی ان کے کفر اور ان کے دلوں پر مہر لگ جانے کی وجہ سے تھی۔

۱۶۔کتب سماوی کے بدلے کتب جادو:

کتب سماوی کے بدلے کتب جادو پر عمل کرنا بھی مشرکین کی عادت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کا یوں ذکر فرمایا ہے:

﴿ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ﴾ [البقرة : ۱۰۱، ۱۰۲]

''جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی ان میں سے ایک جماعت نے اللہ کی کتاب کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا، گویا وہ جانتے ہی نہیں اور ان (ہزلیات) کے پیچھے لگ گئے جو سلیمان (علیہ السلام) کے عہد سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے۔''

۱۷۔مشرکین کا ایک کفریہ اصول:

مشرکین کا ایک کفریہ اصول یہ بھی تھا کہ وہ اپنے کفریہ اور مشرکانہ افعال کو انبیاء کی طرف

منسوب کردیتے تھے جیسے رب کریم انبیائے کرام کی براءت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا﴾ [البقرة : ١٠٢]

''اور سلیمان (علیہ السلام) نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیطان ہی کفر کرتے تھے۔''

﴿مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [آل عمران : ٦٧]

''ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ سب سے بے تعلق ہو کر ایک اللہ کے ہو رہے تھے اور اسی کے فرماں بردار تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔''

۱۸۔ نسبت میں تناقض:

مشرکین کی ایک یہ بھی دو رخی اور منافقت تھی کہ وہ اپنے آپ کو ابراہیم (علیہ السلام) کی طرف منسوب کرتے اور کہتے کہ ہم ابراہیمی ہیں لیکن آپ کی اتباع سے روگردانی کرتے۔

۱۹۔ عیب جوئی:

مشرکین عرب بعض صوفیاء کے قبیح اعمال کی وجہ سے صلحائے امت پر عیب جوئی اور طعنہ زنی سے بھی باز نہیں آتے تھے، جیسے یہودیوں نے عیسیٰ (علیہ السلام) پر الزام لگایا اور عیسائیوں نے یہودیوں سمیت رحمت دو عالم ﷺ کی طرف مجنون وغیرہ ہونے کی نسبت کی۔ العیاذ باللہ!

۲۰۔ کہانت کو کرامت سمجھنا:

مشرکین عرب جادوگر اور کاہن کی شعبدہ بازی کو صلحائے کرام کی طرف منسوب کیا کرتے تھے اور طرفہ یہ کہ بعض اوقات اس شعبدہ بازی کو انبیاء کی طرف منسوب کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے جیسے سلیمان (علیہ السلام) کی طرف جادو کو منسوب کرنا۔

۲۱۔ مشرکین کی عبادت:

مشرکین کی عبادت سیٹی اور تالی بجانے پر موقوف تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس قبیح حرکت کو یوں بیان فرماتا ہے:

﴿ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِندَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ﴾ [الأنفال : ٣٥]

''اوران لوگوں کی نماز خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہ تھی۔''

۲۲۔مشرکین کا دین:

مشرکین نے کھیل کود اور تماشا اپنا دین بنا رکھا تھا، مشرکین کو دنیاوی عیش وعشرت نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا اور مال ومتاع کی اس فراوانی سے وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ اللہ تعالیٰ بھی ہم پر راضی ہے۔ رب کریم ان کے اس گمان باطل کو یوں بیان فرماتا ہے:

﴿ وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ﴾ [سبا : ٣٥]

''اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم بہت سا مال اور اولاد رکھتے ہیں اور ہم کو عذاب نہیں ہوگا۔''

۲۳۔مشرکین کا تکبر:

کمزور اور مسکین لوگوں نے اسلام قبول کرنے میں پہل کی، اس لیے مشرکین نے تکبر اور خودغرضی کی وجہ سے قبول حق سے انکار کیا، چنانچہ مسکین مسلمانوں کی توقیر کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے یوں مخاطب ہوتا ہے:

﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ﴾

[الأنعام : ٥٢]

''اور جو لوگ صبح وشام اپنے پروردگار سے دعا کرتے ہیں اور اس کی ذات کے طالب ہیں ان کو اپنے پاس سے مت نکالو۔''

۲۴۔مشرکین کا غلط استدلال:

مشرکین کے نزدیک احکام الٰہیہ کے غلط ہونے کی ایک دلیل یہ بھی تھی کہ ان کو تسلیم کرنے والے کمزور افراد تھے۔مشرکین کا یہ غلط استدلال قرآن کریم نے خود نقل کیا ہے:

﴿ لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ ﴾ [الأحقاف : ١١]

''اگر یہ دین کچھ بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے پہلے نہ دوڑ پڑتے۔''

۲۵۔ تحریف:

کتب الہیہ پر غور وفکر اور انھیں صحیح سمجھنے کے بعد ان میں تحریف کرنا مشرکین کا محبوب مشغلہ تھا۔

۲۶۔ غلط لٹریچر کی اشاعت:

مشرکین عالم کا ایک مشغلہ یہ بھی تھا کہ وہ غلط اور بے ہودہ کتب لکھتے اور پھر نہایت ڈھٹائی سے یہ کہتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔ رب کریم ان کی اس بے ہودگی کو یوں واضح فرماتا ہے:

﴿ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتٰبَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ﴾

[البقرة : ۷۹]

''پس ان لوگوں پر افسوس ہے کہ جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے (آئی) ہے۔''

۲۷۔ مشرکین کے ہاں قبول ہونے والے عقائد:

مشرکین عرب انھی مسائل کو صحیح سمجھتے جو ان کے گروہ کے مذموم عقائد کے مطابق ہوتے تھے، جیسے ان کا یہ کہنا:

﴿ نُؤْمِنُ بِمَآ أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَآءَهٗ ﴾ [البقرة : ۹۱]

''ہم تو صرف اس کتاب پر ایمان لائیں گے جو ہم پر نازل کی گئی ہے اور جتنی اس کے علاوہ ہیں ان سب کا انکار کرتے ہیں۔''

۲۸۔ مشرکین کی ایک خصلت رذیلہ:

مشرکین عالم کی ایک خصلت رذیلہ یہ بھی تھی کہ وہ اپنے ہی گروہ کے اصحاب عقل و دانش کی صحیح باتوں کو بھی سمجھنے کی کوشش نہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اسی خصلت سے متنبہ فرمایا ہے:

﴿ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنْبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴾ [البقرة : ۹۱]

''اگر تم صاحب ایمان ہوتے تو اللہ کے پیغمبروں کو پہلے ہی کیوں قتل کیا کرتے۔''

۲۹۔ افتراق:

عجائبات قدرت میں سے ایک یہ ہے کہ جب مشرکین عرب نے رب کریم کی وصیت اتحاد و اتفاق کو ترک کر دیا اور افتراق و اختلاف کے مرتکب ہوئے تو ہر گروہ اپنے کردار پر نازاں و فرحاں تھا۔ (الروم:۳۲)

۳۰۔ اپنے ہی مسلک کی مخالفت کرنا:

یہ بات بھی نشانات قدرت کا عجوبہ ہے کہ مشرکین عرب جس دین و مذہب کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے تھے اسی دین سے بے پناہ بغض و عداوت رکھتے اور کفار اور ان کے دین و مذہب سے انتہائی محبت و الفت رکھتے تھے جو ان کے اور ان کے نبی ﷺ کے جانی دشمن تھے، جیسا کہ مشرکین کا معاملہ رحمت دو عالم ﷺ کے ساتھ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے دین سے انھیں روشناس کرایا تو انھوں نے کتب جادو کو اپنایا جو سراسر فرعون کی ذریت کا ورثہ تھیں۔

۳۱۔ انکار حق:

مشرکین کا حق و صداقت سے انکار کرنا جب کہ وہ ایسے شخص کے پاس ہوتا جس کو وہ کمزور سمجھتے تھے۔ قرآن کریم ان کی اس خصلت کو یوں بیان کرتا ہے:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۖ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ﴾ [البقرة: ۱۱۳]

''یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی رستے پر نہیں اور عیسائی کہتے ہیں یہ یہودی رستے پر نہیں۔''

۳۲۔ مشرکین کا اپنے بنیادی عقائد کا انکار:

مشرکین کا ان اعمال سے انکار کرنا جن کو وہ اپنے دین کی بنیاد قرار دیتے تھے جیسے بیت اللہ کا حج۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس روش کو حماقت قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ﴾ [البقرة: ۱۳۰]

''اور ابراہیم کے دین سے کون روگردانی کر سکتا ہے بجز اس کے جو نہایت نادان ہو۔''

۳۳۔ مشرکین کی گروہ بندی میں مسابقت:

مشرکین عالم کی گروہ بندی کی مسابقت میں ہر فرقہ صرف اپنے ہی گروہ کو نجات دہندہ سمجھتا تھا، رب کریم نے ان کی تکذیب کی اور فرمایا:

﴿ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴾ [البقرة : ١١١]

''اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔''

اور پھر صحیح اور صراط مستقیم کی نشاندہی فرمائی:

﴿ بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِندَ رَبِّهِ ﴾ [البقرة : ١١٢]

''ہاں! جو شخص اللہ کے آگے گردن جھکا دے اور وہ نیکوکار بھی ہو تو اس کا صلہ اس کے پروردگار کے پاس ہے۔''

۳۴۔ برہنگی بھی عبادت:

مشرکین کے ہاں برہنگی کو بہترین عبادت سمجھا جاتا تھا، جیسے:

﴿ وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا ﴾ [الأعراف : ٢٨]

''اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریق پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ہم کو یہی بتایا ہے۔''

۳۵۔ حرام کو حلال قرار دینا:

مشرکین کے ہاں حرام کو حلال قرار دینا بہترین اطاعت خیال کیا جاتا تھا، جیسے شرک کو عبادت سے تعبیر کیا کرتے تھے۔

۳۶۔ غیر اللہ کو داتا و مشکل کشا سمجھنا:

مشرکین عالم کے یہاں علماء اور پیروں کو اللہ تعالیٰ کے سوا رب یعنی داتا اور مشکل کشا سمجھنا بھی عبادت سمجھا جاتا تھا۔ (آل عمران: ۶۴، ۷۹، ۸۰)

۳۷۔ صفات الٰہیہ میں الحاد:

مشرکین صفات الٰہیہ میں الحاد کے بھی مرتکب ہوئے تھے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [حمٓ السجدة : ٢٢]

''تم یہ خیال کرتے تھے کہ اللہ کو تمھارے بہت سے عملوں کی خبر ہی نہیں۔''

۳۸۔ اسمائے الٰہیہ میں الحاد:

مشرکین کا اسمائے الٰہیہ میں الحاد کرنا، جیسے:

﴿ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ﴾ [الرعد : ٣٠]

''اور یہ لوگ رحمٰن کو نہیں مانتے۔''

۳۹۔ مشرکین عرب تعطیل کے بھی قائل تھے جیسے آل فرعون کا قول۔

۴۰۔ مشرکین نقائص کی نسبت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف کیا کرتے تھے۔

۴۱۔ مشرکین کا اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں شرک کرنا جیسے مجوس کا قول تھا۔

۴۲۔ تقدیر کا انکار کرنا۔

۴۳۔ اللہ تعالیٰ کے خلاف حجت قائم کرنا۔

۴۴۔ تقدیر الٰہی کا سہارا لے کر شریعت کے خلاف کرنا۔

۴۵۔ زمانے کو گالی دینا، جیسے مشرکین کہا کرتے تھے:

﴿ وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ﴾ [الجاثية : ٢٤]

''اور ہمیں تو زمانہ ہی مارتا ہے۔''

۴۶۔ اللہ کے انعام کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرنا، جیسے:

﴿ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا ﴾ [النحل : ٨٣]

''یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے واقف ہیں مگر ان سے انکار کرتے ہیں۔''

۴۷۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنا۔

۴۸۔ بعض آیات کا انکار۔

۴۹۔ مشرکین کا یہ کہنا:

﴿ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ﴾ [الأنعام : ۹۱]

''اللہ نے انسان پر کچھ بھی نازل نہیں کیا۔''

۵۰۔ مشرکین کا قرآن کریم کے بارے میں کہنا:

﴿ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴾ [المدثر : ۲۵]

''یہ بشر کا کلام ہے۔''

۵۱۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت میں عیب نکالنا۔

۵۲۔ ظاہری اور باطنی حیلوں اور بہانوں سے کام لینا، تاکہ انبیائے کرام علیہم السلام کے لائے ہوئے دین الٰہی کا خاتمہ ہو:

﴿ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ﴾ [آل عمران : ۵٤]

''ان لوگوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی خفیہ تدبیر فرمائی۔''

﴿ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۷۲]

''اور اہل کتاب ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ جو (کتاب) مومنوں پر نازل ہوئی ہے اس پر دن کے شروع میں تو ایمان لے آیا کرو اور اس کے آخر میں انکار کر دیا کرو، تاکہ وہ برگشتہ ہو جائیں۔''

۵۳۔ اس نیت سے حق کا اقرار کرنا کہ اس کی تردید کا ذریعہ معلوم ہو جائے۔

۵۴۔ مذہبی تعصب:

مذہبی تعصب سے کام لینا بھی مشرکین کا عام دستور تھا، جیسے:

﴿ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ ﴾ [آل عمران : ۷۳]

''اور اپنے دین کے پیرو کے سوا کسی اور کے قائل نہ ہونا۔''

۵۵۔ اسلام کے اتباع کو شرک قرار دینا بھی مشرکین کی عام رسم تھی، جیسے:

﴿ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ [آل عمران : ۷۹]

''کسی آدمی کو شایاں نہیں کہ اللہ تو اسے کتاب، حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔''

۵۶۔ کتاب الٰہیہ میں تحریف کرنا مشرکین کی عادت ثانیہ تھی۔

۵۷۔ اہل حق کو بے دین اور رذیل وغیرہ القاب سے پکارنا۔

۵۸۔ رب کریم کی ذات پاک پر کذب وافترا باندھنا۔

۵۹۔ مشرکین جب دلائل کے سامنے مغلوب اور شکست کھا جاتے تو پھر ملوک اور سلاطین کے ہاں شکوہ وشکایت لے جاتے تھے، جیسے:

﴿ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ﴾ [الأعراف : ١٢٧]

''کیا آپ موسیٰ اور ان کی قوم کو یونہی رہنے دیں گے کہ وہ ملک میں فساد کرتے پھریں؟''

۶۰۔ اہل اسلام کو مفسد ہونے کا عیب لگانا بھی مشرکین کی خاصیت بدتھی، جیسے پہلے اس کتاب میں ذکر ہوا ہے۔

۶۱۔ اہل اسلام پر یہ بھی الزام لگانا کہ وہ شاہی دین میں نقص نکالتے ہیں، جیسے:

﴿ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ﴾ [الأعراف : ١٢٧]

''اور آپ کو اور آپ کے معبودوں کو ترک کیے رہیں۔''

فرعون نے اہل وطن سے کہا:

﴿ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ ﴾ [المؤمن : ٢٦]

''مجھے ڈر ہے کہ وہ کہیں تمھارے دین کو نہ بدل دے۔''

۶۲۔ مشرکین کی اہل اسلام پر یہ تہمت بھی تھی کہ وہ شاہی معبودوں میں نقص نکالتے ہیں، جیسے پہلے ذکر ہوا ہے۔

۶۳۔ اہل اسلام پر مشرکین کا یہ بھی بہتان تھا کہ وہ دین میں ردو بدل کر دیں گے، جیسے:

﴿ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴾ [المؤمن : ٢٦]

''مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمھارے دین کو نہ بدل دے یا ملک میں فساد نہ پیدا کر دے۔''

۶۴۔ اہل اسلام پر ایک الزام یہ بھی تھا کہ وہ بادشاہ کی عیب جوئی کرتے ہیں۔ قرآن کریم کا لفظ "وَيَذَرَكَ" اسی معنی کو واضح کرتا ہے۔

۶۵۔ ترکِ حق:

مشرکین کے دین میں جو باتیں حق ہوتیں ان پر عمل کرنے کا دعویٰ کرتے، جیسے:

﴿ نُؤْمِنُ بِمَآ أُنْزِلَ عَلَيْنَا ﴾ [البقرة: ۹۱]

"کہتے ہم پر جو نازل کیا گیا اس پر ہم ایمان لاتے ہیں۔"

لیکن درحقیقت وہ انھیں چھوڑ چکے ہوتے۔

۶۶۔ افراط:

مشرکین عبادات میں اضافہ کر لینا باعث شرف خیال کرتے تھے۔

۶۷۔ تفریط:

مشرکین عبادات میں کمی کرنے کے بھی مجرم تھے، جیسے میدان عرفات میں ترک وقوف۔

۶۸۔ ترکِ واجب:

پرہیز گاری کی آڑ میں واجبات کا ترک کرنا بھی مشرکین میں عام تھا۔

۶۹۔ پاکیزہ رزق کو ترک کرنا مشرکین کی بہترین عبادت تھی۔

۷۰۔ رب کریم کا عطا کردہ خوبصورت لباس استعمال نہ کرنا بھی مشرکین کی عبادت تھی۔

۷۱۔ لوگوں کو گمراہی کی طرف دعوت دینا مشرکین عرب کا خاص مشغلہ تھا۔

۷۲۔ مشرکین عرب اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ تو ضرور کرتے تھے لیکن درحقیقت شریعت کو ترک کر چکے تھے، اللہ کریم نے ان سے اطاعت کا یوں مطالبہ کیا:

﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ ﴾ [آل عمران: ۳۱]

"آپ فرما دیجیے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔"

۷۳۔ دانستہ کفر کی طرف لوگوں کو دعوت عام دینا۔

۷۴۔مکر وفریب اور خطرناک سازشیں کرنا مشرکین عرب کا دن رات کا کھیل تھا، جیسے قوم نوح کی عادت بد تھی۔

۷۵۔مشرکین عرب کی قیادت یا تو علمائے سوء کے ہاتھوں میں تھی یا جاہل صوفیا کے قبضہ میں، قرآن مجید اس کی یوں وضاحت کرتا ہے:

﴿ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴾ [البقرة : ۷۵]

''ان میں سے کچھ لوگ کلام اللہ کو سنتے پھر اس کے سمجھ لینے کے بعد اس کو جان بوجھ کر بدل دیتے رہے ہیں۔''

۷۶۔ بے بنیاد اور جھوٹی آرزوؤں میں مبتلا ہونا بھی مشرکین میں عام تھا، جیسے:

﴿ وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ﴾ [البقرة : ۸۰]

''اور کہتے ہیں کہ (دوزخ کی) آگ ہمیں چند روز کے سوا چھو ہی نہیں سکے گی۔''

دخول جنت کی خوش فہمی میں یوں گرفتار تھے:

﴿ لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ﴾ [البقرة : ۱۱۱]

''یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا کوئی بہشت میں نہیں جائے گا۔''

۷۷۔انبیائے کرام اور صلحائے امت کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لینا مشرکین کا بدترین فعل تھا۔

۷۸۔آثار انبیاء (علیہم السلام) کو عبادت گاہ بنانا بھی جاہلیت کا عام شیوہ تھا، جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

۷۹۔قبروں پر چراغاں کرنا بھی مشرکین کی بدعملی تھی۔قبروں پر میلا لگانا اور عرس کرانا بھی اہل جاہلیت کا دستور تھا۔

۸۰۔ قبروں کے پاس جانور ذبح کرنا بھی مشرکین کی اہم عبادت تھی۔

۸۱۔ بزرگوں کے آثار سے تبرک حاصل کرنا بھی اہل جاہلیت کی خو تھی۔

۸۲۔ خاندانی شرافت پر فخر کرنا۔

۸۳۔ نسب اور رشتہ میں عیب لگانا۔

۸۴۔ ستاروں کی مختلف منزلوں سے بارش برسنے کا عقیدہ رکھنا۔

۸۵۔ نوحہ اور بین کرنا۔

۸٦۔ اپنے نسب پر فخر کرنا مشرکین کی بہت بڑی فضیلت تھی۔ چنانچہ قرآن کریم میں کئی مقامات پر اس کی تردید کی گئی ہے۔

۸۷۔ صحیح بات پر فخر کرنا بھی مشرکین اپنی بہت بڑی فضیلت خیال کرتے تھے لیکن اسلام نے فخر کو ممنوع قرار دیا۔ [مسلم، كتاب الجنة و نعيمها، باب الصفات ...... الخ : ۲۸٦۵]

۸۸۔ مشرکین کا سب سے اہم اور ضروری کام اپنے فرقے کے فرد سے خوب محبت اور اس کی ہر حالت میں مدد کرنا تھا خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، رب کریم نے اس کی سخت مذمت کی ہے۔

۸۹۔ مشرکین کے مذہب میں کسی شخص کو دوسرے شخص کے جرم میں پکڑنا جائز تھا۔ اس کی تردید میں فرمان باری ہے: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ ”کوئی شخص کسی دوسرے کے جرم میں سزاوار نہیں۔“ [الأنعام : ١٦٤]

۹۰۔ کسی کے نسب میں عیب نکالنا بھی جاہلیت کا ترکہ ہے، جیسے ایک دفعہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کسی شخص کی والدہ کے بارے میں یہ کہا تھا: ((يَا ابْنَ سَوْدَآءَ!)) ”اے کالی ماں کے بیٹے!“ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں آگئے اور فرمایا: ((اَعْتَرْتَهُ بِاُمِّهِ اِنَّكَ امْرُؤٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ))

”تو نے اس کو اس کی ماں کے بارے میں عار دلائی ہے، ابھی تمھارے اندر جاہلیت کی بو موجود ہے۔“ [بخاري، كتاب الإيمان، باب المعاصي من أمر الجاهلية......الخ:

۳۰۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب إطعام المملوك مما يأكل ...... الخ : ١٦٦١]

۹۱۔ بیت اللہ شریف کی تولیت پر فخر کرنا مشرکین کی عادت تھی۔ اللہ تعالیٰ اس طرح ان کی مذمت کرتا ہے:

﴿مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ﴾ [المؤمنون : ٦٧]

”وہ تکبر کرتے، کہانیوں میں مشغول ہوتے اور بے ہودہ بکواس کرتے تھے۔“

۹۲۔ انبیائے کرام (علیہم السلام) کی اولاد ہونے پر فخر کرنا، اس زعم باطل پر رب کریم ان کو یوں متنبہ فرماتا ہے:

﴿ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ ﴾ [البقرة : ١٣٤]

''یہ جماعت گزر چکی، ان کو ان کے اعمال کا بدلا ملے گا۔''

۹۳۔ صنعت وحرفت پر فخر کرنا، جیسے دو اہم تجارتی سفر کرنے والوں نے کھیتی باڑی کرنے والوں پر اپنی برتری کا اظہار کیا۔

۹۴۔ دنیا اور اس کی زیب و زینت کی عظمت مشرکین کے دلوں پر چھا گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کا قول یوں نقل فرماتا ہے:

﴿ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴾ [الزخرف : ٣١]

''یہ قرآن دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا؟''

۹۵۔ فقراء اور مساکین کو حقیر سمجھنا مشرکین کی عام عادت تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ سے یوں مخاطب ہوا:

﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ﴾ [الأنعام : ٥٢]

''جو لوگ صبح وشام اپنے رب کو پکارتے اور اس کی ذات کے طالب ہیں ان کو (اپنے پاس سے) مت نکالو۔''

۹۶۔ مشرکین عالم انبیائے کرام علیہم السلام کی اطاعت وفرماں برداری کرنے والوں کو اخلاص سے تہی دامن اور دنیا دار ہونے کا طعنہ بھی دیا کرتے تھے۔ رب کریم نے فرمایا:

﴿ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ﴾ [الأنعام : ٥٢]

''ان کے حساب کی جواب دہی تم پر کچھ نہیں۔''

۹۷۔ فرشتوں کا انکار۔

۹۸۔ انبیائے کرام علیہم السلام کا انکار۔

۹۹۔ کتب سماویہ کا انکار۔

۱۰۰۔ اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی۔

۱۰۱۔ قیامت کا انکار۔

۱۰۲۔ اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے انکار۔

۱۰۳۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے قیامت کے بارے میں جو پیش گوئیاں فرمائیں ان میں سے بعض کا انکار۔ اللہ تعالیٰ مشرکین کی اس خصلت سے یوں آگاہ فرماتا ہے:

﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ ﴾ [الكهف : ١٠٥]

''یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کی آیات (اللہ تعالیٰ کے مالک یوم الدین ہونے) کی نفی کی۔''

اور ﴿ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ ﴾ [البقرة : ٢٥٤] کی تکذیب بھی مشرکین کے عقائد باطلہ میں سے ہے۔

۱۰۴۔ جبت اور طاغوت پر ایمان لانا ان کا اصول تھا۔

۱۰۵۔ مشرکین کے دین کو مسلمانوں کے دین پر فضیلت دینا اہل جاہلیت کا عام دستور تھا۔

۱۰۶۔ حق کو باطل کے ساتھ گڈ مڈ کرنا۔

۱۰۷۔ حق کو جانتے ہوئے چھپانا۔

۱۰۸۔ مشرکین کا گمراہ کن اصول یہ بھی تھا کہ وہ بغیر علم کے بہت سی بیہودگیاں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔

۱۰۹۔ حق کو جھٹلانے کے بعد ان کے اقوال و افعال میں واضح تضاد پیدا ہو گیا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے تھے:

﴿ بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَهُمْ فِي أَمْرٍ مَرِيجٍ ﴾ [ق : ٥]

''بلکہ جب ان کے پاس حق آپہنچا تو انھوں نے اس کو جھوٹ سمجھا۔ سو یہ ایک الجھی ہوئی بات میں ہیں۔''

۱۱۰۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ بعض احکام پر ایمان اور بعض سے انکار۔

۱۱۱۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے درمیان تفریق کرنا۔

۱۱۲۔ بغیر علم کے انبیائے کرام علیہم السلام کی مخالفت کرنا۔

۱۱۳۔ سلف امت کی اطاعت کا دعویٰ لیکن اعمال و کردار میں ان کی مخالفت کرنا۔

۱۱۴۔ جو لوگ انبیائے کرام علیہم السلام پر ایمان لے آتے انھیں اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکنا۔

۱۱۵۔ کفر اور کافروں سے محبت کرنا۔

۱۱۶۔ پرندوں کا اڑا کر فال لینا۔

۱۱۷۔ زمین پر خطوط وغیرہ کھینچ کر فال لینا۔

۱۱۸۔ فال بدلینا۔

۲۱۹۔ کاہن بننا یا کاہن کے پاس جانا۔

۱۲۰۔ کسی بھی طاغوت کے پاس فیصلہ لے جانا۔

۱۲۱۔ لونڈی اور غلام کے نکاح کو برا سمجھنا۔

موت کا بیان اور قرآنی فیصلے

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا: ''موت ہر ایک کو آئے گی۔'' (آل عمران: ۱۸۵) رسول اللہ ﷺ کے وقت مومن فوت ہوتے رہے اور آپ ﷺ نے خود ان کے فوت ہونے پر جو کچھ کیا ہمیں بھی وہی کچھ کرنا چاہیے، سنت سے ہٹنا بہت خطرناک معاملہ ہے۔

موت پر سوگ قرآن کی روشنی میں:

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴾

[البقرة: ۱۵۵ تا ۱۵۷]

''اور ہم تمھیں کچھ خوف، بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔ وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے مہربانیاں ہیں اور رحمت اور یہی ہدایت پانے والے ہیں۔''

ایک اور مقام پر قرآن مجید میں ہے:

''بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں اور عنقریب آگ میں داخل ہوں گے۔'' (النساء: ۱۰)

سوگ صحیح احادیث کی روشنی میں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ((مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))
''جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہے، وہ مردود ہے (یعنی رد کر دیا جائے گا)۔'' [بخاری، (تعلیقًا) کتاب البیوع، باب النجش، و من قال : لا یجوز ذلك البیع۔
مسلم، کتاب الأقضیة، باب نقض الأحكام الباطلة و رد محدثات الأمور: ۱۸/۱۷۱۸]

۲۔ ((فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ))
[بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح : ۵۰۶۳۔ مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه إلیه ...... الخ : ۱۴۰۱]
''جس نے میری سنت کی پیروی سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔''

۳۔ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا (صحابیہ) کا ایک بیٹا مر گیا، انھوں نے تیسرے دن زرد خوشبو منگوا کر اپنے بدن پر لگائی اور کہنے لگیں ہم کو خاوند کے سوا اور کسی پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا منع ہے۔''
[بخاری، کتاب الجنائز، باب إحداد المرأة علی غیر زوجها : ۱۲۷۹]

۴۔ جب شام کے ملک سے سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے کی خبر آئی تو ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے تیسرے دن زرد خوشبو منگوائی اور اپنی گالوں اور بانہوں پر ملی اور فرمانے لگیں (میں تو بیوہ ہوں) مجھے تو خوشبو کی کوئی حاجت نہ تھی، لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: ''جو عورت اللہ پر اور یوم آخرت (قیامت) پر ایمان رکھتی ہے اس کو کسی مردے پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرنا چاہیے، البتہ خاوند پر چار مہینے دس دن سوگ کرے۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب إحداد المرأة علی غیر زوجها : ۱۲۸۰]

۵۔ سیدہ زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی جو رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے: ''جو عورت اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کو کسی مردے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا درست نہیں مگر خاوند پر چار مہینے دس دن سوگ کرے۔'' پھر میں ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس گئی، جب ان کے بھائی مر گئے تھے تو

انھوں نے خوشبو منگوائی اور لگائی، پھر فرمانے لگیں مجھے خوشبو کی کون سی ضرورت ہے، بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے جو عورت اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کو کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا درست نہیں مگر خاوند پر چار مہینے دس دن سوگ کرے۔'' اور مسلم میں سات احادیث اس مضمون کی ہیں۔

[بخاری، کتاب الجنائز، باب إحداد المرأة علی غیر زوجها : ۱۲۸۱، ۱۲۸۲۔ مسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الإحداد فی عدة الوفاة......الخ : ۱۴۸۶، ۱۴۸۷ ...... إلی آخر بابه]

۶۔ جب سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر پہنچی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آل جعفر (رضی اللہ عنہ) کے لیے کھانا تیار کرو، اس لیے کہ وہ ایک حادثہ سے دوچار ہوئے ہیں، جس نے انھیں مشغول کر رکھا ہے۔'' [ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی الطعام یصنع لأهل المیت : ۹۹۸۔ أبو داوٗد، کتاب الجنائز، باب صنعة الطعام لأهل المیت : ۳۱۳۲۔ ابن ماجه، أبواب الجنائز، باب ما جاء فی الطعام یبعث إلی أهل المیت : ۱۶۱۰]

سوگ فقہ حنفی کی روشنی میں :

۱۔ سنت سے قبر کی زیارت اور اس کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنے کے سوا کچھ ثابت نہیں۔ تعزیت تین دن کے بعد مکروہ ہے۔ عجم کے شہروں میں جو فرش بچھاتے ہیں وہ بہت بری بات ہے۔ اہل مصیبت کے لیے کھانا تیار کرنے میں مضائقہ نہیں اور اہل مصیبت کو تیسرے دن ضیافت کرنا جائز نہیں۔ قبر پر کوئی عمارت بنانا مکروہ ہے۔ قبر پر مسجد بنانا مکروہ ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری : ۱/۲۶۳ تا ۲۶۵)۔ سوگ یہ ہے کہ آدمی اپنی زندگی کے روزمرہ کے کام چھوڑ کر گھر میں بیٹھ جائے۔

۲۔ تین دن تک سوگ کرنا جائز ہے، تین دن سے زیادہ حرام ہے۔ (مالا بد : ۸۰) انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عزام رحمہم اللہ کی قبروں کو سجدہ کرنا اور ان کے گرد گھومنا اور چکر لگانا (طواف کرنا) اور ان سے مرادیں مانگنا اور ان کے نام کی نذر ماننا حرام ہے، بلکہ ان چیزوں میں سے بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ کفر تک پہنچا دیتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان افعال کے کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (مالا بد : ۸۰، ۸۲)

۳۔ علی رضی اللہ عنہ نے ابو التیاح رحمہ اللہ کو بھیجا کہ قبر جو مشرف یعنی بلند ہو برابر کر دے اور جو کوئی صورت ہو اس کو مٹا دیں اور فرمایا کہ اسی حکم کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا۔
اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ قبر پر عمارت بنانا مکروہ ہے، تین دن سے زیادہ سوگ نہیں۔ عجم میں جو لوگ فرش بچھاتے ہیں اور راستوں میں بیٹھتے ہیں تو یہ نہایت قبیح حرکت ہے۔ امام ابو حنیفہ اور اصحاب وسب مشائخ کے نزدیک بالاتفاق کسی کو قدرت نہیں کہ اپنی آواز میت کو سنائے لیکن جب اللہ تعالیٰ چاہے تو مردہ سنتا ہے۔ میت والوں کا کھانا پکا کر جمع ہونے والوں کو کھلانا مکروہ تحریمی ہے...... یہ بدعت اس زمانے میں نہایت قبیح ہے۔ (ہدایہ: ۹۲۲ تا ۹۲۵)

۴۔ تیجہ، دسواں، چالیسواں نہایت مذموم اور بدعت ہیں۔ فاتحہ مروجہ بدعت ہے۔ (بہشتی زیور: ۶/ ۸۹، ۹۰) قبروں پر قرآن پڑھنا مکروہ اور بدعت ہے۔ (عالمگیری: ۹/۸۱ اور ہدایہ: ۴/۳۱۴) پختہ قبر نہ بنائی جائے۔ (درمختار: ۱/۴۶۸، ۴۶۹، کنز الایمان: ۶۹) عمارت بنانا قبر پر زینت کے لیے حرام ہے۔ (درمختار: ۱/۴۶۹) اولیاء اللہ کی قبروں پر بلند مکان بنانا اور چراغ جلانا بدعت اور حرام ہے۔ (درمختار، ہدایہ، مالا بد)

خلاصۂ تحریر:

جن کاموں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہم نے وہ کام ضرور کیے، حالانکہ ہمارے پاس کوئی دلیل بھی نہیں۔

۱۔ جو کام اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں وہ رد کر دیا جائے گا۔

۲۔ لوگ یتیموں کا مال موت پر کھا جاتے ہیں جس کی قرآن میں سخت وعید ہے۔ مصیبت والوں کے گھر سے کھانا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک حرام ہے۔ (ہدایہ: ۱/۹۲۵) اور پھر یتیموں کا مال ناجائز کھانا تو اور بھی بری بات ہے۔

۳۔ جن کے گھر موت ہو جائے ان کے گھر سے کھانا حرام ہے۔

۴۔ تین دن سے زیادہ سوگ حرام ہے اور عجم میں جو لوگ فرش بچھاتے ہیں یعنی دریاں وغیرہ بچھا کر زمین پر بیٹھتے ہیں یہ نہایت بری حرکت ہے۔ فاتحہ مروجہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں شریعت سے ثابت نہیں۔ سنت سے قبر کی زیارت اور صاحب قبر کے لیے دعا کے علاوہ کچھ ثابت

نہیں۔ اس کے علاوہ جو کچھ بھی قبروں پر کیا جاتا ہے مثلاً پکی قبر بنانا، عرس کرنا، قبر پر پھول چڑھانا، قبر کو غسل دینا، نذر و نیاز اور چڑھاوے چڑھانا، دیگیں تقسیم کرنا، قبر والوں سے فریاد کرنا، قبروں کو چومنا، چراغ جلانا، قبروں سے جسم رگڑنا وغیرہ یہ سب کام خلاف شرع ہیں۔

۵۔ پس ثابت ہوا کہ فاتحہ مروجہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں کرنے والوں اور قبروں پر خلاف شرع کام کرنے والوں نے اس سلسلہ میں نہ قرآن کے، نہ حدیث کے اور نہ فقہ کے احکام مانے کیونکہ وہ شتر بے مہار ہو چکے ہیں اور یہ سب کام جو آج کل قبروں پر امت محمدیہ کر رہی ہے یہ سب کام مشرکین مکہ، عیسائی اور یہودی قبروں کے ساتھ کرتے تھے، جیسا کہ ثابت ہے اور اب یہ لوگ یہود و نصاریٰ اور مشرکین مکہ کی پیروی کر رہے ہیں اور مانتے بھی نہیں، جیسے وہ نہیں مانتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت ضرور یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلے گی۔''

احمد رضا خانی ترجمہ مع تفسیر میں فاتحہ، سوم، ساتواں، چالیسواں، عرس اور مردوں اور قبروں کے متعلق اور دوسری بدعات کا بار بار ذکر موجود ہے لیکن حدیث اور حنفی فقہ کے مطابق تین دن سے زیادہ سوگ ثابت نہیں۔ اور حدیث اور حنفی فقہ کے مطابق قبروں کے متعلق زیارت قبور اور قبور والوں کے لیے دعا کے علاوہ اور کوئی بھی چیز قطعاً ثابت نہیں اور ان دو کاموں کے علاوہ جو بھی دوسرے کام لوگ کرتے ہیں یہ بلا جواز اور بے سند ہیں اور فاتحہ اور سوم وغیرہ کے وقت یہ لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں۔ قرآن میں یتیموں کا مال ناحق کھانے کی سخت وعید ہے۔ دیکھیے احمد رضا خاں صاحب کا ترجمہ مع تفسیر سورۃ النساء (۱۰، ف۲۴) جس میں لکھا ہے کہ '' یتیموں کا مال ناحق کھانا گویا آگ کھانا ہے، کیونکہ وہ سبب ہے عذاب کا۔'' حدیث شریف میں ہے: ''روز قیامت یتیموں کا مال کھانے والے اس طرح اٹھائے جائیں گے کہ ان کی قبروں سے اور ان کے منہ سے اور ان کے کانوں سے دھواں نکلتا ہوگا تو لوگ پہچانیں گے کہ یتیم کا مال کھانے والا ہے۔''

کیا فوت شدگان زندوں کی باتیں سنتے ہیں؟

قرآن مجید میں ہے کہ مردے نہیں سنتے:

﴿ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴾ [النمل : ۸۰]

''البتہ تو (اے نبی!) مردوں کو نہیں سنا سکتا اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتا ہے، جب وہ پیٹھ پھیر کر لوٹیں۔''

﴿ فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴾ [الروم : ٥٢]

''بے شک تو (اے نبی!) مردوں کو نہیں سنا سکتا اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتا ہے، جب وہ پیٹھ پھیر کر لوٹیں۔''

﴿ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۝ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ۝ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ ﴾ [فاطر: ١٩ تا ٢٢]

''اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ہے اور نہ اندھیرے اور روشنی اور نہ سایہ اور نہ دھوپ اور (اسی طرح) زندہ اور مردے برابر نہیں ہیں۔ بے شک اللہ سناتا ہے جسے چاہے اور آپ (ﷺ) انھیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں ہیں۔''

یعنی جس طرح قبروں میں مردہ اشخاص کو کوئی بات نہیں سنائی جا سکتی اسی طرح جن کے دلوں کو کفر نے موت سے ہمکنار کر دیا ہے اے پیغمبر! تو انھیں حق کی بات نہیں سنا سکتا۔

فوت شدگان کو زندہ لوگوں کے کاموں کی خبر نہیں:

جن فوت شدگان کو لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں یا عبادت کرتے ہیں وہ ان کی پکار اور عبادت سے بے خبر ہیں:

﴿ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ ۖ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴾ [النحل : ٢٠، ٢١]

''اور جن جن کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں۔ مردے ہیں زندہ نہیں، انھیں تو یہ بھی شعور نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے؟''

جنھیں یہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں وہ تو خود اللہ کی مخلوق ہیں۔ پھر بھلا خالق اور مخلوق کس طرح برابر ہو سکتے ہیں۔ جب کہ تم نے انھیں پکار کر اللہ کے برابر ٹھہرا رکھا ہے۔ کیا تم ذرا بھی نہیں

سوچتے؟ مردہ سے مراد وہ جمادات (پتھر) بھی ہیں جو بے جان اور بے شعور ہیں اور فوت شدہ صالحین بھی ہیں کیونکہ مرنے کے بعد اٹھایا جانا جس کا انھیں شعور نہیں وہ تو جمادات کے بجائے صالحین ہی پر صادق آسکتا ہے۔ ان کو صرف مردہ ہی نہیں کہا بلکہ مزید وضاحت فرما دی کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔ اس سے قبر پرستوں کا بھی واضح رد ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ قبروں میں مدفون مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں اور ہم زندوں ہی کو پکارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ موت وارد ہونے کے بعد دنیاوی زندگی کسی کو نصیب نہیں ہوسکتی نہ دنیا سے ان کا کوئی تعلق ہی باقی رہتا ہے۔ پھر ان سے نفع کی اور ثواب و جزا کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے۔

اور سورۂ فاطر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۡ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاۗءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۭ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ﴾ [فاطر: ۱۳، ۱۴]

''وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور آفتاب و ماہتاب کو اسی نے کام میں لگا دیا ہے، ہر ایک میعادِ معین پر چل رہا ہے۔ یہی ہے اللہ تم سب کا پالنے والا (داتا) اسی کی سلطنت ہے۔ جنھیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔ اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو فریاد رسی نہیں کریں گے بلکہ قیامت کے دن تمھارے شرک کا صاف انکار کر جائیں گے۔ آپ کو کوئی بھی حق تعالیٰ جیسا خبردار خبریں نہ دے گا۔''

اللہ تعالیٰ مذکورہ تمام افعال کا فاعل ہے اور اس کے علاوہ جن کو پکار رہے ہو وہ اتنی حقیر چیز کے بھی مالک نہیں نہ اسے پیدا کرنے ہی پر قادر ہیں۔ قطمیر اس جھلی کو کہتے ہیں جو کھجور اور اس کی گٹھلی کے درمیان ہوتی ہے۔ یہ پتلا سا چھلکا گٹھلی پر لفافے کی طرح چڑھا ہوا ہوتا ہے۔ آگے فرمایا اگر تم انھیں مصائب میں پکارو تو وہ تمھاری پکار سنتے ہی نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ جمادات ہیں یا منوں مٹی کے نیچے مدفون اور اگر بالفرض وہ سن بھی لیں تو بے فائدہ۔ اس لیے کہ وہ تمھاری التجاؤں کے مطابق تمھارا کام نہیں کر سکتے اور وہ قیامت کے دن کہیں گے کہ ہمیں تمھارے پکارنے کی خبر

نہیں تھی۔ہم اس پکار سے بالکل بے خبر تھے۔ ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے یا انھیں پکارا جاتا ہے وہ سب پتھر کی مورتیاں ہی نہیں ہوں گی بلکہ ان میں عاقل (ملائکہ، جن، شیاطین اور صالحین) بھی ہوں گے، تبھی تو یہ انکار کریں گے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کو حاجت روائی کے لیے پکارنا شرک ہے۔اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے، لیکن جن کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ بے اختیار ہیں، وہ پکار نہیں سنتے اور قیامت کے دن اس پکار کا انکار کر دیں گے ۔سورۂ احقاف میں ہے:

﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاۗءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴾

[الأحقاف : ٤ تا ٦]

’’کہہ دو! بھلا بتاؤ تو سہی جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو مجھے دکھاؤ کہ انھوں نے زمین میں کون سی چیز پیدا کی ہے یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے۔ میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب لاؤ یا کوئی علم چلا آتا ہو وہ لاؤ اگر تم سچے ہو اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا اسے پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کے پکارنے کا جواب نہ دے سکے اور انھیں ان کے پکارنے کی خبر بھی نہ ہو اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کے منکر ہو جائیں گے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے تو زمین و آسمان پیدا کیے، وہ ان کا مالک ہے جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی چیز کے خالق نہیں اور اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ان کا کوئی حصہ نہیں تو پھر ان کو پکارنا محض باطل ہے اور غیر اللہ کو پکارنے کی ان کے پاس کوئی دلیل بھی نہیں ہے۔اس لیے غیر اللہ کو پکارنا بہت بڑی گمراہی ہے اور پھر یہ بھی کہ پتھر کی یہ مورتیاں یا فوت شدہ اشخاص جن کو یہ پکارتے ہیں وہ قیامت تک ان کا جواب دینے سے قاصر ہیں اور قاصر ہی نہیں بلکہ بے خبر بھی۔یہی مضمون قرآن کریم میں اور کئی مقامات پر بھی بیان ہوا ہے۔ (جیسے یونس : ۲۹۔الاحقاف : ۵، ۶۔مریم : ۸۱، ۸۲۔ النحل: ۸۶۔ الکہف : ۵۲۔ العنکبوت : ۲۵)

موت کے بعد دنیا میں آنے کا رد:

﴿ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴾ [يٰس : ۳۱]

''کیا یہ نہیں دیکھ چکے کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا، وہ ان کے پاس لوٹ کر نہیں آئیں گے۔''

﴿ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ۹۵]

''اور جن بستیوں کو ہم فنا کر چکے ہیں، ان کے لیے ناممکن ہے کہ وہ پھر لوٹ کر آئیں۔''

یعنی جس بستی کو ہم نے ہلاک کر دیا اس کا دنیا میں پلٹ کر آنا حرام ہے۔

قرآن میں ہے کہ اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں، اندھیرا اور روشنی برابر نہیں، سایہ اور دھوپ برابر نہیں، زندہ اور مردہ برابر نہیں، اللہ جس کو چاہے سناتا ہے اور تو (اے پیغمبر!) قبر والوں کو نہیں سنا سکتا۔ (دیکھیے فاطر:۱۹،۲۲) اور ہدایہ (۳۱۴) میں ہے کہ مردے نہیں سنتے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب اور سب مشائخ کے نزدیک بالاتفاق کسی کو قدرت نہیں کہ وہ اپنی آواز میت کو سنا سکے، لیکن جب اللہ تعالیٰ چاہے تو مردہ سنتا ہے۔ (ہدایہ:۹۲۲/۱ تا ۹۲۵)

اس سے پہلے ہم اس کتاب کی بحث توحید فی العلم اور شرک فی العلم میں سترہ مختلف روایات کے ذریعے ثابت کر چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو فوت ہونے کے بعد پتا نہیں کہ ان کی امت کیا کر رہی ہے تو پھر اور بزرگوں کا تو ذکر ہی کیا؟

سماع موتیٰ کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے۔ مردے کسی کی بات نہیں سن سکتے، البتہ اس سے دو صورتیں مستثنیٰ ہوں گی کہ جہاں سماعت کی صراحت نص سے ثابت ہے، حدیث میں آتا ہے کہ لوگ جب مردے کو دفنا کر واپس جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے یا جنگ بدر کے مقتولین جن کو رسول پاک ﷺ کی آواز معجزانہ طور پر اللہ تعالیٰ نے سنوا دی۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب قتل أبي جهل : ۳۹۷۶] ان دو احادیث کے علاوہ سماع موتیٰ کی جتنی بھی احادیث ہیں وہ انتہائی ضعیف بلکہ موضوع ہیں اور قرآن و صحیح احادیث کے خلاف بھی ہیں۔

فصل چہارم

چند دیگر امور

محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے عقیدہ:

رسول اللہ ﷺ کے متعلق سب سے اہم بات جو امتی کی آخرت کے حساب سے نہایت ہی اہم ہے، وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بے ادبی کفر ہے اور سب سے بڑی بے ادبی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھ کر آپ ﷺ کے فرمان اور آپ ﷺ کی سنت کی بے ادبی کی جائے۔یعنی ان پر عمل نہ کیا جائے اور آپ ﷺ کا جو مقام ہے وہ کسی امتی کو دے دیا جائے یعنی آپ کے احکامات ماننے کی بجائے کسی دوسرے امتی کے احکام مانے جائیں۔ جو کچھ یہود و نصاریٰ نے کیا وہی کچھ آج امت مسلمہ بھی کر رہی ہے یعنی انبیائے کرام علیہم السلام کا مقام امتیوں کو دے دیا اور اللہ کا مقام انبیاء کو دے دیا۔ اسی وجہ سے یہود و نصاریٰ کو کافر و مشرک کہا گیا۔ہمیں اس معاملے کو اچھی طرح سمجھ کر چلنا چاہیے کیونکہ اس معاملے میں نہایت احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔لوگ آپ ﷺ کے اوصاف و کمالات تو جھوم جھوم کر بیان کرتے ہیں لیکن آپ ﷺ کی اطاعت سے گریزاں ہیں:

۱۔ محمد رسول اللہ ﷺ سب انبیاء سے افضل ہیں۔ (البقرۃ:۲۵۲،۲۵۳)

۲۔ آپ ﷺ پر آسمانی ہدایت کی پیروی اور اللہ تعالیٰ کی بندگی اور توحید لازم تھی۔ (البقرۃ: ۲۸۵)

۳۔ آپ ﷺ کی اطاعت ہم پر فرض ہے۔ (آل عمران: ۳۱)

۴۔ آپ ﷺ اللہ کے بندے اور بشر ہیں۔ (البقرۃ: ۲۳، ۹۰، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۵۱)

۵۔ آپ ﷺ بشیر و نذیر ہیں۔ (المائدۃ: ۱۹)

۶۔ آپ ﷺ اپنے یا کسی کے نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ (القصص : ۵۶، الانعام : ۵۰، ۵۲، ۵۷، ۵۸۔ الجن : ۲۱)

۷۔ آپ ﷺ غیب نہ جانتے تھے۔ (الأنعام : ۵۰۔ الأعراف : ۱۸۸)

۸۔ آپ ﷺ کا کام صرف دین کی تبلیغ ہے۔ (آل عمران : ۲۰۔ الأعراف : ۲۔ ھود : ۱۲)

۹۔ آپ ﷺ کو توحید پر عمل کرنے اور شرک سے بچنے کا حکم دیا گیا۔ (ھود : ۱۱۳۔ یوسف : ۱۰۸)

۱۰۔ آپ ﷺ کو معجزات کا اختیار نہ تھا۔ (بنی اسرائیل : ۹۰ تا ۹۳۔ طٰہٰ : ۱۳۳۔ المؤمن : ۷۸۔ العنکبوت : ۵۰)

۱۱۔ آپ ﷺ کو قیامت کے وقت کا علم نہ تھا۔ (الأعراف : ۱۸۷۔ طٰہٰ : ۱۵۔ النمل : ۶۵)

۱۲۔ قرآن مجید میں آپ ﷺ کی موت کا ذکر ہے۔ (الأنبیاء : ۳۴، ۳۵۔ الزمر : ۳۰۔ ۳۱)

۱۳۔ آپ ﷺ کو حکم ہوا کہ اللہ کو کارساز یعنی مشکل کشا سمجھو۔ (الأحزاب : ۳، ۴۸۔ النمل : ۷۹۔ الزمر : ۳۸)

۱۴۔ آپ ﷺ کو مقام محمود ملے گا۔ (بنی اِسرائیل : ۷۹)

۱۵۔ آپ ﷺ کسی کے وکیل (کارساز) نہیں یعنی مشکل کشا نہیں۔ (القصص : ۵۶)

۱۶۔ آپ ﷺ کا اسوہ۔ (الأحزاب : ۲۱۔ القلم : ۴)

۱۷۔ آپ ﷺ پر درود پڑھنا۔ (الأحزاب : ۵۶)

۱۸۔ شعر کہنا آپ ﷺ کے لائق نہیں۔ (یٰس : ۶۹)

۱۹۔ آپ ﷺ کوئی نئے رسول نہیں۔ (الأحقاف : ۹)

۲۰۔ آپ ﷺ کو حکم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل یعنی کارساز سمجھیں اور اللہ پر توکل یعنی بھروسا کریں۔ (النمل : ۷۹۔ الزمر : ۳۸)

۲۱۔ ہدایت دینا آپ ﷺ کے اختیار میں نہیں۔ (القصص : ۵۶) یہ آیت ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی۔ (دیکھیے ترجمہ مع تفسیر احمد رضا خان صاحب)

۱۔ جن باتوں سے انسان کے اعمال برباد ہو جاتے ہیں، مثلاً جو لوگ اللہ کے حکموں کا انکار کرتے ہیں اور پیغمبر کو ناحق قتل کرتے ہیں اور لوگوں میں سے انصاف کا حکم کرنے والوں کو

قتل کرتے ہیں، ان کے عمل دنیا و آخرت میں برباد ہو گئے۔ (آل عمران: ۲۲) اور جو ایمان سے منکر ہوا تو اس کے عمل برباد ہو گئے اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔ (مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیے: المائدۃ: ۵،۵۳۔ التوبہ: ۱۷،۶۹۔ محمد: ۹،۲۸،۳۲)

۲۔ دین کی باتوں میں ہنسی مزاح سخت منع ہے۔ (التوبۃ: ۶۵،۶۶)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے جہنم کو بھرنا ہے، جہنم سے بچو۔ (ھود: ۱۱۸،۱۱۹)

۴۔ اللہ تعالیٰ مالک یوم الدین ہے، یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب فیصلے فرمائے گا اور کسی کو بولنے کی اجازت نہ ہو گی۔ (المؤمن: ۱۶۔ فاتحہ: ۳)

۵۔ زمین اور آسمان میں ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ (النساء: ۱۲۶، ۱۳۱،۱۳۲، ۱۷۰ تا ۱۷۲)

۶۔ صراط مستقیم صرف ایک ہے اور وہ نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صالحین کا طریقہ ہے۔ ان پر نہ خوف ہو گا نہ غم۔ (النساء: ۶۹) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا بتایا ہوا صراط مستقیم صرف ایک ہے، اس کے علاوہ جتنے بھی راستے اختیار کیے جائیں گے وہ سیدھے نہیں ہیں، بلکہ جہنم کی طرف لے جائیں گے۔

۷۔ موت کا منظر، جب فرشتے جان نکالتے ہیں اور فرشتوں کے فرائض۔ (الاعراف: ۳۷ تا ۴۱۔ النحل: ۲۸، ۲۹،۳۲۔ حم السجدہ: ۳۰ تا ۳۲)

۸۔ اللہ پر جھوٹ باندھنے سے سخت منع کیا گیا ہے۔ جھوٹ باندھنا یہ ہے کہ انسان وہ بات کہے جو اللہ نے نہ کہی ہے۔ (النساء: ۵۰۔ المائدۃ: ۱۰۳)

۹۔ مومن کا کافر و مشرک سے کوئی تعلق نہیں۔ (آل عمران: ۲۸۔ النساء: ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۴۔ التوبہ: ۲۳، ۲۴، ۲۸، ۲۹، ۱۱۳)

۱۰۔ مشرکین کا پرانا شیوہ ہے کہ مومنوں سے کہنا کہ تم پر ہمارے معبودوں کی مار پڑ گئی ہے۔ (ھود: ۵۴، ۵۵) جیسے آج کل کہتے ہیں کہ تم پر ہمارے گیارھویں والے کی مار پڑ گئی ہے۔

۱۱۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی امتوں سے فرمایا ہم تم سے اجر نہیں مانگتے، ہمارا اجر اللہ کے پاس ہے۔ (ھود: ۲۹،۵۱۔ الأنعام: ۹۰۔ یونس: ۷۲)

۱۲۔ مومنوں کا عیب کیا ہے؟ جرم کیا ہے؟ (آل عمران: ۱۹۵۔ البروج: ۸،۹) یعنی توحید پر ایمان

لانا ہی ہمیشہ سے مومنوں کا جرم رہا ہے۔

نعت خوانی اور شرک:

رسول اللہ ﷺ کے وقت توحید پر مبنی شعر کہے جاتے رہے ہیں، ان کا ذکر بخاری اور مسلم شریف میں ہے۔ لیکن آج کل نعت خوانی میں شرکیہ اشعار پڑھے جاتے ہیں، جو اپنی عاقبت برباد کرنے کے مترادف ہیں۔ غلط قسم کے اشعار کی قرآن میں مذمت آئی ہے:

﴿ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۝ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴾ [الشعراء : ٢٢٤ تا ٢٢٦]

''اور شاعروں کی پیروی تو گمراہ ہی کرتے ہیں، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور وہ جو کہتے ہیں کرتے نہیں۔''

شاعروں کی اکثریت چونکہ ایسی ہوتی ہے کہ وہ اصول و ضابطہ کے بجائے ذاتی پسند و ناپسند کے مطابق اظہار رائے کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس میں غلو و مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں اور شاعرانہ تخلیات میں کبھی ادھر اور کبھی ادھر بھٹکتے ہیں۔ اس لیے فرمایا کہ ان کے پیچھے لگنے والے بھی گمراہ ہیں۔ اسی قسم کے اشعار کے لیے حدیث میں بھی فرمایا گیا ہے کہ ''پیٹ کا لہو و پیپ سے بھر جانا جو اسے خراب کر دے، شعر سے بھر جانے سے بہتر ہے۔'' [مسلم، كتاب الشعر، باب في إنشاد الأشعار و بيان أشعر الكلمة و ذم الشعر : ٢٢٥٧]

راگ اور گانے کے متعلق حنفی فقہ کی مشہور کتابوں کے حوالے:

۱۔ جو قرآن کو دف وغیرہ کے ساتھ پڑھے وہ کافر ہے۔ (درمختار: ۵۹۲)
۲۔ رقص کرنے والے اور حال جاننے والے اور حال کھیلنے والے کافر ہیں۔ (درمختار: ۶۱۰)
۳۔ گانے بجانے سے لذت اٹھانا کفر ہے۔ (درمختار: ۲۲۲۔ ہدایہ: ۲۴۶)
۴۔ صوفیاء گانا سننے والے، حال کھیلنے والے، مفسد بے دین ہیں۔ (ہدایہ: ۳۱۷/۴)
۵۔ گانا اللہ کے نزدیک شرک ہے۔ (ہدایہ: ۳۴۶)

مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیں صفحہ ۳۳۴ سے نمبر شمار (۳۶ تا ۳۹) اور باب حنفی فقہ کے وہ مسائل جو قرآن و حدیث کے مطابق ہیں، جس کا نمبر شمار ۱۲۲ تا ۱۳۲ ہے۔

کچھ اہل حدیث صاحبان کے بارے میں:

۱۔ اہل حدیث صاحبان غیر اللہ کے پکارنے اور شرک کی دوسری اقسام کے مرتکب ہونے والوں کے جنازے پڑھتے نظر آتے ہیں اور ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے نظر آتے ہیں، جو قرآن کے سراسر خلاف ہے۔ (التوبہ:۱۱۳)

۲۔ کچھ اہل حدیث صاحبان تعویذ گنڈوں کو جائز قرار دیتے ہیں۔

۳۔ پانچ وقتی فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کرتے نظر آتے ہیں حالانکہ یہ ثابت نہیں۔

۴۔ اذان دینے کی اجرت لینا۔

۵۔ جمہوریت کی شرعی حیثیت جیسے مسائل پر تحقیق اور نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

مذکورہ پہلے مسئلے کے متعلق عرض ہے کہ سورۃ التوبہ کی آیت (۱۱۳) میں شرک کے مرتکب ہونے والوں کے لیے دعائے مغفرت سے منع فرمایا گیا ہے اور تعویذ گنڈوں کے متعلق بدعت کے باب میں تفصیلی بحث ہو چکی ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں، جمہوریت سے متعلق بھی آگے الگ بحث آرہی ہے اور اجرت پر مؤذن رکھنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع کیا ہے۔

اور رہا مسئلہ پانچ وقتی فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کا تو یہ ثابت نہیں۔

یاد رہے کہ محترم محمد صادق صاحب سیالکوٹی کی نماز کے موضوع پر ایک کتاب ہے جس کا نام "صلوٰۃ الرسول" ہے، اس کتاب میں موضوع اور انتہائی ضعیف روایات بھی درج ہیں پھر ایک کتاب ''القول المقبول'' مؤلفہ عبدالرؤف چھپی، یہ کتاب "صلوٰۃ الرسول" پر تحقیق ہے اور اس کا تیسرا ایڈیشن ۸۱۰ صفحات پر مشتمل ہے پھر ان دونوں کتابوں کو سامنے رکھ کر ادارہ دارالسلام لاہور نے کتاب ''نماز نبوی ﷺ'' لکھی ہے جو ۳۰۴ صفحات پر مشتمل ہے، یہاں ہم پانچ وقتی فرض نماز کے بعد دعا کے بارے میں ''نماز نبوی ﷺ'' میں سے حوالہ جات درج کرتے ہیں:

فرضی نماز کے بعد اجتماعی دعا:

فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کے ثبوت میں کوئی مقبول حدیث نہیں ہے۔ نہایت تعجب کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں دس سال رہے۔ پانچوں وقت نمازیں پڑھائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد نے آپ کی اقتدا میں نمازیں پڑھیں مگر ان میں سے کوئی ایک بھی اجتماعی

دعا کا ذکر نہ کرے تو یہ اس کے بطلان کی واضح دلیل ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کہتے ہیں اگر کوئی انفرادی طور پر نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ لیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ امام ابن قیم، امام ابن حجر رحمہما اللہ اور بہت سے محققین علماء نے فرض نماز کے بعد مروجہ اجتماعی دعا کا انکار کیا ہے اور اسے بدعت کہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عنقریب میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو پانی کے استعمال میں اور دعا کرنے میں حد سے تجاوز کریں گے۔'' [أبو داوٗد أبواب الوتر، باب الدعاء: ١٤٨٠۔ امام حاکم اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے]

اجتماعی دعا کی دلیل میں بیان کی جانے والی تمام روایات ضعیف ہیں، تفصیل حسب ذیل ہے:

١۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو بندہ ہر نماز کے بعد اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر دعا کرے، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں کو نامراد نہیں لوٹاتا۔ (ابن السنی: ١٣٨) اس کی سند میں ایک تو اسحاق بن خالد ہے جو منکر احادیث روایت کرتا ہے، دوسری بات یہ کہ امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (اس کے ایک اور راوی) عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن کی خصیف سے بیان کردہ روایات جھوٹی اور من گھڑت ہوتی ہیں۔ تیسری بات یہ کہ خصیف کا سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں اور آخری بات یہ کہ اس روایت میں اجتماعی دعا کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

٢۔ سیدنا یزید بن اسود عامری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کا سلام پھیرا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ (فتاویٰ نذیریہ)۔ اس حدیث کی سند حسن ہے مگر مولانا عبیداللہ رحمانی مرحوم لکھتے ہیں: ''کتب احادیث کے اندر اصل حدیث میں ((وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا)) (دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی) کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔'' علاوہ ازیں اس میں بھی اجتماعی دعا کا ذکر نہیں ہے۔

٣۔ سیدنا عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم دعا کرتے تھے اور (آخر میں) اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے منہ پر پھیرتے تھے۔ [الأدب المفرد للبخاری، باب رفع الأیدی فی الدعاء: ٦٢٤] اس کی سند بخاری کی شرط پر ہے، تاہم اس میں بھی جماعت کے بعد اجتماعی دعا کا ذکر نہیں۔ اس سلسلہ میں پیش کی جانے والی تقریباً تمام روایات نہ صرف سخت ضعیف ہیں بلکہ ان میں اجتماعی دعا کا ذکر تک نہیں ہے اور بعض احادیث کا موقع و محل تو کچھ اور ہے مگر انہیں زبردستی

زیر بحث اجتماعی دعا کے ساتھ نتھی کر دیا گیا ہے۔ تفصیل کے لیے ''صلوٰۃ الرسول ﷺ'' (مؤلفہ حکیم صادق سیالکوٹی) کا وہ نسخہ ملاحظہ فرمائیں جو شیخ عبدالرؤف بن عبدالحنان کی تخریج وتعلیق سے آراستہ ہے۔ (ع،ر)

کیا فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا بدعت ہے؟:

اس سلسلہ میں درج ذیل امور قابل غور ہیں:

۱۔ ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا ایک مستقل عبادت ہے جو غیر مؤقت ہے یعنی کسی بھی وقت کی جا سکتی ہے۔ البتہ جن مواقع پر اس کا اہتمام کرنا سنت سے ثابت ہے ان کو ترجیح دی جائے گی۔

۲۔ جو عبادت ہر وقت جائز ہو اگر آپ اپنی سہولت کے لیے اسے کسی خاص وقت میں روزانہ کرنا چاہتے ہیں تو اصولی طور پر یہ بھی جائز ہے۔ ارشاد نبوی ہے: ''اللہ تعالیٰ کو وہ عمل زیادہ محبوب ہے جس پر ہمیشگی کی جائے، اگرچہ تھوڑا ہو۔'' [مسلم، صلوٰۃ المسافرین، باب فضیلۃ العمل الدائم......الخ: ۷۸۲] لیکن کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تمام جائز اوقات کو چھوڑ کر صرف ایک وقت کو عملاً فرض کا درجہ دے کر دوسرے مسلمانوں کو اس کا پابند بنائے کیونکہ جب شریعت نے اس وقت کو مسلمانوں پر مقرر نہیں کیا تو یہ کیوں کرے۔ مثلاً اگر مختلف افراد روزانہ مختلف اوقات میں قرآن پاک کی مختلف سورتیں پڑھتے ہیں تو یہ جائز عمل ہو گا لیکن اگر کوئی مولوی صاحب یہ دعوت دینی شروع کر دے کہ تمام اہل اسلام روزانہ نماز فجر کے بعد بیس مرتبہ سورۃ القمر پڑھا کریں اس کا یہ ثواب ہے پھر اس کے حلقہ اثر میں آنے والے تمام مسلمان واقعتاً سختی کے ساتھ اس کی پابندی کریں تو ان کا یہ عمل محتاج دلیل بن جائے گا، اگر شرعی دلیل میں اس کی صراحت آ جائے تو سنت ہو گا ورنہ بدعت۔

۳۔ جو عبادت ہر وقت جائز ہو اگر آپ اسے کسی خاص موقع پر کرنا چاہتے ہیں تو احتیاطاً یہ معلوم کر لیں کہ کہیں اس موقع کے لیے شریعت نے کوئی فرض تو مقرر نہیں کیا۔ کیونکہ اگر اس موقع کے لیے شریعت نے کوئی فرض عائد کیا ہے تو پھر فرض ترک کر کے جائز کام میں لگے رہنا قطعاً جائز نہیں ہے۔ مثلاً نماز باجماعت کھڑی ہو اور جس نے یہی نماز جماعت کے ساتھ پہلے نہیں پڑھی اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ جماعت میں شامل ہونے کی بجائے سنتیں یا

نوافل پڑھتا رہے، کوئی ورد، وظیفہ، دعا یا تلاوت کرتا رہے، کیونکہ ان جائز نیکیوں کو مؤخر کرنے کی گنجائش موجود ہے لیکن موقع کے فرض کو بلاوجہ مؤخر کرنے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۴۔ اگر اس خاص موقع کے لیے شریعت نے کوئی سنت مقرر کر رکھی ہے تو بھی جائز کام کو چھوڑ کر سنت کو ترجیح دی جائے گی، اگرچہ سنت فرض نہیں، اسے کیا جائے تو بہت زیادہ ثواب ہے اور اگر کسی وجہ سے کبھی چھوٹ جائے تو کوئی گناہ نہیں مگر ایک موقع کی سنت کو جب ہمیشہ ترک کیا جائے گا تو گناہ لازم آئے گا کیونکہ سنت چھوڑنے کے لیے نہیں بلکہ اپنانے کے لیے ہوتی ہے، اسے اپنانا ہی حب رسول ﷺ کا تقاضا ہے، جب کہ اسے چھوڑے رکھنا اس سے بے رغبتی کی دلیل ہے اور ارشاد پاک ہے: ''جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی وہ مجھ سے نہیں۔'' [بخاری، النکاح، باب الترغیب في النکاح : ۵۰۶۳] اس کی مثال فرض نماز کے بعد لا الہ الا اللہ کا اجتماعی ورد ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ لا الہ الا اللہ افضل الذکر (سب سے افضل ذکر) ہے لیکن اسے کسی بھی وقت کرنا جائز ہے اور چونکہ فرض نماز کے بعد والا وقت بھی اوقات میں سے ایک وقت ہے لہٰذا اگر کوئی شخص کسی فرض نماز کے بعد اپنے طور پر لا الہ الا اللہ کہہ دیتا ہے تو بالکل جائز ہے لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ فرض نماز کے فوراً بعد نبی اکرم ﷺ کا معمول اور سنت کچھ اور ہے تو پھر ہر فرض نماز کے بعد ہمیشہ لا الہ الا اللہ کا ورد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس موقع کی سنت کو ختم کر دیا جائے۔ لا الہ الا اللہ کا ورد مؤخر ہو سکتا ہے لیکن نماز کے بعد والے مسنون اذکار اور دعاؤں کو ہمیشہ مؤخر کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے، ویسے بھی کورس کی شکل میں بلند آواز سے لا الہ الا اللہ کے اجتماعی ورد کی پورے عہد نبوت میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

۵۔ اگر کسی موقع کی سنت کے ساتھ ایک اور سنت آ ملے تو دونوں سنتوں کو بجا لانا درست ہو گا، مثلاً کسی فرض نماز کی جماعت ہوئی، امام صاحب اور مقتدی حضرات مسنون اذکار اور دعاؤں میں مصروف ہو گئے، اچانک کسی نے کہا بیماروں کے لیے دعا کریں یا فلاں شخص بیمار ہے اس کے لیے دعا کر دیں وغیرہ تو کسی کے مطالبے پر دعا بھی سنت ہے، لہٰذا دعا کرنا جائز ہو گا۔

۶۔ یاد رکھیے! ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا نہ تو فرض نماز کا حصہ ہے اور نہ بعد والے مسنون اذکار کا

حصہ ہے، اس لیے اس کا دائمی اہتمام کرنا درست نہیں ہے کیونکہ:

۷۔ فرض نماز ایک الگ عبادت ہے اور ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا ایک الگ عبادت ہے اور جب کسی شرعی دلیل کے بغیر: (الف) دو الگ الگ عبادتوں کو ایک مخصوص ترتیب کے ساتھ ہمیشہ ایک ساتھ ادا کیا جائے کہ (ب) دونوں ایک دوسرے کا حصہ معلوم ہوں حتیٰ کہ ایک کے بغیر دوسری کو نامکمل سمجھا جانے لگے نیز (ج) ایک شرعی مسئلے کی طرح لوگوں کو اس کی دعوت، ترغیب اور تعلیم دی جائے (د) اور جو شخص ان عبادات کو آپ ﷺ کے طریقے کے مطابق ادا نہ کرے اسے منکر اور گستاخ کے القابات سے نوازا جائے تو آپ راہ سنت سے بھٹک جائیں گے کیونکہ جب مختلف عبادات کو اپنی مرضی سے یکجا کر کے ایک نیا طریقہ رائج کیا جائے گا تو وہ سنت نہیں رہتا، بدعت بن جاتا ہے۔

۸۔ بات اصول کی ہے جو کام نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں ضروری بھی ہو اور اسے کرنے کے لیے کوئی رکاوٹ بھی موجود نہ ہو پھر بھی پورے عہد نبوت میں اسے کوئی نہ کرے مگر ہم نہ صرف خود اسے ہمیشہ کریں بلکہ دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیں تو وہ بلا شبہ بدعت ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا عہد نبوت میں فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کا اہتمام کرنے میں کوئی رکاوٹ تھی، یقیناً نہیں تھی پھر بھی اگر کسی فرض نماز کے بعد اس کا کبھی اہتمام نہیں کیا گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ اس کا اہتمام نہ کرنا سنت ہے کیونکہ ناممکن ہے کہ ایک چیز دین بھی ہو اور عہد نبوت میں کر سکنے کے باوجود اسے کوئی نہ کرے، یا اسے کیا گیا ہو مگر مقبول احادیث کے وسیع ذخیرے میں وہ کسی کو کہیں نظر نہ آئے۔

۹۔ انسان فطرتاً سہولت پسند ہے، اسے مسنون دعائیں یاد کرنا گراں گزرتا ہے اور چونکہ اس کی مصروفیات بھی بہت زیادہ ہیں، لہٰذا وہ فرض نمازوں کے بعد یکسوئی کے ساتھ پانچ چھ منٹ نہیں نکال سکتا، لہٰذا اس سنت سے پہلو بچانے کے لیے اس کا متبادل ایجاد کر لیا گیا یعنی مولوی صاحب نے سلام پھیرتے ہی ہاتھ اٹھائے، چند مسنون و غیر مسنون الفاظ پر مشتمل چھوٹے چھوٹے جملے بولے اور منہ پر ہاتھ پھیر کر تمام نمازیوں کو فارغ کر دیا جس کے بعد وہ سب (مسنون اذکار پڑھے بغیر) اٹھ کھڑے ہوں۔

درحقیقت یہ دعا نہیں رسم ہے جو انتہائی نیک نیتی سے ہر فرض نماز کے بعد ادا کی جاتی ہے اور اس طرح غیر شعوری طور پر ایک سنت کو مٹانے کا گناہ کیا جا رہا ہے۔ افسوس کہ لوگوں کو بدعتوں پر عمل کرنے کے لیے تو بڑا وقت مل جاتا ہے مگر سنت کو اپنانے کے لیے وقت نہیں ملتا، جو شخص بدعت کی تردید کرے اسے سرے سے دعا ہی کا منکر بنا دیا جاتا ہے جب کہ سنت کا تارک اہل السنۃ والجماعۃ !!

۱۰۔ فرض نمازوں کے بعد مسنون اذکار اور دعاؤں کو چھوڑ کر ان کے متبادل کے طور پر لا الہ الا اللہ کے اجتماعی ورد اور ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا مانگنے کو اس لیے رواج دیا گیا ہے کہ یہ ہمارے مسلک کی علامت اور پہچان بن جائیں۔ کیا کسی مسلک کے تحفظ کے لیے شرعی مسائل و احکام کے ساتھ اس طرح کھیلنا جائز ہے؟ اسلام کا حکم کیا ہے؟ فرقہ واریت کو مٹایا جائے یا اسے فروغ دیا جائے؟

خلاصہ یہ ہے کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا فی نفسہ جائز ہے لیکن اس جائز کا ٹکراؤ ایک سنت سے ہو رہا ہے، لہٰذا اسے معمول نہیں بنانا چاہیے کیونکہ سنت رسول مقبول ﷺ ہی اس بات کا زیادہ حق رکھتی ہے کہ وہ ہر کلمہ گو مسلمان کا معمول بنایا جائے اور یہ مسلمان کا مسلک اور پہچان بنے، لہٰذا ہمیں عموماً انھی اذکار اور دعاؤں پر اکتفا کرنا چاہیے جن پر ہمارے پیارے نبی ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمیشہ اکتفا کرتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے۔ آمین! (ع۔ر)

یاد رہے کہ امام کے سلام پھیرنے سے جماعت ختم ہو جاتی ہے مگر نمازیوں کا اجتماع ختم نہیں ہوتا بلکہ ہر نمازی اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ کر عموماً ایک ہی قسم کے مسنون الفاظ پڑھا رہا ہوتا ہے۔ یہی نماز با جماعت کے بعد اجتماعی دعا کا مسنون تصور ہے اور اسی پر سلف صالحین کا عمل رہا ہے لیکن یہ بات کہ امام اور مقتدی حضرات لازماً ہاتھ اٹھائیں اور مخصوص مروجہ انداز میں مختصر سی رسم دعا ادا کر کے نمازیوں کو فارغ کر دیں تو یہ کسی طرح درست نہیں ہے۔ (محمد عبدالجبار)

پانچواں باب

شیعیت اور مرزائیت
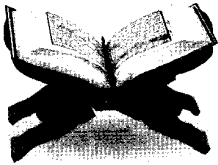
فصل اول: عقائد شیعہ

فصل دوم: مرزائیت

قرآن کریم کے بارے میں شیعہ اثنا عشریہ کا عقیدہ جو ان کی پہلی بنیادی کتاب ''الکافی'' (مصنفہ کلینی) سے لے کر آج کے دور کے شیعوں کے حاضر امام خمینی کی تصانیف تک ہر مقام پر یہ لکھا ہوا ملتا ہے اور نیز ان کی تفاسیر وغیرہ میں بھی علی الاعلان بیان کیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے فوراً بعد آپ ﷺ کے ساتھیوں نے اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حقوق غصب کرنے کے لیے اپنی مرضی کے مطابق قرآن میں بے شمار تحریفیں اور تبدیلیاں کیں اور یہ قرآن وہ اصلی قرآن نہیں جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا تھا، (معاذ اللہ!) وہ قرآن صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا اور اس وقت امام الزماں (امام العصر امام غائب مہدی) کے پاس ہے جو ۲۶۰ ہجری سے غائب لیکن زندہ ہیں، جب وہ ظاہر ہوں گے تو اصلی قرآن نکال کر باہر لائیں گے۔

فصل اول

عقائد شیعہ

نظریۂ امامت، صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے بغض و عداوت اور تحریف قرآن، یہ تین عقیدے ایسے ہیں جنھوں نے شیعہ صاحبان کو اہل سنت و الجماعت سے بالکل کاٹ کر علیحدہ کر دیا ہے اور اب ان کی اسلام سے اور مسلمانوں سے کوئی قدر مشترک نظر نہیں آتی۔ اس کے علاوہ یہ غیر اللہ کو پکارتے ہیں جس کا ذکر توحید فی العبادت اور شرک فی العبادت میں بڑی تفصیل کے ساتھ کیا جا چکا ہے اور یہ لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا اور حاجت روا مانتے ہیں اور حنفی بریلوی اس معاملہ میں ان کے ہم عقیدہ ہیں، حالانکہ ابو طالب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا تھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے باپ تھے وہ کافر فوت ہوئے اور دوزخی ہیں، یہ قرآن میں ہے۔ (القصص: ۵۶۔ التوبہ: ۱۱۳/۹) سب جمہور مفسرین کے مطابق یہ دونوں آیات ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئیں۔ (دیکھیے ترجمہ احمد رضا خان صاحب و تفسیر مراد آبادی) یہ مسئلہ بخاری و مسلم میں ہے اور حنفی فقہ کی کتابوں میں بھی ہے۔ مثلاً دیکھیے صفحہ ۴۳۴، ۴۳۵ سے نمبر شمار ۳۱، ۳۲۔ ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ مشکل کشا و حاجت روا نہیں۔ کربلا کا واقعہ ہمارے سامنے ہے جس میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سارا گھرانا اور آپ رضی اللہ عنہ کے جملہ ساتھی کربلا کے میدان میں شہید ہوئے۔ یہ واقعہ بھی ثابت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ مشکل کشا یا حاجت روا نہیں بلکہ ان لوگوں نے یہ نام اپنی طرف سے رکھ لیے ہیں حالانکہ حاجت روائی، مشکل کشائی صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

شیعہ عقائد کا اصلی روپ:

سب سے اہم انکشاف یہ ہے کہ شیعیت بذات خود ایک الگ مذہب ہے جو کلمہ، بنیادی

عقائد، ارکان، عبادات، فقہی مسلک وغیرہ کے ہر ایک معاملہ میں جزئیات تک قرآن و سنت کے خلاف، متوازی اور ایک الگ تعلیم دیتا ہے اور اسلام اور شیعیت آپس میں کہیں بھی نہیں ملتے۔ لہٰذا یہ نہایت عظیم اور خطرناک غلطی ہے اور ہوگی، بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ دوسرے مسلمانوں کو دھوکا دینا ہوگا کہ یوں کہا جائے کہ شیعہ مذہب کے متبعین اسلام ہی کا ایک فرقہ ہیں۔ اسلام کی ساری تعلیم کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور ختم نبوت اور آپ ﷺ پر نازل شدہ کتاب قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی سنت اور احادیث ہیں، شیعہ ان تینوں معاملات میں قطعی علیحدہ مسلک اور عقیدہ رکھتے ہیں، تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ قرآن کے بارے تحریف کا عقیدہ:

قرآن کریم کے بارے میں شیعہ اثنا عشریہ کا عقیدہ جو ان کی پہلی بنیادی کتاب ''الکافی'' (مصنفہ کلینی) سے لے کر آج کے دور کے شیعوں کے حاضر امام خمینی کی تصانیف تک ہر مقام پر یہ لکھا ہوا ملتا ہے اور نیز ان کی تفاسیر وغیرہ میں بھی علی الاعلان بیان کیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے فوراً بعد آپ ﷺ کے ساتھیوں نے اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حقوق غصب کرنے کے لیے اپنی مرضی کے مطابق قرآن میں بے شمار تحریفیں اور تبدیلیاں کیں اور یہ قرآن وہ اصلی قرآن نہیں جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا تھا، (معاذ اللہ!) وہ قرآن صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا اور اس وقت امام الزماں (امام العصر امام غائب مہدی) کے پاس ہے جو ۲۶۰ ہجری سے غائب لیکن زندہ ہیں، جب وہ ظاہر ہوں گے تو اصلی قرآن نکال کر باہر لائیں گے۔ موجودہ قرآن سے آل محمد ﷺ کے حقوق کے بارے میں، علی رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ اول بننے (خلیفہ بلا فصل) کے بارے میں نیز علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد میں امامت کے بارے میں، ائمہ کے ناموں سمیت جو کچھ نازل ہوا تھا وہ سب کچھ نکالا گیا ہے اور بے شمار آیات تحریف اور تبدیل کر کے اس قرآن میں لکھی گئی ہیں اور داخل کی گئی ہیں۔

۲۔ حدیث اور سنت کو رد کرنا:

رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور سنن قرآن پاک کی تفسیر اور تشریح ہیں، حدیث سے مراد رسول اللہ ﷺ کے اقوال اور ارشادات ہیں اور سنت سے مراد آپ ﷺ کے اعمال، اور جو اعمال

آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صادر ہوئے ان کی عملی صورت کو سنت کہا جاتا ہے۔ ان دونوں حدیث اور سنت کے ابتدائی پہنچانے والے راوی بھی قرآن کریم پہنچانے والوں کی طرح رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہو سکتے تھے اور وہی ہیں۔ حدیث وسنت کی روشنی میں نہ صرف قرآن کریم کی صحیح منشا، معنی اور مفہوم متعین ہوتا ہے بلکہ مذہب اسلام کے ہزاروں ایسے جزئیاتی مسائل ہیں جن کی تفصیل پیغمبر کریم ﷺ کی حدیث وسنت ہی سے ملتی ہے۔ اس بارے میں بھی شیعوں کی راہ اسلام سے بالکل الگ اور جدا ہے۔ شیعہ تقیہ کر کے سنت وحدیث کا نام تو لیتے ہیں، لیکن درحقیقت حدیث وسنت سے ان کی اصل مراد رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور اعمال نہیں ہیں، جن کے پہلے راوی رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہو سکتے ہیں اور وہی ہیں۔ بلکہ شیعوں کے نزدیک چونکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سوائے تین یا چار کے باقی سب ناقابل اعتبار، غاصب، منافق، لالچی، خودغرض، مرتد اور کافر تھے (نعوذ باللہ!) جنھوں نے قرآن ہی کو تبدیل کر دیا تو پھر احادیث پر کیا اعتبار۔ پھر شیعوں کے پاس احادیث کی اپنی مرتب کی ہوئی دوسری الگ کتابیں ہیں جن کی آخری سند رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی نہیں بلکہ شیعوں کے ائمہ ہیں اور سنت وحدیث سے ان کی مراد وہی روایتیں ہیں جو ائمہ کے ناموں سے منسوب ان کی کتابوں میں مرقوم ہیں۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی مشہور کتابوں سے، جن کو کتب ستہ کہا جاتا ہے، شیعوں کی روایتوں کی معتبر کتابوں کو جن کو وہ ''اصول اربع'' کہتے ہیں تقابل میں لایا جائے تا کہ اصل حقیقت مکمل طور سے واضح ہو سکے۔

اسلام میں احادیث کی مشہور کتابیں:

۱۔ مؤطا امام مالک، از امام مالک بن انس۔ ولادت ۹۵ ہجری، وفات ۱۷۹ ہجری۔

۲۔ صحیح بخاری، از امام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری۔ ولادت ۱۹۴ ہجری، وفات ۲۵۶ ہجری۔

۳۔ صحیح مسلم، از امام حافظ مسلم بن حجاج القشیری۔ ولادت ۲۰۴ ہجری، وفات ۲۶۱ ہجری۔

۴۔ جامع ترمذی، از امام ابوعیسیٰ محمد بن موسیٰ۔ ولادت ۲۰۹ ہجری، وفات ۲۷۹ ہجری۔

۵۔ سنن ابی داؤد، از امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث۔ ولادت ۲۰۲ ہجری، وفات ۲۷۵ ہجری۔

۶۔ سنن نسائی، از امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب۔ ولادت ۲۱۴ ہجری، وفات ۳۰۳ ہجری۔

۷۔ سنن ابن ماجہ، از ابوعبداللہ محمد بن یزید۔ ولادت ۲۰۹ ہجری، وفات ۲۷۳ ہجری۔

شیعہ مذہب میں ائمہ کی طرف منسوب روایات کی مشہور کتابیں (اصول اربع):

۱۔ الجامع الکافی، از ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی رازی۔ وفات ۳۲۸ ہجری۔ حال ہی میں ۱۳۹۱ ہجری میں ایران سے ۸ جلدوں میں چھپی ہے۔

۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ، از محمد بن علی ابن بابویہ قمی۔ وفات ۳۸۱ ہجری۔ حال ہی میں ۱۳۹۰ ہجری میں ایران سے بھی چھپی ہے، چار جلدوں میں ہے۔

۳۔ استبصار، از ابوجعفر محمد بن حسن طوسی۔ وفات ۴۶۰ ہجری۔ حال ہی میں ۱۳۹۰ ہجری میں ایران سے چار جلدوں میں چھپی ہے۔

۴۔ تہذیب الاحکام، از ابوجعفر محمد بن حسن طوسی۔ وفات ۴۶۰ ہجری۔ حال ہی میں ۱۳۹۰ ہجری میں ایران سے بھی دس جلدوں میں چھپی ہے۔

شیعوں کے بارے میں قرآن میں تحریف اور تبدیلی کے عقیدے کی بات تو عوام میں بھی مشہور ہے لیکن انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی احادیث کو بھی رد کیا ہے۔ اس حقیقت سے تو ہمارے اکثر علمائے کرام بھی ناواقف ہیں اور میرے اوپر بھی یہ انکشاف تب ہوا جب میں نے ان کی اصل بنیادی کتابیں دیکھی ہیں، جن کا میں نے یہ مختصر تعارف کرایا ہے۔

۳۔ ختم نبوت کے انکار کی قطعی صورت:

پہلے بیان کردہ حقائق کو سامنے رکھ کر شیعیت پر غور کیا جائے تو اس میں ختم نبوت کا معاملہ اس طرح ہے:

۱۔ قرآن مجید شیعوں کے نزدیک تحریف اور تبدیل شدہ ہے۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو وہ رد کرتے ہیں اور ان کے پاس بالکل الگ، ائمہ کے ناموں سے ہزارہا متوازی روایات ہیں جو قرآن کریم کی واضح تعلیم اور رسول اللہ ﷺ کی متواتر احادیث کی ضد اور مقابل ہیں اور شیعہ مذہب کی پوری عمارت ان روایات کی عملی شکل ہے۔

۳۔ ان کے عقیدہ کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ، جن کی تعداد کم وبیش سوا لاکھ ہے، ان میں سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر چار افراد کے سوا باقی تمام رسول اللہ ﷺ کی

وفات کے بعد فوراً مرتد اور کافر بن گئے۔ (نعوذ باللہ من شر ذلك) شیعوں نے رسول اللہ ﷺ کی تیئس سالہ دور نبوت والی زندگی کے تمام سرمایہ کو بیکار بنا دیا ہے، جس کے معنی یوں سمجھنے چاہییں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے آخری نبی بن کر آنے ہی کو بے فائدہ اور بے فیض کہا ہے۔ (العیاذ باللہ!) پھر جہاں رسول اللہ ﷺ کے آخری نبی بن کر معبوث ہونے کا تصور ہی بے فائدہ بن جائے تو اس مذہب میں ختم نبوت کا حقیقی تصور بھی کہاں آئے گا، عقیدہ تو بڑی دور کی بات ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیعہ مذہب میں امامت کے نام سے نبوت سے بھی افضل اور اعلیٰ منصب ایجاد کیا گیا ہے، جس کی موجودگی میں رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کا عقیدہ اس طرح ہو جاتا ہے کہ اس کا خالی تصور بھی تلاش کرنے سے نہیں ملتا۔

۴۔ شیعوں کے ان عقائد میں سے ہر ایک کا صریحاً کفر ہونا:

ہر شخص کو معلوم ہے کہ پوری دنیا کے علمائے کرام کا یہ متفقہ فتویٰ ہے کہ قادیانی مسلمان نہیں ہیں، کیونکہ یہ اسلام کے ایک اہم بنیادی عقیدہ ختم نبوت کے منکر ہیں اور یہ رسول اللہ ﷺ کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں اور اس کے اوپر وحی آنے کے قائل ہیں تو پھر یہ ظاہر ہے کہ جہاں قرآن کی تحریف کا عقیدہ ہو، امامت کے نام پر نبوت ہو، رسول اکرم ﷺ کی احادیث کو رد کیا گیا ہو، تو پھر ان لوگوں کو اسلام کا یا مسلمانوں کا ایک فرقہ کہنا یا ان لوگوں کا خود کو مسلمانوں کا ایک فرقہ کہلانا، کس طرح سے درست ہوسکتا ہے؟ یہ ایک ایسا سادہ اور آسان سوال ہے کہ کسی عام مسلمان کو بھی اس کا جواب دینے میں دیر نہیں لگے گی، بشرطیکہ اس کو مذکورہ حقائق کا صحیح علم ہو یا اس کو صحیح حقائق سے آگاہ کیا گیا ہو۔ چنانچہ شیعوں کے بارے میں بھی یہ حقیقت ثابت ہے کہ ابتدائی دور سے لے کر ہماری اسلامی دنیا کے جید علماء نے ان کے خارج از اسلام ہونے کے بارے میں فتوے دیے ہیں، یہ تین باتیں جو ''شیعہ عقائد کا اصلی روپ'' میں بیان ہوچکیں، ان کے علاوہ علمائے اہل سنت کا اس بات پر بھی متفق علیہ کفر کا فتویٰ موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر اور مرتد کہنے والا کافر ہے، کیونکہ قرآن مجید میں بے شمار مواقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف کی گئی ہے اور ان کے لیے رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیثوں میں واضح الفاظ ہیں۔ ان کے ناموں

سے بھی بہت بشارتیں موجود ہیں۔ پھر ان پاکیزہ ہستیوں کے لیے بد کلامی کرنے سے قرآن کی بے شمار آیات اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا انکار لازم ہو جائے گا اور یہ بات صریحاً کفر ہے۔

۵۔ ہمارے علمائے کرام کی حیرت انگیز لاعلمی:

یہ سب کچھ معلوم کرنے اور شیعہ مذہب کے اصلی روپ سے واقف ہونے کے بعد فطری طور پر مجھے یہ جستجو رہی کہ اس عظیم فتنہ کے بارے میں ہمارے علماء نے کیا کیا ہے اور کیا کر رہے ہیں؟ کیا لکھا اور کیا لکھ رہے ہیں؟ لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ سوائے ان چند انگلیوں پر گنے جانے والے علماء کے، جو شیعہ مذہب کے اصلی روپ اور حقائق سے اچھی طرح واقف ہیں اور ان کے بارے میں وہ یقیناً مواعظ اور تقاریر کے ذریعہ اپنی تمام قوتیں صرف کر رہے ہیں، باقی تمام علماء اس بارے میں قطعی لاعلم اور خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں۔ بیشتر علماء کو شیعہ مذہب کی اصلی حقیقت، ان کے عقائد، علمی ماخذ، فقہ، شیعہ مذہب کی تاریخ وغیرہ کے بارے میں مشکل سے اتنی معلومات ہیں جتنی ایک عام درمیانہ درجہ کے مسلمان کو ہوتی ہیں۔ مدارس اسلامیہ میں بھی منطق اور فلسفہ کی تعلیم کا تو اعلیٰ سے اعلیٰ انتظام کیا ہوا ہے، قادیانیت کے فتنہ کا سد باب کرنے کے لیے (وہ بھی کسی حد تک) اور ختم نبوت کے عقیدہ کی تعلیم کا تو انتظام ہے لیکن شیعیت کے اتنے بڑے فتنہ کو سمجھنا، مسلم دنیا کے لیے خمینی صاحب کے تباہ کن توسیعی عزائم سے واقفیت رکھنا، خود پاکستان میں اندرونی اور بیرونی دباؤ سے شیعیت کا کس طرح جال بچھایا جا رہا ہے، اس میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن انتظامیہ کیسا کردار ادا کر رہے ہیں (اس کے لیے ضروری نہیں ہے کہ خود کو ٹی وی دیکھنے کا پابند بنایا جائے)، اخبار و رسائل میں کیا چھپتا ہے، شیعوں کی کون کون سی کتابیں، رسائل، بلیٹن یا اشتہارات شائع یا نشر ہو کر مسلمانوں کے گھروں میں مفت، بغیر ایڈریس کے پہنچ رہے ہیں۔ دوسری طرف سنی علماء کی لائبریریوں میں شیعوں کی بنیادی ضخیم کتابیں تو دور کی بات ہے خود سنیوں کے جید علماء کی پرانی و مشہور کتابیں، مثلاً تحفہ اثنا عشریہ فارسی اور اس کا اردو ترجمہ از شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ، آیات بینات از نواب سید محمد مہدی علی، نصیحۃ الشیعہ از حضرت مولانا احتشام الدین مراد آبادی، تحفۃ الوہاب از حضرت مولانا عبدالوہاب گلال (سندھی میں) شیعہ حضرات سے ایک سو سوالات (اردو اور سندھی) وغیرہ بھی موجود نہیں، جہاں ہیں تو وہاں

بھی صرف کتب خانوں کی زینت بنا کر رکھی گئی ہیں۔ کسے ضرورت پڑی ہے جو ان کو کھول کر مطالعہ کرے کہ ان میں شیعیت کے بارے میں کیا لکھا ہوا ہے۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون) نتیجہ ظاہر ہے کہ ہمارے اکثر علمائے کرام بلکہ یوں کہا جائے کہ چند علماء کے سوا، جو ہمہ وقت اس عظیم فتنہ کی بیخ کنی میں مصروف ہیں، شیعیت کے بارے میں باقی سب علماء ایک عام درمیانے درجے کے مسلمان جتنا علم رکھتے ہیں اور ان چند علماء سے کیا ہو سکے گا جب کہ ان کو باقی تمام علماء کی اخلاقی مدد بھی میسر نہیں۔ حال تو یہ ہے کہ کچھ علماء دنیوی طمع میں آ کر شیعوں کی مجالس میں جا کر اور ریڈیو، ٹیلی ویژن پر شیعوں کے پروگراموں میں شریک ہو کر شیعیت کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کر کے اسلام کے لیے ضرر رساں بن رہے ہیں۔ یہاں میں یہ بات بھی واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جہاں تک میرے تحقیقی مطالعے کا تعلق ہے تو شروع سے لے کر آج تک اسلام کے نام پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازش کے تحت صرف دو مذاہب ایک شیعیت اور دوسرا قادیانیت وجود میں آئے ہیں جن کی ہر بات اسلام (قرآن وسنت اور ختم نبوت) کی ہر بات سے تحریری طور پر ٹکرانے والی ہے اور یہ دونوں مذاہب اسلام کے خلاف مکمل طور پر کتابی صورت میں قلم بند کیے ہوئے ہیں اور ان دونوں مذاہب میں بھی شیعیت کو اولیت حاصل ہے، جس کے مندرجہ ذیل دو سبب ہیں:

۱۔ اسلام میں شیعیت کا فتنہ دوسرے تمام فتنوں سے پرانا اور پہلا ہے۔ پہلی صدی ہجری کی پیداوار ہے، اس مذہب کے ماننے والوں کی حکومتیں بھی رہی ہیں، لہٰذا اس مذہب کے ماننے والوں کو اسلام کے خلاف ہر بات ایجاد کرنے اور تصنیف کرنے میں حد سے زیادہ آسانیاں اور مراعات میسر رہی ہیں اور ہیں۔

۲۔ اسلام کے نام پر دنیا میں شیعہ مذہب پہلا مذہب ہے جس کے تصنیف کرنے والوں نے دنیا کے سامنے قرآن کو محرف کہنے اور ثابت کرنے کے لیے خود قرآن مجید میں تحریفیں کی ہیں اور ان کی اول درجے والی پہلی معتبر ترین کتاب ''الکافی کلینی'' (جس کے مصنف نے ۳۲۸ ہجری میں وفات پائی) اس میں امامت کا عقیدہ قرآن پاک کی تحریف سے ثابت کیا گیا ہے۔ (العیاذ باللہ!)

ان شیعوں نے تحریف قرآن کے خود تراشیدہ عقیدہ کو ثابت کرنے کے لیے خود قرآن کریم

میں تحریف کی اور ایسی بے شمار آیات انھوں نے خود بنا ڈالیں اور ان کے لیے دعوے کیے کہ قرآن میں جو فلاں فلاں آیت ہے وہ جب نازل ہوئی تو اس میں فلاں فلاں الفاظ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور پانچ تن پاک کے نام تھے اور امامت کا ذکر تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت، امامت، خلافت اور حکومت پر غاصبانہ قبضہ کیا (نعوذ باللہ!) انھوں نے قرآن مجید میں سے ایسے الفاظ اور آیتیں خارج کروا دیں، اس لیے موجودہ قرآن میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی امامت اور خلافت اور آپ کی نسل میں امامت اور خلافت کا ذکر نہیں ملتا۔ شیعہ مذہب کے مصنفین کی تحریف قرآن کا عقیدہ ایجاد کرنے کی ضرورت کا اصلی پس منظر یہی ہے۔

۳۔ شیعہ اثنا عشریہ کے مقبول ترجمہ مع حاشیہ میں تحریف وتغیر کی تقابلی صورت میں چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

اس وقت میرے سامنے ''مقبول تفسیر وترجمہ مع حاشیہ'' کے دو نسخے موجود ہیں۔ ایک نسخہ تیسرا ایڈیشن ۹۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسرا نسخہ پانچواں ایڈیشن، مطبوعہ لاہور ہے اور اس کے ۱۳۰۶ صفحات ہیں۔ یہ ترجمہ شیعہ اثنا عشریہ کے مطابق قرآن پاک کا بامحاورہ ترجمہ ہے۔ اس کے حاشیہ میں زیادہ تر ائمہ کی روایات کی صورت میں تفصیل سے اردو میں تشریحی نوٹ لکھے گئے ہیں۔ سرورق پر کتاب کے مترجم ومفسر کا نام مولانا مولوی حکیم سید مقبول احمد شاہ صاحب دھلوی لکھا ہوا ہے۔ شیعہ مجتہد ومفسر نے اس تفسیر کے حواشی لکھنے میں جن اثنا عشریہ شیعوں کی معتبر ومستند ترین بنیادی کتابوں سے حوالہ جات لیے ہیں، وہ یہ ہیں: الکافی، الصافی، شرح نہج البلاغہ، امالی، مجمع البیان، علل الشرائع، الجوامع، تفسیر عیاشی، تفسیر قمی، کتاب التوحید، المعانی، اخبار الرضا، اکمال، الاحتجاج، تفسیر امام حسن عسکری (امام کی طرف منسوب کی ہوئی)، فصل الخطاب، روضۃ الواعظین، منہج الصادقین وغیرہ وغیرہ۔

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ قرآن کریم کی تشریح وتفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی ہے اور احادیث کی کتابیں اس کی شاہد ہیں لیکن مندرجہ بالا اٹھارہ کتب میں آپ کو حدیث کی معتبر ترین ان چھ کتب صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں سے کسی کتاب کا نام ملتا ہے؟ تو پھر یہ حالت اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ شیعوں

کے دین کی بنیادیں نبی ﷺ کی احادیث نہیں ہیں بلکہ وہ جعلی روایات ہیں جن کو شیعہ مذہب کے مصنفین نے خود تراش کر ائمہ کے نام منسوب کیا، جن میں خود قرآن مجید کی تحریف کا ذکر ہے اور اماموں کے لیے کتمان اور تقیہ کا اصول بنایا گیا ہے اور اماموں کو نبی اکرم ﷺ جیسا کہا گیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ میں نے اس مقبول تفسیر و ترجمہ کو شیعوں کے ہاں قرآن کی تحریف کا عقیدہ ثابت کرنے میں مندرجہ ذیل خاص وجوہ کی بنا پر اولین درجہ دیا ہے:

۱۔ یہ قرآن مجید کا مقبول ترجمہ و تفسیر برصغیر پاک و ہند میں، اردو زبان میں ایک شیعہ اثنا عشریہ مجتہد اور مفسر کا ۱۳۳۱ ہجری بمطابق ۱۹۱۳ء میں تحریر کردہ ہے اور ۱۹۵۵ء تک پانچ مرتبہ طبع ہوا ہے، اس کے بعد کتنی مرتبہ چھپا اس کی کوئی خبر نہیں ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ تفسیر شیعہ اثنا عشریہ کی برصغیر کے تمام شیعہ علماء کے نزدیک، چاہے وہ اردو دان ہوں یا سندھی، سب کے نزدیک شیعہ مذہب کی صحیح ترجمانی کرنے والی تفسیر ہے۔

۲۔ اس تفسیر کے سرورق پر تحریر شدہ عبارت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ یہ تفسیر شیعوں کے عقیدہ کے مطابق اہل بیت کے مذہب کے مطابق لکھی گئی ہے۔

۳۔ اس تفسیر کی ۱۲ شیعہ مجتہد العصر علماء نے کم وبیش ان الفاظ میں تصدیق کی ہے کہ اس تفسیر کا ماخذ وہ روایتیں ہیں جو حضرات اہل بیت سے منقول ہیں۔

۴۔ اس تفسیر کے تمام حواشی شیعہ اثنا عشریہ کی مذہبی، بنیادی اور مستند ترین اٹھارہ سے زیادہ کتابوں میں سے ائمہ کی طرف منسوب کردہ روایات سے مرتب کیے گئے ہیں اور یہ تمام مواد مترجم نے خود اردو زبان میں ترجمہ کر کے تحریر کیا ہے، جس میں غیر شیعہ کی طرف سے تغیر یا غلط معنی کرنے کے شک کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور یہ بڑی اہم بات ہے۔

۵۔ اس ایک ہی تفسیر پڑھنے سے ایک قاری کو شیعہ مذہب کی اٹھارہ معتبر ترین کتب سے وہ مواد مل جاتا ہے جو شیعہ مذہب کے مصنفین نے تحریف قرآن کے بارے میں ائمہ کی طرف منسوب کردہ روایات سے لکھ دیا ہے اور اس ایک ہی کتاب کے مطالعہ سے یوں معلوم ہوتا ہے گویا کہ شیعہ مذہب کی اٹھارہ کتابیں مطالعہ کر لیں، جن کے اوپر شیعہ مذہب کی عمارت تعمیر شدہ ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ تفسیر شیعوں کے جملہ عقائد اور تقریباً تمام اہم مسائل کی ائمہ کی روایات کے حوالہ سے ترجمانی کر رہی ہے اور یہ بات بھی اس کی اہمیت پر دلالت

کرتی ہے۔

۶۔ اس تفسیر کے پڑھنے سے یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ شیعہ مذہب کے مصنفین نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے پورے ذخیرہ کو رد کر کے ،ان کے مقابلے میں ائمہ کے ناموں سے روایات بنا کر قرآن میں جہاں بھی ان کو ضرورت پیش آئی وہاں لفظی تحریف کر کے اور باقی پورے قرآن میں معنوی تحریف کر کے شیعہ مذہب کی عمارت تعمیر کی ہے ،لہٰذا اسلام الگ چیز ہے اور شیعیت الگ چیز ہے، ان کا آپس میں دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

اب حقیقت یہ ہے کہ یہ اٹھارہ کتابیں اور ان جیسی دیگر کتابیں، جن میں قرآن میں تحریف کے مضامین اور روایات شد و مد کے ساتھ موجود ہیں، یہ تمام پڑھ کر شیعوں کے علماء و مجتہدین بن رہے ہیں اور ان کا تحریف قرآن کا عقیدہ ہوتا ہے تو وہ پھر کیسے تحریف قرآن کے عقیدہ کا انکار کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان کا ریڈیو یا ٹیلی ویژن پر مسلمانوں کے سامنے یا جاہل ناواقف شیعوں کے سامنے شیعیت میں قرآن کی تحریف کے عقیدے کا انکار سراسر کتمان یا تقیہ یعنی دوسروں کو دھوکا دے کر شیعیت کی طرف راغب کرنے اور شیعہ بنانے کی ایک چال ہے، جس کا ان کے اصلی مذہب سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اب شیعوں کے ہاں قرآن مجید میں تحریف کو آیات کے مقابلہ کی صورت میں بغیر ترجمہ کے حوالہ جات سے پیش کرتا ہوں، تاکہ صرف لفظی تحریف آسانی سے دیکھی جا سکے اور سمجھنے میں زیادہ آسانی ہو۔

اہل تشیع کی قرآن میں تحریف:

مندرجہ ذیل مقامات پر شیعوں نے قرآن کی آیات میں تحریف کی ہے۔ ان سب آیات میں پہلے قرآن شریف کی آیات دی گئی ہیں اور اس کے بعد شیعوں کے ہاں تحریف شدہ آیات ترتیب وار دی گئی ہیں:

۱۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾

[ال عمران : ۳۳]

⌘((اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرَاهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرَانَ وَ اٰلَ مُحَمَّدٍ عَلَى الْعَالَمِيْنَ))

[تفسیر مقبول : ۱۰۵]

۲۔ ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ﴾ [آل عمران: ۸۱]

⌘ ((وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ اُمَمِ النَّبِيِّنَ)) [تفسیر مقبول: ۱۱۸]

۳۔ ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ﴾ [آل عمران: ۱۰۴]

⌘ ((وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ اَئِمَّةٌ)) [تفسیر مقبول: ۱۲۴]

۴۔ ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ [آل عمران: ۱۱۰]

⌘ ((اَنْتُم خَيْرُ اَئِمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ)) [تفسیر مقبول: ۱۲۵]

۵۔ ﴿وَاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ﴾ [ال عمران: ۱۲۳]

⌘ ((وَاَنْتُم ضُعَفَآءُ)) [تفسیر مقبول: ۱۲۹]

۶۔ ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً﴾ [النساء: ۲۴]

⌘ ((فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهٖ مِنْهُنَّ اِلٰى اَجَلٍ مُسَمًّى فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً))

[تفسیر مقبول: ۱۶۱]

۷۔ ﴿فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ﴾ [النساء: ۵۹]

⌘ ((فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلَى الْاَمْرِ مِنْكُمْ)) [تفسیر مقبول: ۱۷۳]

۸۔ ﴿جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ﴾ [النساء: ۶۴]

⌘ ((جَاءُوكَ يَا عَلِيُّ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ)) [تفسیر مقبول: ۱۷۴]

۹۔ ﴿مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ﴾ [النساء: ۶۶]

⌘ ((مَا يُوعَظُونَ بِهٖ فِىْ عَلِيٍّ لَكَانَ)) [تفسیر مقبول: ۱۷۵]

۱۰۔ ﴿لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ﴾ [النساء: ۱۶۶]

⌘ ((لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ فِىْ عَلِيٍّ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ))

[تفسیر مقبول: ۲۰۶]

۱۱۔ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ﴾ [النساء: ۱۶۸]

⌘ ((اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا اٰلَ مُحَمَّدٍ حَقَّهُمْ لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ))

[تفسیر مقبول: ۲۰۶، ۲۰۷]

۱۲۔ ﴿قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [النساء : ١٧٠]

⌘ ((قَدْ جَآءَ كُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فِیْ وِلَايَةِ عَلِيٍّ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ وَاِنْ تَكْفُرُوْا بِوِلَايَةِ عَلِيٍّ فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ))

[تفسير مقبول : ٢٠٦، ٢٠٧]

١٣۔ ﴿ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾ [المائدة : ٩٥]

⌘ ((ذُوْعَدْلٍ مِّنْكُمْ)) [تفسير مقبول : ٢٤٤]

١٤۔ ﴿فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ﴾ [الأنعام : ٣٣]

⌘ ((فَاِنَّهُمْ لَا يُكْذِبُوْنَكَ)) [تفسير مقبول : ٢٦٠]

١٥۔ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا﴾ [الأنعام : ١٥٩]

⌘ ((اِنَّ الَّذِيْنَ فَارَقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا)) [تفسير مقبول : ٢٩٦]

گزشتہ صفحات میں شیعہ اثنا عشریہ کے مقبول ترجمہ تفسیر مع حاشیہ میں سے میں نے صرف چند تحریف شدہ آیات کے بیان پر اکتفا کیا ہے۔ آیات کے الفاظ میں تحریف کے علاوہ اس ترجمہ و تفسیر کے مکمل حواشی معنوی تحریف سے بھرے پڑے ہیں۔ پھر بھی یہاں میں مقبول حاشیہ میں سے صرف چند معنوی تحریفات کو نمونہ کے طور پر پیش کرتا ہوں، جن سے آپ کو شیعہ مذہب کے اصل خدوخال کی معلومات حاصل ہو جائیں گی اور آپ آسانی سے جان لیں گے کہ اس مذہب کے مصنفین اور موجد کون تھے؟

١٦۔ ﴿يَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ﴾ [البقرة : ٤٨]

⌘ مقبول حاشیہ میں آیت کی تشریح کا خلاصہ۔ ایک شیعہ نے اعمال صالحہ کچھ بھی نہ کیے ہوں گے تو اس کے عوض ایک لاکھ سنی مسلمانوں کو جہنم میں بھیج کر اس کو جہنم سے بچایا جائے گا۔ (تفسیر مقبول: ١٣)

١٧۔ ﴿وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ﴾ [آل عمران : ١٤٤]

⌘ مقبول حاشیہ میں امام محمد باقر سے مروی ہے کہ بعد جناب رسول اللہ ﷺ کے سوائے تین شخصوں کے اور سب مرتد ہو گئے۔ (امام جعفر صادق نے) ارشاد فرمایا کہ دو عورتوں نے رسول اللہ ﷺ کو موت سے پہلے زہر دے دیا تھا۔ (قول مترجم) مطلب حضرت کا وہی دو

عورتیں ہیں، رب ان پر اور ان کے باپوں پر لعنت کرے۔ (تفسیر مقبول: ۱۳۴)

یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ شیعہ مذہب کے تمام متقدمین و متاخرین علماء و مجتہدین اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد تین یا چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوا باقی سب (نعوذ باللہ) مرتد اور کافر ہو گئے تھے اور یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت ازواج مطہرات میں سے خصوصاً سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا پر تو لعن طعن اور تبرا کرتے ہیں، جیسا کہ آپ نے مولوی مقبول احمد شاہ کے خود نوشتہ الفاظ پڑھے۔

رسول اللہ ﷺ کو دو عورتوں نے زہر دیا، ان سے شیعوں کی مراد ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ (نعوذ باللہ!) رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت ازواج مطہرات پر تہمت اور بہتان باندھنے کے بارے میں اس مذہب کے لیے کیا کہا جائے جو مذہب مکمل جھوٹ و فریب پر مبنی ہو تو اس کے کس کس جھوٹ کی نفی کی جائے، حالانکہ سیرت اور احادیث کی تمام کتابوں میں یہ واقعہ مرقوم ہے کہ خیبر کی فتح کے بعد رسول اللہ ﷺ نے چند دن خیبر میں قیام فرمایا تھا، انھی دنوں ایک یہودیہ عورت زینب بنت حارث زوجہ سلام بن شکم نے بکری کا گوشت بھون کر رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ کے طور پر پیش کیا تھا، آپ ﷺ نے اس گوشت سے ایک لقمہ اٹھایا پھر فوراً ہاتھ روک لیا۔ آپ کے ساتھ سیدنا بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ کھانے میں شریک تھے، انھوں نے کچھ زیادہ کھا لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو بھی روک دیا لیکن چونکہ وہ زیادہ کھا چکے تھے، لہٰذا زہر نے اثر کیا اور وہ فوت ہو گئے۔ (سیرت المصطفیٰ: ۲/۲) اس زہر کا اثر رسول اللہ ﷺ کی آخری عمر تک رہا، جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ آخری وقت میں بھی فرماتے رہے کہ یہ اس زہر کا اثر ہے جو میں نے کھایا تھا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته: ٤٤٢٨]

اور یہی اعتراف بعض شیعہ بھی کرتے ہیں جیسا کہ اس وقت شیعہ مذہب کی امامت اور ائمہ کے بارے میں ایک چارٹ میرے آگے ہے۔ یہ چارٹ شیعہ ویلفیئر آرگنائزیشن نواب شاہ کا طبع کردہ ہے اور شیعہ مجتہد علامہ علی احمد نجفی بلوچ، خطیب جامع مسجد مرتضوی نواب شاہ کا تصدیق شدہ ہے۔ اس چارٹ میں مختلف عنوانات سے ۲۶ کالم ہیں، جن میں رسول اللہ ﷺ، سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا

اور بارہ ائمہ کے تفصیلی حالات ہیں۔ ان کالموں میں سے ۲۲ نمبر کالم کا عنوان ہے ''قاتل کا نام'' اس کالم میں رسول اللہ ﷺ کے قاتل کا نام ایک یہودی عورت دیا گیا ہے، جس سے بخاری شریف کی روایت کی تائید و تصدیق بھی ہوتی ہے۔ یہ بھی اللہ رب العزت کی حکمت ہے کہ کبھی کبھی اسلام اور مسلمانوں کے رہنماؤں کے حقیقی دشمنوں سے بھی حق اور سچ بات کہلوا اور لکھوا کر حق کو ثابت کرتا ہے۔ بے شک اللہ بہت بڑا ہے، بہت بڑا۔

۱۸۔ ﴿لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ﴾ [الأنفال : ۳۷]

⌘ رب تعالیٰ مومن (شیعہ) کے طینت (مٹی) میں کافر (سنی، ناصبی) کی طینت کا کچھ حصہ ملا دیتا ہے اور کافر (سنی، ناصبی) کی طینت میں مومن (شیعہ) کی طینت کا کچھ حصہ ملا دیتا ہے۔

(تفسیر مقبول : ۳۶۰)

۱۹۔ ﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ وَأَخِيهِ﴾ [یونس : ۸۷]

⌘ سوائے علی رضی اللہ عنہ اور اولاد علی رضی اللہ عنہ کے اور کسی کے لیے حلال نہیں ہے کہ میری مسجد میں عورتوں سے مقاربت کرے اور جنبی حالت میں شب باش ہو۔ (العیاذ باللہ!) (تفسیر مقبول ص: ۴۳۴)

یہ روایت رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کی گئی ہے، اس روایت سے خود رسول اللہ ﷺ کے لیے کیا سمجھا جائے گا، ذرا غور کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت بھی اللہ کے گھر کو شیعوں کے امام باڑہ کے برابر کرنے کا مہم کا ایک حصہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے گھر کی خود حفاظت فرمائے اور اس کی عظمت اور فضیلت برقرار رکھے۔

۲۰۔ ﴿وَقَالَ الشَّيْطَانُ﴾ [ابراهيم : ۲۲]

⌘ قرآن مجید میں جہاں ﴿وَقَالَ الشَّيْطَانُ﴾ آیا ہے وہیں ثانی (عمر) مراد ہے۔ (العیاذ باللہ!)

(تفسیر مقبول : ۵۱۲)

۲۱۔ ﴿لَقَدْ عَلِمْتَ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۰۲]

⌘ جن لوگوں نے قرآن ناطق (بولتے قرآن علی رضی اللہ عنہ) چھوڑ دیا ہے ان کا قرآن صامت (بے زبان قرآن) کے الفاظ کو اس طرح زیر و زبر کرنا (تباہ کرنا) کچھ بعید نہیں۔ (تفسیر مقبول ص: ۵۸۳)۔

۲۲۔ ﴿وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا﴾ [طٰہٰ : ۱۱۵]

⌘ سارے اولوالعزم انبیاء نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ، ان کے اوصیاء اور غائب مہدی کو ماننے کا عہد کیا سوائے آدم کے، جس نے نہ اقرار کیا اور نہ انکار کیا (تقیہ کیا اور اللہ کو بھی دھوکا دیا۔ (مصنف کی جانب سے) (معاذ اللہ!) (تفسیر مقبول: ۶۳۷)

۲۳۔ ﴿لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ﴾ [الأحزاب: ٦٠]

⌘ اس آیت کی رو سے ایسے لوگوں پر لعنت واجب ہے جیسے کہ اس آیت میں مذکور ہیں۔ (تفسیر مقبول: ۸۵۰)

ان عبارات کو غور سے دیکھیں کہ کس طرح قرآن مجید میں منافقوں کی مذمت کے بارے میں نازل شدہ آیات کو پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر چسپاں کر دیا گیا ہے۔ اس میں امام غائب مہدی کا بھی خاص کارنامہ ذکر کیا گیا ہے۔

۲۴۔ ﴿وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا﴾ [الأحزاب: ٦٨]

⌘ ((وَلْعَنْهُمْ لَعْنًا كَثِيْرًا)) (تفسیر مقبول: ۸۵۱)

لعنت کرنے سے باز رہنے اور دوسروں کو لعنت کرنے سے روکنے والوں کو قیامت کے دن ﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ﴾ یعنی ان کو منہ کے بل دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ یہاں سے آپ کو شیعہ مذہب میں (معاذ اللہ!) تبرا کرنے اور لعن طعن کرنے کا ثبوت ملا اور اس کی اہمیت کا بھی اندازہ ہوگیا یا نہیں؟ یہاں شیعوں نے قرآن کی معنوی تحریف کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نیز آپ کے اہل بیت ازواج مطہرات پر لعنت اور تبرا کرنے کا جواز بھی قرآن سے پیدا کیا ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں؟ کیا آپ کوئی صرف ایک مثال دکھا سکتے ہیں کہ کسی یہودی یا نصرانی نے قرآن مجید سے ایسا ظلم اور زیادتی کی ہو؟

۲۵۔ ﴿لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ﴾ [یٰسٓ: ۷۵]

⌘ مشرکوں کو جو حالت بت پرستی کے سبب پیش آئے گی وہی ثلاثہ پرستوں کو اپنے ٹھاکروں کے ذریعہ سے سہنی پڑے گی۔ (تفسیر مقبول: ۸۸۸)

۲۶ ﴿فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ﴾ [الرحمان: ٣٩]

⌘ میسرہ کہتے ہیں کہ میں نے امام رضا کو یہ فرماتے سنا کہ تم میں سے دو بھی جہنم میں دکھائی نہ

دیں گے، نہیں واللہ! بلکہ ایک بھی نہیں۔ (تفسیر مقبول: ۱۰۶۳)

۲۷۔ ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ﴾ [الواقعة : ۱۰]

⌘ علی اوران کے شیعہ ''سابقین'' ہیں۔

﴿اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ﴾ [الواقعة : ۲۷]

⌘ اصحاب الیمین شیعہ ہیں۔

۲۹۔ ﴿طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ﴾ [الواقعة : ۲۹]

⌘ ((طَلْعٍ مَّنْضُوْدٍ)) (لفظی تحریف) (تفسیر مقبول: ۱۰۶۷)

اب یہ بات ذہن میں رہے کہ مذکورہ شیعہ اثنا عشریہ کے اس مقبول ترجمہ کے تفسیری حواشی شیعوں کے اٹھارہ (۱۸) سے بھی زیادہ معتبر ترین بنیادی کتابوں سے مرتب کیے ہوئے ہیں، جس کا مطلب یہ ہوا کہ شیعوں کے ان اٹھارہ کتابوں سے بھی زیادہ کتابوں کے مصنفین اور متصدقین تمام کے تمام قرآن مجید کی تحریف اور اس میں رد و بدل کے کفریہ عقیدے کے قائل ہیں اور اس کفریہ کارنامہ میں سو فیصد ملوث ہیں۔ اب اگر وقت کے لحاظ سے دیکھیں تو شیعہ مذہب کی سب سے زیادہ معتبر ترین کتاب اصول کافی کے مصنف ابوجعفر بن یعقوب بن اسحاق کلینی نے ۳۲۸۔ ۳۲۹ ہجری میں وفات پائی ہے۔ اس کتاب میں سب سے زیادہ قرآن کی تحریف اور تغیر کی روایات ہیں، جن کی بنا پر امامت کے عقیدہ کو تصنیفی طور پر تخلیقی جامہ پہنایا گیا ہے اور ان دونوں عقائد یعنی قرآن کی تحریف اور امامت کے عقیدہ کی تصنیفی طرح ایک ہی وقت میں تخلیق ہوئی ہے۔ (۳۲۸ھ ۱۴۱۰ھ) یہ ایک ہزار بیاسی (۱۰۸۲) برس بنتے ہیں۔ اس عرصہ میں شیعوں کے ہزاروں کی تعداد میں محدث و مجتہد بنے ہیں کہ ان میں سے بعض کی تصنیفات ہیں اور بعض کی کوئی تصنیف نہیں ہے لیکن یہ سب کے سب قرآن مجید کی تحریف کے عقیدہ پر متفق رہے ہیں کیونکہ قرآن کی تحریف کے عقیدہ سے انکار کا نتیجہ امامت کے عقیدے کے انکار کو جنم دیتا ہے اور امامت کے انکار کے معنی شیعہ مذہب کا انکار ہے۔ اب آپ خود اندازہ لگائیں کہ شیعہ مذہب میں تحریف قرآن کے عقیدہ کی کتنی اہمیت ہے۔ اب بھی اگر کوئی شیعہ مجتہد قرآن کی تحریف کا انکار کرے تو وہ کتمان اور تقیہ کی علامت ہے جس کا سچائی سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے اور یہ سراسر دجل و فریب ہے۔

ہم شیعہ صاحبان کے متعلق پہلے ہی اس کتاب میں کافی کچھ لکھ چکے ہیں لیکن کچھ مزید باتوں کا ذکر کرنا بھی مناسب ہے:

۱۔ واقعہ کربلا کو ۱۳۶۵ قمری اور ۱۳۲۴ شمسی سال مکمل ہوگئے اور شریعت میں ۳ دن سے زیادہ سوگ نہیں تو اب تک ہر سال سوگ منانا کتنی بڑی نادانی اور ناسمجھی ہے۔

۲۔ اب محرم الحرام ۱۴۲۶ ہجری ہے، ہمارے شہر شیخوپورہ میں شیعہ صاحبان ماتم کر رہے ہیں اور اشتہار بھی ہر گلی محلے میں لگائے ہیں۔ ایک بہت بڑا اشتہار ہماری نظر سے گزرا جس کے سب سے اوپر دائیں طرف لکھا ہے: ''یا علی مدد'' اور سب سے اوپر بائیں طرف لکھا ہے'' یا رسول اللہ مدد'' حیرت ہوئی، افسوس ہوا کہ خالق کائنات کو تو ان لوگوں نے بالکل فارغ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس اشتہار میں ذکر تک نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فوقیت دے دی۔ قیامت کے دن ان لوگوں کا کیا انجام ہو گا؟

اگر آپ شیعوں کے بارے میں مزید تحقیق اور آگاہی چاہتے ہیں تو مندرجہ ذیل کتب کا ضرور مطالعہ فرمائیں، سب کچھ واضح ہو جائے گا:

۱۔ شیعیت کا اصلی روپ۔ مصنف غلام محمد میمن، مکان نمبر ای۔۳۰۰، غریب آباد کالونی، نزد زبیدہ گرلز کالج حیدر آباد سندھ۔

۲۔ اصلاح شیعہ (عربی) مصنف ڈاکٹر موسیٰ الموسوی۔ اردو ترجمہ ابو مسعود آل امام۔

۳۔ آیات بینات۔ مصنف محسن الملک نواب سید محمد مہدی علی خان۔

فصل دوم

مرزائیت

میرے سامنے کتاب ''ثبوت حاضر ہیں'' موجود ہے۔ یہ کتاب قادیانیوں کے متعلق بہت تحقیق کے بعد لکھی گئی ہے، اس کتاب کے صفحہ (۲) پر ہے:

چیلنج:

''ثبوت حاضر ہیں'' یہ کتاب اپنے اندر قادیانی مذہب کے بانی آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی، اس کے بیٹوں، اس کے نام نہاد خلیفوں اور دیگر قادیانیوں کی مستند تصانیف اور اخبارات و رسائل کی قابل اعتراض اور کفریہ عبارتوں کی عکسی نقول لیے ہوئے ہے۔ قادیانی جرائم کے یہ ثبوت اتنے واضح ہیں کہ دنیا کی کسی بھی عدالت میں ان کی عکسی دستاویزات کی صداقت کو چیلنج کرنا کسی بھی قادیانی کے لیے ممکن نہیں ہے۔ ہم اس کتاب میں درج تمام حوالوں اور عکسی نقول کی صداقت کی ذمہ داری کو قبول کرتے ہیں اور قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد سمیت دنیا کے تمام قادیانیوں (بشمول لاہوری گروپ) کو چیلنج کرتے ہیں کہ اگر اس کتاب میں موجود کوئی بھی عکس غیر حقیقی ہو یا ایک بھی حوالہ من گھڑت پایا جائے تو ہم اس کے لیے ہر قسم کی سزا پانے کے لیے تیار ہیں، بصورت دیگر انھیں ضد اور ہٹ دھرمی چھوڑ کر آخرت کی فکر کرتے ہوئے اسلام کی آغوش میں آجانا چاہیے۔ ہے کسی قادیانی میں اتنی جرأت جو ہمارے اس چیلنج کو قبول کرے؟ اس کتاب کے چند مندرجات درج ذیل ہیں:

وحی بند ہے:

۱۔ ''قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو،

کیونکہ رسول کو علم دین بتوسطہ جبرائیل ملتا ہے اور باب نزول جبرائیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے۔'' (ازالہ اوہام: ۴۱۱۔ روحانی خزائن: ۵۱۱/۳ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۲۔ ''یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد پھر جبرائیل علیہ السلام کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمدو رفت شروع ہو جائے اور ایک نئی کتاب اللہ، گو مضمون میں قرآن شریف سے توارد رکھتی ہو، پیدا ہو جائے اور جو امر مستلزم محال ہو وہ محال ہوتا ہے۔ فتدبر۔'' (ازالہ اوہام: ۳۱۴۔ روحانی خزائن: ۴۱۴/۳ از مرزا غلام احمد قادیانی)

ختم نبوت پر ایمان اور اصرار:

۳۔ ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾

[الأحزاب : ٤١]

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ختم کرنے والا ہے نبیوں کا۔ یہ بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔'' (ازالہ اوہام: ۳۳۱۔ روحانی خزائن: ۴۳۱/۳ از مرزا غلام احمد قادیانی)

اجماعی عقیدہ کا منکر لعنتی ہے:

''میرا اعتقاد یہ ہے کہ میرا کوئی دین بجز اسلام کے نہیں اور میں کوئی کتاب بجز قرآن کے نہیں رکھتا اور میرا کوئی پیغمبر بجز محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں جس پر خدا نے بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل کی ہیں اور اس کے دشمنوں پر لعنت بھیجی ہے۔ گواہ رہو کہ میرا تمسک قرآن شریف ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جو چشمہ حق و معرفت ہے، میں پیروی کرتا ہوں اور تمام باتوں کو قبول کرتا ہوں جو کہ اس خیر القرون باجماع صحابہ صحیح قرار پائی ہیں، نہ ان پر کوئی اضافہ کرتا ہوں اور نہ ان میں کوئی کمی اور اسی اعتقاد پر میں زندہ رہوں گا اور اسی پر میرا خاتمہ اور انجام ہو گا اور جو شخص ذرہ بھر بھی شریعت محمدیہ میں کمی بیشی کرے یا کسی اجماعی عقیدہ کا انکار کرے' اس پر خدا اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔'' (انجام آتھم: ص ۱۴۳۔۱۴۴۔ روحانی خزائن: ۱۴۳/۱۱۔۱۴۴ از مرزا غلام احمد قادیانی)

نبوت جاری ہے

۱۔ میرے پاس آئیل آیا:

''میرے پاس جبرائیل آیا اور اس نے مجھے چن لیا اور اپنی انگلی کو گردش دی اور یہ اشارہ کیا کہ اللہ کا وعدہ آ گیا.......... اس جگہ آئیل اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کا نام رکھا ہے، اس لیے کہ بار بار رجوع کرتا ہے۔'' (حقیقۃ الوحی: ص ۱۰۳۔ روحانی خزائن: ۲۲ / ۱۰۶ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۲۔ اللہ تعالیٰ کی وحی:

''میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا۔۔۔۔ اور یہ دعویٰ امت محمدیہ میں سے آج تک کسی اور نے ہرگز نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا یہ نام رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحی سے صرف میں اس نام کا مستحق ہوں۔'' (حقیقۃ الوحی: ص ۳۸۷، روحانی خزائن، نمبر ۲۲: ص ۵۰۳ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۳۔ خدا نے میرا نام نبی رکھا:

''اور میں اس اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لیے بڑے بڑے نشان ظاہر کیے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔'' (حقیقۃ الوحی: ص ۳۸۷۔ روحانی خزائن: ۲۲ / ۵۰۳ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۴۔ ختم نبوت ایک باطل عقیدہ اور اسلام شیطانی مذہب:

''یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ بعد رسول اللہ ﷺ کے وحی الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے اور آئندہ کو قیامت تک اس کی کوئی بھی امید نہیں، صرف قصوں کی پوجا کرو۔ پس کیا ایسا مذہب کچھ مذہب ہو سکتا ہے جس میں براہ راست اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی پتا نہیں لگتا۔ جو کچھ ہیں، قصے ہیں اور کوئی اگرچہ اس کی راہ میں اپنی جان بھی فدا کرے، اس کی رضا جوئی میں فنا ہو جائے اور ہر ایک چیز پر اس کو اختیار کر لے، تب بھی وہ اس پر اپنی شناخت کا

دروازہ نہیں کھولتا اور مکالمات اور مخاطبات سے اس کو مشرف نہیں کرتا۔

میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں مجھ سے زیادہ بیزار ایسے مذہب سے اور کوئی نہ ہوگا۔ (دریں چہ شک۔ ناقل) میں ایسے مذہب کا نام شیطانی مذہب رکھتا ہوں نہ کہ رحمانی اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ایسا مذہب جہنم کی طرف لے جاتا ہے اور اندھا رکھتا ہے اور اندھا ہی مارتا اور اندھا ہی قبر میں لے جاتا ہے۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ: ۵/۱۸۴۔ روحانی خزائن: ۲۱/۳۵۴ از مرزا غلام قادیانی)

اللہ تعالیٰ کی توہین

۱۔ اللہ کی زبان پر مرض:

''کیا کوئی عقلمند اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ اس زمانہ میں اللہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں، پھر بعد اس کے یہ سوال ہوگا کہ کیوں نہیں بولتا، کیا زبان پر کوئی مرض لاحق ہوگئی ہے۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ: ۵/۱۴۴، مندرجہ روحانی خزائن: ۲۱/۳۱۲ از مرزا قادیانی)

۲۔ اللہ اور چور:

''وہ اللہ جس کے قبضہ میں ذرہ ذرہ ہے، اس سے انسان کہاں بھاگ سکتا ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ میں چوروں کی طرح پوشیدہ آؤں گا۔'' (تجلیات الٰہیہ: ۴۔ روحانی خزائن: ۲۰/۳۹۶ از مرزا قادیانی)

۳۔ قادیان میں خدا:

''ایک بار مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ خدا قادیان میں نازل ہوگا، اپنے وعدہ کے موافق۔'' (تذکرہ مجموعہ الہامات: ۴۵۲ طبع دوم از مرزا غلام احمد قادیانی)

۴۔ سچا خدا:

''سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔'' (دافع البلاء: ص ۱۱، مندرجہ روحانی خزائن: ۱۸/۲۳۱ از مرزا غلام احمد قادیانی)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ سچے خدا کی نشانی صرف یہ ہے کہ اس نے مرزا قادیانی کو قادیان میں رسول بنا کر بھیجا ہے اور اگر مرزا قادیانی رسول نہیں ہے تو پھر خدا کی سچائی مشکوک ہے۔ (نعوذ باللہ!)

۵۔ میں خود خدا ہوں:

" و رأیتنی فی المنام عین الله و تیقنت أننی ھو" "میں (مرزا غلام احمد قادیانی) نے خواب میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں، میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی ہوں۔" (آئینہ کمالات اسلام: ۵۶۴۔ مندرجہ روحانی خزائن: ۵/۵۶۴ از مرزا قادیانی) "میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔" (کتاب البریہ: ۸۵، مندرجہ روحانی خزائن: ۱۰۳/۱۳ از مرزا قادیانی)

رسول اللہ ﷺ کی توہین

۱۔ قادیانی محمد رسول اللہ:

"پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾

[الفتح : ۲۹]

اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔" (ایک غلطی کا ازالہ: ۴، مندرجہ روحانی خزائن: ۱۸/۲۰۷ از مرزا غلام احمد قادیانی)

"خدا تعالیٰ نے آج سے چھبیس برس پہلے میرا نام براہین احمدیہ میں محمد اور احمد رکھا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا بروز مجھے قرار دیا ہے۔" (حقیقۃ الوحی: تتمہ ص ۶۷، مندرجہ روحانی خزائن: ۲۲/۵۰۲ از مرزا قادیانی)

۲۔ مرزا قادیانی خاتم النبیین:

"میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت: ﴿ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ ﴾ بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں "میرا نام

محمد (ﷺ) اوراحمد (ﷺ) رکھا ہے۔'' مجھے رسول اللہ (ﷺ) کا ہی وجود قرار دیا ہے، پس اس طور سے رسول اللہ (ﷺ) کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔'' (ایک غلطی کاازالہ: ۱۰، مندرجہ روحانی خزائن: ۲۱۲/۱۸ از مرزا قادیانی)۔

'مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا۔ میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور میں اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔'' (کشتی نوح: ۵۶، مندرجہ روحانی خزائن: ۶۱/۱۹ ازمرزا غلام احمد قادیانی)

۳۔ مرزا قادیانی تمام نبیوں کا مجموعہ:

''میں آدم (علیہ السلام) ہوں، میں نوح (علیہ السلام) ہوں ، میں ابراہیم (علیہ السلام) ہوں، میں اسحاق (علیہ السلام) ہوں، میں یعقوب (علیہ السلام) ہوں، میں اسماعیل (علیہ السلام) ہوں، میں موسیٰ (علیہ السلام) ہوں، میں داؤد (علیہ السلام) ہوں، میں عیسیٰ (علیہ السلام) ابن مریم ہوں، میں محمد (ﷺ) ہوں۔''

(تتمہ حقیقۃ الوحی :۵۲۱ مندرجہ روحانی خزائن: ۵۲۱/۲۲ ازمرزا غلام احمد قادیانی)

۴۔ قادیان میں محمد رسول اللہ:

''اور چونکہ مشابہت تامہ کی وجہ سے مسیح موعود (مرزا قادیانی) اور نبی کریم ﷺ میں کوئی دوئی باقی نہیں کہ ان دونوں کے وجود بھی ایک وجود کا ہی حکم رکھتے ہیں، جیسا کہ خود مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ " صَارَ وُجُودِیْ وُجُودَہٗ " (دیکھو خطبہ الہامیہ: ۱۷۱) اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) میری قبر میں دفن کیا جائے گا جس سے یہی مراد ہے کہ وہ میں ہی ہوں یعنی مسیح موعود (مرزا قادیانی) نبی کریم ﷺ سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ وہی ہے جو بروزی رنگ میں دوبارہ دنیا میں آئے گا، تا کہ اشاعت اسلام کا کام پورا کرے اور ﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ﴾ کے فرمان کے مطابق تمام ادیان باطلہ پر اتمام حجت کر کے اسلام کو دنیا کے کونوں تک پہنچا دے تو اس صورت میں کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد (ﷺ) کو اتارا، تا کہ اپنے

وعدہ کو پورا کرے جو اس نے ﴿وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ میں فرمایا تھا۔" (کلمۃ الفصل: ۱۰۵، از مرزا بشیر احمد ایم اے، ابن مرزا غلام احمد قادیانی)

۵۔ محمد رسول اللہ کے تمام کمالات مرزا غلام احمد قادیانی میں:

"ہر ایک نبی کو اپنی استعداد اور کام کے مطابق کمالات عطا ہوتے تھے، کسی کو بہت کسی کو کم، مگر مسیح موعود (علیہ السلام) کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہ کے مسیح موعود (علیہ السلام) کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔" (کلمۃ الفصل: ۱۱۳، از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا غلام احمد قادیانی)

۶۔ قادیانی کلمہ:

"ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت پیش نہیں آتی کیونکہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی الگ چیز نہیں ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے: "صَارَ وُجُوْدِیْ وُجُوْدَهٗ" نیز "مَنْ فَرَّقَ بَيْنِیْ وَ بَيْنَ الْمُصْطَفٰی فَمَا عَرَفَنِیْ وَ مَا رَاٰی" اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا جیسا کہ آیت ﴿وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ﴾ سے ظاہر ہے، پس مسیح موعود (علیہ السلام) خود محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے جو اشاعت اسلام کے لیے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔ اس لیے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی۔" (کلمۃ الفصل: ۱۵۸، از مرزا بشیر احمد ایم اے، ابن مرزا غلام احمد قادیانی)

۷۔ افضلیت مرزا:

"اس (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا، اب کیا تو انکار کرے گا۔"

(اعجاز احمدی: ۷۱، مندرجہ روحانی خزائن: ۱۹/۱۸۳ از مرزا قادیانی)

۸۔ مرزا قادیانی پر درود:

"صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْكَ وَعَلٰی مُحَمَّدٍ"

(تذکرہ مجموعہ الہامات ص۷۹۴، طبع دوم از مرزا غلام احمد قادیانی)

"يُصَلُّوْنَ عَلَيْكَ صُلَحَاءُ الْعَرَبِ وَ اَبْدَالُ الشَّامِ وَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ الْاَرْضُ وَ السَّمَاءُ وَ يَحْمَدُكَ اللّٰهُ مِنْ عَرْشِهٖ"

"تجھ پر عرب کے صلحاء اور شام کے ابدال درود بھیجیں گے، زمین و آسمان تجھ پر درود بھیجتے ہیں اور اللہ تعالیٰ عرش سے تیری تعریف کرتا ہے۔"

(تذکرہ مجموعہ الہامات: ۱۶۸، طبع دوم از مرزا غلام احمد قادیانی)

انبیائے کرام علیہم السلام کی توہین

۱۔ سیدنا نوح (علیہ السلام) پر فضیلت:

"خدا تعالیٰ میرے لیے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح (علیہ السلام) کے زمانہ میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی: ۱۳۷۔ مندرجہ روحانی خزائن: ۲۲/ ۵۷۵ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۲۔ سیدنا یوسف (علیہ السلام) پر فضیلت:

"پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز (مرزا قادیانی) اسرائیلی یوسف (علیہ السلام) سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچایا گیا مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا۔"

(براہین احمدیہ: ۹۹/۵، مندرجہ روحانی خزائن: ۹۹/۲۱ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۳۔ سیدنا ابراہیم (علیہ السلام) پر فضیلت:

"اور یہ جو فرمایا: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾ [البقرة : ۱۲۵] یہ قرآن شریف کی آیت ہے اور اس مقام میں اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ ابراہیم (مرزا غلام احمد قادیانی) جو بھیجا گیا تم اپنی عبادتوں اور عقیدوں کو اس کی طرز پر بجا لاؤ اور ہر ایک امر میں اس کے نمونہ پر اپنے تئیں بناؤ۔" (اربعین: ۳/ ۳۸ از مرزا غلام احمد قادیانی)

عیسیٰ (علیہ السلام) کی توہین

۱۔ سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) گالیاں دیتے تھے:

''آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آجاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے، یہ بھی یاد رہے کہ آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔''

(حاشیہ انجام آتھم: ۵، مندرجہ روحانی خزائن: ۱۱/۲۸۹ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۲۔ سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) نے انجیل چرا کر لکھی:

''نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے، یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا یہ میری تعلیم ہے۔'' (حاشیہ انجام آتھم: ۶، مندرجہ روحانی خزائن: ۱۱/۲۹۰ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۳۔ سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) کا کوئی معجزہ نہیں:

''عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا اور اس دن سے کہ آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہرایا، اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا۔'' (حاشیہ انجام آتھم: ۶، مندرجہ روحانی خزائن: ۱۱/۲۹۰ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۴۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزوں کی حقیقت:

''سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے، یا اگر پرواز نہیں تو پیروں سے چلتا ہو کیونکہ مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام

درحقیقت ایک ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے اور جیسے انسان میں قویٰ موجود ہوں انھیں کے موافق اعجاز کے طور پر بھی مدد ملتی ہے۔" (ازالہ اوہام: ۱۵۴۔۱۵۵، مندرجہ روحانی خزائن: ۳/۲۵۴۔۲۵۵ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۵۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام شراب پیتے تھے:

"یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے، شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔" (کشتی نوح حاشیہ: ۷۳، مندرجہ روحانی خزائن: ۱۹/۷۱ از مرزا غلام احمد قادیانی)

مرزا غلام احمد قادیانی چونکہ خود شراب پیتا تھا اس لیے اس نے اپنے لیے جواز پیدا کرنے کے لیے عیسیٰ علیہ السلام پر الزام لگا دیا۔

۶۔ سیدہ مریم (علیہا السلام) کا نکاح:

"اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا اور تعداد ازواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آ گئیں، اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ کہ قابل اعتراض۔" (کشتی نوح: ۲۰، مندرجہ روحانی خزائن: ۱۹/۱۸ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۷۔ سیدہ مریم صدیقہ علیہا السلام کا اپنے منسوب سے نکاح سے پہلے تعلق:

"پانچواں قرینہ ان کے وہ رسوم ہیں جو یہودیوں سے بہت ملتے ہیں۔ مثلاً ان کے بعض قبائل ناتا اور نکاح میں کچھ چنداں فرق نہیں سمجھتے اور عورتیں اپنے منسوب سے بلا تکلف ملتی ہیں اور باتیں کرتی ہیں۔ مریم صدیقہ (علیہا السلام) کا اپنے منسوب یوسف کے ساتھ قبل نکاح کے پھرنا اس اسرائیلی رسم پر پختہ شہادت ہے مگر خواتین سرحدی کے بعض قبائل میں یہ مماثلت عورتوں کی اپنے منسوبوں

سے حد سے زیادہ ہوتی ہے، حتیٰ کہ بعض اوقات نکاح سے پہلے حمل بھی ہو جاتا ہے، جس کو برا نہیں مانتے بلکہ ہنسی ٹھٹھے میں بات کو ٹال دیتے ہیں کیونکہ یہود کی طرح یہ لوگ ناتا کو ایک قسم کا نکاح ہی جانتے ہیں جس میں پہلے مہر بھی مقرر ہو جاتا ہے۔'' (ایام الصلح : ۷۴، مندرجہ روحانی خزائن : ۱۴/۳۰۰ از مرزا غلام احمد قادیانی)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین

ا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی توہین:

''میں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے درجہ پر ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کیا، وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے۔'' (مجموعہ اشتہارات: ۳/۲۷۸ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۲۔ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی توہین:

''ابوبکر و عمر کیا تھے وہ تو غلام احمد (قادیانی) کی جوتیوں کے تسمہ کھولنے کے بھی لائق نہ تھے۔''

(ماہنامہ المہدی بابت جنوری، فروری ۱۹۱۵ ۲۔۳۔ ص ۵۷، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام)

۳۔ مولوی (حکیم) نورالدین، ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہے:

''خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھ سے ہماری ہمشیرہ مبارکہ بیگم صاحبہ نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت صاحب آخری سفر میں لاہور تشریف لے جانے لگے تو آپ نے ان سے کہا کہ مجھے ایک کام درپیش ہے، دعا کرو اور اگر کوئی خواب آئے تو مجھے بتانا۔ مبارکہ بیگم نے خواب دیکھا کہ وہ چوبارہ پر گئی ہیں اور وہاں حضرت مولوی نورالدین صاحب کتاب لیے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو اس کتاب میں میرے متعلق حضرت صاحب کے الہامات ہیں اور میں ابوبکر ہوں اور دوسرے دن صبح مبارکہ بیگم سے حضرت صاحب نے پوچھا کہ کیا کوئی خواب دیکھا ہے۔ مبارکہ بیگم نے یہ خواب سنائی تو حضرت صاحب نے فرمایا: ''یہ خواب اپنی اماں کو نہ سنانا۔'' مبارکہ بیگم کہتی ہیں کہ ''اس وقت میں نہیں سمجھتی تھی کہ اس سے کیا مراد ہے۔'' (سیرت المہدی: ۳/۳۷ از مرزا بشیر احمد ایم اے)

۴۔ زندہ علی، مردہ علی:

''پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو، اب نئی خلافت لو، ایک زندہ علی تم میں موجود ہے۔ اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی کی تلاش کرتے ہو۔'' (ملفوظات احمدیہ: ۱/۴۰۰، از مرزا غلام احمد قادیانی)

۵۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی توہین:

''اور انھوں نے کہا کہ اس شخص (مرزا قادیانی) نے امام حسن اور حسین سے اپنے تئیں اچھا سمجھا، میں کہتا ہوں کہ ہاں اور میرا خدا عنقریب ظاہر کر دے گا۔'' (اعجاز احمدی: ۵۲، مندرجہ روحانی خزائن: ۱۹/۶۴، از مرزا غلام احمد قادیانی)

۶۔ کربلا کی سیر:

کربلائے است سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

''میری سیر ہر وقت کربلا میں ہے سو (۱۰۰) حسین ہر وقت میری جیب میں ہیں۔''
(نزول المسیح: ۹۹، مندرجہ روحانی خزائن: ۱۸/۴۷۷، از مرزا قادیانی)

۷۔ سو حسین قربانی، مرزا قادیانی کی ایک گھڑی کے برابر:

''شہادت کا یہی مفہوم ہے جس کو مدنظر رکھ کر مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے فرمایا ؎

کربلائے است سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

''میرے گریبان میں سو حسین (رضی اللہ عنہ) ہیں، لوگ اس کے معنی یہ سمجھتے ہیں۔ مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے فرمایا ہے۔'' میں سو حسین کے برابر ہوں، لیکن میں کہتا ہوں اس سے بڑھ کر اس کا یہ مفہوم ہے کہ سو حسین (رضی اللہ عنہ) کی قربانی کے برابر میری ہر گھڑی کی قربانی ہے۔ وہ شخص جو اہل دنیا کے فکروں میں گھلا جاتا ہے، جو ایسے وقت میں کھڑا ہوتا ہے جب کہ ہر طرف تاریکی اور ظلمت پھیلی ہوئی ہے اور اسلام کا نام مٹ رہا ہے، وہ دن رات دنیا کا غم کھاتا ہو، اسلام کو قائم کرنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے، کون کہہ سکتا ہے کہ اس کی قربانی سو حسین (رضی اللہ عنہ) کے برابر نہ تھی۔ پس یہ تو ادنیٰ

سوال ہے کہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) امام حسین (رضی اللہ عنہ) کے برابر تھے یا ادنیٰ، امام حسین (رضی اللہ عنہ) ولی تھے مگر ان کو وہ غم اور صدمہ کس طرح پہنچ سکتا تھا جو اسلام کو مٹتا دیکھ کر حضرت مسیح موعود کو ہوا۔ حسین (رضی اللہ عنہ) اس وقت ہوئے جب کہ لاکھوں اولیاء موجود تھے، اسلام اپنی شان وشوکت میں تھا، ایسی حالت میں ان کو وہ غم کہاں ہوسکتا تھا جو اس شخص کو ہوا جو ایسے ہی حالات میں مبعوث ہوا جن حالات میں خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت ہوئی تھی۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ امام حسین (رضی اللہ عنہ) کی شہادت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت سے بڑی تھی۔ نہیں! اس لیے کہ جو غم اور تکلیف آپ کو اسلام کے لیے اٹھانی پڑی، وہ امام حسین (رضی اللہ عنہ) کو نہیں اٹھانی پڑی، اسی طرح مسیح موعود کی شہادت بھی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب اپنے گھر پر بیٹھے رہے پھر کس طرح امام حسین سے بڑھ گئے۔ میں کہتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی طرح فوت ہوئے جس طرح امام حسین (رضی اللہ عنہ) فوت ہوئے تھے؟ نہیں! مگر کوئی ہے جو کہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قربانی حضرت امام حسین کی قربانی سے کم تھی۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایک ایک سیکنڈ کی قربانی امام حسین (رضی اللہ عنہ) کی ساری عمر کی قربانی سے بڑھ کر تھی۔ پس جس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قربانی بڑی تھی اسی طرح وہ شخص جو انھی حالات میں کھڑا ہوگا جن میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کھڑے ہوئے اس کی قربانی بھی بہت بڑھ کر ہوگی۔ اسی لیے مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے کہا ہے......

کربلائے است سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

کہ مجھ پر تو ہر لحہ سو کربلا مصیبتیں گزرتی ہیں اور میں تو ہر گھڑی کربلا کی سیر کر رہا ہوں۔"

(خطبہ مرزا بشیر الدین محمود، روزنامہ الفضل قادیان: ش ۸۰/۱۳، ۲۶ جنوری ۱۹۲۶ء)

۸۔ گالیاں دینا سفلوں اور کمینوں کا کام ہے:

"ناحق گالیاں دینا سفلوں اور کمینوں کا کام ہے۔" (ست بچن ص ۲۱۔ مندرجہ روحانی خزائن: ۱۰/۱۳۳، از مرزا غلام احمد قادیانی)

۹۔ بدزبان بدتر ہے:

''بدتر ہر ایک بد سے وہ ہے جو بدزبان ہے، جس دل میں یہ نجاست، بیت الخلاء یہی ہے۔''
(قادیان کے آریہ اور ہم: ۴۲، مندرجہ روحانی خزائن: ۴۵۸/۲۰، از مرزا غلام احمد قادیانی)

مسلمانوں کو گالیاں اور کفر کا فتویٰ

۱۔ ولد الحرام:

''اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جاوے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔'' (انوار اسلام: ۳۰، مندرجہ روحانی خزائن: ۳۱/۹، از مرزا غلام احمد قادیانی)

۲۔ عیسائی، یہودی، مشرک:

''جو میرے مخالف تھے ان کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔'' (نزول المسیح (حاشیہ) ص ۴۔ مندرجہ روحانی خزائن: ۳۸۲/۱۸، از مرزا غلام احمد قادیانی)

۳۔ بدکار عورتوں کی اولاد:

''میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے مگر رنڈیوں (بدکار عورتوں) کی اولاد نے میری تصدیق نہیں کی۔'' (آئینہ کمالات اسلام: ۵۴۷، ۵۴۸، مندرجہ روحانی خزائن: ۵/۵۴۷، ۵۴۸، از مرزا غلام احمد قادیانی)

اصل عبارت عربی میں ہے، اس کا ترجمہ ہم نے لکھا ہے، مرزا کے الفاظ یہ ہیں: ''الذریۃ البغایا'' عربی کا لفظ ''البغایا'' جمع کا صیغہ ہے۔ واحد اس کا ''بغیۃ'' ہے جس کا معنی بدکار، فاحشہ زانیہ ہے۔ خود مرزا نے خطبہ الہامیہ (ص ۴۹، مندرجہ روحانی خزائن: ۱۶) میں لفظ ''بغایا'' کا ترجمہ بازاری عورتیں کیا ہے اور ایسے ہی انجام آتھم کے ص ۲۸۲ (مندرجہ روحانی خزائن: ۱۱) نور الحق: ۱۲۳/۱ (مندرجہ روحانی خزائن: ۱۶۳/۸) میں لفظ ''بغایا'' کا ترجمہ نسل بدکاران، زناکار، زن بدکار وغیرہ کیا ہے۔

۴۔ مرد خنزیر، عورتیں کتیاں:

"دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔" (نجم الہدیٰ: ۵۳، مندرجہ روحانی خزائن: ۵۳/۱۴، از مرزا غلام احمد قادیانی)

۵۔ مرزا کو نہ ماننے والا پکا کافر:

"ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ (علیہ السلام) کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ (علیہ السلام) کو نہیں مانتا یا عیسیٰ (علیہ السلام) کو مانتا ہے مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا اور یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مانتا ہے پر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔" (کلمۃ الفصل: ۱۱۰، از مرزا بشیر احمد ایم اے، ابن مرزا قادیانی)

۶۔ جہنمی:

"اور مجھے بشارت دی ہے کہ جس نے تجھے شناخت کرنے کے بعد تیری دشمنی اور تیری مخالفت اختیار کی وہ جہنمی ہے۔" (تذکرہ مجموعہ الہامات: ۱۶۸/۲ از مرزا غلام احمد قادیانی)

"خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔" (تذکرہ مجموعہ الہامات: ۶۰۰، طبع دوم از مرزا غلام احمد قادیانی)

مسلمانوں سے معاشرتی بائیکاٹ

۱۔ مسلمانوں سے تعلقات حرام:

"ہم تو دیکھتے ہیں کہ مسیح موعود علیہ السلام نے غیر احمدیوں کے ساتھ صرف وہی سلوک جائز رکھا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں، ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا، ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا، اب باقی کیا رہ گیا ہے جو ہم ان کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں۔ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں: ایک دینی، دوسرے دنیوی۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ و ناتا ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لیے حرام قرار دیے گئے۔ اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے تو میں کہتا ہوں نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے اور اگر یہ کہو کہ غیر احمدیوں کو سلام

کیوں کہا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات نبی کریم ﷺ نے یہود تک کو سلام کا جواب دیا ہے۔'' (کلمۃ الفصل :۱۶۹،۱۷۰،از مرزا بشیر احمد ایم اے، ابن مرزا قادیانی)

۲۔ مسلمانوں کے پیچھے نماز قطعی حرام:

''خدا نے مجھے اطلاع دی ہے، تمھارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب کے پیچھے نماز پڑھو، بلکہ چاہیے کہ تمھارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔'' (تذکرہ مجموعہ الہامات: ۲/۴۰۱ از مرزا غلام احمد قادیانی)

اگر آپ قادیانیوں کے بارے میں مکمل تحقیق اور آ گاہی چاہتے ہیں تو کتاب ''ثبوت حاضر ہیں'' کا مطالعہ کیجیے، یہ کتاب محمد متین خالد نے لکھی ہے۔

چھٹا باب
متفرقات
فصل اول: مختلف موضوعات پر قرآنی آیات
فصل دوم: عقائد اہل سنت (سوالات وجوابات)
فصل سوم: اسلام اور جمہوریت کا تضاد
فصل چہارم: نبی ﷺ کا خواب میں آنا
فصل پنجم: عذاب جہنم اور انعاماتِ جنت کا بیان
• توحید وشرک
• اہل سنت والجماعت کون...؟
• تقلید ائمہ اربعہ
• چند اہم امور کی وضاحت
• شیعیت اور مرزائیت
• متفرقات

جمہوری نظام حکومت میں اصولی طور پر یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ آخری اقتدار یا آخری فیصلہ عوام کے پاس ہی ہے۔ یعنی اقتدار اعلیٰ عوام کو حاصل ہے لیکن اسلامی نقطۂ نظر سے اقتدار اعلیٰ نہ عوام کو حاصل ہے نہ سربراہ مملکت کو اور نہ کسی خاندان یا ادارے کو بلکہ اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ قرآن میں بیان فرمایا گیا ہے:

فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (یٰس:۸۳)

''پاک ہے وہ (ذات) جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے اور اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔''

فصل اول

مختلف موضوعات پر قرآنی آیات

۱۔ اس آیت سے شرک کی جڑ کٹ گئی۔ (الاعراف: ۱۸۸)
۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق۔ (التوبہ: ۱۰۰۔ الفتح: ۱۸، ۲۹)
۳۔ قیامت کے دن گواہی۔ (البقرۃ: ۱۴۳۔ الحج: ۷۸)
۴۔ شہید کی برزخی زندگی۔ (البقرۃ: ۱۵۴۔ آل عمران: ۱۶۹تا۱۷۱)
۵۔ جادوگری سے بچو۔ (البقرۃ: ۱۰۲۔ یونس: ۷۷)
۶۔ تقویٰ میں تعاون کرو گناہ میں تعاون نہ کرو۔ (المائدۃ: ۲)
۷۔ انعام یافتہ کون ہیں؟ (الفاتحہ: ۵، ۶۔ النساء: ۶۹)
۸۔ سورۂ انعام مسائل عقائد پر مشتمل ہے۔
۹۔ سورۃ النحل کو سورۃ نعم بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں نعمتوں کا ذکر ہے۔
۱۰۔ ولی اللہ کا دشمن اللہ کا دشمن ہے۔ (البقرۃ: ۹۸)
۱۱۔ اللہ تعالیٰ آسانی چاہتا ہے۔ (البقرۃ: ۱۸۵)
۱۲۔ انبیاء (علیہم السلام) کفر و شرک کی تعلیم نہیں دے سکتے۔ (آل عمران: ۷۹، ۸۰)
۱۳۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نام قرآن میں چار جگہ آیا ہے۔ (آل عمران: ۱۴۴۔ الاحزاب: ۴۰۔ محمد: ۲۔ الفتح: ۲۹)
۱۴۔ نیکی بڑھتی ہے۔ (النساء: ۴۰۔ الانعام: ۱۶۰)
۱۵۔ مولویوں اور درویشوں کے غلط کام۔ (المائدۃ: ۴۴، ۶۳۔ التوبہ: ۳۱، ۳۴)
۱۶۔ دنیا میں ایک گھڑی رہے۔ (النازعات: ۴۶۔ یونس: ۴۵)

۱۷۔ ابلیس جن تھا۔ (الکہف: ۵۰)

۱۸۔ مسلمان نام رکھا۔ (الحج: ۷۸)

۱۹۔ انسان کی زندگی کے مراحل۔ (الحج: ۵۔ المومنون: ۱۲ تا ۱۴)

۲۰۔ برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کرنا۔ (الفرقان: ۷۰، ۷۱)

۲۱۔ شیطان کا دھوکا۔ (فاطر: ۵)

۲۲۔ مومن۔ (یٰس: ۱۱)

۲۳۔ شیطان نے اکثریت کو گمراہ کیا۔ (یٰس: ۶۲)

۲۴۔ نیک اعمال کے بدلے دنیا کمانا۔ (الشوریٰ: ۲۰۔ بنی اسرائیل: ۱۸، ۱۹)

۲۵۔ ایمان وعمل والے کم ہیں۔ (ص: ۲۴)

۲۶۔ دنیا و آخرت۔ (آل عمران: ۱۴، ۱۵۔ الحدید: ۱۹ تا ۲۱)

۲۷۔ ایمان کا فائدہ۔ (آل عمران: ۱۳۸، ۱۳۹)

۲۸۔ اچھے یا برے کام کی سفارش کا بدلا۔ (النساء: ۸۵)

۲۹۔ شیطانی کام۔ (النساء: ۱۱۷ تا ۱۱۹)

۳۰۔ رسول کے معنی ہیں بھیجا ہوا اور نبی کے معنی ہیں اللہ کا پیغام سنانے والا۔ (مریم: ۵۱۔ الحجر: ۴۹، ۵۱۔ التحریم: ۳)

۳۱۔ دین حنیف اور آسان ہے۔ (الحج: ۷۸)

۳۲۔ ظالم کی پہچان، مومن کی پہچان۔ (النور: ۴۷ تا ۵۶)

۳۳۔ کامیابی کا فارمولا۔ (حم سجدہ: ۳۴، ۳۵)

۳۴۔ کافر کون؟ (المجادلہ: ۴، ۵۔ الحج: ۷۲)

۳۵۔ مردوں کے لیے ایصال ثواب۔ (القمر: ۳۶ تا ۴۲)

۳۶۔ اللہ کو قرض دینا۔ (الحدید: ۱۱۔ المزمل: ۲۰)

۳۷۔ آخرت میں کامیاب ہونے والوں کی پہچان۔ (الحشر: ۹)

۳۸۔ مشرک کی پہچان۔ (الصف: ۹)۔ مومن کی پہچان۔ (الصف: ۱۰ تا ۱۴) کافر کے اوصاف۔

(القلم: ۱۰ تا ۱۴) فلاح پانے والے۔ (الشمس: ۹) بدعتی کی پہچان یہ ہے کہ وہ سنت یعنی رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کو کافی نہیں سمجھتا۔ (النساء: ۱۱۵۔ الاحزاب: ۳۶، ۶۶ تا ۷۱)

۳۹۔ دو زندگیاں، دو موتیں۔ (البقرۃ: ۲۸۔ المؤمن: ۱۱)

۴۰۔ مسجدوں سے منع کرنا۔ (البقرۃ: ۱۱۴۔ التوبہ: ۱۷، ۱۸)

۴۱۔ یتیم کے مال کے متعلق۔ (النساء: ۲، ۱۰، ۱۲۷۔ الانعام: ۱۵۲۔ بنی اسرائیل: ۳۴)

۴۲۔ منافق کی نشانیاں۔ (النساء: ۶۱)

۴۳۔ ہماری ان کے آگے، ان کی اللہ کے آگے کی تردید (جیسا کہ آج لوگ قبروں پر جا کر قبر والوں سے کہتے ہیں کہ ہماری تمھارے آگے اور تمھاری اللہ کے آگے) ایسے لوگ قرآن کی رو سے کافر ہیں۔ (یونس: ۱۸۔ الزمر: ۳)

۴۴۔ تقلید ناجائز کی جڑ کٹ گئی۔ (الانفال: ۲۴۔ الاحزاب: ۳۶)

۴۵۔ اللہ تعالیٰ ناظر ہے۔ (البقرۃ: ۹۶، ۲۳۷، ۲۷۱، ۲۷۳)

۴۶۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی پر ہمیشہ دوزخ میں۔ (الجن: ۲۳)

۴۷۔ موت۔ (آل عمران: ۳/۱۶۸، ۱۸۵)۔ سب کو موت۔ (العنکبوت: ۵۷۔ الرحمٰن: ۲۶، ۲۷)

۴۸۔ موت کے بعد دنیا میں آنے کا رد۔ (یٰس: ۳۱۔ الانبیاء: ۹۵)

۴۹۔ موت مؤخر نہیں۔ (المنافقون: ۱۱)

۵۰۔ آخرت میں موت نہیں۔ (ابراہیم: ۱۷۔ طٰہٰ: ۷۴)

۵۱۔ موت اور نیند برابر ہیں۔ (الزمر: ۴۲)

۵۲۔ اپنا اپنا عمل ہی کام آئے گا۔ (البقرۃ: ۱۳۴، ۱۳۹)

۵۳۔ قبر میں برزخی زندگی۔ (المومن: ۱۱، ۴۶)

۵۴۔ دین کو چھپانا جرم ہے۔ (البقرۃ: ۱۵۹)

۵۵۔ نہ خوف نہ غم (ایسے لوگ کون ہیں؟) (البقرۃ: ۳۸، ۳۹، ۶۲، ۱۱۲، ۲۶۲، ۲۷۴، ۲۷۷)

۵۶۔ انکار آیات خطرناک ہے۔ (البقرۃ: ۳۹، ۸۵، ۹۹، ۱۰۱، ۱۲۱)

۵۷۔ آیات میں جھگڑا خطرناک ہے۔ (الشوریٰ: ۱۶۔ ۱۷)

۵۸۔ آیات کا ٹیڑھا مطلب نکالنا خطرناک ہے۔ (حم سجدہ: ۴۰۔ یونس: ۵۹،۶۰)

۵۹۔ کتاب میں اختلاف کرنا خطرناک ہے۔ (البقرۃ: ۷۵،۸۵،۹۱،۱۷۶)

۶۰۔ تمہید ناجائز ہے۔ (الزخرف ۴۳،۴۴۔ البقرۃ: ۱۲۰،۱۳۷،۱۴۵)

۶۱۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے علاوہ کسی کا حکم ماننا طاغوت کی پیروی ہے۔ (البقرۃ: ۲۵۶۔ النحل: ۳۶)

۶۲۔ حرام چیزیں۔ (النحل: ۱۱۵۔ المائدۃ: ۳۔ البقرۃ: ۱۷۳۔ الأنعام: ۱۴۵)

۶۳۔ قیامت کے دن مشرکوں کا حال۔ (البقرۃ: ۱۶۵ تا ۱۶۷۔ الأنعام: ۲۲ تا ۲۴۔ یونس: ۲۸ تا ۳۶)

۶۴۔ اللہ کے سامنے استغفار اور توبہ کرنی چاہیے، یہ بہت فائدہ مند ہے۔ (نوح: ۱۰ تا ۱۲۔ الأنفال: ۳۸ تا ۴۰)

۶۵۔ اللہ تھکتا نہیں۔ (البقرۃ: ۲/۲۵۵) اللہ کھاتا نہیں۔ (الأنعام: ۱۴) اللہ کو نیند نہیں، اونگھ نہیں۔ (البقرۃ: ۲۵۵) اللہ کو موت نہیں۔ (الرحمٰن: ۲۶،۲۷) اللہ بھولتا نہیں۔ (مریم: ۶۴)

۶۶۔ آسمان اور زمین میں سب اسی سے مانگتے ہیں۔ (الرحمٰن: ۲۹،۳۰) وہ ہر روز ایک نئے کام میں لگا ہے۔ (الرحمٰن: ۲۹،۳۰)

۶۷۔ اللہ ظاہر اور باطن کو جانتا ہے۔ (البقرۃ: ۳۳،۷۷)

۶۸۔ مردے سنتے نہیں۔ (النحل: ۲۰،۲۱۔ فاطر: ۱۳،۱۴،۲۲۔ الزخرف: ۳،۴۔ النمل: ۸۰۔ الروم: ۵۲۔ یٰس: ۲۶،۲۷،۳۱۔ المؤمنون: ۱۲ تا ۱۶،۱۰۰) (ہدایہ: ۱/۹۲۲ تا ۹۲۵، ہدایہ: ۴/۳۱۴)

۶۹۔ دنیا میں انسان کو ظاہری اختیار ہے، موت کے بعد یہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ (الأعراف: ۱۲۴، ۱۲۷، ۱۲۹)

۷۰۔ غیر اللہ کی عبادت منع ہے۔ (البقرۃ: ۸۳۔ آل عمران: ۶۴،۷۹،۸۰)

۷۱۔ شیطانی کام۔ (البقرۃ: ۱۶۸،۱۶۹،۲۰۸،۲۰۹۔ المائدۃ: ۹۰،۹۱)

۷۲۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا ذکر بلند فرمایا۔ (الانشراح: ۴) جس کی تفسیر یہ ہے کہ انبیاء اور فرشتوں میں آپ ﷺ کا نام بلند کیا اور دنیا و آخرت میں آپ ﷺ کے نام کا چرچا کیا، چنانچہ کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتا مگر اس کے ساتھ آپ ﷺ کا نام ضرور لیتا ہے۔

کلمہ شہادت، اذان، اقامت، خطبہ اور تشہد وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے نام کے بعد آپ ﷺ کا نام لیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جہاں بندوں کو اپنی اطاعت کا حکم فرمایا ہے وہیں آپ ﷺ کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے۔

۷۳۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم دیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ (العلق : ۵)

۷۴۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں کوئی نہیں جا سکتا، اپنے اعمال کی وجہ سے بھی کوئی جنت میں نہیں جا سکتا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی : ''کیا آپ (ﷺ) بھی ؟'' فرمایا : ''ہاں! میں بھی۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمداومة علی العمل : ٦٤٦٣۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب لن یدخل أحد الجنة بعمله، بل برحمة الله تعالٰی: ٢٨١٦]

۷۵۔ رسول اللہ ﷺ کا نشانیاں دکھانے اور ہدایت دینے سے عجز (عاجز ہونا)۔ (الأنعام : ۵۰، ۵۷، ۵۸، ۱۰۷۔ القصص: ۵۶)

مندرجہ بالا متفرقات میں سے کچھ کی تفصیل درجہ ذیل ہے:

۱۔ کوئی نبی بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں:

''اے پیغمبر! کہہ دے میں اپنی ذات کے نفع اور نقصان کا بھی مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب کی بات جانتا ہوتا تو اپنے لیے بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے کچھ تکلیف نہ پہنچتی، میں تو کچھ نہیں مگر (ایک بندہ) ایمان داروں کو ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں۔'' (الأعراف : ۱۸۸)

یعنی مشیت الٰہی سے جو کچھ ہونا ہے ہو رہا ہے، مجھ میں ذاتی طور پر اتنا بھی اختیار و قدرت نہیں کہ میں اپنی جان سے کسی نقصان کو روک سکوں یا کچھ نفع حاصل کر سکوں۔ (کذا فی السّلفیہ)

یعنی نہ میں غیب دان ہی ہوں، اگر ایسا ہوتا تو کتنے ہی فائدے ہیں جن کو پیشگی علم کی وجہ سے میں سمیٹ لیتا اور کتنے ہی نقصانات ہیں جن سے قبل از وقت آگاہ ہونے کی بنا پر میں بچ جاتا۔ یہاں لفظ ''لو'' سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ باوجود افضل المرسلین ہونے کے علم غیب نہیں رکھتے تھے، خود واقعۂ افک ہمارے سامنے ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کتنے دنوں تک مضطرب

اور پریشان رہے۔ آخر قرآن میں اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت حال سے آگاہ ہوئے۔ اس ایک واقعہ ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار کل اور غیب دان کہنے والے خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اور اولیاء کو جو اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے، سو ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ بتاتے ہیں اور اس بات میں کچھ ان کی بڑائی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عالم میں تصرف کی قدرت دے دی ہو کہ موت و حیات ان کے اختیار میں ہو یا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو غیب دانی دے دی ہو کہ جس کے احوال جب چاہیں معلوم کر لیں۔ (سلفیہ) اس آیت سے شرک کی جڑ کٹ گئی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، جو تمام عالم کے سردار ہیں، اپنی جان کے نفع ونقصان کا اختیار ہو نہ غیب کی بات معلوم ہو تو کسی اور نبی یا ولی یا بزرگ یا فقیر یا جن یا فرشتے کو کیا قدرت ہے کہ کسی کو فائدہ یا نقصان پہنچائے یا کوئی غیب کی بات بتائے۔ البتہ اللہ تعالیٰ جو غیب کی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیتا وہ آپ کو معلوم ہو جاتی اور آپ لوگوں کو اس کی خبر دے دیتے۔ (از وحیدی)

۳۔ قیامت کے دن گواہی:

''ویسے ہی ہم نے تم کو (اے مسلمانو!) ایک معتدل امت بنایا، تا کہ تم دوسرے لوگوں پر (قیامت کے دن) گواہ بنو اور پیغمبر (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تم پر گواہ ہوں اور (اے پیغمبر!) جس قبلہ پر تو پہلے تھا (یعنی کعبہ) ہم نے اسی کو (دوبارہ) مقرر کر دیا۔ اس کی غرض یہ تھی کہ ہم کو یہ بات کھل جائے کہ کون پیغمبر کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے اور قبلہ بدلنا بھاری (یعنی شاق) ہوا مگر ان پر جن کو اللہ تعالیٰ نے راہ بتلائی اور اللہ تعالیٰ تمھاری نماز کو بے فائدہ کر دے، یہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تو لوگوں پر بڑی شفقت کرنے والا، مہربان ہے۔'' (البقرة:۱۴۳)

یعنی تمھیں امت وسط قرار دینے سے غرض یہ ہے کہ تم کو دنیا اور آخرت میں لوگوں پر شاہد ہونے کا درجہ حاصل ہو جائے۔ تم قیامت کے دن انبیاء کے حق میں گواہی دو کہ انھوں نے اپنی امتوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ گواہی دیں کہ تم نے اس کے مطابق عمل کر کے دکھایا۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اور میری

امت قیامت کے دن ایک بلند ٹیلے پر بیٹھے ہوں گے کہ جب کوئی امت اپنے نبی علیہ السلام کی تکذیب کرے گی تو ہم گواہی دیں گے کہ بے شک اس نبی نے امت کو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا دیے تھے۔ امت کی یہ شہادت قرآن کے بیان پر مبنی ہو گی، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اس شہادت پر امت محمد یہ سے پوچھا جائے گا کہ تمھیں ان واقعات کا کیسے علم ہوا تو وہ کہیں گے :((أَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا بِذٰلِكَ أَنَّ الرُّسُلَ قَدْ بَلَّغُوْا)) کہ ہمارے پیغمبر نے خبر دی تھی کہ تمام انبیاء نے اپنی امتوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا دیے تھے۔[ابن ماجه، أبواب الزهد، باب صفة أمة محمد ﷺ : ٤٢٨٤]امت محمد (ﷺ) کی شہادت کے متعلق بھی احادیث وارد ہیں۔ ایک حدیث میں ہے اچھے اور برے لوگوں کی تمیز اور معرفت تمھاری شہادت پر ہو گی، جس کی تم نے تعریف کر دی وہ اچھا ہے اور جس کی تم نے مذمت کر دی وہ برا ہے۔[تفسیر ابن کثیر : ٢٦٢/١] ایک مرتبہ دو جنازوں کے بارے میں بھی رسول اللہ ﷺ نے جنتی اور دوزخی ہونے کا حکم صحابہ کی شہادت ہی پر فرمایا تھا اور ساتھ ہی اس کی وجہ بیان فرمائی کہ ((أَنْتُمْ شُهَدَآءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ)) کہ تم زمین میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے گواہ ہو۔[بخاری، کتاب الجنائز، باب ثناء الناس علی المیت : ١٣٦٧]

۴۔ شہید کی برزخی زندگی :

”اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کو مردے مت کہو، بلکہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔“ (البقرۃ:۱۵۴)

اوپر کی آیت میں اقامت دین کے لیے صبر وصلوٰۃ سے کام لینے کا حکم دیا گیا ہے۔ اب یہاں جہاد کی ترغیب ہے(کبیر) جب غزوۂ بدر میں کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے تو بعض لوگ کہنے لگے ”فلاں مر گیا، اس سے زندگی کا عیش و آرام چھن گیا۔“ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شہداء کے متعلق کفار نے اس قسم کی باتیں کیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(فتح البیان و کبیر) شہیدوں کو برزخی حیات حاصل ہے اور احادیث سے ثابت ہے کہ ان کی روحیں جنت میں عیش و آرام سے گزر بسر کر رہی ہیں۔ (دیکھیے آل عمران: ۱۶۹،۱۷۰) اور قرآن و احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد برزخ میں ہر شخص کو زندگی حاصل ہے۔ (دیکھیے سورۃ المؤمن: ۱۱، ۴۶۔ سورۃ إبراهيم: ۲۷) مگر مومن کی روح راحت میں ہے اور کافر کی روح کو عذاب ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''(اے پیغمبر!) جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ مت سمجھ، وہ اپنے مالک کے پاس زندہ ہیں، ان کو روزی ملتی ہے اور اللہ نے جو اپنے فضل سے ان کو دیا ہے اس پر خوش ہیں اور جو لوگ ابھی ان کے پاس نہیں پہنچے ان کے پیچھے (دنیا میں زندہ) ہیں (لیکن جہاد میں مصروف ہیں) ان کی خوشی مناتے ہیں کہ نہ ان کو ڈر ہوگا اور نہ غم۔ اللہ کی نعمت و فضل کی خوشی کر رہے ہیں اور اس کی (خوشی کر رہے ہیں) کہ اللہ مسلمانوں کا ثواب ضائع نہیں کرتا۔'' (آل عمران: ۱۶۹ تا ۱۷۱)

احادیث میں ہے کہ شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹ میں جنت کی سیر کرتی ہیں اور عرش کے نیچے قندیلوں کے ساتھ آویزاں رہتی ہیں۔ [مسلم، کتاب الإمارۃ، باب بیان أن أرواح الشھداء ...... الخ : ۱۸۸۷] عالم برزخ کی یہ زندگی شہداء کو حاصل ہے۔

(نیز دیکھیے : البقرۃ:۱۵۴) ثابت ہوا کہ شہداء جنت میں زندہ ہیں، اپنی قبروں میں زندہ نہیں۔

۱۵۔ مولویوں اور درویشوں کے غلط کام:

''بے شک ہم نے تورات اتاری، اس میں ہدایت اور روشنی ہے، اللہ کے تابع فرمان پیغمبر (جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں آئے) یہودیوں کو اسی کے موافق حکم دیتے رہے اور پیغمبروں کے علاوہ مشائخ اور مولوی (بھی اسی پر حکم دیتے رہے) اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے وہ حافظ (امانتدار) بنائے گئے تھے اور اس کی نگہبانی کرتے تھے تو اے یہود! لوگوں سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے (دنیا کا) تھوڑا مول مت لو (رشوت کھا کر میرے حکم مت چھپاؤ) اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اترے کے موافق حکم نہ دیں وہی کافر ہیں۔'' (المائدۃ:۴۴)

حسن بصری فرماتے ہیں کہ حکام پر اللہ تعالیٰ نے تین چیزیں لازم کی ہیں: خواہش کی پیروی نہ کریں، درست فیصلہ کرنے میں کسی کی پروا نہ کریں اور رشوت لے کر غلط فیصلہ نہ کریں۔ اور سورۂ مائدہ ہی میں ہے:

''ان کے مشائخ اور مولوی جھوٹ بولنے اور حرام کا مال کھا جانے سے ان کو منع کیوں نہیں کرتے، بے شک برا (کام) کرتے رہے۔'' (المائدۃ:۶۳)

یعنی جنھوں نے سچ بات کہنے اور منکرات سے روکنے سے اپنی زبانوں کو گنگ بنا لیا ہے ایسے مشائخ اور مولویوں کو یقیناً گناہ کرنے والوں سے بھی سخت سزا ملے گی۔ (ابن جریر)

اور ان کی بری خصلتوں کا ذکر کرتے ہوئے، سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''ان لوگوں نے اپنے مولویوں اور درویشوں (علماء و مشائخ) کو اور مسیح مریم کے بیٹے کو اللہ کے سوا (جو اکیلا ہے) داتا بنا لیا، حالانکہ ان کو (اللہ کے پاس سے) اور کچھ نہیں یہی حکم ملا تھا کہ ایک (اکیلے سچے) اللہ کی پرستش کریں، اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں (سب جھوٹے معبود ہیں) وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک ہے۔ (یہ لوگ) چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (قرآن یا دین یا پیغمبر کی پیغمبری) کو اپنے منہ سے (جھوٹی باتیں بنا کر) بجھا دیں اور اللہ تو ماننے والا نہیں جب تک اپنے نور کو پورا نہ کرے، گو کافر برا مانیں۔ وہی اللہ ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت کی باتیں (معجزے اور شریعت کے احکام) اور سچا دین (اسلام) دے کر بھیجا۔ اس لیے کہ اس کو (یعنی پیغمبر کو یا دین اسلام کو) ہر دین پر غالب کرے گو مشرک برا مانیں۔ مسلمانو! (اہل کتاب کے) بہت سے مولوی اور مشائخ لوگوں کے مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے (لوگوں کو) روکتے ہیں۔'' (التوبہ: ۳۱ تا ۳۴)

یعنی رشوت لے کر، غلط مسئلے بتا کر، رسول اللہ ﷺ کے متعلق بشارتوں کو چھپا کر اور ان کو غلط معنی پہنا کر اور لوگوں کو دین کی حفاظت اور تبلیغ دین کا چکمہ دے کر۔ امام رازی فرماتے ہیں: ''فی زمانہ بھی بہت سے علماء اور مشائخ اسی طرح کے حیلے حوالوں سے لوگوں کے مال ہضم کر رہے ہیں۔'' (کبیر، ابن کثیر)

۲۴۔ نیک اعمال کے بدلے دنیا کمانا:

''جو کوئی (نیک عمل کر کے) آخرت کی کھیتی (وہاں کا ثواب) چاہے ہم اس کی کھیتی اور بڑھائیں گے اور جو کوئی دنیا کی کھیتی چاہے (یہاں کا فائدہ، مال و متاع) ہم اس کو وہی دیں گے اور آخرت میں کچھ حصہ اس کا نہ رہے گا۔'' (الشوریٰ: ۲۰)

یعنی ہم اسے دنیا میں نیک کاموں کی زیادہ توفیق دیتے ہیں اور آخرت میں دس سے سات سو

گنا تک اس کا اجر بڑھائیں گے اور جو دنیا کی کھیتی چاہے اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، کیونکہ اس نے جو اعمال کیے اس سے اس کی نیت یہ تھی ہی نہیں کہ آخرت کا ثواب حاصل کیا جائے۔ ایک حدیث میں بھی ہے کہ جو شخص آخرت کا عمل کر کے دنیا چاہے گا اس کے لیے آخرت میں کچھ حصہ نہ ہوگا۔ (دیکھیے: بنی اِسرائیل: ۱۸، ۱۹)

شاہ صاحب لکھتے ہیں: ''دنیا کے واسطے جو محنت کرے موافق قسمت کے ملے یہ اس کی محنت کا فائدہ آخرت میں نہیں۔''

اور سورۂ بنی اسرائیل میں ہے:

''جو شخص دنیا کی بھلائی چاہتا ہو تو جتنا ہم چاہتے ہیں اس کو جلدی سے دنیا میں دے دیتے ہیں پھر (آخرت میں تو) ہم نے اس کے لیے دوزخ ٹھہرا رکھی ہے جس میں برے حالوں مردود ہو کر اس کو جانا ہے اور جو شخص (اچھے عمل کر کے) آخرت کی بھلائی چاہتا ہو اور اسی کے لیے جیسی کوشش کرنی چاہیے ویسی کوشش کرے اور ایماندار ہو تو ایسے لوگوں کی کوشش اللہ کی درگاہ میں قبول ہو گی۔ دنیا چاہنے والے اور آخرت چاہنے والے ہر ایک کو ہم تیرے پروردگار کی بخشش سے مدد دیتے ہیں اور تیرے رب کی بخشش کسی نے نہیں گھیری۔'' (بنی اسرائیل: ۱۸ تا ۲۰)

یعنی وہ نیک اعمال محض اس لیے کرتا ہو کہ اسے دنیا کا فائدہ اور اس کی خوشحالی حاصل ہو جیسے منافق یا ریا کار۔

یعنی اس کا مقصد پورا کر دیتے ہیں مگر اتنا نہیں جتنا وہ چاہتا ہے بلکہ جتنا ہم چاہتے ہیں۔ پہلے گزر چکا ہے کہ سورۂ ہود کی آیت: ﴿ نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ ﴾ [هود : ١٥] اس آیت کے ساتھ مقید ہے۔

۵۲،۳۵۔ ایصال ثواب کی حقیقت:

''موسیٰ (علیہ السلام) کی کتاب کے ورقوں میں ہے اور ابراہیم (علیہ السلام) کی کتاب کے ورقوں میں جس نے اللہ کا حق پورا ادا کیا ان کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور یہ بھی لکھا ہے کہ آدمی کو اپنی ہی کوشش سے ایمان سے

فائدہ ہوگا اور یہ کہ اس کی کوشش آگے چل کر اور قیامت کے دن اس کو دکھائی جائے گی۔''
(النجم: ۳۶ تا ۴۰)

یعنی کسی دوسرے کا عمل فائدہ نہیں دے سکتا۔ ہوسکتا ہے کہ ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کی شریعت میں یہ حکم عام ہو لیکن ہماری شریعت میں کچھ مستثنیات ہیں، مثلاً گنہگاروں کے لیے انبیاء اور فرشتوں کی شفاعت، مردوں کے لیے زندوں کی دعا اور باپ کے عمل سے اولاد کے درجوں کا بلند ہونا تو قرآن سے ثابت ہے اور میت کی طرف سے صدقہ وخیرات اور حج کرنا وغیرہ کا نافع ہونا صحیح احادیث سے ثابت ہے، اب رہی نماز اور قرآن خوانی تو اس کے متعلق چونکہ قرآن یا کسی حدیث میں صراحت نہیں ہے اس لیے یہ اس آیت کے عام حکم کے تحت رہیں گے اور انسان کی اولاد بھی چونکہ اس کی سعی کا نتیجہ ہے، اس لیے اس کے نیک عمل کا ثواب پہنچنا اس آیت کے تحت داخل ہے۔ (قرطبی)

۴۴۔تقلید چھوڑو، اتباع رسول کرو:

''مسلمانو! جب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو ایسے کام کے لیے بلائے جس میں تمھاری زندگی ہے تو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حکم مانو (جواب دو۔فوراً حاضر ہو جاؤ) اور یہ سمجھ لو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے بیچ میں آڑ ہو جاتا ہے اور تم کو آخر اسی کی طرف جمع ہونا ہے، وہ ہر کام کا بدلا دے گا۔'' (الأنفال: ۲۴)

یعنی اللہ اور اس کے رسول کی دعوت پر لبیک کہنا تم پر لازم ہے۔''وہ جو تمھیں زندگی بخشتا ہے'' میں علمائے سلف سے مختلف اقوال منقول ہیں، بعض نے ایمان و اسلام اور بعض نے قرآن لیکن اکثر نے اس سے جہاد مراد لیا ہے کیونکہ جہاد دنیا و آخرت میں زندگی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور پھر سیاق کلام کے مناسب بھی یہی ہے لیکن اگر اس سے مراد حق وثواب لیا جائے تو قرآن، ایمان، جہاد اور اطاعت کے جملہ امور کو یہ لفظ شامل ہو جاتا ہے۔ مولانا علامہ وحید الزماں لکھتے ہیں:

''ان آیات سے تقلید ناجائز کی جڑ کٹ گئی۔ جب اللہ کا حکم یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہا مانو تو کیونکر یہ درست ہوسکتا ہے کہ رسول کے حکم کی موجودگی میں دوسرے مجتہد یا امام کی بات پر عمل کیا جائے۔ دوسرے ائمہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفش بردار ہیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم معلوم

ہو جائے تو تابعداروں کی بات سننا اور رسول اللہ ﷺ کا کہنا نہ ماننا اپنے آپ کو تباہ کرنا ہے، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔ (مختصر از وحیدی)

اسی طرح یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد بھی اگر کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کہا نہ مانے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو یہ سزا ملتی ہے کہ وہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور اس کے بعد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت پر لبیک کہنے کی توفیق نہیں ملتی، جیسے فرمایا:

﴿ فَلَمَّا زَاغُوٓا أَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ ﴾ [الصف : ٥]

''وہ خود ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔''

آیت کے یہ معنی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور مفسرین نے بیان فرمائے ہیں۔ (ابن کثیر) ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آدمی کے دل کے قریب ہے، اس لیے کہ وہ انسان کے دل کے حالات سے خوب واقف ہے، اسے خوب معلوم ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت پر اخلاص سے لبیک کہہ رہے ہو یا کسی دوسرے جذبے سے، مطلب یہ ہے کہ دلوں میں اخلاص پیدا کرو۔ (الفواد) شاہ صاحب اس آیت کی تشریح یہ فرماتے ہیں کہ حکم بجا لانے میں دیر نہ کرو، شاید اس وقت دل ایسا نہ رہے، دل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں اللہ کا حائل ہونا موت سے کنایہ ہے یعنی موت آنے سے قبل نیکی اور اطاعت بجا لاؤ۔ اس کے بعد ﴿ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴾ کے جملے سے بھی اس معنی کی تائید ہوتی ہے۔ (رازی)

۵۸۔ آیات کا ٹیڑھا مطلب نکالنے کی مذمت:

''جو لوگ ہماری آیتوں کا (جان بوجھ کر) ٹیڑھا مطلب نکالتے ہیں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں (ان کا حال ہم کو معلوم ہے) بھلا جو کوئی دوزخ میں ڈالا جائے وہ بہتر ہے یا جو قیامت کے دن بے کھٹکے آئے، جو چاہو سو کر لو، وہ تمھارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔''

[حم السجدة : ٤٠]

لفظی ترجمہ یہ ہے: ''جو لوگ ہماری آیات میں الحاد کرتے ہیں'' الحاد کے معنی ہیں حق سے پھر کر ٹیڑھی راہ اختیار کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی آیات میں الحاد یہ ہے کہ ان کا سیدھا سادا اور واضح مطلب

لینے کی بجائے غیر متعلق بحثیں کرے اور انھیں غلط مطلب پہنانے کی کوشش کرے، جو لوگ مسلمان ہوکر باطل نظریات، مثلاً: انکار حدیث، اشتراکیت، سرمایہ داری، بدعات وغیرہ کے حامی بن جاتے ہیں وہ یہی طرز اختیار کرتے ہیں، خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس میں سخت سرزنش بھی ہے کہ ایسے لوگ ہماری گرفت سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ سورۂ یونس میں ہے:

"اے پیغمبر! ان لوگوں سے پوچھ، بھلا بتلاؤ تو سہی اللہ نے جو روزی تمھارے لیے اتاری پھر تم نے اس میں سے کچھ حلال ٹھہرائے کچھ حرام (اے پیغمبر!) کہہ دے کیا اللہ نے تم کو یہ حکم دیا یا تم اپنی طرف سے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں انھوں نے قیامت کے دن کو کیا سمجھ رکھا ہے، بے شک اللہ تو لوگوں پر فضل کرتا ہے، بہت لوگ شکر نہیں کرتے۔" (یونس: ۵۹، ۶۰)

اس سے معلوم ہوا کہ اپنی خواہشوں سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دینا اللہ پر جھوٹ باندھنے کے مترادف ہے۔ (ابن کثیر) قاضی شوکانی فرماتے ہیں اس آیت میں ان مقلد حضرات کے لیے سخت وعید ہے جو فتوے کی کرسی پر بیٹھ کر حلال اور حرام، جواز و عدم جواز کے فتوے صادر کرتے ہیں، حالانکہ ان کا مبلغ علم صرف اتنا ہوتا ہے کہ امت کے کسی ایک شخص نے جو بات کہہ دی ہے اسے نقل کر دیتے ہیں، گویا انھوں نے اس شخص کو ایک شارع کی حیثیت دے رکھی ہے، کتاب وسنت کے جس حکم پر اس نے عمل کیا اس پر یہ بھی عمل کریں گے اور جو چیز اسے نہ پہنچی یا پہنچی مگر وہ اسے ٹھیک طرح سمجھ نہ سکا یا سمجھا مگر اپنے اجتہاد و ترجیح میں غلطی کر بیٹھا وہ ان کی نظر میں منسوخ اور مرفوع الحکم ہے، حالانکہ جس کی یہ لوگ تقلید کر رہے ہیں وہ بھی اس شریعت اور اس کے احکام کا اسی طرح پابند تھا جس طرح خود یہ لوگ۔

سورۂ انعام کا خلاصہ:

سورۃ الأنعام اصول عقائد کے اثبات اور مشرکین و اہل بدعت کے اقوال کے ابطال میں ایک اصل کی حیثیت رکھتی ہے بلکہ پورے علم اصول یعنی عقائد پر حاوی ہے۔ (شوکانی و کبیر) اس سورت

کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(۱) دلائل توحید: ۱تا ۳، ۶، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۲۲تا ۲۴۔ ۹۵تا۹۹، ۱۴۱تا ۱۴۴۔ (۲) دلیل لاؤ: ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰۔ (۳) کسی چیز (شے) کو اللہ کا شریک نہ بناؤ: ۱۵۱۔ (۴) اللہ کے برابر کوئی نہیں، غیر اللہ کو اللہ کے برابر سمجھنا کفر ہے: ۱، ۱۵۰۔ (۵) انسان مٹی سے پیدا کیا گیا: ۲۔ (۶) اللہ سب ظاہر اور باطن جانتا ہے: ۳، ۷۳، ۱۱۷، ۱۳۲، ۱۳۹۔ (۷) سب کچھ اللہ کا ہے: ۱۳۔ (۸) رسول اللہ (اور امت کو) اللہ کے حکم (آسمانی ہدایت) ماننے کا حکم دیا گیا: ۱۴، ۱۵، ۵۰، ۵۶، ۵۷، ۱۰۶، ۱۱۴تا۱۱۶، ۱۲۱، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۸، ۱۵۰، ۱۵۳ تا ۱۵۷، ۱۶۱تا۱۶۵۔ (۹) صرف اللہ تعالیٰ نفع ونقصان کا مالک ہے: ۱۷، ۱۸، ۱۴، ۳۹، ۴۶، ۵۰، ۵۷، ۵۸، ۶۰، ۶۵، ۶۲، ۸۱، ف ۱، ۸۴، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۱۰۷، ۱۱۱، ۱۲۵، ۱۳۳، ۱۳۴۔ فائدہ ۸۱: اس امت کے کلمہ گو پیر پرست بھی اہل توحید سے کہتے ہیں جو شخص بڑے پیر کی گیارھویں چھوڑ دے اس کا بیٹا یا بھینس مر جاتی ہے، یا کوئی اور نقصان پہنچ جاتا ہے، تو ان کا بھی یہی جواب ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے اس آیت میں دیا ہے۔ (۱۰) معبود ایک ہے، شرک سے آپ ﷺ (اور امت) کو منع کیا گیا ہے: ۱۹، ۱۴، ۱۶۱ تا ۱۶۵۔ (۱۱) مشرکین قیامت کے دن شرک سے مکر جائیں گے: ۲۲ تا ۲۴۔ (۱۲) ہدایت رسول کائنات ﷺ کے اختیار میں نہیں: ۳۳ تا ۳۵۔ (۱۳) غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے: ۴۰، ۴۱، ۶۳ تا ۶۶۔ (۱۴) معبود کون ہے؟: ۴۶، ۱۹، ۱۰۲۔ (۱۵) غیر اللہ کو پکارنا ان کی عبادت ہے: ۵۶۔ (۱۶) اللہ خالق ہے: ۱، ۲، ۷۳، ۱۰۱، ۱۰۲۔ (۱۷) یَرَوْا: ۶۔ (۱۸) اللہ تعالیٰ ناظر ہے: ۱۳، ۱۱۵۔ (۱۹) معجزات کا اختیار آپ ﷺ کو نہ تھا: ۳۵، ۳۷، ۱۰۹۔ (۲۰) آپ ﷺ کے پاس اللہ کے خزانے نہیں، آپ غیب نہیں جانتے: ۵۰، ۵۹۔ (۲۱) آپ ﷺ کا الٰہ بھی اللہ ہے: ۱۹۔ (۲۲) آپ ﷺ کسی کے نفع ونقصان کے مالک نہیں: ۵۲، ۵۷، ۵۸، ۶۶، ۱۰۷۔ (۲۳) پیغمبر صرف بشیر ونذیر تھے: ۴۸۔ (۲۴) شفاعت اللہ کے اختیار میں ہے اور وہی والی یعنی کارساز ہے: ۹۴، ۵۱، ۷۰۔ (۲۵) قرآن کے متعلق: ۵۵، ۱۹، ۱۰۴، ۱۱۵، ۱۲۶، ۱۵۴ تا ۱۵۷۔ ۱۶۱، ۶۶، ۹۲۔ (۲۶) دین میں ہنسی مذاق منع ہے: ۱۰، ۵۔ (۲۷) اللہ تعالیٰ کن فیکون کا مالک ہے: ۷۳۔ (۲۸) اللہ تعالیٰ علی کل شیء قدیر ہے: ۱۷۔ (۲۹) پہلے ایمان پھر عمل: ۴۸۔ (۳۰) انکار آیات: ۲۱، ۲۶، ۲۷، ۳۹، ۴۹، ۹۳۔ (۳۱) رسولوں کی اللہ نے مدد کی: ۳۴۔ (۳۲) اعمال اپنے اپنے: ۵۲۔ (۳۳) اللہ سب جہانوں کا رب (داتا) ہے: ۴۵، ۷۱، ۱۶۲، ۱۶۴۔ (۳۴) اللہ وہاب

(داتا) ہے: ۸۴۔ (۳۵) اللہ آپ ﷺ کا رب (داتا) ہے: ۱۵، ۵۷، ۱۰۶، ۱۱۲، ۱۱۴، ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۲۶، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۵۸، ۱۶۵، ۱۶۴۔ (۳۶) اللہ ابراہیم کا رب (داتا) ہے: ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۸۰۔ (۳۷) مشرکین مکہ کے کام: ۶۳ تا ۶۶، ۱، ۴، ۱۴، ۲۲ تا ۲۴، ۲۶، ۴۰، ۴۱، ۵۶، ۷۱، ۱۳۰ تا ۱۴۰، ۱۱۶، ۱۱۹، ف: ۳۷ (الف) وہ غیر اللہ کو پکارتے تھے، لہٰذا مشرک قرار پائے: ۶۳ تا ۶۶ اور ۴۰، ۴۱، ۷۱، ۵۶۔ (ب) وہ غیر اللہ کو اللہ کے برابر ٹھہراتے تھے، اس لیے کافر قرار پائے: ۱ (ج) وہ اللہ کی آیتوں سے منہ پھیر لیتے تھے: ۴۔ (د) وہ غیر اللہ کو اپنا والی یعنی کارساز بناتے تھے، اس لیے مشرک ٹھہرے: ۱۴، ۵۱، ۷۰۔ (ر) وہ غیر اللہ کو اللہ کا شریک ٹھہراتے لیکن قیامت کے دن مکر جائیں گے۔ ۲۲ تا ۲۴۔ (س) ترجمہ: ۲۶۔ (اور وہ لوگوں کو اس سے روکتے ہیں اور خود بھی الگ رہتے ہیں اور یہ لوگ کچھ نہیں مگر اپنے تئیں آپ تباہ کرتے ہیں اور سمجھتے نہیں اور اے پیغمبر! اگر تو ان کو اس وقت دیکھے جب دوزخ پر ٹھہرائے جائیں گے تو عجب تماشا یا بڑا ہولناک سانحہ دیکھے گا، یہ کہتے ہوں گے کاش! پھر ہم دنیا میں بھیج دیے جائیں اور اب کی بار اپنے مالک کی آیتوں کو جھٹلائیں نہیں اور ایماندار ہو جائیں، یہ جو خود آرزو کریں گے وہ بھی سچے دل سے نہیں، ایمان کو اچھا سمجھ کر نہیں، بلکہ جس بات کو پہلے وہ چھپاتے تھے وہ ان کے سامنے کھل گئی۔ یعنی صرف قرآن پر طعن کرنے پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ قرآن سننے اور آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے سے دوسرے لوگوں کو بھی منع کرتے ہیں۔ (کذا فی الکبیر) بہت سے بدعت پرست علماء اپنے ماننے والوں کو اس قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے سے منع کرتے ہیں کہ کہیں وہ عشق و جذب، پاگل پن کی بھول بھلیوں سے نکل کر وہابی (ایک داتا کو ماننے والے) نہ بن جائیں (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) (ص) وہ آسمانی ہدایت کی بجائے اپنے خیالات و خواہشات اور اٹکل پچو کی پیروی کرتے تھے: ۱۱۶، ۱۱۹، ۱۵۰، ۱۲۱، ۱۵۳، ۵۶۔ (ع) وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے تھے: (۶) ۲۱۔ (۳۸) دون اللہ غیر اللہ: ۵۰، ۷۰، ۷۱، ۵۱، ۴۶، ۱۴۵، ۱۶۴۔ (۳۹) توبہ: ۵۴۔ (۴۰) مشرکین مکہ رسول کائنات کی قوم تھے: ۲۲۔ (۴۱) اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے: ۷۱۔ (۴۲) ابراہیم علیہ السلام سب کو چھوڑ کر اللہ کے ہو گئے: ۷۹ تا ۸۲۔ ۱۶۱۔ (۴۳) ہدایت اللہ کے اختیار میں ہے: ۸۴ تا ۸۸۔ (۴۴) شرک کسی کو معاف نہیں خواہ نبی ہو: (۶) ۸۴ تا ۸۸۔ (۴۵) آپ ﷺ بشر، سب انبیاء علیہم السلام بشر: ۹۱، ۱۳۴، ۱۳۵، ۸۴ تا ۸۸، ۶۶۔ سب اولاد آدم: ۹۸، ۱۳۳۔ (۴۶) اللہ کی قدر نہ کی: ۹۱۔ (۴۷)

توحید خالص: ۱۷ تا ۲۳، ۷۹ تا ۸۲، ۹۵، ۱۰۰ تا ۱۰۴، ۱۰۶، ۱۶۱ تا ۱۶۵۔ (۴۸) آپ ﷺ کی رسالت عالمگیر ہے: (۶) ۹۰۔ (۴۹) عذاب قبر: ۹۳۔ (۵۰) اللہ پر جھوٹ بولنا: ۹۳، ۲۱۔ (۵۱) مخلوق خالق کی شریک نہیں ہوسکتی: ۱۰۰۔ (۵۲) لوگوں کی اطاعت نہ کرو وہ تمھیں گمراہ کردیں گے: ۱۱۶، ۱۲۱، ۱۵۳۔ (۵۳) اپنے خیالات، خواہشات اور اٹکل پچو پر نہ چلو: ۱۱۶، ۱۱۹، ۱۵۰۔ (۵۴) اللہ تعالیٰ کی پسند و ناپسند: ۱۵۱ تا ۱۵۳۔ (۵۵) یتیم کے مال کو استعمال کرنے میں غلط طریقہ سے بچو: ۱۵۲۔ (جیسے تیجہ، دسواں، چالیسواں اور دوسرے غیر شرعی طریقوں سے لوگ یتیموں کا مال کھاتے ہیں)۔ (۵۶) فرقہ بازوں سے رسول کائنات ﷺ کا کوئی تعلق نہیں: ۱۵۹۔ (مراد یہود و نصاریٰ ہیں جنھوں نے گمراہی میں مبتلا ہوکر اپنے دین میں فرقہ بندیاں قائم کرلیں، یا تفریق دین کے یہ معنی ہیں کہ کتاب کے بعض حصوں پر ایمان لائے اور بعض کے ساتھ کفر کیا اور خود مسلمانوں میں سے وہ اہل بدعت حضرات بھی اس کے مصداق ہیں جو دین میں بدعات پیدا کرکے اس میں تفرقہ پیدا کررہے ہیں۔ (کذا المروی عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ابن کثیر: ۳۱۶/۲۔ الانعام: ۱۵۹) سورۃ الانعام کا مختصر خلاصہ ختم ہوا۔

فصل دوم

عقائد اہل سنت (سوالات و جوابات)

سوال: اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں کس لیے پیدا کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ہمیں صرف اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾ [الذاريات : ٥٦] ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔'' اور یہ بھی فرمایا:
﴿ وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ﴾ [بني إسرائيل : ٢٣] ''تمھارے رب نے فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔''

سوال: توحید کو قبول کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: جو شخص سچے دل سے لا الہ الا اللہ کہتا ہے اور اپنے ایمان میں شرک کی ملاوٹ نہیں کرتا اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے اور اس کا مقام جنت ہے:
﴿ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ ﴾
[الأنعام : ٨٣]

''جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان میں ظلم کی آمیزش نہیں کی تو ایسے لوگوں کے لیے امن ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے۔ [بخاري، كتاب الإيمان، باب ظلم دون ظلم : ٣٢۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب صدق الإيمان و إخلاصه : ١٢٤]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ ہر اس شخص پر حرام کر دی جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے حصول کے لیے لا الہ الا اللہ کہا۔'' [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قوله تعالى ﴿ يأهل الكتاب لا تغلوا...... ﴾: ٣٤٣٥۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن

من مات علی التوحید دخل الجنة : ۲۹]

سوال: اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو دنیا میں کیوں بھیجا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ [الأنبياء : ۲۵]

''اور ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھیجے ان کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس میری عبادت کرو۔''

معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ لوگوں کو توحید کی دعوت دی جائے اور لوگ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں۔

سوال: کیا مسلم بننے کے لیے لا الٰہ الا اللہ کے معنی جاننا ضروری ہیں؟

جواب: مسلم بننے کے لیے شرط اول یہ ہے کہ اسے لا الٰہ الا اللہ کے معنی معلوم ہوں، اسے پتا ہو کہ کلمہ پڑھنے سے اسے کن کن باتوں کو ماننا پڑے گا اور کن کن باتوں کا انکار کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے:

﴿ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ [محمد : ۱۹]

''پس جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ (معبود) نہیں۔''

معلوم ہوا کہ کفر سے نکل آنے اور ایمان میں داخل ہو کر اپنے درجات بلند کرنے کے لیے علم شرط اول ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو اس حال میں مر جائے کہ وہ اس بات کا علم رکھتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، جنت میں داخل ہو گا۔'' اس علم سے مراد دل کی تصدیق اور زبان کا اقرار ہے۔ [مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنة قطعًا : ۲۶]

سوال: توحید الاسماء والصفات سے کیا مراد ہے؟

جواب: توحید صفات سے مراد یہ ہے کہ الٰہ کی تشریح میں درج شدہ تمام صفات باری تعالیٰ پر ایمان لانے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ان سب صفات کا بھی اقرار کیا جائے جن سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے آپ کو موصوف کیا، مثلاً اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ (طٰہٰ : ۵) اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔ (النساء : ۱۶۴) اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ...

سے بنایا۔ (سورۂ ص: ۷۵)۔ یا جن صفات کا ذکر احادیث صحیحہ میں ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب الترغیب فی الدعاء والذکر فی آخر اللیل والإجابة فیه : ۷۵۸] یہ تمام صفات اس کمال کو پہنچی ہوئی ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہیں، کسی مخلوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفات کو تشبیہ نہیں دی جا سکتی، کیونکہ مخلوق خالق کی صفات کی کیفیت کو جاننے سے قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ﴾ [الشوریٰ: ۱۱] ''(کائنات کی) کوئی چیز اس کی مثل نہیں۔'' اللہ تعالیٰ کی صفات کو حقیقت پر محمول کرتے ہوئے کسی تاویل، کیفیت، تعطیل اور تمثیل کے بغیر ایمان لانا توحید الاسماء والصفات ہے۔

تاویل:

آیات و احادیث کے ظاہری معنوں کو دوسرے مرادی معانی کی طرف پھیرنا تاویل کہلاتا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا مطلب یہ بیان کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر غالب ہے، ایسی تاویل کرنا جائز نہیں۔

کیفیت:

اللہ تعالیٰ کی صفت کی کیفیت بیان کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

تمثیل:

تمثیل سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت کو مخلوق کی صفت کے مشابہ قرار دے دیا جائے۔ مثلاً اللہ کا آسمان دنیا پر نزول ہمارے نزول کی طرح مانا جائے، ایسا ماننا حرام ہے۔

تعطیل:

اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کرنا تعطیل ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کو عرش پر مستوی ماننے کی بجائے اسے بلحاظ ذات ہر جگہ موجود سمجھا جائے، ایسا سمجھنا گمراہی ہے۔ یقیناً سلف صالحین یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ کرام رحمہم اللہ کا مسلک ہی حق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے حقیقی معانی پر ایمان لا کر بغیر کسی تاویل، تمثیل کے ان صفات کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا چاہیے۔

سوال: اسلامی دعوت کا طریقہ کار کیا ہے؟

جواب: اسلامی دعوت کا صحیح طریقہ کار یہ ہے کہ دعوت کا آغاز توحید کے پرچار سے کیا جائے،

لوگوں پر توحید اور شرک کے مابین فرق واضح کیا جائے۔ جو مبلغین دعوت توحید کو مشکل محسوس کرتے ہوئے لوگوں کے عقائد کی تصحیح کی طرف دھیان نہیں دیتے پھر دعوت توحید کو ثانوی حیثیت دیتے ہوئے لوگوں کو نماز، روزہ، جہاد اور اخلاقیات کی دعوت دیتے ہیں، ان کا یہ رویہ انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت کے منافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی دعوت اصل اسلامی نتائج حاصل کرنے میں ناکام رہتی ہے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے ہوئے فرمایا: ''اولین چیز جس کی طرف لوگوں کو دعوت دی جائے وہ کلمۂ شہادت ہونی چاہیے یعنی یہ کہ لوگ اللہ تعالیٰ ہی کو الٰہ واحد مانیں۔''

[بخاری، کتاب الزکاۃ، باب لا تؤخذ کرائم أموال الناس فی الصدقة : ١٤٥٨]

سوال: کیا شرک کا ارتکاب کرنے والے کو اس کے نیک اعمال فائدہ دیں گے؟

جواب: نیک اعمال (صدقہ، خیرات، نماز، روزہ، لوگوں سے حسن سلوک) عقیدہ شرک کی موجودگی میں بے کار ہو جاتے ہیں اور اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں رہتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قانون کی انتہائی بالادستی بیان کرتے ہوئے ابراہیم، اسحاق، یعقوب، داؤد، سلیمان اور ایوب علیہم السلام سمیت ۱۸ جلیل القدر انبیاء کا نام لے کر فرمایا:

﴿ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ [الأنعام : ٨٨]

''اور اگر (بفرض محال) ان لوگوں نے شرک کیا ہوتا تو ان کے بھی سب اعمال ضائع ہو جاتے۔''

سوال: کیا شرک کرنے سے آدمی کا اسلام جاتا رہتا ہے؟

جواب: جس طرح نماز میں کلام کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، ہوا خارج کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، جان بوجھ کر کھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اسی طرح شرک کرنے سے آدمی کا اسلام جاتا رہتا ہے خواہ خود کو مسلمان کہے۔ اس کے بعد آدمی کا ہر عمل خود بخود ضائع ہو جاتا ہے، اسے عقائد کی اصطلاح میں نواقض اسلام کہتے ہیں۔ اسلامی فقہ کی ہر کتاب میں باب المرتد موجود ہے یعنی وہ باتیں جو کسی کلمہ گو کو کافر کر دیتی ہیں۔ اس کے بعد اس امر کی گنجائش نہیں رہتی کہ شرک کا داعی یا طاغوت کی کرسی پر بیٹھا ہوا کوئی کلمہ گو ہو تو اسے مسلمان کہا یا سمجھا جائے۔

سوال: کیا عامۃ الناس کو کافر سمجھا جائے گا؟

والے پر پلٹ آئے گا۔ یہ کہنے میں تو کوئی خوف نہیں ہونا چاہیے کہ جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا جان کر مشکلات میں امداد کے لیے پکارتا ہے وہ مشرک ہے مگر فرد معین پر فتویٰ لگانے میں احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ چار وجوہات کی بنا پر فتویٰ نہیں لگتا:

ا۔ تاویل:

کوئی شخص اپنے فعل کی کوئی تاویل کرے مثلاً گیارھویں والے پیر کے نام کی نذر و نیاز کو ایصال ثواب کہے تو اس کو مشرک نہیں کہا جائے گا۔

۲۔ اکراہ:

کوئی شرکیہ عمل اپنی جان بچانے کے خوف سے کرے تو وہ بھی مشرک نہ ہوگا۔

۳۔ جہالت:

کوئی شخص جاہل ہے تو فتویٰ سے پہلے اس کی جہالت دور کی جائے گی۔ مثلاً وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور من نور اللہ کہتا ہے مگر اس کے مفہوم ہی سے نا آشنا ہے۔

۴۔ بلا مقصد:

کسی شخص کی زبان سے بلا ارادہ شرکیہ یا کفریہ کلام نکلتا ہے، وہ دل سے بات کا قائل نہ ہو تو بھی اس پر فتویٰ نہیں لگتا۔

یہ چاروں وجوہات مانع نہ ہوں اور واضح طور پر نواقض اسلام میں سے کسی ایک بات کا مرتکب ہو تو اس کو کافر کہا جائے گا، ورنہ فقہ اسلامی میں مرتد کا باب سرے سے نہ ہوتا، کیونکہ مرتد کلمہ گو ہوتا ہے، جس نے اسلام قبول ہی نہ کیا ہو اسے مرتد نہیں کہا جا سکتا۔

سوال: کیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والا مشرک ہو سکتا ہے؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ضرور بالضرور اپنے سے پہلی امتوں کی پیروی کرو گے اور پہلی امتوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل: ٣٤٥٦۔ مسلم، كتاب العلم، باب إتباع سنن اليهود والنصارى: ٢٦٦٩]

یہود و نصاریٰ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ طاغوت پر ایمان لاتے تھے اور طاغوت کی بندگی کرتے تھے:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ ﴾

[النساء: ٥١]

''کیا تو نے اہل کتاب کو نہیں دیکھا کہ وہ بت اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک میری امت کی ایک جماعت مشرکوں سے نہ جا ملے اور میری امت کے بہت سے لوگ بت پرستی نہ کریں۔'' (برقانی نے اپنی صحیح میں روایت کی) [ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء لا تقوم الساعة حتی یخرج کذّابون: ۲۲۱۹]

سوال: کیا قبر پرستی کو بت پرستی کہا جا سکتا ہے؟

جواب: جب کسی قبر کی پوجا ہو گی تو اس کو بت پرستی کہا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پوجا کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا اس قوم پر سخت غضب نازل ہوا جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔'' [مؤطا إمام مالك، کتاب قصر الصلاة فی السفر، باب جامع الصلاة : ۸۵]

رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی (۱) ان عورتوں پر جو کثرت سے قبروں کی زیارت کرتی ہیں (۲) جو قبروں پر مسجدیں بناتے ہیں (۳) اور جو قبروں پر چراغ جلاتے ہیں۔ [أبو داوٗد، کتاب الجنائز، باب فی زیارة النساء القبور: ۳۲۳۶۔ ترمذی، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی کراهية أن یتخذ علی القبر مسجدا : ۳۲۰، ۱۰۵۶]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ آخر وقت میں فرماتے تھے: ''یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو، انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔'' اب اگر اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ محمد ﷺ کی قبر کو بھی سجدہ گاہ بنا لیا جائے گا تو آپ کو بند حجرہ میں دفن نہ کیا جاتا، بلکہ آپ کی قبر بھی کھلی ہوتی۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب ما یکره من اتخاذ المساجد علی القبور: ۱۳۳۰۔ مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن بناء المسجد علی القبر...... الخ : ۵۲۹ تا ۵۳۲]

سوال: کیا شیطان نے یہ داؤ امت محمدیہ کے ساتھ کھیلا؟

جواب: شیطان نے امت محمدیہ پر بھی اس کا بھرپور وار کیا، اس نے انتہائی خطرناک انداز میں جھوٹ کو احادیث رسول بنانے کی کوشش کی۔ امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ہم نے صالحین سے بڑھ کر جھوٹ بولنے والا کسی کو نہیں پایا، یہ جھوٹ کا ارادہ نہ بھی کریں تو بھی

جھوٹ بے ساختہ ان کی زبانوں پر جاری ہو جاتا ہے۔'' [مقدمة صحيح مسلم، باب بيان أن الإسناد من الدين ...... الخ : ٤٠] (صالحین اس زمانے میں صوفی قسم کے لوگوں کو کہا جاتا تھا)۔ شیطان کا یہ وار آج بھی جاری ہے، بہت سے شرکیہ نظریات اس لیے اسلامی قرار دیے جا رہے ہیں کہ ان کی نسبت ان لوگوں کے ساتھ ہے جو پاک و ہند میں مشاہیر امت کے طور پر مشہور ہیں۔ ان مشرکانہ نظریات کو ان ہستیوں سے علیحدہ کر دیا جائے تو ان کا انکار کرنے والوں کی یہاں کمی نہیں، مگر جونہی یہ نظریات ان شخصیات کے نام پر سامنے آتے ہیں تو کئی توحید کے دعویدار بھی انتہائی بودی تاویلات کا سہارا لے کر ان باطل نظریات کی تائید کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

سوال: کیا مشرکین بے جان پتھروں کے بنے ہوئے بتوں کی عبادت کرتے تھے؟

جواب: بتوں کی حقیقت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما یوں بیان کرتے ہیں کہ ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر قوم نوح (علیہ السلام) کے صالحین تھے۔ جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں یہ خیال ڈالا کہ جن مقامات پر یہ اولیاء اللہ بیٹھا کرتے تھے وہاں ان کے بت بنا کر کھڑے کر دو (تاکہ ان کی یاد تازہ رہے) وہ ان کو پوجتے نہ تھے۔ جب یہ یادگار بنانے والے فوت ہو گئے اور بعد والوں کو یہ شعور نہ رہا کہ ان بتوں کو صرف یادگار کے لیے بنایا گیا تھا تو انھوں نے (ان بزرگوں کے بتوں کی) عبادت شروع کر دی۔ [بخاري، كتاب التفسير (سورة نوح) باب ﴿ ودا و لا سواعا و لا يغوث و يعوق و نسرا ﴾: ٤٩٢٠] اسی طرح لات ایک مرد تھا جو حاجیوں کے لیے ستو بناتا تھا۔ [بخاري، كتاب التفسير (سورة والنجم)، باب ﴿ أفرأيتم اللّٰت والعزّٰى ﴾ : ٤٨٥٩] سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حبشہ کے معبد کا ذکر کیا، جسے ماریہ کہا جاتا تھا، اس میں تصویریں تھیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ ایسے لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی نیک بندہ مر جاتا تو اس کی قبر پر سجدہ گاہ بنا دیتے تھے اور تصویریں بنا دیتے تھے، یہ لوگ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔'' [بخاري، كتاب الصلاة، باب الصلاة في البيعة : ٤٣٤] اس لیے اللہ تعالیٰ مشرکین کے معبودوں کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ ﴾ [الأعراف : ١٩٤]

''(مشرکو!) بے شک تم اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہو وہ تم جیسے بندے ہیں۔''
اور فرمایا:
﴿ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴾ [النحل : ٢١]
''وہ تو بے جان لاشیں ہیں، ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔''
جن اولیاء کو مشرکین پکارتے ہیں، ان کے بارے میں بتایا:
﴿ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ٦]
''اور جب (قیامت کے دن یہ) لوگ جمع کیے جائیں گے، وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔''
ان تینوں آیات سے ثابت ہوا کہ مشرکین کے معبود اللہ کے بندے تھے اور وہ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔

سوال: کیا رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا کہ اے جابر! اللہ نے تمام اشیاء سے پہلے اپنے نور سے تیرے نبی کا نور پیدا کیا پھر اس کے چار حصے کیے، ایک سے قلم، دوسرے سے لوح محفوظ، تیسرے سے عرش اور چوتھے سے کل کائنات پیدا کی؟ (ریاض السالکین)

جواب: یہ روایت بلا سند ہے، موضوع یعنی من گھڑت ہے۔ ایسی روایت کو رسول اللہ ﷺ کا فرمان کہنے والوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''جس نے جان بوجھ کر کوئی ایسی بات میری طرف منسوب کی، جو میں نے نہ کہی ہو، وہ اپنا مقام جہنم میں بنا لے۔'' [بخاري، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبى ﷺ : ١٠٦، ١٠٧۔ مقدمة صحيح مسلم، باب تغليظ الكذب على رسول الله ﷺ : ١ تا ٤]
اس کے مقابلے میں صحیح حدیث ترمذی میں ہے:
''بے شک اللہ نے سب سے پہلے قلم پیدا کیا۔''
[ترمذي، كتاب القدر، باب (إعظام أمر الإيمان بالقدر) : ٢١٥٥]

سوال: حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ((قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْتُ الرَّبِّ)) ''مومن کا دل رب کا گھر ہے'' کیا یہ صحیح نہیں؟

جواب: یہ روایت بے اصل، جھوٹی اور باطل ہے۔ امام ابن تیمیہ، علامہ سخاوی اور ملا علی قاری نے

فرمایا: ''اولاد آدم کا دل رحمٰن کی دو انگلیوں میں ہے، وہ جس طرف چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔'' [مسلم، کتاب القدر، باب تصریف الله تعالىٰ القلوب کیف شاء : ٢٦٥٤] یعنی سب قلوب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں اور یہ جھوٹی روایت کہتی ہے کہ ہر قلب اللہ تعالیٰ کو محیط ہے۔ (معاذ اللہ!)

سوال: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ)) ''جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا'' کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

جواب: یہ بھی من گھڑت روایت ہے، اس کی سند کا ہی پتا نہیں۔ امام نووی نے کہا: '' لَيْسَ هُوَ ثَابِتٌ '' یہ ثابت نہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے موضوع کہا ہے۔ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''اسناد دین میں سے ہیں، اگر اسناد نہ ہوں تو جو کوئی جو چاہے کہتا رہے۔''

[مقدمة صحيح مسلم، باب بيان أن الإسناد من الدين...... الخ : ٣٢]

سوال: کیا اللہ کے سوا کوئی اور مافوق الاسباب (بغیر اسباب کے) لوگوں کی تکالیف کا علم رکھتا ہے؟

جواب: اللہ اپنے بندوں کے حالات سے باخبر ہے۔ فرمایا:

﴿ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٣٠]

''بے شک اللہ اپنے بندوں سے خبردار ہے اور ان کو دیکھ رہا ہے۔''

کسی فوت شدہ کو لوگوں کی تکالیف کا علم نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴾ [الأحقاف : ٥]

''اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے سوا ایسے شخص کو پکارے جو قیامت تک بھی اسے جواب نہ دے سکے اور وہ ان کی پکار ہی سے غافل ہوں۔''

خود رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ ﴾ [فاطر : ٢٢]

''(اے نبی!) آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں۔''

یہ بھی فرمایا:

﴿ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى ﴾ [الروم : ٥٢]

''پس بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔''

جب رسول اللہ ﷺ مردوں کو نہیں سنا سکتے تو اور کون ہے جو مردوں کو اپنی مشکلات سے آگاہ کر سکے۔ اس لیے فرمایا:

﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ ﴾ [النمل : ٦٢]

''بھلا کون بے قرار کی التجا قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور کون اس کی تکلیف دور کرتا ہے۔''

سوال : حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ((لَوْ لَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ)) ''(اے محمد!) اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو کائنات پیدا نہ کرتا'' کیا یہ فرمان رسول نہیں؟

جواب: یہ روایت من گھڑت ہے۔ امام اصفہانی نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ ایسی بلاسند روایت کو ماننا جائز نہیں، جب کہ قرآن حکیم بھی اس نظریہ کی تردید کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ [الذاريات : ٥٦]

''میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔''

معلوم ہوا کہ تخلیق کائنات کا سبب رسول اللہ ﷺ کی ذات نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کا مقصد بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ﴾ [الفيل : ١]

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔''

تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اس واقعہ کو دیکھ رہے تھے، حالانکہ آپ ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔

جواب: ''الم تر'' (کیا تو نے نہیں دیکھا) سے مراد مشاہدہ نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ ﴾ [الأنعام : ٦]

''کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی بستیاں ہلاک کیں۔''

اب کیا مشرکین مکہ کے بارے میں بھی یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ اپنی پیدائش سے پہلے ہلاک ہونے والی بستیوں کو دیکھ رہے تھے۔ یہ بھی فرمایا:

﴿ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۭ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ﴾ [حم السجدة : ١٥]

''پس قوم عاد نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور کہنے لگے کہ ہم سے قوت میں کون زیادہ

ہے؟ کیا انھوں نے دیکھا ہے، اللہ وہ ہے جس نے انھیں پیدا کیا، وہ قوت میں ان سے زیادہ ہے۔''

اب کیا قوم عاد نے اللہ تعالیٰ کو تخلیق انسانیت کرتے ہوئے آنکھ سے دیکھا تھا، الغرض ''الم تر'' سے مراد آنکھ سے مشاہدہ کرنا نہیں ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ باتیں سب کے علم میں ہیں۔ (الأنبياء : ۳۰۔ العنكبوت : ۱۹۔ یٰس : ۳۱، ۷۷۔ الأحقاف : ۳۳، نوح : ۱۵۔ الكهف : ۶۳) ان آیات سے ان لوگوں کے اس باطل عقیدہ کی واضح تردید ہوتی ہے۔

سوال: کیا غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے؟

جواب: غیر اللہ کو پکارنا کفر و شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَإِذَا رَا الَّذِينَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ﴾ [النحل : ٨٦]

''اور جب شرک کرنے والے اپنے شرکاء کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے ہمارے رب! یہ ہمارے شرکاء ہیں جن کو ہم تیرے سوا پکارتے تھے۔''

معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے۔

سوال: کیا غیر اللہ کو پکارنا کفر ہے؟

جواب: غیر اللہ کو پکارنا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ١١٧]

''اور جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو پکارتا ہے، اس کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں، اس کا حساب اللہ کے ذمے ہے، تحقیق کافر فلاح نہیں پاتے۔''

غیر اللہ کو پکارنے والے خود مرتے وقت اپنے کافر ہونے کا اقرار کریں گے:

﴿ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٣٧]

''یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے فرشتے جان لینے کو آئیں گے تو وہ کہیں گے وہ کہاں ہیں جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے تھے؟ وہ کہیں گے آج ہم سے گم ہو گئے ہیں اور اقرار کریں گے کہ بے شک وہ کافر تھے۔''

سوال: غیر اللہ کو پکارنے کا کیا نقصان ہے؟

جواب: غیر اللہ کو مدد کے لیے پکارنا عذاب کا باعث ہے۔ فرمایا:

﴿ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴾ [الشعراء : ۲۱۳]

''اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارو، ورنہ تم عذاب دیے جانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔''

یہ بھی فرمایا:

﴿ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ۙ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۙ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ؕ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴾ [الشعراء : ۹۱ تا ۹۴]

''اور جہنم گمراہوں کے سامنے کر دی جائے گی اور کہا جائے گا وہ کہاں ہیں جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے؟ کیا وہ تمھاری مدد کر سکتے ہیں؟ یا اپنا ہی بچاؤ کر سکتے ہیں۔ پس وہ باطل معبود اور گمراہ دوزخ میں اوندھے منہ ڈال دیے جائیں گے۔''

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ مشرکین اگرچہ انبیاء اور اولیاء اللہ کو پکارتے ہیں مگر وہ چونکہ مشرکین کے دشمن تھے اس لیے وہ ان کے معبود نہیں، ان کا معبود شیطان ہے۔ جیسا کہ المائدۃ (۱۱۶، ۱۱۷) اور النساء (۱۱۷) میں ہے۔ یہ بھی فرمایا:

﴿ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [یونس : ۱۰۶]

''اللہ کے سوا ایسے کو نہ پکارنا جو تجھے نہ نفع دے سکتا ہے نہ تیرا نقصان کر سکتا ہے۔ اگر تو نے ایسا کیا تو اسی وقت ظالموں میں سے ہو جائے گا۔''

سوال: کیا غیر اللہ کو پکارنا شیطان کی عبادت ہے؟

جواب: غیر اللہ کو پکارنا شیطان کی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انسانوں سے فرمائے گا:

﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۙ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ [یٰس : ۶۰، ۶۱]

''اے اولاد آدم! کیا میں نے تم سے کہہ نہیں دیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، یقیناً وہ تمھارا کھلا دشمن ہے اور میری ہی عبادت کرنا، یہی سیدھی راہ ہے۔''

آج شیطان کو کوئی سجدہ اور رکوع نہیں کرتا، کوئی شیطان کو نہیں پکارتا مگر چونکہ اللہ کے سوا کسی

کو بھی پکارا جائے وہ شیطان ہی کی اطاعت ہے اور اطاعت ہی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ۝ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۝ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴾ [مريم: ٤١ تا ٤٤]

''اور کتاب میں ابراہیم (علیہ السلام) کا ذکر کر، وہ سچے نبی تھے۔ جب انھوں نے اپنے باپ سے کہا ابا جان! آپ کیوں اس کی عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اور نہ کوئی فائدہ دے سکتا ہے؟ ابا جان! میرے پاس وہ علم آگیا ہے جو آپ کے پاس نہیں ہے، میرے پیچھے چلو! میں آپ کو سیدھی راہ پر لے چلوں گا۔ اے ابا جان! شیطان کی عبادت نہ کر، شیطان تو رحمٰن کا نافرمان ہے۔''

ان آیات سے ثابت ہوا کہ بتوں کی پوجا بھی دراصل شیطان کی عبادت ہے۔ درج ذیل آیات پر بھی غور کیجیے:

﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴾

[سبا: ٤٠، ٤١]

''اور جس دن وہ ان سب کو اکٹھا کرے گا، پھر فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہ لوگ تمھاری عبادت کرتے تھے؟ فرشتے کہیں گے آپ (ہر عیب سے) پاک ہیں، ان کی بجائے آپ ہی ہمارے دوست ہیں، بلکہ یہ لوگ جنات کی عبادت کرتے تھے، ان کی اکثریت انھی کو مانتی تھی۔''

مشرکین مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے اور ان کی عبادت کرتے تھے مگر فرشتے صاف انکار کر دیں گے اور کہیں گے کہ یہ شیطان جنات کی عبادت کرتے تھے۔ بعض تعویذات پر یا جبرئیل، یا میکائیل، یا اسرافیل، یا عزرائیل لکھا جاتا ہے، بعض چوروں کو پکڑنے کے لیے مٹی کا لوٹا لے کر اس پر یہ نام لکھتے ہیں اور پھر مشکوک لوگوں کے نام کاغذ پر لکھ کر اس میں ڈالتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ چور کے نام پر لوٹا گھومے گا، یہ سب شیطان کی عبادت ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴾ [النساء: ١١٧]

''اور یہ لوگ شیطان سرکش ہی کو پکارتے ہیں۔''

سوال: کیا غیر اللہ کسی کی پکار کا جواب دے سکتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴾

[الرعد : ١٤]

''اسی کو پکارنا سود مند ہے اور جو اس کے سوا اوروں کو پکارتے ہیں وہ ان کو کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ اس کی مثال پانی کی طرف ہاتھ پھیلانے والے کی مانند ہے (جو چاہتا ہے کہ) پانی اس کے منہ میں آ جائے، حالانکہ وہ نہیں آ سکتا اور کافروں کی پکار بے کار ہے۔''

معلوم ہوا اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنا ایسا ہی ہے کہ آدمی کنویں کے پانی کو کہے کہ وہ اس کے منہ میں آ جائے۔ یہ بھی فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿١٣﴾ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ﴾ [فاطر : ١٣، ١٤]

''اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔ اگر تم ان کو پکارو، تمھاری پکار نہ سنیں اور اگر سن لیں تو تمھاری درخواست قبول نہیں کر سکتے اور قیامت کے دن وہ تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے۔''

معلوم ہوا کہ غیر اللہ کسی کو نفع دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ یہ بھی فرمایا:

﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴿٥﴾ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿٦﴾ ﴾

[الأحقاف : ٦

''اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کے سوا ان کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کو جواب تک نہ دے سکے اور وہ ان کے پکارنے ہی سے غافل ہیں اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔''

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ غیر اللہ قیامت تک ان پکارنے والوں کو جواب نہیں دے سکتے

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرکین نیک لوگوں کو پکارتے تھے، اسی لیے وہ ان کے دشمن ہوں گے۔

سوال: قرآن مجید میں: ﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ ﴾ ﴿ يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ ﴾ آیا ہے، اگر ہم یا رسول اللہ (ﷺ) کہیں تو کیا حرج ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ جس کو چاہے خطاب کرے، وہ سنوانے پر قادر ہے۔ فرمایا:

﴿ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴾ [فاطر: ٢٢]

''بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے سناتا ہے اور آپ قبر والوں کو نہیں سنا سکتے۔''

جب اللہ سنانے پر قادر ہے تو اس نے ان چیزوں سے خطاب بھی کیا ہے۔ زمین و آسمان سے بھی خطاب کیا ہے:

﴿ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ ﴾ [هود: ٤٤]

''اے زمین! اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان! تھم جا۔''

سب انسانوں سے ﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ ﴾ [البقرة: ٢١] کہہ کر خطاب کیا۔ ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ [التحريم: ٧] کہہ کر کفار سے خطاب کیا۔ ﴿ يٰۤاِبْلِيْسُ ﴾ [سورة ص: ٧٥] کہہ کر شیطان سے خطاب کیا۔ چونکہ اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں، وہ جس کو چاہے خطاب کرے، وہ تو ہر ایک کو دیکھتا اور اس کی سنتا ہے۔ مگر ہم نہ یہ قدرت رکھتے ہیں کہ اپنی آواز انھیں پہنچا سکیں اور نہ وہ جواب دینے پر قادر ہیں، لہٰذا اس میں دلیل نہیں ہے۔

سوال: تشہد میں ((اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ)) کہا جاتا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ ہم ''یارسول اللہ (ﷺ)'' کہیں؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہم میں زندہ تھے تو ہم ((اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ)) کہتے تھے لیکن جب آپ وفات پا گئے تو ہم ((اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ)) کہتے ہیں۔ [بخاري، كتاب الاستئذان، باب الأخذ باليدين: ٦٢٦٥]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تشہد میں ((اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ)) پڑھتے تھے۔ [مؤطا إمام مالك، كتاب الصلاة، باب التشهد في الصلاة: ٥٤]

دراصل تشہد میں خطاب کا صیغہ اس لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ صحابہ فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ ﷺ تشہد کی یہ دعا اس طرح یاد کرواتے تھے جس طرح قرآن کی کوئی سورت۔ اس لیے قرآن میں

جہاں خطاب کے الفاظ آتے ہیں انھیں اسی طرح پڑھا جاتا ہے، لہٰذا یہ دعا بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسی طرح جاری رکھی۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کا عقیدہ یہی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد نہیں سنتے۔ سلف میں جو لوگ خطاب کے قائل تھے وہ بھی ندا اور استغاثہ لغیر اللہ کو شرک شمار کرتے ہیں۔ وہ تاویل کرتے ہیں کہ ہم حکم کے مطابق الفاظ استعمال کرتے ہیں، ہم ندا لغیر اللہ کے قائل نہیں ہیں۔

سوال: قبرستان میں جا کر ((اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ)) کہا جاتا ہے، اگر مردے نہیں سنتے تو پھر ان سے خطاب کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب: صرف خطاب کرنا سننے کی دلیل نہیں ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کو خطاب کر کے کہتے ہیں:
''اے حجر اسود! تو ایک پتھر ہے، نفع ونقصان تیرے اختیار میں نہیں ہے۔ اگر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ کیا یہ بات دلیل ہے کہ پتھر سنتے ہیں؟ معلوم ہوا کہ صرف خطاب سننے کی دلیل نہیں ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ [البقرۃ : ۸۹]
''اور اس سے پہلے وہ کافروں کے خلاف فتح کی درخواست کرتے تھے۔''
کیا یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دینے کی دلیل نہیں ہے؟

جواب: اس آیت میں اس بات کا ذکر ہے کہ یہود اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لیے بھیج جس کی جماعت میں شامل ہو کر ہم مشرکین سے لڑیں گے اور فتح حاصل کریں گے۔ اس آیت میں کوئی ایسا ذکر نہیں کہ فلاں کے واسطے سے ہماری مدد فرما۔

سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴾ [النساء : ٦٤]
''جب ان لوگوں نے خود پر ظلم کیا اگر آپ کے پاس آتے اور اللہ سے مغفرت چاہتے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔''
کیا اس آیت کے مطابق ہمیں قبر نبوی پر جا کر مغفرت کی دعا نہیں کرنی چاہیے؟

جواب: ﴿ جَآءُوْكَ ﴾ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا مراد ہے، یہاں قبر نبوی مراد نہیں ہے۔ اس

آیت میں بھی ﴿ جَآءُوْكَ ﴾ کا لفظ ہے:

﴿ وَإِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ﴾ [المجادلة : ٨]

''اور جب یہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو جس (کلمے) سے اللہ نے آپ کو دعا نہیں دی اس سے آپ کو دعا دیتے ہیں۔''

دونوں آیتوں سے مراد آپ کی زندگی کا وقت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی صحابی، تابعی یا امام سے یہ ثابت نہیں کہ کسی نے قبر پر آکر آپ کے وسیلہ سے استغفار کیا ہو۔

سوال: ابو منصور نے عتبی سے روایت کیا کہ ایک اعرابی نے قبر نبوی پر سلام کیا اور کہا کہ اللہ نے فرمایا: ''جب یہ لوگ اپنے آپ پر ظلم کر چکیں پھر آپ کے پاس آئیں اور اللہ سے استغفار کریں اور رسول ان کے لیے بخشش کی دعا مانگیں تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا، مہربان پائیں گے۔'' میں اپنے رب کے پاس آپ کی سفارش لینے آیا ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ عتبی کے خواب میں آئے کہ اسے مغفرت کی خوشخبری سنا دو۔ (ابن کثیر)

جواب: یہ قصہ من گھڑت ہے۔ عتبی کی توثیق کسی نے نہیں کی اور اس کی سند میں محمد بن حرب الہلالی ہے، نہ معلوم کون ہے، کہیں اس کا ذکر نہیں۔ جب سند کا حال معلوم نہ ہو تو اس مجہول روایت کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔

سوال: کیا ہم زندہ اور موجود لوگوں سے تعاون طلب کر سکتے ہیں؟

جواب: جس چیز میں اللہ تعالیٰ نے زندہ لوگوں کو قدرت دی ہے اس میں ہم ان سے معاونت طلب کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ﴾ [المائدة : ٢]

''نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔''

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''اللہ اپنے بندے کی مدد اس وقت تک کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الإجتماع علی تلاوة القرآن، و علی الذکر : ٢٦٩٩]

یہ اسباب سے مشروط امداد اس بات کی قطعاً دلیل نہیں بن سکتی کہ فوت شدہ انبیاء و اولیاء کو پکارا جائے۔ مافوق الاسباب امداد کے لیے پکارنا قرآن مجید کی کئی آیات کے مطابق شرک ہے۔

سوال: کیا کسی قبر سے تبرک حاصل کیا جا سکتا ہے؟
جواب: صالحین کی قبروں پر جا کر ان کی قبر کے پتھر یا درخت سے برکت حاصل کرنا شرک ہے۔
واقد اللیثی بیان کرتے ہیں کہ ہم جنگ حنین کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے، ہمارا زمانۂ کفر ابھی قریب ہی گزرا تھا کہ راستے میں ایک جگہ بیری کا درخت آیا جس کو ذات انواط کہا جاتا تھا۔ مشرکین اس درخت کے پاس بیٹھنا باعث برکت خیال کرتے تھے اور اپنے ہتھیار بھی برکت کے لیے اس درخت پر لٹکایا کرتے تھے۔ جب ہم اس درخت کے پاس سے گزرے تو ہم نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ ''جیسے ان مشرکوں کے لیے ذات انواط ہے آپ ﷺ ہمارے لیے بھی ایک ذات انواط مقرر فرما دیجیے۔'' آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا: ''قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم نے وہی بات کہی جو بنی اسرائیل نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کہی تھی کہ اے موسیٰ (علیہ السلام)! ہمارے لیے بھی کوئی ایسا معبود بنا دے جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں؟ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا تم لوگ بڑے جاہل ہو۔'' پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم بھی اگلی امتوں کے طریقوں پر چلو گے۔'' [ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء لتر کبن سنن من کان قبلکم : ۲۱۸۰]
معلوم ہوا کہ برکت کے حصول کے لیے ایسی جگہیں مقرر کرنا جائز نہیں۔
سوال: کیا کسی قبر پر، جہاں دوسرے لوگ غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کرتے ہوں، کوئی موحد خالص اللہ تعالیٰ کے لیے جانور ذبح کر سکتا ہے؟
جواب: وہ مقام جہاں غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کیے جاتے ہیں وہاں خالص اللہ کے لیے بھی جانور ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔ ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نذر مانی کہ وہ بوانہ نامی مقام پر جا کر چند اونٹ ذبح کرے گا۔ اس نذر کے ماننے والے نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا: ''کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟'' آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا وہاں کوئی بت تھا جس کی مشرک پوجا کرتے تھے؟'' صحابہ نے عرض کی: ''نہیں۔'' آپ ﷺ نے پھر پوچھا: ''کیا وہاں مشرکین کا میلا لگتا تھا؟'' صحابہ نے عرض کی: ''نہیں۔'' آپ ﷺ نے اس صحابی کو نذر پوری کرنے کی اجازت دی اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نذر پوری کرنا درست نہیں اور نہ وہ نذر پوری کرنا صحیح ہے جو انسان کی ملکیت میں نہ ہو۔''
... وفاء النذور : ۳۳۱۳]

سوال: کیا قرآنی آیات یا مسنون دعاؤں سے تعویذ لکھ کر لٹکانا اچھا عمل ہے؟
جواب: قرآن وسنت میں وارد دعاؤں کا استعمال وہی صحیح ہے جو اللہ کے نبی محمد ﷺ نے سکھایا۔
یوں آیات و احادیث کو لکھ کر گھونگے و سیپی کی سی شکل بنا کر کالے یا سفید دھاگوں میں باندھنا یا گرہ دار دھاگوں میں لٹکانا ہرگز ہرگز سنت سے ثابت نہیں ہے، بلکہ یہ انداز تو التمائم کے ساتھ مشابہ ہے۔ جب کہ تمائم سے مراد گھونگے وسیپیاں وغیرہ ہیں جو مشرکین بلاؤں سے بچنے کے لیے لٹکایا کرتے تھے، ان تمام کو اللہ کے نبی ﷺ نے شرک کہا ہے۔ پھر تعویذ تو اچھا خاصا کاروبار بن چکا ہے اور شاید ہی کوئی تعویذ لکھنے والا لوگوں کو یہ بتاتا ہو کہ اس میں لکھا کیا ہے۔ جب کہ بعض تعویذوں میں یا جبرائیل یا اسرافیل وغیرہ (ندا لغیر اللہ) تک لکھا ہوتا ہے۔

سوال: کیا ام موسیٰ، مریم اور دیگر کسی غیر نبی پر وحی نہیں آئی؟
ج: اس امت سے قبل ایسا ہوا مگر اب ایسا ممکن نہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا سوائے مبشرات کے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''مبشرات کیا ہیں؟'' فرمایا: ''اچھے خواب۔'' [بخاری، کتاب التعبیر، باب المبشرات : ٦٩٩٠] اور فرمایا: ''مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔'' [بخاری، کتاب التعبیر، باب الرؤیا الصالحة جزء من ستة وأربعين جزءا من النبوة : ٦٩٨٧] غیر نبی کا خواب شیطان کی طرف سے بھی ہوسکتا ہے، اس لیے خواب یقینی خبر کا ذریعہ نہیں۔ آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: ''جو کوئی برا خواب دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے، اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے، پھر وہ اس کا نقصان نہ کر سکے گا۔'' [بخاری، کتاب التعبیر، باب الرؤیا من الله : ٦٩٨٥] آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہے۔'' [بخاری، کتاب التعبیر، باب الرؤیا من الله : ٦٩٨٤] آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''تم سے قبل بنی اسرائیل میں ایسے افراد تھے (جو نبی نہیں تھے لیکن) اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام کیا، اگر میری امت میں کوئی ایسا ہوتا تو وہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہوتا۔'' [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب مناقب عمر بن الخطاب أبی حفص القرشی العدوی رضی الله عنه : ٣٦٨٩]

سوال: جس طرح بادشاہ سے ملنے کے لیے وزیر کی سفارش کی ضرورت ہوتی ہے، کیا اس طرح

اللہ سے ملنے کے لیے اولیاء اللہ کی سفارش کی ضرورت نہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ بادشاہوں جیسا نہیں ہے کیونکہ بادشاہ سلطنت کا مکمل انتظام خود کرنے سے فطرتاً عاجز ہوتا ہے۔ اسے ایسے معاونین کی ضرورت ہوتی ہے جو نہ صرف امور سلطنت میں اس کی معاونت کرتے ہیں بلکہ درحقیقت یہ لوگ بادشاہ کی حکومت میں شریک ہوتے ہیں اور اس لیے:

۱۔ کبھی بادشاہ سفارش قبول کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔
۲۔ کبھی بادشاہ کو سفارش کرنے والے سے کوئی غرض ہوتی ہے۔
۳۔ کبھی اسے سفارش کرنے والے کی سرکشی کا خوف ہوتا ہے۔
۴۔ کبھی سفارش کرنے والے کے کسی احسان کا بدلا دینا مقصود ہوتا ہے۔
۵۔ اور کبھی وہ سفارش کرنے والے کی محبت میں مجبور ہو کر قانون تبدیل کر کے اس کی سفارش قبول کرتا ہے۔

جب کہ اللہ کے متعلق ایسا سوچنا کفر وشرک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [البقرة : ٢٥٤]

"اے ایمان والو! جو مال ہم نے تمھیں دیا اس کو اس دن کے آنے سے پہلے پہلے خرچ کر لو جس میں نہ اعمال کا سودا ہوگا، نہ دوستی اور نہ سفارش کام آئے گی اور کافر ہی ظالم ہیں۔"

سوال: کیا دعا میں کسی فوت شدہ نبی یا ولی کا واسطہ دیا جا سکتا ہے؟

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یا کسی دوسرے فوت شدہ نبی کی ذات کے وسیلے سے کبھی دعا نہیں کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دونوں صورتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ یکساں ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو دعا کے لیے نہ کہتے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ دیتے۔ دعا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آل محمد یا کسی ولی اور پیر کا وسیلہ بعض اوقات انسان کو شرک تک پہنچا دیتا ہے، جب کہ اعتقاد رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی محبوب کے واسطے کا محتاج ہے، جیسا کہ بادشاہ یا افسران بالا ہوتے ہیں۔ ایسا کہنے سے خالق کی مخلوق سے مشابہت لازم آتی ہے۔ کیونکہ کسی کو واسطہ اسی

کا دیا جاتا ہے جس سے وہ ڈرتا یا جس کی محبت میں مجبور ہو جائے یعنی اس کے نام سے وہ لاچار ہو جائے اور انکار کرنا مشکل ہو۔ اللہ تعالیٰ ان سب نقائص سے پاک ہے۔

سوال: جب آدم علیہ السلام جنت سے نکالے گئے تو کیا انھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا نہیں کی تھی؟

جواب: آدم علیہ السلام کی دعا قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے۔

﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٢٣]

''اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہم کو نہ بخشے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو ہم ضرور تباہ ہو جائیں گے۔''

آدم علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ نہیں دیا، یہ روایت موضوع ہے کیونکہ اس حدیث کا راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اپنے والد سے موضوع روایات بیان کرتا ہے۔ (التوسل لعلامہ ناصر الدین البانی) حافظ ذہبی اور امام ابن تیمیہ نے اسے موضوع کہا۔ قرآن مجید میں انبیاء اور اولیاء کی بہت سی دعائیں مذکور ہیں۔ نماز کے اندر ہر مسلمان بہت سی دعائیں کرتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دن کے مختلف اوقات میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو بہت سی دعائیں سکھائی ہیں، لیکن کسی دعا میں یہ موجود نہیں کہ اے اللہ! میری مصیبت کو بحق فلاں، بطفیل فلاں، بصدقہ فلاں، بوسیلہ فلاں دور فرما، اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کسی وکیل کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ [المؤمن : ٦٠]

''مجھ سے دعائیں کرتے رہو میں تمھاری دعائیں قبول کروں گا۔''

سوال: مسلمانوں کو غلبہ کب نصیب ہوگا؟

جواب: مسلمانوں کو غلبہ اس وقت ملے گا جب وہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت قبول کریں گے۔ یعنی:

۱۔ توحید باری تعالیٰ پر ایمان لائیں گے اور شرک کی تمام اقسام سے دست بردار ہو جائیں گے۔

۲۔ توحید کا پرچار کرتے ہوئے عقیدہ کو بنیاد بنا کر کثیر مسلمان ایک جماعت یعنی جسد واحد کی طرح ہو جائیں۔ گویا کہ فرقہ بندی کا جنازہ نکل جائے اور خالص توحید کی برکت سے کل دنیا کے اندر بہت سے مسلمانوں کا رخ دین حنیف کی طرف مڑ جائے۔

۳۔ دین اسلام کے لیے لڑنے کی حسب استطاعت تیاری کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا

﴿يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا﴾ [النور : ٥٥]

''اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ تم میں سے جو ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے وہ ان کو زمین میں اسی طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے۔ان کے لیے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ان کی حالت خوف کو امن سے بدل دے گا۔ پس وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔''

سوال: انبیاء علیہم السلام نے قوم کو کیا دعوت دی؟

جواب: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ [النحل : ٣٦]

''اور بے شک ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔''

معلوم ہوا کہ ابن آدم پر جو چیز سب سے پہلے فرض کی گئی ہے وہ طاغوت سے کفر اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا طاغوت سے کفر کرنے سے کیا تعلق ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ پر ایمان اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک طاغوت سے کفر نہ کیا جائے۔ فرمایا:

﴿فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا﴾

[البقرة : ٢٥٦]

''جو کوئی طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے ایسا مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اور اللہ کے سوا جن جن کی پوجا کی جاتی ہے ان کا انکار کرے اس کا مال وخون مسلمانوں پر حرام ہو گیا اور اس کے دل کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔''

[مسلم، كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس...... الخ : ٢٣]

غور فرمایئے کہ صرف زبان سے کلمہ پڑھ لینے سے مال و جان محفوظ نہیں بلکہ مسلمانوں کی تلوار سے جان و مال اس وقت محفوظ ہوگی جب ان معبودوں کا انکار کرے جن کو اس کے زمانے کے لوگ پوجتے تھے۔ اس حدیث میں ان لوگوں پر واضح دلیل اور صریح حجت ہے جو صرف توحید کی بات کرنا چاہتے ہیں مگر آج کلمہ گو اللہ کو چھوڑ کر جن جن کی بندگی کر رہے ہیں ان کی تردید نہیں کرنا چاہتے کیونکہ اس طرح ان کی نظر میں امت میں جوڑ پیدا نہیں ہوتا۔

سوال: طاغوت کسے کہتے ہیں؟

جواب: طاغوت ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے اور وہ اپنی عبادت کیے جانے اور کروائے جانے پر راضی ہو۔ یعنی طاغوت خدائی کے جھوٹے دعویدار کو کہتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلاتے تھے اور وہ غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کے سب سے بڑے دشمن تھے، اس لیے وہ طاغوت نہیں ہیں، چاہے لوگ ان کی بندگی کریں۔ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ایک بندے کے تین درجے ہیں: پہلا درجہ یہ ہے کہ بندہ اصولاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی کو حق سمجھے، مگر اس کے احکام کی خلاف ورزی کرے، تو یہ فسق ہے اور وہ گناہ گار ہوگا۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ وہ اس کی فرماں برداری سے اصولاً منحرف ہو کر یا تو خود مختار بن جائے یا کسی اور کی بندگی کرنے لگے، یہ شرک و کفر ہے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ اللہ کی بغاوت کر کے اس کی مخلوق پر خود اپنا حکم چلائے۔ جو شخص اس درجے پر پہنچ جائے تو وہ طاغوت ہے اور کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک طاغوت کا منکر نہ ہو۔

سوال: سب سے بڑا طاغوت کون ہے؟

جواب: شیطان سب سے بڑا طاغوت ہے جو غیر اللہ کی عبادت کی طرف بلاتا ہے۔ فرمایا:

﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾

[یٰسٓ : ٦٠]

”اے اولاد آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔“

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیطان کی اطاعت ہی شیطان کی عبادت ہے۔ لہٰذا غیر اللہ کی غیر مشروط اطاعت اس کی عبادت ہے۔

سوال: کیا حکمران بھی طاغوت ہیں؟

جواب: وہ جابر اور ظالم حکمران جو فیصلے کے لیے کتاب وسنت کا پابند نہ ہو بلکہ انسان پر انسانوں کے بنائے قوانین نافذ کرے، وہ یقیناً طاغوت ہے۔ ایسے حکمران کے بارے میں فرمایا:

﴿ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المائدة : ٤٤]

''اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے، وہ کافر ہیں۔''

سوال: حکمرانوں کو اختلاف کی صورت میں کس چیز کے ذریعے فیصلہ کرنا چاہیے؟

جواب: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴾ [النساء : ٥٩]

''پھر اگر تمھارے درمیان کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہی بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے اچھا ہے۔''

معلوم ہوا کہ جھگڑا کسی چیز میں ہو، جتنا بھی ہو، جیسا بھی ہو، اس میں فیصلہ کے لیے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور اس بات کو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان کی شرط قرار دیا اور اس کو دنیا و آخرت میں بھلائی کا سبب قرار دیا۔ پھر جو لوگ اس قانون کی بجائے بشری قوانین کے ذریعے اپنے معاملات کا فیصلہ کرتے ہیں وہ کیسے مومن ہیں۔ یہ بھی فرمایا:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴾ [النساء : ٦٥]

''(اے محمد!) تیرے رب کی قسم! یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں۔ پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سر تسلیم خم کر لیں۔''

اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھا کر اور نفی کے الفاظ کو دوبارہ استعمال کرتے ہوئے جھگڑوں میں نبی رحمت ﷺ کو حاکم و فیصل نہ بنانے والوں کو خارج از ایمان قرار دیا ہے اور آپ کے فیصلے کے سامنے غیر مشروط طور پر سر تسلیم خم کرنے کا حکم دیا۔

سوال: اللہ اور رسول ﷺ کی بجائے کسی اور سے فیصلہ کروانے کا جرم کتنا بڑا ہے؟
جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ ۖ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴾

[النساء : ٦٠]

”کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو کچھ آپ (ﷺ) پر اور آپ (ﷺ) سے پہلے نازل ہوا اس سب پر ایمان رکھتے ہیں مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنا مقدمہ طاغوت کے پاس لے جا کر فیصلہ کروائیں، حالانکہ ان کو اس سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور شیطان ان کو دور کی گمراہی میں ڈالنا چاہتا ہے۔“

یقیناً جو حکمران ان قوانین کو ملک کے عوام پر نافذ کرتے ہیں جو انسانوں نے بنائے ہیں (چاہے وہ مارشل لا ہو یا اسمبلی کا پاس کردہ قانون یا کسی ایک شخص کا بنایا ہوا کوئی آئین) وہ طاغوت ہے اور جو شخص طاغوت سے فیصلہ کروانا چاہتا ہے ﴿ يَزْعُمُونَ ﴾ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے ان کے دعوئ ایمان کو جھٹلا دیا کہ یہ ایمان دار بنتے ہیں لیکن یہ طرزِ عمل اور ایمان ایک بندے کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ شیطان نے ان کو گمراہ کر دیا ہے، ﴿ قَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ ﴾ فرما کر مسلم پر لازم کر دیا کہ وہ طاغوت سے دشمنی کرے۔ یہ طاغوت چاہے دیہاتوں میں قبیلوں کے سرداروں کی پنچائیت، ثالثی کمیٹی یا جرگہ ہو، جو کتاب وسنت کی بجائے رسم و رواج کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں، یا وہ عدالتیں ہیں جو اسلامی ممالک میں موجود ہیں، یہ عدالتیں اسمبلی کے بنائے ہوئے آئین کے مطابق کتاب وسنت سے آزاد لوگوں میں فیصلہ کرتی ہیں جن پر پولیس اور فوج زبردستی عمل درآمد کرواتی ہے تو اس کفر سے بڑھ کر اور کفر کیا ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴿٤٤﴾ ...... هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٤٥﴾ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٤٧﴾ ﴾ [المائده : ٤٤ تا ٤٧]

”جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں ...... وہی ظالم ہیں ...... وہی فاسق ہیں۔“

یہ محال ہے کہ اللہ ایسے لوگوں کو کافر کہے اور وہ کافر نہ ہوں، ہرگز نہیں یہ لوگ پکے کافر ہیں اور جب ان سے فیصلہ کروانے والے منافقین کے دعوئ ایمانی (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار)

کی اللہ تعالیٰ نے نفی کی ہے تو خود فیصلہ کرنے والوں کے کلمہ کا کیسے اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ جب صحابہ نے منکرین زکوٰۃ اور خوارج کے کلمہ کا اعتبار نہ کیا اور ان کو قتل کیا تو بشری قوانین کے مطابق فیصلہ کرنے والے بھی کافر ہیں، خواہ وہ کلمہ پڑھتے ہوں۔

سوال: بعض لوگ قصۂ یوسف (علیہ السلام) سے یہ بات نکالتے ہیں کہ فرعون (طاغوت) کی حکومت میں ایک مسلمان کا اسمبلی ممبر بننا یا وزیر بننا جائز ہے؟

جواب: اس بات میں تو کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش نہیں کہ جو حاکم بھی شریعت سے بے پروا ہو کر قانون و دستور حکمرانی مقرر کرے وہ طاغوت ہے اور اس کے بنائے ہوئے قانون کا انکار ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کے لیے بھی شرط ایمان ہے۔ جب حقیقت حال یہ ہے تو کیا ایک کریم ابن کریم ہستی یوسف علیہ السلام کے بارے میں ایسا سوچنا بھی جائز ہوگا کہ وہ فرعونی نظام دستور کے نفاذ میں ایک واسطہ ہوں؟ معاذ اللہ! یہ تو صریح ظلم و زیادتی ہے۔ تفصیلات کچھ بھی ہوں یقیناً وہ نبی کی حیثیت سے طاغوت کے سب سے بڑھ کر انکار کرنے والے اور اللہ کے حکم کے سب سے زیادہ فرماں بردار اور اسے قائم کرنے والے تھے، لہٰذا ان لوگوں کے لیے جو آج کی طاغوتی حکومتوں کی چاکری میں مصروف ہیں اور ان کے بنائے ہوئے دساتیر و قوانین کی حلف برداریاں کرتے پھرتے ہیں اور اکثریت کی حاکمیت و اختیار کو تسلیم کرتے ہیں ان کے لیے برگزیدہ نبی (علیہ السلام) کے قصے میں ہرگز کوئی گنجائش موجود نہیں، جو اپنے وعظ میں ڈنکے کی چوٹ فرماتے تھے: ﴿ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ﴾ [یوسف : ٤٠] ”حاکمیت کا حق صرف اللہ کے لیے ہے۔“

سوال: کیا علماء کی غیر مشروط اطاعت کی جا سکتی ہے؟

جواب: علماء کی غیر مشروط اطاعت حرام ہے، جیسا کہ سورۂ توبہ میں ہے:

﴿ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾ [التوبة : ٣١]

”انھوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے اور اسی طرح مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ ان کو معبود واحد کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ وہ معبود واحد جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ پاک ہے۔ ان مشرکانہ باتوں

سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔''

معلوم ہوا کہ علماء کی غیر مشروط اطاعت ان کی عبادت ہے۔ خصوصاً جب کہ ان کی وجہ سے شرک کو توحید سمجھ کر قبول کیا جا رہا ہو۔ اسی لیے امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جنھوں نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سنی پھر اس کی سند کی صحت معلوم کی پھر اسے چھوڑ کر سفیان رحمہ اللہ یا کسی دوسرے کے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾

[النور : ٦٣]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آ جائے۔''

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: تمھیں معلوم ہے کہ فتنہ کیا ہے، فتنہ شرک ہے۔'' (کتاب التوحید)

کسی کو حلال و حرام کرنے کا حق دینا اس کو الٰہ بنانا ہے۔ اس لیے باطنی فرقے مشرک ہیں جو اپنے اماموں کو حلال و حرام کرنے کا مطلق حق دیتے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کا شرک بھی لازم آتا ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول کی بجائے اپنے پیروں، درویشوں اور علماء سے زندگی کے مختلف احکام لیتے ہیں اور طریقت کے مختلف سلسلوں (نقشبندی، سہروردی، قادری اور چشتی وغیرہ) سے منسلک ہیں۔ اسی طرح قومی اسمبلی کو یہ حق دینے والے بھی مشرک ہیں کہ وہ سیاسی، معاشی، دیوانی اور بین الاقوامی قانون بنانے میں کتاب وسنت کے پابند نہیں اور ان کی اکثریت جو قانون بنا دے اس کی اطاعت لازم قرار دینے والے اس کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ اللہ کے قانون پر چلنا اللہ کی عبادت ہے اور غیر اللہ کے قانون پر چلنا غیر اللہ کی عبادت ہے۔

سوال: طاغوت سے کفر کرنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: طاغوت سے کفر کی صورت یہ ہے کہ طاغوت کے باطل ہونے کا اعتقاد رکھا جائے۔ اس سے بغض و عداوت رکھتے ہوئے اس سے علیحدہ رہا جائے اور ان طواغیت کی اطاعت کرنے والوں کو طاغوت کا اولیاء جانا جائے۔ قول و عمل کے ساتھ طاغوت اور اولیائے طاغوت سے دشمنی کا اعلان کیا جائے۔ فرمایا:

﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا

تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ ﴾ [الممتحنة : ٤]

''تمھارے لیے ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور جن جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بے زار ہیں، ہم تمھارا انکار کرتے ہیں اور جب تک تم اللہ اکیلے پر ایمان نہیں لاتے ہم میں اور تم میں ہمیشہ عداوت اور دشمنی رہے گی۔''

اسلامی شریعت میں مشرکوں سے مخالفت بھی فرض ہے مگر طاغوت سے کفر و براءت اسلام کا فرض اولین ہے۔ ہو نہیں سکتا کہ کسی موحد کی طاغوت کے ساتھ دوستی ہو، کیونکہ تحریک اسلامی کی ٹکر طاغوت سے ہونا ناگزیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو مصر کی طرف بھیجا تو انھیں فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا کیونکہ وہ طاغوت تھا اور اس کو اللہ کی کبریائی کا درس دینا تھا۔ فرمایا:

﴿ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۞ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۞ ﴾ [النازعات : ١٧، ١٨]

''فرعون کے پاس جاؤ، وہ سرکش ہو گیا ہے اور اس سے کہو کہ کیا تو پاکیزگی اختیار کرنے پر تیار ہے؟''

سوال: اللہ کے نزدیک دین کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ﴾ [آل عمران : ١٩]

''بے شک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔''

سوال: کیا اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر عمل جائز ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ﴾ [الأعراف : ٣]

''لوگو! تمھارے رب کی طرف سے جو نازل ہوا اس کی پیروی کرو اور اس کے علاوہ اولیاء کی پیروی نہ کرو۔''

اور یہ بھی فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾

[آل عمران : ٨٥]

''اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا طلب گار ہوگا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔''

سوال: اللہ کے نازل کردہ دین میں محمد رسول اللہ ﷺ کا کیا مقام ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رسالت کے ساتھ مخصوص فرما کر آپ پر اپنی کتاب نازل فرمائی اور اس کی مکمل تشریح کا حکم دیا:

﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ﴾ [النحل : ٤٤]

''اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے، تاکہ جو (ارشادات) نازل ہوئے ہیں وہ لوگوں سے بیان کر دو۔''

آیت کریمہ کے اس حکم میں دو باتیں شامل ہیں:

۱۔ الفاظ اور ان کی ترتیب کا بیان یعنی قرآن مجید کا مکمل متن امت تک اس طرح پہنچا دینا جس طرح اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔

۲۔ الفاظ، جملہ یا مکمل آیت کا مفہوم و معانی بیان کرنا تاکہ امت مسلمہ قرآن حکیم پر عمل کر سکے۔

سوال: قرآن مجید کی جو شرح رسول اللہ ﷺ نے فرمائی اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: دینی امور میں رسول اللہ ﷺ کے فرامین اللہ کے حکم کے مطابق ہوتے ہیں:

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ ﴾ [النجم : ٣، ٤]

''اور وہ (رسول ﷺ) اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے ہیں، جو بولتے ہیں وہ وحی ہوتی ہے۔''

اس لیے فرمایا:

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ ﴾ [النساء : ٨٠]

''جس نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی پس تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

یہی وجہ ہے کہ دینی امور میں فیصلہ کن حیثیت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو حاصل ہے، فرمایا:

﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ﴾

[النساء : ۵۹]

''پس اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو۔''

معلوم ہوا اسلام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی کا نام ہے۔

سوال: کیا انبیاء علیہم السلام کو کتب کے علاوہ بھی وحی آتی ہے؟

جواب: یقیناً انبیاء علیہم السلام کو کتب سماوی کے علاوہ بھی وحی آتی ہے اور اس وحی پر عمل بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا اللہ کے کلام پر۔ کتاب کے علاوہ وحی کی اقسام میں سے ایک قسم انبیاء کے خواب ہیں، ابراہیم علیہ السلام کا خواب ملاحظہ فرمائیں:

﴿ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ إِنِّيْٓ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيْٓ أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۚ قَالَ يٰٓأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِيْٓ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ أَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ وَنَادَيْنٰهُ أَنْ يّٰٓإِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [الصافات:۱۰۲ تا ۱۰۵]

''اور ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا اے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تم کو ذبح کر رہا ہوں، تم بتاؤ تمھارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا ابا جان! جو آپ کو حکم ہوا وہ کر گزریے، اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے۔ جب دونوں نے حکم مان لیا اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا تو ہم نے ان کو پکارا کہ اے ابراہیم! تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ ہم نیکو کاروں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں۔''

اس آیت میں خواب میں بیٹے کو ذبح کیے جانے والے عمل کو اللہ کا حکم کہا گیا ہے۔

سوال: کیا رسول ﷺ پر بھی خواب میں وحی ہوئی؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے بھی ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ بیت اللہ میں داخل ہو کر طواف کر رہے ہیں، چونکہ یہ خواب بھی وحی کی قسم میں سے تھا، لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے ساتھ عمرہ کی نیت سے مکہ روانہ ہوئے لیکن کفار مکہ نے حدیبیہ کے مقام پر آپ ﷺ کو روک دیا اور وہاں صلح حدیبیہ ہوئی، جس کی رو سے یہ طے پایا کہ آپ اس سال کی بجائے اگلے سال بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ آپ ﷺ کے خواب کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں خلجان پیدا ہوا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ ''کیا

آپ ﷺ نے ہمیں خبر نہیں دی تھی کہ ہم مکہ میں داخل ہوں گے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! میں نے تمھیں بتایا تھا مگر میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ ایسا اسی سفر میں ہوگا۔'' واپسی پر اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرمائیں:

﴿ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴾

[الفتح : ۲۷]

''بلا شبہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو سچا خواب دکھایا، تم ضرور مسجد حرام میں امن و امان سے داخل ہوگے، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔''

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی خواب میں وحی ہوئی۔

سوال: کیا قرآن حکیم کے علاوہ وحی کے ذریعے احکامات نازل ہوئے؟

جواب: بلاشبہ قرآن مجید کے علاوہ بھی احکامات نازل ہوئے۔ مثلاً مسلمانوں کا پہلا قبلہ بیت المقدس تھا جس کی طرف ۱۴ سال تک منہ کر کے مسلمان نماز ادا کرتے رہے۔ بیت المقدس کو قبلہ مقرر کرنے کا حکم قرآن حکیم میں نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ﴾

[البقرة : ۱۴۳]

''اور ہم نے وہ قبلہ جس پر آپ اب تک تھے اس لیے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھرتا ہے۔''

معلوم ہوا کہ بیت المقدس کو قبلہ مقرر کرنے کا حکم اللہ نے بذریعہ وحی خفی دیا۔ قرآن حکیم کے علاوہ دوسری وحی کو وحی خفی (سنت) بھی کہتے ہیں۔

سوال: کیا سنت کے بغیر قرآن حکیم کو سمجھا جا سکتا ہے؟

جواب: سنت کے بغیر قرآن حکیم سمجھنا ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کے بعد سب سے زیادہ تاکید اقامت صلوٰۃ کی فرمائی مگر سنت کے بغیر اس حکم پر عمل بھی ممکن نہیں۔ چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

﴿ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ﴾ [البقرة : ۲۳۸]

''نمازوں کی حفاظت کرو، بالخصوص وسطی نماز کی۔''

وسطی نماز سے کیا مراد ہے، جب تک نمازوں کی کل تعداد معلوم نہ ہو، وسطی نماز کیسے معلوم ہوسکتی ہے۔نمازوں کی تعداد کا ذکر قرآن حکیم میں نہیں۔معلوم ہوا کہ وحی خفی کے ذریعے مسلمانوں کو اطلاع دی ہوئی تھی۔اسی طرح فرمایا:

''جب تم سفر کو جاؤ تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز کو کم کر کے پڑھو۔''

اس آیت میں یہ نہیں بتایا گیا کہ نماز کو سفر میں کتنا کم کیا جائے۔ پھر نماز کے کم کرنے کا تصور اسی صورت میں ممکن ہے جب یہ معلوم ہو سکے کہ پوری نماز کتنی ہے۔ یہ بھی فرمایا:

﴿ فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا ۖ فَإِذَا أَمِنتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴾

[البقرة : ٢٣٩]

''اگر تم خوف میں ہو تو نماز پیدل یا سواری پر پڑھ لو لیکن جب امن ہو جائے تو اسی طریقہ سے اللہ کا ذکر کرو، جس طرح اس نے تمھیں سکھایا اور جس کو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔''

اس آیت میں واضح ہے کہ نماز پڑھنے کا کوئی خاص طریقہ مقرر ہے جو بحالت جنگ معاف ہے اس طریقہ تعلیم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا۔نماز کا طریقہ اور اس کے اوقات وغیرہ قرآن مجید میں کہیں مذکور نہیں پھر اللہ نے کیسے سکھایا، معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ وحی آئی ہے۔ یہ آیت بھی قابل غور ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ﴾

[الجمعة : ٩]

''اے ایمان والو! جب تمھیں جمعہ کے دن نماز کے لیے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف جلدی کرو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔''

معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز کا اہتمام باقی دنوں کے علاوہ خاص درجہ رکھتا ہے۔ اس نماز کا وقت کون سا ہے؟ بلانے کا طریقہ کیا ہے؟ اس کی رکعات کتنی ہیں؟ قرآن مجید اس سلسلہ میں خاموش ہے اور کوئی شخص آیات قرآنی کے ذریعے نماز کی تفصیل نہیں جان سکتا، جب تک وہ حدیث کی طرف رجوع نہ کرے۔

سوال: کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی قرآن مجید کا مفہوم حدیث کے بغیر سمجھنے میں غلطی کھا سکتے ہیں؟

جواب: یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی قرآن مجید کا مفہوم سمجھنے کے لیے حدیث رسول کے محتاج ہیں۔

قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾

[الأنعام : ٨٢]

''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کے اندر ظلم کی ملاوٹ نہیں کی وہی امن پانے والے ہیں اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔''

مذکورہ بالا آیت کریمہ سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے چھوٹے بڑے تمام گناہوں کو ظلم سمجھا، اس لیے یہ آیت ان لوگوں پر گراں گزری۔ لہٰذا عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم میں کون ہے کہ جس نے ایمان کے ساتھ کوئی گناہ نہ کیا ہو؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ظلم سے مراد عام گناہ نہیں بلکہ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے۔ کیا تم نے قرآن حکیم میں لقمان (علیہ السلام) کا یہ قول نہیں پڑھا: ﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ ''شرک ظلم عظیم ہے۔''

[بخاری، کتاب استتابة المرتدین والمعاندین و قتالهم، باب ما جاء فی المتأولین: ٦٩٣٧۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب صدق الإيمان و إخلاصه : ١٢٤]

سوال: کیا سنت قرآن مجید کی آیت میں موجود شرط کو ختم کر سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں اور اس کی مثال سفر میں نماز قصر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ [النساء : ١٠١]

''اور جب تم سفر پر جاؤ تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز کو کچھ کم کر کے پڑھو بشرطیکہ تم کو خوف ہو کہ کافر تم کو ایذا دیں گے۔''

آیت بالا میں نماز قصر ایسے سفر کے ساتھ مشروط ہے جس میں خوف بھی ہو، اس لیے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اب تو امن کا زمانہ ہے اور ہم پھر بھی قصر کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ ہم حالت امن کے سفر میں قصر کریں، یہ تمھارے لیے اللہ تعالیٰ کی رعایت ہے، پس اس رعایت کو قبول کرو۔'' [مسلم، كتاب الصلاة المسافرين و قصرها ، باب صلاة المسافرين و قصرها : ٦٨٦]

سوال: کیا حدیث قرآن مجید کی کسی آیت کے عام حکم کو مقید کر سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں اور اس کی مثال قرآن حکیم کی یہ آیت ہے:

﴿ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا اَيْدِيَهُمَا ﴾ [المائدة : ٣٨]

''اور چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔''

اس آیت میں چوری کا مطلقاً ذکر ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چور کا ہاتھ چوتھائی دینار، یا اس سے زیادہ کی چوری پر کاٹا جائے۔'' [بخاری، کتاب الحدود، باب قول الله تعالیٰ : ﴿والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما﴾ : ٦٧٨٩۔ مسلم، كتاب الحدود، باب حد السرقة و نصابها : ١٦٨٤]

سوال: کیا سنت قرآن حکیم کے حکم سے کسی چیز کو مستثنیٰ کر سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں اور اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے:

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ﴾ [المائدة : ٣]

''تم پر مرا ہوا جانور، خون، سور کا گوشت اور جس چیز پر اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام پکارا جائے حرام ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمارے واسطے دو مردار، ٹڈی اور مچھلی اور دو خون کلیجی اور تلی حلال ہیں۔'' [السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الضحایا، باب ما جاء فی الکبد والطحال : ١٠/ ١٢، ح : ١٩٦٩٧]

معلوم ہوا کہ حدیث نے مچھلی اور ٹڈی کو مردار، اور کلیجی اور تلی کو خون سے مستثنیٰ قرار دیا۔ ایک اور مثال پر غور فرمائیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ ﴾ [الأعراف : ٣٢]

''پوچھو کہ جو زینت (و آرائش) اور کھانے (پینے) کی پاکیزہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کیں ان کو کس نے حرام کیا ہے؟ کہہ دو کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لیے بھی ہیں اور قیامت کے دن خاص انھی کے لیے ہوں گی۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ریشم اور سونا میری امت کے مردوں کے لیے حرام اور عورتوں کے لیے حلال ہیں۔'' [مسند أحمد : ٣٩٤/٤] اگر حدیث سے رہنمائی نہ لی جائے تو

اس آیت سے ریشم اور سونے جیسی حرام چیزوں کو حلال سمجھ لیا جاتا۔

سوال: کیا کوئی سنت صحیحہ قرآن مجید کے خلاف ہو سکتی ہے؟

جواب: محدثین کا اصول ہے کہ جو روایت قرآن حکیم اور سنت مطہرہ کے الٹ ہو وہ قول رسول ﷺ نہیں ہو سکتی۔ امام بخاری، امام مسلم اور دیگر ائمہ حدیث نے اصول حدیث کی رو سے جن احادیث مبارکہ کو صحیح کہا ہے یقیناً وہ قرآن وسنت کے مطابق ہیں۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں صرف صحیح احادیث درج کی گئی ہیں، اس لیے ان میں کوئی ایسی روایت نہیں جو کتاب وسنت کے خلاف ہو۔ جن لوگوں کو (۱) عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا دوبارہ دنیا میں آنا، (۲) رسول اللہ ﷺ پر ذاتی حیثیت سے جادو کے چند اثرات ہو جانا۔ (۳) دجال سے متعلق (۴)، عذاب قبر سے متعلق، احادیث اور ان جیسی باتیں قرآن حکیم کے خلاف نظر آتی ہیں تو یہ دراصل ان کی کم علمی اور جہالت ہے۔ یہ وہ روایات ہیں جنھیں تحقیق کے بعد محدثین نے صحیح کہا، یہ قرآن کے خلاف نہیں بلکہ ان کے خود ساختہ مفہوم کے الٹ ہیں۔ درج ذیل آیت پر غور کیجیے:

﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [الأنعام : ١٤٥]

"کہو جو احکام مجھ پر نازل ہوئے میں ان میں کسی چیز کو کھانے والے پر حرام نہیں پاتا سوائے مردار، بہتا خون، سور کا گوشت، جو ناپاک ہے یا گناہ کی چیز جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو اور اگر کوئی مجبور ہو جائے لیکن نہ تو نافرمانی کرے نہ حد سے باہر نکلے تو تمھارا رب بخشنے والا مہربان ہے۔"

سوچیے کیا کتے اور دیگر درندوں کو اور دیگر نوچنے والے پرندوں کو حرام قرار دینے والی احادیث مبارکہ اس آیت کے خلاف ہیں، اگرچہ ظاہر ایسا ہی محسوس ہوتا ہے مگر حقیقتاً سنت اور قرآن میں کوئی تضاد نہیں۔

دونوں کا جمع کرنا لازم ہے۔ یاد رکھیے! جو دین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعے امت کو تواتر کے

ساتھ ملا، وہی صراط مستقیم ہے، جو لوگ اپنی خواہشات کے ساتھ قرآن حکیم کی تفسیر بیان کرتے ہیں ان کے ہاں سنت کا مفہوم یہ ہے کہ جو چیز ان کی خواہش نفس کے موافق ہو اس کی پیروی کی جائے اور جو ان کی خواہشات کے خلاف ہو اسے ترک کیا جائے۔ ایک صحیح حدیث میں ایسے ہی لوگوں کا ذکر ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ یقیناً ایک وقت آئے گا کہ تکیہ سے ٹیک لگائے ہوئے ایک آدمی بیٹھا ہو گا اور میرے احکامات میں سے کوئی حکم اس کے پاس آئے گا یا میرے منع کردہ امور میں سے کسی چیز کا اس کے سامنے ذکر ہو گا تو وہ کہے گا ہم اسے نہیں جانتے۔ ہم جو اللہ کی کتاب میں حرام پاتے ہیں اسے حرام سمجھتے ہیں۔ خبردار! مجھے قرآن حکیم دیا گیا ہے اور اس کی مثل ایک اور چیز بھی۔ [مسند أحمد : ٤/ ١٣١۔ سنن أبی داوٗد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة : ٤٦٠٤۔ ترمذی، کتاب العلم، باب ما نھی عن أن یقال عند حدیث رسول الله ﷺ : ٢٦٦٤]

معلوم ہوا کہ شریعت اسلامیہ سے مراد قرآن و سنت ہے، جس نے ان میں سے صرف ایک کو اختیار کیا اور دوسری کو ترک کیا اس نے کسی ایک کو بھی اختیار نہیں کیا، کیونکہ دونوں ایک دوسرے سے تمسک کا حکم دیتی ہیں، فرمایا:

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ [النساء : ٨٠]

’’جس نے رسول کی اطاعت کی یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔‘‘

سوال: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے منہج کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو اسلام کی تعلیم دی یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے براہ راست تربیت یافتہ تھے۔ لہٰذا صحابہ معیاری مسلمان تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال تابعین نے اخذ کیے، محدثین نے ان کو جمع کیا۔ یہ تمام ادوار اسلام کے عروج کے ادوار ہیں، رسول اللہ ﷺ نے انھیں بہترین زمانے قرار دیا۔ سلف صالحین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریق اور منہج سے وہی شخص انکار کرتا ہے جو قرآن مجید کی من مانی تفسیر کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴾ [النساء : ١١٥]

''اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔''

مومنین کے راستے سے مراد اسلام کی وہ تعبیر و تفسیر ہے جس پر قرون اولیٰ کے مسلمان جمع تھے۔ وہ منہج جس میں مردوں سے استغاثہ، قبر پر چلہ کشی اور فیض حاصل کرنے کی اور امر رسول ﷺ کے سامنے کسی کی رائے کی کوئی حیثیت یا شریعت کے مقابلے میں دنیا کے کسی اور قانون کے مطابق فیصلہ کرنے کی کوئی گنجائش نہ تھی۔

سوال: کیا صحابہ رضی اللہ عنہم سنت رسول ﷺ کو بھی وحی یعنی اللہ کی بات سمجھتے تھے؟

جواب: جی ہاں صحابہ رضی اللہ عنہم سنت رسول ﷺ کو اللہ کی بات سمجھتے تھے۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں، صرف ایک ملاحظہ فرمائیں:

ایک عورت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ ''کیا آپ کہتے ہیں کہ اللہ نے گودنے والی اور گدوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' وہ عورت کہنے لگی کہ ''میں نے شروع سے آخر تک قرآن حکیم کی تلاوت کی ہے مگر اس بات کو کہیں نہیں پایا۔'' پس آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تو نے قرآن پڑھا ہوتا تو اس میں ضرور پاتی، کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ [الحشر: ۷]

''اور جو کچھ میرا رسول (ﷺ) تمھیں دے اسے لے لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔''

وہ کہنے لگی: ''ہاں!'' تب سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ لعنت کرتے ہوئے سنا ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿و ما آتاکم الرسول فخذوہ﴾: ۴۸۸۶۔ مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم فعل ...... الخ: ۲۱۲۵]

یہ بھی واضح ہوا کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ قرآن و سنت میں تفریق نہ کریں، ان دونوں پر عمل فرض ہے اور شریعت اسلامیہ کی بنیاد ان دونوں پر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تم میں دو باتیں چھوڑے جا رہا ہوں، کتاب اللہ اور میری سنت، جب تک تم انھیں مضبوطی سے تھامے رکھو

گے گمراہ نہ ہو گے۔'' [موطأ إمام مالك، كتاب القدر، باب النهى عن القول بالقدر: ٣۔ مستدرك حاكم، كتاب العلم : ٩٣/١]

سوال: رسول اللہ ﷺ نے سنت کی حفاظت کے سلسلے میں کیا اقدام کیے؟

جواب: رسول اللہ (ﷺ) نے سنت کی حفاظت کے سلسلے میں خصوصی توجہ دی۔ جب بھی کوئی مسئلہ بیان فرماتے تو اس کو تین مرتبہ دہراتے، یہاں تک کہ وہ مسئلہ سمجھ میں آ جاتا۔ [بخاری، كتاب العلم، باب من أعاد الحديث ثلاثا ليفهم عنه : ٩٥] ایک دفعہ قبیلہ عبدالقیس کا وفد آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ نے انھیں امور دین کی تعلیم دینے کے بعد فرمایا: ''اس کو یاد کرو اور اپنے پیچھے آنے والوں کو اس کی خبر دو۔'' [بخاری، كتاب الإيمان، باب أداء الخمس من الإيمان : ٥٣] یقیناً پیچھے آنے والوں سے مراد آنے والی نسلیں بھی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تشہد یوں سکھاتے جیسے قرآن کی سورت۔ [مسلم، كتاب الصلاة، باب التشهد فى الصلاة : ٤٠٣]

نو ہجری میں مدینہ میں بہت سے وفود آئے۔ سیدنا مالک بن حویرث نے بھی نو ہجری میں مدینہ میں قیام کر کے آپ ﷺ کی عملی زندگی کا مشاہدہ کیا اور ضروری تعلیم حاصل کی۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''نماز ایسے پڑھنا جیسے مجھے پڑھتے دیکھتے ہو۔'' [بخاری، كتاب الأذان، باب الأذان للمسافرين إذا كانوا جماعة ......الخ :٦٣١] حجۃ الوداع میں منیٰ کے مقام پر آپ ﷺ نے خطبہ دیا، سامعین کی تعداد سوا لاکھ کے لگ بھگ تھی۔ خطبہ کے اختتام پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''حاضر کو چاہیے کہ غائب کو میری باتیں پہنچا دے، اس لیے کہ شاید تم کسی ایسے شخص کو بیان کر سکو جو تم سے زیادہ اس کو محفوظ کر سکے۔'' [بخاری، كتاب العلم، باب قول النبى ﷺ ((رب مبلغ أوعى (من) سامع)): ٦٧] یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ محدثین نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیان کردہ احادیث کو بالکل محفوظ کر لیا۔

سوال: کیا رسول اللہ ﷺ نے احادیث کی کتابت بھی کروائی؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے مختلف مواقع پر احادیث لکھوائیں، چند حوالے ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب الصدقہ تحریر کروائی۔ امام محمد بن مسلم فرماتے ہیں کہ آپ کی یہ کتاب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان کے پاس تھی اور مجھے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے سالم نے یہ کتاب پڑھائی اور میں نے پوری طرح اس کو محفوظ کرلیا۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس کتاب کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پوتوں سالم اور عبداللہ سے لے کر لکھوایا۔ [أبو داوٗد، کتاب الزکاۃ، باب فی الزکاۃ السائمۃ : ۱۵۷۰]

۲۔ ابو راشد الحبرانی فرماتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے میرے سامنے ایک کتاب رکھی اور فرمایا: ''یہ وہ کتاب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوا کر مجھے دی تھی۔''

[ترمذی، کتاب الدعوات، باب دعاء علمه ﷺ أبابکر : ۳۵۲۹]

۳۔ موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس وہ کتاب ہے جو معاذ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوائی تھی۔ [الدارقطنی : ۹۶/۲، ح : ۱۸۹۱۔ مسند أحمد : ۲۲۸/۵، ح : ۲۱۹۸۹۔ مستدرك حاکم : ۴۰۱/۱۔ البیهقی : ۱۲۸/۴، ۱۲۹]

۴۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو یمن کا عامل بنا کر بھیجا تو اہل یمن کے لیے ایک کتاب لکھوا کر دی جس میں فرائض، سنت اور دیت کے مسائل تحریر تھے۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو پڑھا، یہ کتاب ابو بکر بن حزم کے پاس تھی۔ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ نے بھی اس کتاب کو پڑھا۔ [نسائی، کتاب القسامة، باب عقل الأصابع : ۴۸۵۰ (و باب) ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول و اختلاف الناقلین له : ۴۸۵۷]

سوال: کیا صحابہ نے بھی احادیث لکھیں؟

جواب: جی ہاں! خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو احادیث لکھوائیں۔ آپ نے سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: ''احادیث لکھا کرو، قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس منہ سے حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی۔'' [أبو داوٗد، کتاب العلم، باب کتابة العلم: ۳۶۴۶]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب ان کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو زکوٰۃ کے فرائض لکھ کر دیے۔ [بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب زکوٰۃ الغنم : ۱۴۵۴]

حماد بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے پوتے ثمامہ سے حاصل کی۔

[نسائی، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الإبل : ۲۴۴۹]

خلیفہ ثانی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی زکوٰۃ کے متعلق ایک کتاب تحریر فرمائی تھی۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی کتاب پڑھی۔ [موطأ إمام مالك، كتاب الزكاة، باب صدقة الماشية : ۲۳]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہمارے پاس کوئی چیز نہیں سوائے کتاب اللہ کے اور اس صحیفہ کے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں۔'' [بخاری، کتاب فضائل المدینۃ، باب حرم المدینۃ : ۱۸۷۰۔ مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ......الخ : ۱۳۷۰]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی شخص مجھ سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان نہیں کرتا سوائے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے، اس لیے کہ وہ لکھا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔ [بخاری، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم : ۱۱۳]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے یہ کتاب ان کی اولاد میں منتقل ہوتی رہی اور ان کے پڑپوتے عمرو بن شعیب رحمہ اللہ سے محدثین نے حاصل کرکے ہمیشہ کے لیے محفوظ کرلی۔ ایسے کئی واقعات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ احادیث لکھا کرتے تھے۔

سوال: کیا ۲۵۰ سال تک احادیث تحریر میں نہیں آئیں؟

جواب: یہ صرف منکرین حدیث کا پروپیگنڈا ہے۔ خلفائے راشدین اور صحابہ نے احادیث کی حفاظت کا خاص اہتمام کیا پھر تابعین کے دور میں کئی کتب لکھی گئیں۔ موطأ امام مالک اب بھی موجود ہے جو صرف سو سال بعد لکھی گئی ہے۔ ان کی سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں صرف امام نافع راوی ہیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں امام زہری راوی ہیں۔ غرض موطأ میں سینکڑوں سندیں ایسی ہیں جن میں صحابہ رضی اللہ عنہم اور امام مالک کے درمیان ایک یا دو راوی ہیں اور وہ زبردست امام ہیں۔ امام بخاری سے پہلے کی کتب صحیفہ صادقہ، مسند احمد، مسند حمیدی، موطأ امام مالک، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبد الرزاق، مسند شافعی آج بھی موجود ہیں۔ دیگر ائمہ نے بھی درس و تدریس کا ایسا اہتمام کیا ہوا تھا کہ کوئی کذاب حدیث گھڑ کر احادیث صحیحہ میں شامل نہ کرسکا۔

سوال: اگر احادیث کی اتنی حفاظت ہوئی ہے تو پھر امام بخاری نے چھ لاکھ احادیث میں سے صرف ۷۲۷۵ احادیث کا انتخاب کیوں کیا اور باقی کو ردی کی ٹوکری میں کیوں پھینکا؟

جواب: پہلے تو چھ لاکھ احادیث کی حقیقت سمجھیں۔ محدثین کی اصطلاح میں ہر سند کو حدیث شمار کیا جاتا ہے۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ نے ایک بات فرمائی جو پانچ صحابہ نے سنی۔ ہر صحابی نے اپنے پانچ پانچ شاگردوں کو وہ بات سنائی۔ اس طرح تابعین تک اس کی پچیس اسناد بن گئیں۔ اب اگر ہر تابعی اپنے دس دس شاگردوں کو روایت بیان کرے تو اس طرح اس حدیث کی دو سو پچاس اسناد بن گئیں۔ محدثین کی اصطلاح میں یہ دو سو پچاس احادیث کہلاتی ہیں۔ اس لیے امام بخاری فرماتے ہیں: ''مجھے ایک لاکھ صحیح احادیث یاد ہیں۔'' (مقدمہ ابن الصلاح، النوع الاول، معرفۃ الصحیح ص: ۱۰) اس کا مطلب ہے ایک لاکھ صحیح اسناد یاد ہیں۔ ان ایک لاکھ میں سے ۷۲۷۵ اسناد صحیح بخاری میں درج کرلیں، یہ بھی درست ہے کہ بعض راویوں نے دین اسلام میں گمراہ کن عقائد داخل کرنے کے لیے حدیث کا سہارا لیا۔ اسی لیے ضعیف اور من گھڑت روایات کی کثرت ہے، مگر محدثین نے ایسے اصول مقرر کیے کہ کوئی من گھڑت روایت حدیث صحیح کا درجہ نہ پاسکی۔ امام بخاری اور امام مسلم نے صرف صحیح احادیث جمع کرکے دین پر چلنے والوں کے لیے مزید آسانی کردی۔

سوال: کیا صحیح بخاری قرآن حکیم کی طرح لاریب کتاب ہے؟

جواب: یقیناً بخاری اور دیگر کتب احادیث میں موجود احادیث صحیحہ کا وہ حصہ جو شرعی احکام پر مشتمل ہے، منزل من اللہ ہے، جس پر قرون اولیٰ کے مسلمان جمع ہیں اور جسے امت سے تلقی بالقبول حاصل ہے۔ مگر صحیح بخاری میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ابواب قائم کیے۔ ابواب میں مختلف ائمہ کے اقوال درج کیے پھر اسناد احادیث کا آدھا حصہ ہیں، جو منزل من اللہ نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال اور واقعات بھی کتب احادیث میں موجود ہیں، آپ ﷺ کے تاریخی واقعات، ہجرت اور غزوات کے بعض واقعات بھی منزل من اللہ نہیں، ہاں احادیث کا ایک حصہ ایسا ضرور ہے جو منزل من اللہ ہے اور قرآن مجید کی تشریح کے لیے وہ اتنا ضروری ہے کہ اس کے بغیر قرآن حکیم کو سمجھا ہی نہیں جا سکتا، جو لوگ اس وحی کا انکار کرتے ہیں وہ دراصل قرآن حکیم کی من مانی اور گمراہ کن تفسیر کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توحید و سنت کی سمجھ عطا فرمائے اور شرک و بدعت سے بچنے کی توفیق دے۔

سوال: کیا خضر علیہ السلام ابھی تک زندہ ہیں؟

جواب: خضر علیہ السلام اللہ کے بندے تھے اور کئی ایک محدثین نے بادلائل ثابت کیا ہے کہ وہ اللہ کے نبی تھے۔ امام قرطبی نے کہا وہ جمہور کے نزدیک نبی تھے۔ اس بات کی شہادت قرآنی آیات دیتی ہیں اس لیے بھی کہ نبی اپنے سے کم مقام والے سے علم نہیں سیکھتا اور باطن کے حکم پر انبیاء ہی کو اطلاع دی جاتی ہے اور ان کے آب بقا پینے والی کہانی بلا دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کے لیے بھی ہمیشگی نہیں رکھی۔ قرآن اس پر گواہ ہے:

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۝ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ﴾ [الأنبياء: ٣٤، ٣٥]

''اور ہم نے تجھ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشہ کے لیے زندہ نہیں رہنے دیا پھر کیا اگر تو مر گیا تو وہ ہمیشہ رہ جائیں گے۔ ہر جان دار موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔''

ہر ایک نے موت کا جام پینا ہے اور خضر علیہ السلام کی موت پر امام بخاری، ابراہیم الحربی، ابو جعفر ابن المناوی، ابو یعلی بن الفراء، ابو طاہر العبادی اور ابو بکر ابن العربی وغیرہ محدثین نے قطعی حکم صادر کیا ہے اور ان کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری ایام میں فرمایا:

''ایک صدی بعد سطح زمین پر جو لوگ آج موجود ہیں ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔'' [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب بيان معنى قوله ﷺ: ((على رأس مائة))......الخ: ٢٥٣٨]

اور سورۂ آل عمران کی آیت (٨١) میں ہے: ''اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی عطا کروں پھر تمھارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمھاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمھیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اس کی مدد کرنی ہوگی۔'' لیکن کسی بھی صحیح خبر میں موجود نہیں کہ سیدنا خضر علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے ہوں اور نہ یہ ثابت ہے کہ انھوں نے آپ کے ساتھ مل کر قتال کیا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر والے دن فرمایا تھا: ''اے اللہ! اگر یہ گروہ ہلاک کر دیا گیا تو تیری زمین میں عبادت نہیں کی جائے گی۔''

[مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر: ١٧٦٣]

اگر سیدنا خضر علیہ السلام موجود ہوتے تو یہ نفی صحیح نہ ہوتی۔ مزید تفصیل صحیح البخاری مع فتح الباری

(۶/۴۳۴) وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔ لہٰذا سیدنا خضر علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ یہی بات دلائل کی رو سے قوی اور مضبوط ہے۔ اس سلسلے میں کئی شعروں اور حکایتوں میں سیدنا خضر علیہ السلام کی تا قیامت زندگی اور عمر خضر کی جو باتیں کی جاتی ہیں وہ سراسر غیر شرعی اور قرآن و حدیث کے خلاف ہیں، جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

فصل سوم

اسلام اور جمہوریت کا تضاد

جمہوریت سے مراد ایسا نظام حکومت ہے جس میں عوام کے چنے ہوئے نمائندوں کی اکثریت رکھنے والی سیاسی جماعت حکومت چلاتی ہے اور عوام کے سامنے جواب دہ ہوتی ہے۔ قدیم یونانی مؤرخ ہیروڈوٹس نے جمہوریت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: ''یہ ایک ایسا طرز حکومت ہے کہ جس میں حاکمانہ اختیارات قانونی طور پر کسی ایک گروہ یا عوام کے کئی گروہوں کے پاس نہیں بلکہ مجموعی طور پر معاشرے کے جملہ ارکان کو حاصل ہوتے ہیں۔'' سابق امریکی صدر ابراہیم لنکن نے جمہوریت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: ''عوام کی حکومت، عوام کے ذریعے اور عوام کے لیے۔''

جمہوریت کے بارے میں ابراہیم لنکن کی تعریف جامع اور درست تصور کی جاتی ہے۔ اس تعریف میں عوام کو مرکزی حیثیت حاصل ہے یعنی عوام کی حکومت سے مراد ہے کہ اقتدار اعلیٰ عوام ہی کو حاصل ہے اور عوام کے ذریعے حکومت سے مراد یہ ہے کہ عوام صرف اقتدار اعلیٰ کے نظریاتی طور پر ہی مالک نہیں ہیں بلکہ وہ عملاً بھی اپنے آپ پر حکومت کرتے ہیں یعنی وہ حکومت کی باگ ڈور اپنے ایسے نمائندوں کے حوالے کرتے ہیں جن سے وہ جواب طلبی کر سکتے ہوں اور بوقت ضرورت انھیں مسند اقتدار سے ہٹا بھی سکتے ہوں اور عوام کے لیے حکومت سے مراد یہ ہے کہ حکومت عوام کے لیے ہے، اس کا مقصد بلا استثنا عوامی مفاد کی حفاظت ہے۔

جہاں تک جمہوریت کی اصل کا تعلق ہے، قطع نظر جدید جمہوریت کے بنیادی فرق سے، اس کا تصور قدیم یونان کی شہری ریاستوں میں بھی پایا جاتا تھا لیکن باقاعدہ طور پر دنیا میں جمہوریت کی ترقی کی راہ عالمی جنگوں کے بعد ہموار ہوئی۔ خاص کر دوسری جنگ عظیم کے پیدا کردہ حالات جمہوریت کے فروغ کا سبب بنے، جب جاپان، جرمنی اور اٹلی وغیرہ کی جارحیت کو شکست ہوئی اور برطانیہ، فرانس اور ہالینڈ کی شہنشاہیت اور سامراجیت پر بھی ضرب پڑی۔ چنانچہ ان ممالک کی محکوم اقوام

بھی آزادی حاصل کر کے جمہوریت کی راہ پر گامزن ہونے لگیں۔اکثر اسلامی ممالک نے بھی آزادی کے بعد جمہوری طریق کار اپنا لیا۔اسی طرح پاکستان میں بھی بحیثیت ایک سیاسی نظام کے جمہوری اصولوں کو اپنایا جاتا رہا ہے بلکہ پاکستان کے تمام دساتیر کی ہمیشہ پہلی دفعہ ہی یہ رہی ہے کہ ''مملکت پاکستان ایک وفاقی جمہوریہ ہوگی،جس کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہوگا۔''

ہمارے ملک کے اکثر سیاسی و مذہبی زعماء بھی جمہوری اقدار کے فروغ پر زور دیتے رہے ہیں۔ بعض دانشور تو جمہوریت کو اسلام کے شورائی نظام کے عین مطابق قرار دیتے ہیں، حالانکہ جمہوریت کے بنیادی اصولوں اور اسلامی تعلیمات میں کھلا تضاد موجود ہے۔ ذیل میں اسلامی تعلیمات اور جمہوریت کے اصولوں میں پائے جانے والے تضاد کے چند نمایاں پہلوؤں کو بیان کیا جارہا ہے۔

عوام کی حاکمیت:

جمہوری نظام حکومت میں اصولی طور پر یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ آخری اقتدار یا آخری فیصلہ عوام کے پاس ہی ہے۔یعنی اقتدار اعلیٰ عوام کو حاصل ہے لیکن اسلامی نقطہ نظر سے اقتدار اعلیٰ نہ عوام کو حاصل ہے نہ سربراہ مملکت کو اور نہ کسی خاندان یا ادارے کو بلکہ اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔

قرآن میں بیان فرمایا گیا ہے:

﴿ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [یس : ۸۳]

''پاک ہے وہ (ذات) جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے اور اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔''

﴿ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ﴾ [البقرۃ : ۲۵۵]

''اس کی کرسی آسمانوں اور زمین پر پھیلی ہوئی ہے اور ان کی نگرانی اس کے لیے تھکان کا باعث نہیں۔''

﴿ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ ﴾ [الفرقان : ۲]

''وہی جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور جس کے ساتھ بادشاہی میں کوئی شریک نہیں۔''

﴿ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴾ [الأنبیاء : ۲۳]

''وہ جو کچھ کرتا ہے اس کے بارے میں (کسی کے آگے) جواب دہ نہیں، جب کہ سب

لوگ (اس کے سامنے) جواب دہ ہیں۔''

﴿ وَاللّٰہُ یَحْکُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُکْمِہٖ ﴾ [الرعد : ٤١]

''اللہ (جسے چاہتا ہے) حکم کرتا ہے، کوئی اس کے فیصلے کو رد کرنے والا نہیں۔''

﴿ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعْجِزَہٗ مِنْ شَیْءٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ اِنَّہٗ کَانَ عَلِیْمًا قَدِیْرًا ﴾

[فاطر : ٤٤]

''اور اللہ ایسا نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز اس کو عاجز کر سکے، وہ علم اور قدرت رکھنے والا ہے۔''

﴿ وَاِلَی اللّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ ﴾ [لقمان : ٢٢]

''اور (تمام) معاملات کا انجام اللہ کی طرف ہے۔''

﴿ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا الرَّحْمٰنِ لَا یَمْلِکُوْنَ مِنْہُ خِطَابًا ﴾ [النبا : ٣٧]

''وہ جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، سب کا مالک ہے، بڑا مہربان، کسی کو اس کے سامنے بولنے کا یارا نہ ہوگا۔''

﴿ وَلَا یُشْرِکُ فِیْ حُکْمِہٖ اَحَدًا ﴾ [الکھف : ٢٦]

''اور وہ اپنے حکم (فیصلے) میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔''

﴿ وَلِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا وَاِلَیْہِ الْمَصِیْرُ ﴾ [المائدۃ : ١٨]

''اور آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب پر اللہ ہی کی حکومت ہے اور سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

ان آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اقتدار کسی محدود یا مجازی مفہوم میں نہیں بلکہ اپنے پورے مفہوم اور اس کے مکمل تصور کے لحاظ سے حقیقی اقتدار اعلیٰ ہے۔ درحقیقت اقتدار اعلیٰ جس چیز کا نام ہے وہ اگر کہیں پایا جاتا ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں پایا جاتا ہے۔ اس کے سوا اور جہاں بھی اس کے ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے، خواہ وہ کسی بادشاہ یا ڈکٹیٹر کی ذات ہو یا کوئی طبقہ یا گروہ یا خاندان ہو، یا کوئی قوم ہو، اسے فی الواقع اقتدار اعلیٰ حاصل نہیں ہے کیونکہ اقتدار اعلیٰ سرے سے اس حکومت کو کہتے ہی نہیں جو کسی کا عطیہ ہو، جو کبھی ملے اور کبھی سلب ہو جائے، جسے کسی دوسری طاقت سے خطرہ لاحق ہو سکتا ہو، جس کا قیام و بقا عارضی یا وقتی ہو اور جس کے دائرۂ اقتدار کو بہت سی دوسری متصادم قوتیں محدود کرتی ہوں۔ یہاں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ اسلام کا نظریہ اقتدار

اعلیٰ ایک دینی عقیدہ ہے اس کو سائنسی، منطقی یا عقلیاتی اصولوں اور دلیلوں سے نہیں پرکھا جا سکتا۔ نیز اقتدار اعلیٰ کی یہ موجودہ بحث ایک جدید بحث ہے جو باقاعدہ طور پر انقلاب فرانس کے بعد منظر عام پر آئی۔

اکثریت کا فیصلہ:

جمہوریت کا سب سے نمایاں اصول یہ ہے کہ اس میں ہر معاملے میں فیصلے کثرت آراء یعنی اکثریت کی بنیاد پر ہوتے ہیں، خواہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہوں۔ گویا کہ جمہوریت میں حق و باطل میں تمیز کا پیمانہ بھی اکثریت کا فیصلہ ہے، مگر اس کے برعکس اسلامی تعلیمات میں حق و باطل میں تمیز کے لیے اکثریت کے فیصلے کو گمراہ قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ [الأنعام: ۱۱۶]

''اور اے نبی (ﷺ)! اگر تم زمین پر بسنے والے لوگوں کی اکثریت کا کہا مانو گے تو وہ تمھیں اللہ کے راستے سے پھیر دیں گے۔ یہ محض گمان کی پیروی کرتے اور اٹکل کے تیر چلاتے ہیں۔''

اسی لیے اسلامی تعلیمات میں عام اجتہادی فیصلے بھی کثرت آراء کی بنیاد پر نہیں ہوتے بلکہ قوت دلیل کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ عہد رسالت اور عہد خلافت راشدہ میں ایسی مثالیں ملتی ہیں جس میں قوت دلیل کی بنیاد پر محض ایک شخص کی رائے پر اجماع کر لیا گیا۔ اس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

ا۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر میں ایک خاص جگہ خیمہ زن ہونے کا فیصلہ کیا۔ اس پر ایک صحابی سیدنا خباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا اس جگہ خیمہ زن ہونے کا فیصلہ وحی الٰہی پر مبنی ہے یا آپ (ﷺ) کا ذاتی فیصلہ ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ میرا ذاتی فیصلہ ہے۔'' تو اس پر سیدنا خباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ یہ جگہ غیر موزوں ہے، یہاں سے لشکر کو لے کر فلاں جگہ خیمہ زن ہوں تا کہ مسلمان آسانی سے پانی حاصل کر سکیں۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ مشورہ پسند آیا اور آپ ﷺ نے اس مشورہ کو قبول فرمایا۔

[مستدرك حاكم: ۴۲۶/۳، ۴۲۷، والنسخة الجديدة ۴۸۲/۳، ح: ۵۸۰۱ و سنده ضعيف]

ب۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کے بعد اسیران جنگ کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ آپ ﷺ نے اس رائے کو پسند کیا اور فدیہ لے کر سب کو رہا کر دیا۔ [مسلم، کتاب الجهاد والسير،

باب الإمداد بالملائکة فی غزوة بدر...... الخ : ۱۷٦۳]

ج۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا۔ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جو ایران کے رہنے والے تھے، نے مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا مشورہ دیا اور آپ ﷺ نے یہ مشورہ قبول فرمایا۔

د۔ خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شراب کی سزا مقرر کرنے کی بابت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری رائے میں شرابی کی سزا اسی کوڑے ہونی چاہیے۔ کیونکہ جب آدمی شراب پیتا ہے تو مست ہو جاتا ہے اور جب مست ہو جاتا ہے تو بے ہودہ بکتا اور بہتان لگاتا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس مشورہ کو قبول فرمایا اور شراب پینے کی سزا اسی (۸۰) کوڑے مقرر کر دی۔ [الموطأ للإمام مالك، كتاب الأشربة، باب الحد فی الخمر : ۲ إسناده منقطع]

ان دلائل سے یہ مقصد نہیں ہے کہ اسلام میں اکثریت کی رائے کو ہر جگہ نظر انداز کیا گیا ہے، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے بعض دفعہ اکثریت کے فیصلے کو بھی قبول کیا ہے۔ مثلاً غزوۂ احد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ شہر میں رہ کر مقابلہ کیا جائے یا باہر نکل کر۔ اکثر نے باہر نکلنے کی رائے دی، خاص کر ان لوگوں نے جو غزوۂ بدر میں حصہ نہ لے سکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کی رائے کو منظور فرمایا، حالانکہ آپ ﷺ شہر میں رہ کر مقابلہ کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ کثرت آراء کو شریعت اسلامیہ نے نہ تو ہر جگہ حجت اور دلیل تسلیم کیا ہے اور نہ ہر موقع پر اسے اس درجہ سے محروم رکھا ہے، بعض مواقع پر اسے حجت مانا ہے اور بعض میں اسے حجت و دلیل تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ مجلس شوریٰ کا اصل کام یہ ہے کہ وہ امیر کو مشورہ دے لیکن تجاویز کو قانون کی منزل تک پہنچانا امیر کا کام ہے۔ یہی بات سورۂ آل عمران کی حسب ذیل آیت سے بھی ثابت ہے:

﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴾

[آل عمران : ۱۵۹]

''اور (اے پیغمبر!) دین کے کام میں ان سے مشورہ لیا کرو۔ پھر جب تم (کسی کام کا) پکا ارادہ کر لو تو اللہ پر بھروسا رکھو، بے شک اللہ بھروسا رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مشورہ کے بعد کسی ایک جانب کو ترجیح دینا اور اس کا عزم کرنا یہ فقط امیر مجلس کی رائے پر موقوف ہے۔ امیر اپنی دیانت اور فہم سے جس رائے کو زیادہ صائب سمجھے گا اس کو نافذ کر دے گا۔ چنانچہ اسلامی شورائی نظام میں امیر وقت کو فیصلے کا حتمی اختیار

حاصل ہونے کی وجہ سے مجلس شوریٰ کے اندر گروپ بندی کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔ صرف ایک ہی ناقابل تقسیم جماعت ہوتی ہے جو منفرد انداز میں بیک وقت حزب اختلاف بھی ہوتی ہے اور حزب اقتدار بھی اور اس کا واحد مقصد اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت قائم کرنا ہوتا ہے۔ اس نسبت سے شوریٰ اللہ تعالیٰ کے قانون کی پابند ہے۔ مجلس شوریٰ میں کوئی ایسی تجویز پیش نہیں ہوسکتی جو کسی اسلامی قانون کے خلاف ہو۔ مجلس شوریٰ اس امر پر تو مشورہ کرسکتی ہے کہ نص کا صحیح مفہوم کیا ہے اور اس پر عمل درآمد کس طریقہ سے کیا جائے لیکن کسی ایسے معاملے پر کوئی مشورہ نہیں کرسکتی جس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کر دیا ہو۔ اس کا ثبوت خلیفۂ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس طرز عمل سے بھی دیا جا سکتا ہے جو آپ نے منکرین زکوٰۃ و نماز کے معاملہ میں اختیار کیا تھا۔ آپ مشورہ کی طرف متوجہ نہیں ہوئے، کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا ان لوگوں کے بارے میں حکم موجود تھا۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان یہ ہے کہ جو اپنے دین کو بدلے اسے قتل کر دو۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوٰۃ و نماز کے خلاف جہاد کیا۔

عورت کی سربراہی اور اس کی شہادت :

جمہوریت میں عورت ملک کی سربراہ بن سکتی ہے، یا اسی طرح کے کسی بڑے منصب پر فائز ہو سکتی ہے اور ہر مقدمہ میں اس کی شہادت مرد کے برابر تصور کی جاتی ہے لیکن اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کوئی عورت سربراہ مملکت نہیں بن سکتی اور نہ ایسے کسی بڑے منصب پر فائز ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ ﴾ [النساء : ٣٤]

''مرد عورتوں پر قوام (یعنی حاکم) ہیں۔''

صحیح بخاری میں سیدنا ابوبکرہ نفیع بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر سنی کہ اہل فارس (ایران والوں) نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا حکمران بنالیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پاسکتی جس نے اپنے امور عورت کے سپرد کر دیے ہوں۔''

[بخاری، کتاب المغازی، باب کتابة النبی ﷺ إلى کسری و قیصر : ٤٤٢٥]

مذکورہ بالا نصوص شرعیہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مملکت میں ذمہ داری کے مناصب، خواہ صدارت ہو یا وزارت یا مجلس شوریٰ کی رکنیت وغیرہ، عورتوں کے سپرد نہیں کیے جا سکتے۔ (اسلامی

ریاست از سید ابوالاعلیٰ مودودی) اور اسی طرح اسلام کے قانون شہادت میں مقدمات کی نوعیت کے اعتبار سے گواہوں کی تعداد میں بھی فرق رکھا گیا ہے، مثلاً ثبوت زنا کے لیے چار مرد گواہ ہوں گے۔ (النور: ۱۳، النساء: ۱۵) قصاص، قتل اور فوجداری مقدمات میں ''دو مرد گواہ ہوں گے۔'' کیونکہ عموماً ایسے مقدمات میں عورت کی شہادت تسلیم نہیں کی جاتی، البتہ عام مقدمات میں ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت لی جا سکتی ہے، کیونکہ قرآن و سنت میں عورت کی گواہی مرد کی گواہی کا نصف قرار دی گئی ہے۔ [بخاری، کتاب الشهادات، باب شهادة النساء : ٢٦٥٨]

لیکن ایسے معاملات جن کی اطلاع مردوں کے لیے ممکن نہیں، وہاں عورتوں کی شہادت قبول کی جاتی ہے، مثلاً رضاعت (دودھ پلانا، دودھ شریک) کے سلسلہ میں صرف ایک عورت کی گواہی کافی ہو سکتی ہے۔ [بخاری، کتاب النكاح، باب شهادة المرضعة : ٥١٠٤]

اس طرح کے معاملات میں عورت سے مشورہ بھی لیا جا سکتا ہے، خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ عورتوں سے بھی مشورہ لے لیا کرتے تھے۔ (تفسیر مظہری، حاشیہ آل عمران)

علماء اور جہلاء کی یکسانیت:

جمہوریت میں ہر بالغ مرد و عورت کے ووٹ کو یکساں قرار دیا جاتا ہے اور اسی طرح مجالس قانون ساز میں بھی عموماً ہر ممبر کی رائے کی اہمیت یکساں تصور کی جاتی ہے، خواہ وہ مومن ہو یا مشرک و کافر، عالم ہو یا جاہل، لیکن نصوص شرعیہ میں مومن اور مشرک، عالم اور جاہل، متقی اور فاجر و فاسق کو برابر و یکساں قرار نہیں دیا گیا ہے۔ قرآن کی گواہی ملاحظہ ہو:

﴿ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ﴾ [السجدة : ١٨]

''بھلا وہ شخص جو مومن ہو کیا اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو فاسق ہو؟ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔''

﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الزمر : ٩]

''(اے پیغمبر!) ان سے پوچھو! کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔''

﴿ قُلْ لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ﴾ [المائدة : ١٠٠]

''(اے نبی!) کہہ دو کہ ناپاک اور پاک چیزیں برابر نہیں ہو سکتیں، اگرچہ ناپاک چیزوں کی کثرت تمہیں اچھی ہی لگے۔''

﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ [الجاثية : ٢١]

''جولوگ برے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے (اور) ان کی زندگی اور موت یکساں ہوگی؟ یہ برا فیصلہ کرتے ہیں۔''

﴿ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴾ [المؤمن : ٥٨]

''اور اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں اور نہ ایمان لانے والے نیکو کار اور بدکار برابر ہیں۔ (حقیقت یہ ہے کہ) بہت کم لوگ غور کرتے ہیں۔''

﴿ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴾ [ص : ٢٨]

''کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو زمین میں فساد کرتے ہیں؟ کیا ہم پرہیز گاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے؟''

رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی یہی ہے: ''اللہ کے نزدیک بزرگ و برتر وہ شخص ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے یعنی متقی و پرہیزگار ہے۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ لقد كان في يوسف و إخوته آيات للسائلين ﴾ : ٤٦٨٩۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل يوسف عليه السلام : ٢٣٧٨]

آپ ﷺ نے مزید فرمایا: ''جو لوگ تم میں سے دورِ جاہلیت میں بہتر ہیں وہ تم میں سے دور اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ وہ دین کو سمجھ لیں۔'' [(بخاری (أيضًا)۔ مسلم (أيضًا)] اسی لیے قرون اولیٰ میں مجلس شوریٰ کا رکن عموماً انھی لوگوں کو بنایا جاتا تھا جو عالم اور متقی جانے جاتے تھے۔ خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جنگ قادسیہ کے موقع پر ایک خطبہ میں فرمایا تھا کہ ''مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان کے کام ذی رائے اصحاب کے مشورہ سے انجام پذیر ہوں۔ عام لوگ اس شخص کے تابع ہوں جس کو انھوں نے والیٔ حکومت قرار دیا ہے اور والیٔ حکومت ذی رائے اصحاب کے تابع ہے۔ لہٰذا سب کو ان کی پیروی کرنی ہوگی۔'' (تاریخ طبرانی: ۴۸۱/۳) سیدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے بھی ایک موقع پر فرمایا تھا: ''عابد (پرہیز گار، متقی) لوگوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ لینا چاہیے۔'' (روح المعانی فی تفسیر القرآن۔ سورۃ الشوریٰ تحت الآیہ: ۳۸۔ جامع بیان العلم وفضلہ: ۸۵۳/۲، ح: ۱۶۱۲)

کثیر جماعتی نظام:

عموماً ایک جمہوری ریاست میں متعدد سیاسی جماعتیں ہوتی ہیں۔ ہر جماعت اپنا الگ نظریہ رکھتی ہے اور عوام کے سامنے اپنا الگ منشور پیش کرتی ہے، لیکن اسلام میں مسلمانوں کے درمیان صرف ایک ہی جماعت کا وجود ثابت ہوتا ہے، کیونکہ قرآن میں تمام انسانیت کو دو گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک مسلم اور دوسرے کافر اور تمام مسلمانوں کا تعلق ایک ہی امت (جماعت) سے ظاہر کیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴾

[التغابن : ۲]

”وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر کوئی تم میں کافر ہے اور کوئی مومن اور اللہ دیکھ رہا ہے جو تم کرتے ہو۔“

﴿ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖؗ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ۞ وَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَیْنَا رٰجِعُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ۹۲، ۹۳]

”یہ تمھاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمھارا رب ہوں، پس تم میری ہی عبادت کیا کرو اور یہ لوگ (خود ہی) اپنے معاملے میں باہم متفرق ہو گئے (مگر) سب ہماری ہی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔“

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۞ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ﴾ [آل عمران : ۱۰۲، ۱۰۳]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا۔“

احادیث رسول ﷺ میں بھی اسلامی جماعت کے مقابلہ میں کسی دوسری جماعت کے بنانے کو سخت ناپسندیدہ فعل اور بغاوت کہا گیا ہے:

۱۔ ”جو شخص امیر کی اطاعت سے نکلا اور اسلامی جماعت سے جدا ہوا اور اسی حال میں مر گیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی۔“ [مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن في كل حال ...... الخ : ۱۸۴۸]

۲۔ ”عنقریب طرح طرح کے شر اور فسادات رونما ہوں گے، پس جو شخص اس امت کے اتحاد و ارتباط

میں تفریق پیدا کرے اور مجتمع امت کے اجتماع کو توڑ دے اس کی گردن تلوار سے اڑا دو، خواہ وہ کوئی ہو۔" [مسلم، كتاب الإمارة، باب حكم من فرق أمر المسلمين و هو مجتمع : ۱۸۵۲]

۳۔ "جو شخص تمھارے پاس آئے اور امام وقت کے خلاف خروج کا دعویٰ کرے اور حالت یہ ہو کہ تم سب ایک امیر اور ایک خلیفہ کی اطاعت پر متحد ہو اور وہ تمھارے اتحاد کو توڑنے کا ارادہ رکھتا ہو یا تمھاری جماعت کو متفرق کر دینا چاہتا ہو تو تم اس کو قتل کر دو۔" [مسلم، كتاب الإمارة، باب حكم من فرق أمر المسلمين و هو مجتمع : ۱۸۵۲/۶۰]

۴۔ ایک دوسری حدیث میں سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا کہ اگر میں ایسا زمانہ پاؤں جب مسلمان حالت شر (یعنی تفرقہ، فتنہ و فساد) میں مبتلا ہوں تو میں کیا کروں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ رہنا۔" میں عرض گزار ہوا کہ اگر ان کی کوئی معیت اور کوئی امام نہ ہو؟ فرمایا کہ تم فرقوں سے علیحدگی اختیار کر لینا، خواہ تمھیں کسی درخت کی جڑ ہی چبانی پڑے، یہاں تک کہ تمھیں موت آجائے لیکن رہنا اسی حالت میں۔"

[بخاری، كتاب الفتن، باب كيف الأمر إذا لم تكن جماعة : ۷۰۸٤]

اسلام میں سیاسی جماعتوں کے وجود کے حق میں جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں، ان میں خصوصی طور پر سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت کے بعد مسلمانوں میں تفرقہ، خانہ جنگی اور نفاق سے متعلق جو واقعات پیش آئے ان کو بنیاد بنایا جاتا ہے، حالانکہ تاریخ اسلام کے یہ مذکورہ ادوار مثالی دور نہیں کہلائے جاتے بلکہ محدثین کتب احادیث میں ان ادوار کا ذکر "کتاب الفتن" میں لائے ہیں۔ (کتاب الفتن، بخاری و مسلم وغیرہما) اس اعتبار سے سیاسی جماعتوں کے وجود کے حق میں یہ دلیل وزن نہیں رکھتی، چنانچہ اس دلیل کو اسلام میں سیاسی جماعتوں کے وجود کے سلسلہ میں بنیاد نہیں بنایا جا سکتا۔ ان مذکورہ بالا نصوص شرعیہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسلم امت پوری کی پوری ایک ہی جماعت ہے اور اس کا منشور صرف اور صرف شریعت کا نفاذ ہے۔

حکومت و منصب کی خواہش:

جمہوریت میں سیاسی لیڈر اور سیاسی جماعتیں حکومت حاصل کرنے کی خواہش رکھتی ہیں، اسی لیے وہ انتخابات میں حصہ لیتے ہیں اور اپنے جلسوں میں عوام سے ووٹ کا سوال کرتے ہیں، تاکہ

انتخابات جیت کر حکومت یا حکومت کا کوئی عہدہ حاصل کر سکیں، لیکن اسلامی تعلیمات میں حکومت و اقتدار کی خواہش کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اسی طرح ایسے افراد کو بھی کوئی منصب دینا جائز نہیں ہے جو کسی منصب کی حرص رکھتے ہوں۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کے فرامین یہ ہیں:

''عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ امارت و حکومت کی خواہش نہ کر، اس لیے کہ اگر تجھ کو مانگنے سے حکومت ملی تو تو حکومت کے حوالے کیا جائے گا اور اگر بے مانگے ملے تو اللہ کی طرف سے تجھ کو مدد دی جائے گی۔'' [بخاري، كتاب الأحكام، باب من لم يسأل الإمارة ...... الخ : ٧١٤٦] ''ہم اس کو حاکم نہیں بناتے جو اس کی درخواست کرے یا اس کا حریص ہو۔'' [بخاري، كتاب الأحكام، باب ما يكره من الحرص على الإمارة : ٧١٤٩]

کلیدی مناصب پر غیر مسلموں کا تقرر:

ایک جمہوری حکومت میں اقلیتوں کو مجالس قانون ساز کا ممبر بنایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح انھیں وزیر، قاضی، سالار جیسے کلیدی اور اہم مناصب پر بھی فائز کیا جا سکتا ہے، لیکن ایک اسلامی حکومت میں کوئی غیر مسلم ایسے کلیدی مناصب کا اہل نہیں ہو سکتا، جہاں وہ حکومت کی پالیسی میں حصہ دار ہو، کیونکہ ایک اسلامی ریاست نظریاتی نوعیت کی ہوتی ہے۔ اس لیے اس کے چلانے والے بھی ایسے آدمی ہونے چاہییں جو اس کے نظریات سے متفق ہوں۔ (اسلامی ریاست از سید ابوالاعلیٰ مودودی: ۴۸۶)

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو تعلیم فرماتا ہے:

﴿ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِينَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ ﴾ [آل عمران : ٢٨]

''مومنوں کو چاہیے کہ مومنوں کے مقابلے میں کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔''

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴾ [آل عمران : ١١٨]

''اے اہل ایمان! تم کسی غیر (مذہب کے آدمی) کو اپنا راز دار نہ بناؤ، یہ لوگ تمھاری خرابی (اور فتنہ انگیزی کرنے) میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ

(جس طرح ہو) تمھیں تکلیف پہنچے۔ ان کی زبانوں سے تو بغض ظاہر ہو ہی چکا ہے اور جو ان کے سینوں میں مخفی ہے وہ کہیں زیادہ ہے۔ ہم نے اپنی آیات کھول کر تمھارے سامنے بیان کر دی ہیں، اگر تم عقل رکھتے ہو۔''

﴿ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ﴾ [آل عمران: ۱۲۰]

''اگر تمھیں آسودگی حاصل ہو تو ان کو بری لگتی ہے اور اگر تمھیں رنج پہنچے تو یہ خوش ہوتے ہیں۔''

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ﴾ [النساء: ۵۸]

''(مسلمانو!) اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کر دیا کرو۔''

یعنی ذمہ داری کے مناصب ایسے لوگوں کے سپرد کرو جو ان مناصب کے اہل ہوں، جن میں بار امانت اٹھانے کی پوری پوری صلاحیت ہو۔ کلیدی اور اہم مناصب کے علاوہ دیگر عہدوں پر غیر مسلموں کو فائز کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح وہ مسائل جن کا تعلق ذمیوں سے ہو، اس میں غیر مسلموں سے مشورہ بھی لیا جا سکتا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہمیشہ ان معاملات میں جن کا تعلق ذمیوں سے ہوتا تھا، ان سے مشورے بھی لیتے تھے۔ (الفاروق: ۲۸۳) امام ابو حنیفہ کے نزدیک غیر مسلم اپنے ہم مذہبوں کا قاضی بھی ہو سکتا ہے لیکن اگر کوئی غیر مسلم مسلم قاضی سے اپنا فیصلہ کروانا چاہتا ہو تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔ (الأحکام السلطانیہ از الماوردی)

اسلامی ریاست میں حکومت پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے علاقہ میں غیر مسلموں کے جان و مال، حقوق اور ان سے کیے گئے عہد کا پورا پورا خیال رکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''جو شخص کسی معاہد کو قتل کرے گا (یعنی اس کافر کو جس سے جنگ نہ کرنے کا عہد کیا گیا ہو) وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔'' [بخاري، كتاب الديات، باب إثم من قتل ذميا بغير جرم: ٦٩١٤]

خلیفہ ثانی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت خلیفہ بننے والے شخص کے لیے ایک مفصل وصیت فرمائی تھی، اس کا آخری فقرہ یہ تھا: ''ذمیوں سے جو عہد کیے گئے ہوں انھیں پورا کیا جائے اور ان کی حمایت میں لڑا جائے اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔'' [بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب يقاتل عن أهل الذمة ولا يسترقون: ٣٠٥٢] قرون اولیٰ میں عموماً اہل اسلام بلاد مفتوحہ میں غیر مسلموں سے جو معاہدے کرتے تھے اس کی دفعات کا خلاصہ یہ تھا: ''عرب حکام اطاعت گزاری اور جزیہ کے بدلے میں رعایا کے جان و مال کی حفاظت کریں گے اور انھیں مذہبی آزادی دیں گے۔'' (The Preaching of Islam by T.W Arnold)

اسلام قبول کرنے پر بھی کوئی ذمی مجبور نہیں کیا جاتا تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے غلام وثیق رومی کا بیان ہے کہ وہ اس کو ہمیشہ اسلام کی ترغیب دلاتے تھے لیکن اس نے انکار کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''دین کے معاملہ میں کوئی زور زبردستی نہیں۔'' (کنز الاعمال فی سنن الأقوال والأفعال: ج۵) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اس کو آزاد کر دیا اور فرمایا کہ جہاں تیرا جی چاہے چلا جا۔ مشہور مؤرخ اور نقاد آرنلڈ لکھتا ہے: ''اگر ذمیوں پر چند پابندیاں عائد تھیں تو ان کا مقصد فقط یہ تھا کہ مقابل مذاہب کے پیروؤں کی باہمی کشمکش کا انسداد ہو سکے یا اس مذہبی جنون اور تعصب کو روکا جائے جو مسلمانوں کے لیے ناپسندیدہ تھا۔'' (The Preaching of Islam:56)

سیکولرازم:

جمہوریت کا ایک نمایاں اصول سیکولرازم (Secularism) ہے یعنی مذہب اور سیاست کی علیحدگی، اس اصول کے تحت ملک کا کوئی سرکاری مذہب نہیں ہوتا۔ البتہ شہریوں کو اپنی انفرادی زندگی میں مذہبی آزادی حاصل ہوتی ہے۔ مگر اجتماعی، تمدنی اور سیاسی معاملات میں مذہب کو داخل نہیں کیا جاتا۔ آج دنیا کی تقریباً تمام جمہوریتوں نے سیکولرازم کو اپنے دستور اساسی میں شامل کر لیا ہے۔ (اسلامی ریاست از گوہر الرحمٰن: ۸۱)

جمہوریت کے اس تصور کے برعکس اسلامی تعلیمات میں دین و سیاست کو جدا قرار نہیں دیا گیا، بلکہ حکومت کے قیام کا مقصد ہی شریعت کا نفاذ ہوتا ہے۔ گویا کہ ''اسلامی حکومت مسلمانوں کی اس جماعت کا نام ہے جو شرعی استحقاق کی بنا پر اسلامی احکام کو زور وقوت کے ساتھ نافذ کر سکے۔'' (اسلام کا سیاسی نظام از محمد اسحاق صدیقی: ۸۹) قرآن میں اقتدار کے فرائض کو مختصراً اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ [الحج: ۴۱]

''یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں تمکن عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں گے۔''

اکثر مسلم فقہاء نے اپنی تصانیف میں خلیفہ کے فرائض میں سے دینی امور سے متعلق فرائض کو نمایاں اہمیت دی ہے۔ (الاحکام السلطانیہ از الماوری) اسلام کی سربلندی واشاعت کی ذمہ داری

صرف ارباب اقتدار ہی پر نہیں ڈالی گئی، بلکہ تمام مسلمانوں پر بھی یہ فرض ہے کہ وہ اسلام کی سربلندی کے لیے اپنے ذاتی مفادات کو قربان کر دیں۔ اس سلسلے میں قرآن کی دلیل ملاحظہ ہو:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾

[التوبة : ٢٤]

”(اے نبی!) کہہ دو کہ اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے، تمھارے بھائی، تمھاری بیویاں اور تمھارے عزیز و اقارب اور تمھارے وہ مال جو تم کماتے ہو اور تمھارے تجارتی کاروبار جن کے مندے کا تم کو خوف ہے اور تمھارے مکانات جو تم کو پسند ہیں، اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تمھیں زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کو رہنمائی نہیں دیا کرتا۔“

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جمہوریت خالصتاً ایک غیر اسلامی نظریہ ہے۔ اسلامی تعلیمات اور اس کے اصولوں میں کھلا تضاد اور بعد ہے، لہٰذا مسلمانوں کے لیے یہ بات زیبا نہیں کہ وہ اسلامی تعلیمات و اقدار کے مقابلے میں کسی غیر اسلامی و طاغوتی نظام کو اپنائیں یا اس کے قیام و استحکام میں کسی طرح کا کوئی تعاون کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ [الجاثية : ١٨ تا ٢٠]

”(اے نبی!) پھر ہم نے تم کو دین کے کھلے رستے (شریعت) پر (قائم) کر دیا لہٰذا تم اسی پر چلو اور نادانوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ یہ اللہ کے مقابلے میں تمھارے کسی کام نہیں آئیں گے اور حقیقت یہ ہے کہ ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں، جب کہ اللہ پرہیزگاروں کا دوست ہے۔ یہ (قرآن) لوگوں کے لیے دانائی کی باتیں ہیں اور ہدایت و رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔“

فصل چہارم

نبی ﷺ کا خواب میں آنا

نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے اس دنیا سے منقطع ہو جانے والے رابطے کو جوڑنے کے لیے ہمارے علمائے کرام نے ایک انوکھا طریقہ اختیار کیا یعنی قرآن و حدیث کی غلط تاویلات کے ذریعہ خواب کو نبی ﷺ کی دنیا میں آمد اور ان ''عشاق'' سے ملاقات کا مستقل ذریعہ بنا دیا۔ چنانچہ آپ خوابوں میں آتے ہیں، بشارتیں دیتے ہیں، ہدایات سے نوازتے ہیں، پیشگوئیاں فرماتے ہیں اور اب تو صرف نبی ﷺ ہی نہیں بلکہ اولیاء اللہ بھی خوابوں میں تشریف لاتے ہیں۔ (تبلیغی جماعت) کبھی امام بخاری خوابوں میں آکر بخاری پڑھا جاتے ہیں، کبھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ عرش پر بیٹھ کر نکاح پڑھانے لگ جاتے ہیں۔ (علامہ یوسف بنوری) کوئی صاحب دل خواب میں اپنے بختی اونٹ کا سودا کر لیتے ہیں۔ (فضائل صدقات، حصہ دوئم) کبھی خود نبی کریم ﷺ آکر خواب میں چالیس حدیثیں پڑھا دیتے ہیں۔ (شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ) یہاں تک کہ کبھی خاص مواقع پر تو رب العالمین بھی خود ہی خواب میں آکر اپنے ولیوں کو ضروری ہدایات سے نواز دیتا ہے۔

خوابوں کا یہ سلسلہ خیر القرون کے بعد اس وقت شروع ہوا جب آپ ﷺ کے ''سچے عاشقوں'' نے دین اسلام پر غلبہ حاصل کر لیا اور تبھی سے دنیا میں آپ ﷺ کی آمد و رفت شروع ہو گئی جو اب تک جاری ہے اور اب تو ماشاء اللہ آپ ﷺ کی زیارت کے لیے وظیفہ بھی موجود ہے۔

زیارت نبوی ﷺ کا نسخہ:

شاہ عبد الحق محدث دہلوی کہتے ہیں کہ جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب میں دو رکعت نفل پڑھے، ہر رکعت میں گیارہ مرتبہ آیت الکرسی، گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے، سلام پھیرنے کے بعد سو مرتبہ

درود شریف پڑھے، تین جمعہ نہیں گزریں گے کہ (ان شاء اللہ) رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوجائے گی۔ درود یہ ہے: «اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلِّمْ»

افسوس کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و محدثین کے پاس یہ نسخہ موجود نہ تھا، ورنہ ان کو اپنے دور حیات میں رونما ہونے والے فتنوں کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ مثلاً خلیفہ ثالث کی نامزدگی کے مسئلہ پر عبد الرحمٰن بن عوف کئی دن پریشان رہے، نبی ﷺ نے خواب میں آکر ان کی رہنمائی نہ فرمائی۔ اسی طرح جنگ جمل اور جنگ صفین جیسے افسوس ناک واقعات پیش آئے جس میں محض غلط فہمیوں کی وجہ سے ہزاروں صحابہ شہید ہوگئے مگر اس وقت بھی نبی ﷺ نے آکر اپنے عزیز ساتھیوں کی رہنمائی نہ فرمائی۔ محدثین کرام نے احادیث کو جمع کر کے ان کی جانچ پڑتال اور راویوں کو پرکھنے میں پوری زندگیاں لگا دیں لیکن نسخۂ زیارت استعمال کر کے نبی ﷺ سے ملاقات نہ کی، تاکہ مشقت سے بچ جاتے اور بے شمار پیچیدہ مسائل چٹکی بجاتے حل ہوجاتے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ لوگ سچے محبان رسول نہ تھے ورنہ نبی ﷺ ان سے یہ بے اعتنائی نہ برتتے، یا ان ''عاشقین صادقین'' کا درجہ نبی کے نزدیک صحابہ، تابعین اور محدثین سے زیادہ ہے۔ (نعوذ باللہ!)

یہ ''محبان رسول'':

ان ''محبان رسول'' کو جن کے پاس آپ کی باقاعدہ آمد و رفت ہے، چاہیے کہ آپ ﷺ سے ان مسائل کے بارے میں رہنمائی حاصل کریں جن کی وجہ سے یہ امت فرقوں میں بٹی ہوئی ہے اور یہ فرقے باہم دست و گریباں ہیں۔ مثلاً نبی ﷺ کا حاضر ہونا، آپ پر درود پیش ہونا، آمین بالجہر، فاتحہ خلف الامام اور رفع الیدین وغیرہ اور اپنے اپنے فرقوں کے برحق ہونے کی بھی نبی ﷺ سے تصدیق کرالیں، آیا کہ بریلوی مسلک درست ہے یا دیوبندی، غیر مقلدین، یا پھر سب غلط ہیں؟ ویسے یہ اور بات ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے تو چار مصلوں کے درست ہونے کے بارے میں نبی ﷺ سے سرٹیفکیٹ حاصل کرلیا ہے۔ اس خواب کے عقیدہ کا اگر قرآن کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس عقیدہ کی عمارت بغیر بنیاد کے قائم ہے، یہ عقیدہ تو آیات قرآنی کا صریح کفر کرتا ہے کیونکہ اس کی بنیاد دو باتوں پر ہے، اول یہ کہ مرنے کے بعد بھی نبی یا ولی دنیا میں آسکتے ہیں۔ دوم یہ کہ نبی یا ولی عالم الغیب بھی ہوتے

قرآن کے مطابق وہ توان باتوں سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں، جیسا کہ سورۂ احقاف میں فرمایا:

﴿وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾ [الأحقاف: ٥]

''وہ ان کی پکاروں سے بے خبر ہیں۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ﴾

[فاطر: ١٣، ١٤]

''اور جن لوگوں کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی کسی چیز کے مالک نہیں، اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمھاری پکار نہ سنیں اور اگر سن بھی لیں تو جواب نہ دے سکیں اور وہ قیامت کے روز تمھارے شرک سے انکار کر دیں گے۔''

اس کے علاوہ خواب کے معاملہ میں جو سوال تشنۂ تاویل ہے وہ یہ ہے کہ جب نبی یا ولی کسی کے خواب میں داخل ہونے کے لیے قبر سے باہر جاتے ہیں تو اپنی قبر سے کس طرح اور کہاں سے نکلتے ہیں؟ یہ قبر سے باہر جانے کا فعل عام مادی قوانین کے تحت ہے یا خارق الفطرت معجزہ؟ اگر مادی ہے تو مادی قوانین کے دائرہ میں اس کی توجیہ و توضیح درکار ہے اور اگر یہ فعل معجزانہ ہے تو اس کا ثبوت قرآن و صحیح حدیث سے پیش کیا جائے۔ اس کے علاوہ نبی ﷺ کے قبر کے باہر ہونے کے دوران اگر کوئی شخص قبر نبوی پر درود و سلام پیش کرے تو کیا وہ ضائع ہو جائیں گے، کیونکہ درود و سلام (ان کے عقیدہ کے مطابق) صرف نبی ﷺ ہی پر پیش ہوتے ہیں، اس لیے یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ نبی ﷺ کس وقت قبر میں موجود ہیں اور کس وقت قبر سے باہر ہیں۔ اس کے علاوہ نبی یا ولی قبر سے نکل کر چند لمحات میں ہزاروں میل کی مسافت کیسے طے کر لیتے ہیں؟ کیا وہ کسی کو قبر سے نکلتے ہوئے یا دوران سفر نظر آتے ہیں؟ کیا یہ سب کچھ تصرف فی الامور نہیں جو صرف اللہ ہی کا اختیار ہے؟

فصل پنجم

عذاب جہنم اور انعاماتِ جنت کا بیان

عذاب جہنم کی کیفیت:

دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے ستر حصے زیادہ تیز ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے تین ہزار سال تک دہکایا ہے۔ اگر دوزخ کی آگ کی ایک چنگاری دنیا میں آجائے تو ساتوں زمینوں کو اور جو ان کے درمیان ہے سب کو جلا کر بھسم کر ڈالے۔ دوزخ کی سختی و شدت کی کیفیت قرآن مجید میں یوں بیان کی گئی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝﴾

[التحریم : ٦]

''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اس کے موکل ہیں فرشتے نہایت بے رحم اور سنگ دل کہ سزا دیتے کسی کا لحاظ نہیں کرتے، جیسا حکم الٰہی پاتے ہیں ویسی تعمیل کرتے ہیں۔''

ہزار طرح پر روؤ، گڑگڑاؤ، معافی چاہو، مگر وہ جلانے اور تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ رحم تو ان کے پاس نام تک کو نہیں، یہ فرشتے دوزخیوں کو آتشی زنجیروں میں جکڑیں گے، دوزخ میں آتشی زنجیریں ہوں گی، ستر ستر گز لمبی۔ فرشتے دوزخیوں کے منہ کی راہ سے یہ زنجیریں ڈالیں گے اور پاخانہ کی راہ سے نکال کر خوب جکڑ بند کر دیں گے۔ دوزخ میں آگ کے گرز ہوں گے، جن سے فرشتے دوزخیوں کو مارتے، ہانکتے ہوئے دوزخ میں لا ڈالیں گے۔ دوزخ میں ایسے

غضب کے زہریلے سانپ و بچھو ہوں گے کہ ایک دفعہ کاٹنے سے ہزار برس تک دوزخی روئے گا، چلائے گا، تڑپے گا لیکن زہر نہ اترے گا، موت مانگے گا وہ بھی نہ آئے گی۔ دوزخ میں خراسانی اونٹ کے برابر سانپ اور گدھے کے پالان برابر بچھو ہوں گے، جو ہمیشہ دوزخیوں کو کاٹتے رہیں گے، کبھی فرصت نہ دیں گے۔ قیامت کے دن فرشتے دوزخ کو ستر ہزار زنجیروں میں جکڑ کر میدان محشر میں کھینچتے ہوئے لائیں گے، ایک ایک زنجیر کو ستر ستر ہزار فرشتے پکڑ کر گھسیٹیں گے، دوزخ دوزخیوں کا نام لے کر پکارے گی، دوزخی ڈر کے مارے بھاگیں گے کہ آگ کی ایک بڑی لمبی گردن دوزخ سے نکلے گی اور نافرمانوں کو دوسو برس کی مسافت سے اس طرح گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دے گی جیسے مرغ دانہ کو چگ لیتا ہے۔

دوزخیوں کا جسم اس قدر بڑھ جائے گا کہ ایک کندھے سے دوسرے تک تیز رو سوار تین روز میں پہنچ سکے۔ ان کی ڈاڑھ احد پہاڑ کے برابر اور ران بیضاء پہاڑ کے برابر ہو جائے گی۔ دوزخیوں کے جوتے بھی آتشی ہوں گے۔ دوزخ کی ایک چنگاری بڑے محل کے برابر ہوگی۔ دوزخ کی گہرائی اتنی عمیق ہے کہ اگر ایک بھاری پتھر چھوڑا جائے تو ستر برس کی مدت میں تہ میں پہنچے۔ دوزخ میں ایک آگ کے پہاڑ کا نام صعود ہے جس کی بلندی سیکڑوں برس کا سفر ہے۔ اس پر دوزخیوں کو چڑھائیں گے اور چوٹی پر سے دوزخ میں دھکیل دیں گے۔ اسی طرح ہمیشہ عذاب ہوتا رہے گا۔ دوزخ میں زقوم کے سوا اور کچھ کھانا نہ ملے گا۔ زہریلے کانٹوں کا ایک درخت ہے جسے زقوم کہتے ہیں، یہ درخت آگ میں پیدا ہوگا۔ اسی طرح دوزخیوں کو پینے کے لیے کچھ نہ ملے گا مگر کبھی گرم کھولتا ہوا پانی اور کبھی گرم کھولتی ہوئی سڑی پیپ، جسے منہ کے قریب کرتے ہی تمام منہ کا گوشت گل کر گر پڑے گا۔ دوزخی پیاس کی شدت سے وہی پی جائیں گے۔ یہ پیٹ میں پہنچتے ہی آنتوں کو پاخانہ کی راہ سے نکال دے گا۔ ہزاروں برس پیاس پیاس کہہ کر تھک جائیں گے، ہرگز فریاد رسی نہ کی جائے گی، جب دوزخی دوزخ کے دروازہ پر پہنچیں گے تو دوزخ کا داروغہ پوچھے گا کیا تمھارے پاس اللہ کے پیغمبر کتاب اللہ کے سنانے اور دوزخ سے ڈرانے اور قیامت کے مصائب یاد دلانے کو نہیں آئے تھے؟ دوزخی جواب دیں گے کہ آئے تو تھے اور انھوں نے ہمیں اللہ کے غضب اور قیامت کی ہولناکی سے ڈرایا بھی تھا لیکن ہم نے اسے نہ سنا نہ ان کا کہا مانا بلکہ جھٹلایا اور جھگڑا کیا،

اگر ہم ان کے وعظ سنتے، سمجھتے اور مانتے تو آج دوزخ میں مبتلائے عذاب کیوں ہوتے۔ الغرض دوزخیوں کو جان گزر مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں گی کہ ویسی مصیبتیں کسی نے آنکھوں سے دیکھی نہ کانوں سے سنی۔ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

﴿ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ﴾ [الأعلی: ۱۳]

کہ دوزخی نہ تو دوزخ میں مر ہی جائے گا کہ جھگڑا ختم ہو نہ چین ہی سے زندہ رہے گا بلکہ اس کی جان غضب میں رہے گی۔

جنت کی خوبی اور اہل جنت کے عیش:

بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنت میں داخل کرے گا جو ایمان لائے اور جو سچے مسلمان بنے اور جنھوں نے عمل کیے اچھے اور چلے پیغمبر کے طریقہ پر، وہ جنت ایسی ہے جس کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔ یہ احوال اس بہشت کا ہے کہ جس کا وعدہ ملا ہے اللہ پاک کی طرف سے ڈرنے والے موحد مسلمانوں کو۔ اس بہشت میں کئی قسم کی نہریں ہیں، کوئی دودھ کی ہے جس کا مزہ نہیں بدلتا، کوئی صاف پانی کی ہے جس کی بو نہیں پلٹتی، کوئی شراب کی جو پینے والوں کو لذت دیتی ہے۔ کوئی شہد کی ہے جس پر جھاگ نہیں ہوتی۔ نہایت صاف اور شیریں خوش ذائقہ بہت پاکیزہ اور ان کے لیے وہاں میوے ہیں ہر قسم کے لذت دار اور اللہ کی طرف سے ان لوگوں کو وہاں معافی ہے۔

اور فرمایا:

”تمھارے واسطے وہاں جو تم چاہو گے موجود ہے اور مہمانی ہے ہماری سرکار سے۔“

[حٰمٓ السجدة : ۳۱]

بہشتیں آٹھ ہیں: جنت عدن، جنت الفردوس، جنت الخلد، جنت النعیم، جنت الماوی، جنت القرار، دارالسلام، دار المقام۔ یہ ان کے نام ہیں۔ نہایت خوبیوں کے ساتھ بنائی گئی ہیں۔ بہشت کی دیواریں ایک اینٹ سونے اور ایک اینٹ چاندی سے بنائی گئی ہیں اور ان میں مشک کا گارا لگایا گیا ہے۔ جنت میں کنکریاں موتی، یاقوت کی ہیں۔ خاک وہاں کی زعفران اور خوشبودار ہے۔ جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے وہ چین و آرام پائیں گے اور ہمیشہ زندہ رہیں گے، نہ ان کی جوانی فنا ہوگی اور نہ ان کے کپڑے میلے ہوں گے۔ ہر جنتی کو جنت میں سو سو درجے اتنے بڑے ملیں گے

کہ جیسے آسمان و زمین اور ہر مسلمان کے واسطے دو باغ ہوں گے سونے کے جن کا کل سامان بھی سونے کا ہوگا اور باغ ہوں گے چاندی کے جن کا کل سامان بھی چاندی کا ہوگا۔ ان کے سوا اور ایک ایک موتی کے محل ملیں گے جن کا عرض وطول ساٹھ ساٹھ میل کا ہوگا، ہر ایک محل میں پردہ والی بیبیاں رہیں گی جن کو نہ کوئی دیکھے گا اور نہ ان سے سوا ان کے خاوندوں کے اور کوئی مباشرت کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جنت نور کی مانند چمکدار ہوتی ہے اور اس کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ جنت میں خوشگوار ہوائیں چلتی ہیں۔ جنت کے محل بڑے مضبوط ہیں، ہر محل میں نہریں جاری ہیں، میوے پکے ہوئے تیار ہیں۔ عورتیں کنواریاں جن پر کسی آدمی یا جن نے ہاتھ نہیں ڈالا، چہرے ان کے یاقوت و مونگے سے زیادہ روشن، بناؤ سنگار کیے ہوئے ہر محل میں موجود ہیں کیونکہ بہشت ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''جنت میں ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا و مافیھا سے بہتر ہے۔'' (بخاری: ۲۷۹۶) اور فرمایا: ''جنت والے اونچے محلوں کو اس طرح دیکھتے ہیں جیسے تم روشن ستاروں کو آسمان کے کناروں میں دیکھتے ہو مشرق و مغرب کی طرف۔'' صحابہ نے عرض کی: ''یا رسول اللہ (ﷺ)! ایسے عمدہ محل تو خاص پیغمبروں کے واسطے ہوں گے۔'' فرمایا: ''نہیں، قسم ہے اللہ کی! ان کو میری امت کے مسلمان پائیں گے۔'' (بخاری: ۳۲۵۶) اور فرمایا: ''اللہ سے جنت الفردوس مانگو۔'' (بخاری: ۲۷۹۰) اور دیکھیں گے بہشتی لوگ جنت کے جھروکوں میں سے بیٹھے ہوئے ایک دوسرے کو اور نہ دیکھ سکیں گے ایک دوسرے کی بیوی کو اور ان کی بیویاں ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں گی۔ جنت میں سایہ دار اس قسم کے تخت ہیں جن پر آبخورے لبریز بھرے ہوئے رکھے ہیں۔ شہد، شراب، شربت، دودھ ذائقہ دار اور خوشبودار ہے اور ان پر تکیے برابر کے لگے ہوئے ہیں۔ قالین اور اونچی مسندیں ہیں ان پر بچھائی ہوئی ہیں۔

اور فرمایا: ''نیک لوگ نعمتوں کے اندر تختوں پر بیٹھے ہوئے ہر طرف کے تماشے دیکھتے ہوں گے۔ ان کے چہروں سے جنت کی نعمتوں کی سرسبزی پائی جائے گی۔ پئیں گے وہ شراب خالص جس پر مشک کی مہریں لگی ہوں گی، چاہیے کہ رغبت کرنے والے اس کی رغبت کریں۔ ملاوٹ اس میں ایک چشمہ سے ہوگی جس میں سے خاص مقرب بندے پئیں گے۔'' [المطففین: ۲۲ تا ۲۸]

فرمایا: ''جنتی بندے بہشت میں تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے اپنی بیویوں کو ساتھ لیے بہشت کی نعمتیں کھاتے پیتے سیر وتماشے میں مشغول رہیں گے۔'' [یٰس : ٥٦، ٥٥] ہر جنتی کو جنت میں بڑا ملک عطا کیا جائے گا خواہ وہ کیسا ہی کم رتبہ والا ہے، دنیا سے دس حصہ زیادہ، جن میں سے ایک درخت کے نیچے ہو کر تیز گھوڑے کا سوار سو برس تک چلے تو بھی اس کے سایہ کو طے نہ کر سکے۔

جنت کی فراخی اور بڑائی سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ جنت کے دروازے اس قدر کشادہ ہیں کہ ایک چوکھٹ سے دوسری چوکھٹ تک چالیس برسوں کا فاصلہ ہے۔ باوجود ایسی کشادگی کے محمد ﷺ کی امت والوں کا کھوے سے کھوا چھلتا ہوگا، جنت میں داخلے کے وقت، جب جنتیوں کا سیر کو جی چاہے گا اپنے اپنے تختوں پر سوار ہو کر اپنی اپنی عورتوں کو ساتھ لے کر سیر کرنے کو نکلا کریں گے، جہاں تک ان کا جی چاہے گا وہ تخت بہشتی ان کو اشارہ کے ساتھ سیر کروائے گا۔

ہر مرد کو جنت میں سو سو عورتوں سے صحبت کرنے کی طاقت ملے گی اور اس سے اس کو ہرگز تکان نہ معلوم ہوگی بلکہ قوت اور بڑھتی رہے گی۔ جنت کی عورتوں کی آنکھیں بڑی بڑی، دل کو بھانے والی، رسیلی اور خوش نما ہوں گی۔ ان کی اوڑھنی کا ایک پلو دنیا و مافیھا سے زیادہ قیمتی ہے۔

اگر جنت کی ایک عورت دنیا میں جھانکے تو مشرق سے لے کر مغرب تک سب روشن ہو جائے اور چاند وسورج ماند ہو جائیں اور کل اہل دنیا بے ہوش ہو جائیں۔

﴿ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ [البقرة : ٢٠١]

''اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔''

((اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ))

''اے اللہ! تو درگزر کرنے والا ہے اور درگزر کرنے کو پسند کرتا ہے، پس مجھ سے درگزر کر۔''

بحمد اللہ تمت